



حضرت آغا گل بخش لاہوری • حضرت ابوالخیر نوکھ ہزاری
مولانا محمد رضا خاں بریلوی • مولانا محمد الیاس قادری مدد

اسلامی افسانہ اور معجزات اہل سنت پر امیر جزومانی کے استعاراتی عالمی تحقیقی مآخذ

شہلاہ اہلسنت بجواب

شاہراہ بہشت

تالیف

ابو کلیم محمد صدیق فانی

تقریباً

ڈاکٹر مفتی محمد شرف آصف جلالی

اولیسی بک سیٹل ہاؤس، لاہور
پتہ: لاہور، فون: 0333-8173630

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب : شاہراۃ الاسمت بحواب شاہراۃ بہشت
مؤلف : ابو کلیم محمد صدیق قانی
کمپوزنگ : طاہر کمپوزنگ سنٹر کوٹ قاضی حافظ آباد گوجرانوالہ
پروف ریڈنگ : محمد کلیل قادری عطاری خانوالہ
نظر ثانی : مولانا ابو جلیل محمد کلیل خاں فیضی
سن اشاعت : 14 جولائی 2006ء
ایڈیشن دوم : یکم جون 2011ء
صفحات : 592
ہدیہ : 350 روپے

ملنے کے پتے

نظامیہ کتاب گھر اردو بازار لاہور / جلالیہ صراط مستقیم گجرات
نظامیہ کتاب گھر پبلشرز کالونی گوجرانوالہ / رضا بک شاپ گجرات
مکتبہ مہر یہ رضویہ کالج روڈ سکس / مکتبہ رضائے مصطفیٰ چوک دار السلام سرکل روڈ گوجرانوالہ
مکتبہ فیضان مدینہ سرائے عالمگیر / مکتبہ الفجر سرائے عالمگیر / مکتبہ فیضان اولیاء کاموکی
مکتبہ فیضان مدینہ لکھنؤ / مکتبہ فکر اسلامی کھاریاں / اگرمانوالہ بک شاپ دربار مارکیٹ لاہور
صراط مستقیم پبلی کیشنز 5، 6 مرکز الادیس دربار مارکیٹ لاہور / احمد بک کارپوریشن راولپنڈی
سنی پبلی کیشنز گوجرانوالہ / مکتبہ خیابا اقبال روڈ راولپنڈی / صراط مستقیم پبلی کیشنز گوجرانوالہ
مکتبہ مہر یہ کالمیہ جامعہ انوار العلوم ندوۃ العلماء / اونیسی بک شال لاہور

❖ فہرست ❖

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
1	انتساب.....	17
2	حرف اول.....	18
3	تقریر.....	20
❖	❖	❖
❖	❖ باب اول ❖	❖
❖	❖ عقائد اہل سنت ❖	❖
1	توحید باری تعالیٰ.....	21
2	شرک.....	23
3	حضور نبی اکرم ﷺ کا قول فیصل..... میری امت شرک میں جھلائے ہوگی	24
4	امیر حمزہ (وہابی) بتائیں کہ درج ذیل حدیث کا مصداق کون ہے؟	26
5	محمد بن عبدالوہاب نجدی اور ان کے مقلدین کا کردار	27
6	خوارج کی نشانی صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی زبانی.....	29
7	صاحب تفسیر کشاف جابر اللہ دمشقی معتزلی کا	❖
8	طریقہ استدلال اور اس کا انجام.....	30
9	امام الانبیاء علیہ السلام کی پیش گوئی.....	31
❖	❖	❖
❖	❖ باب دوم ❖	❖
❖	❖ اسلامی تصوف کی بنیاد ❖	❖
❖	❖ کتاب و سنت پر مبنی ہے ❖	❖
1	تصوف کے عناصر ترکیبی.....	33

70	رپورٹ خلاف کمپنی	8
70	مزارات شہزادیاں خاندان نبوت	9
70	مزارات ازواج مطہرات	10
70	مزارات مشاہیر اہل بیت	11
71	مزارات مشاہیر صحابہ و تابعین	12
71	نجد کے قاضی کا خطاب	13
❖	جنت البقیع شریف کی بے حرمتی پر	14
72	پاکستان کے ایک صحافی کے ہات قلب	15
72	نجدی حکمران کے نام مولانا شوگر علی کا تار	16
73	مولانا محمد علی جوہر کا خطاب	17
73	سعودی حکمرانوں سے کروڑ ہا فرزندان توحید کا سوال	18
74	امیر حزمہ کی پیش کردہ احادیث کا مفہوم	19
79	قبر پر بیٹھنا	20
79	قبر پر عمارت تعمیر کرنا	21
83	قبر پر لکھنا	22
92	مسلمانوں کی قبریں قائل احترام ہیں	23
❖	امیر المؤمنین حضرت عمرؓ روق اللہ کا	24
95	روضہ رسول ﷺ پر حاضر ہونا	25
96	حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا روضہ رسول ﷺ پر حاضر ہونا	26
❖	حضور پر نور ﷺ کا خواب میں آکر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی	27
96	قبر کی زیارت کا حکم فرمانا	28

33	(الف) کامل توحید	2
33	(ب) کامل تقویٰ	3
34	(ج) کامل محبت الہی	4
34	(د) قرب الہی	5
34	(س) رغبت الی اللہ	6
34	(ص) معیت الہیہ	7
35	(ط) دستور عمل	8
35	ابتدائی مراحل میں کوششیں میں عبادت کرنا	9
36	احسان کا مفہوم	10
36	افضل ترین جہاد	11
37	اسلامی تصوف کے خدوخال	12
54	تصوف پر اعتراضات اور ان کے جوابات	13
❖	باب سوم	❖
57	قبور المسلمین اور ان کا احترام	❖
60	احادیث نبویہ میں معنوی تحریف اور امیر حزمہ وہابی	1
62	مزارات پر گنبد بنانا	2
66	ابن سعود نجدی اور سنت فاروقی کی خلاف ورزی	3
67	مکہ معظمہ میں مقابر و مساجد کی بے حرمتی	4
67	جنت البقیع کی بے حرمتی پر ایک زائر کا اضطراب	5
67	آثار و مشاہد کی کیفیت	6
69	مدینہ منورہ میں مقابر و مساجد کی بے حرمتی	7

271	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل	23
271	حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا عمل	24
271	ثانی عمر حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا عمل	25
272	ابن تیمیہ کے منجاریوں سے ایک سوال	26
278	محبت رسول ﷺ اور اس کی علامات	27
285	ایک اہم مسئلہ اور اس کی وضاحت	28
287	امیر حمزہ سے چند سوال	29
289	امیر حمزہ کی جہالت	30
289	حدیث بخاری اور اس کا جواب	31
290	مسئلہ علم غیب	32
291	مسئلہ حاضر و ناظر	33
292	مسئلہ نور و بشر	34
294	مسئلہ محفل میلاد	35
295	مسئلہ بخاری کل وقاسم خزائن الہیہ	36
296	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم کی نعمتیں	37
301	فرقہ وہابیہ، قالیہ نجدیہ کی نعمتیں	38
❖		
❖		
309	جشن عید میلاد النبی ﷺ	1
316	کرم ہی کرم	2
317	فرقہ وہابیہ، نجدیہ کے گھر کی تین اہم شہادتیں	3

باب ہفتم

جشن عید میلاد النبی ﷺ

159	عشقِ اندازِ نعت	2
161	امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری اور اب علم و دانش کی نظر میں	3
166	نعت گوئی قرونِ اولیٰ سے دور حاضر تک	4
❖		
171	مولانا امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ اور مولانا محمد الیاس قادری	5
185	کے اشعار کی مختصر اور جامع شرح	6
189	نعت میں استمداد اور استغاثہ کا انداز	7
209	محبوب کبریٰ ﷺ کی قوتِ سماعت	8
211	وہابی سے اہل حدیث	9
214	غیر مقلدین (وہابی) مثل دیگر فرقہ ضالہ، روافض، خوارج	10
234	معتزلہ، جبریہ اور قدریہ کے ہے	11
239	مولانا الیاس قادری مدظلہ کے اشعار کی مختصر اور جامع شرح	12
241	صحابہ کرام، تابعین اور اولیاء کرام کے خود ساختہ درود شریف	13
251	درود و سلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت	14
255	وہابیہ، نجدیہ کے خود ساختہ (بناوٹی) درود	15
259	مقلد اور غیر مقلد وہابیوں کے سلام	16
260	قادری صاحب کے سلام پر اعتراض کا جواب	17
261	سبز عمامہ پر اعتراض	18
266	مولوی ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد وہابی کا فتویٰ	19
267	سبز عمامہ باندھنا حدیث مرفوعہ سے ثابت ہے	20
	وہابیہ، نجدیہ کے عقائد	21
	الہدیت و جماعت کا مذہب	22

383	حقیقت شرک اور مخالفین کے اعتراضات کے جوابات.....	3
401	امیر حمزہ اور قرآن کریم کی آیت میں تحریف معنوی کا ارتکاب.....	4
409	ایک اعتراض اور اس کا جواب.....	5
412	مسئلہ ایصالِ ثواب اور اہلسنت و جماعت.....	6
415	غیر مقلدین کے تاثرات.....	7
415	مسئلہ نامزدگی.....	8
423	نسبت مجازی کے متعلق غیر مقلدین کا عقیدہ.....	9
425	مخلوق پر عطاءئے ربانی کا انکار، نصوص قرآنیہ کا انکار ہے.....	10
427	رسول اللہ ﷺ کا جو دو کرم اور سخاوت.....	11
430	داتا گنج بخش کا مفہوم.....	12
436	غریب نواز اور داتا کا مفہوم.....	13
438	غوث اعظم کا مفہوم.....	14
445	مشکل کشا کا مفہوم.....	15
❖ ❖ ❖ ❖ ❖		
باب نہم		
احوال و آثار		
حضرت سید ابوالخیر نوکھ ہزاری رحمہ اللہ		
449	نوکھ ہزاری کی وجہ.....	1
450	شاہ کوٹ میں آمد.....	2
451	حضرت نوکھ ہزاری پر امیر حمزہ کے اعتراضات کا علمی محاسبہ.....	3
451	اعتراض نمبر (۱) اور اس کا جواب.....	4
457	اعتراض نمبر (۲) اور اس کا جواب.....	5

323	چیف جسٹس متحدہ عرب امارات کا فیصلہ کن فتویٰ.....	4
329	عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر جلوس نکالنا.....	5
334	شرعی فیصلہ.....	6
336	اثر یا میں بمقام امرتسر عید میلاد النبی ﷺ کے جلوس کا اجراء.....	7
338	امیر حمزہ سے ایک سوال.....	8
338	ربوہ میں عید میلاد النبی ﷺ کا جلوس نکالا گیا.....	9
339	حسن البناء شہید کی ڈائری سے ایک ایمان افروز واقعہ.....	10
342	آلِ اثر یا الحمدیٹ کانفرنس کا آغاز.....	11
❖	بانی الہ حدیث کانفرنس مولوی شاہ اللہ امرتسری	12
343	”فیصلہ کن“ کی روشنی میں.....	13
349	فتنہ ثانیہ سے چند اقتباسات.....	14
352	بدعات الحمدیٹ.....	15
354	امیر حمزہ وہابی نجدی سے ایک سوال.....	16
360	لاہور میں جلوس عید میلاد النبی ﷺ کی ابتداء اور اس کا پس منظر.....	17
365	اہلسنت پر ایک بہتان اور اس کا جواب.....	18
366	حدیث من تقہ بقوم فہو منهم کا مفہوم.....	19
372	جواب دیجئے.....	20
❖ ❖ ❖ ❖ ❖		
باب ششم		
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ کی تشریح		
375	لفظ اللہ اور اللہ کی تشریح، معنی و مفہوم.....	1
382	عقائد متعلقہ نبوت.....	2

6	حضرت عاصر بن عبداللہ بن قیس تابعی پر اعتراض اور آپ کا جواب...	461
7	حدیث ترمذی کا جواب.....	262
8	اعتراض نمبر (۳) اور اس کا جواب.....	464
9	اعتراض نمبر (۴) اور اس کا جواب.....	468
10	اعتراض نمبر (۵) اور اس کا جواب.....	471
11	اعتراض نمبر (۶) اور اس کا جواب.....	473
12	اعتراض نمبر (۷) اور اس کا جواب.....	475
13	اعتراض نمبر (۸) اور اس کا جواب.....	476
14	بہملے کے اعتراضات سے چند اقتباسات.....	486
❖	اپنے من میں ڈوب کر پاجاسراغ زندگی	492
1	حجاز میں نجدیوں کی طرف سے مشرکانہی پر سلام.....	492
2	مرزائیوں کا وہابیوں سے سوال.....	494
3	عیسائیوں کی قبروں پر پھول.....	495
4	گاندھی کی مڑی پر پھول.....	496
5	محبوب کبریٰ علیہ السلام کی مخالفت.....	496
6	سعودی عرب میں گرجے.....	497
7	کیا یہ داڑھیاں سنت نبوی ﷺ کے مطابق ہیں؟.....	499
8	لارنس آف عربیہ کے کارنامے.....	506

❖ باب دہم ❖

احوال و آثار

حضرت سید علی جویری (رحمۃ اللہ علیہ) داتا گنج بخش لاہوری رحمہ اللہ

2	خاندانی حالات.....	509
3	لقب کی وجہ تسمیہ.....	509
4	تعلیم و تربیت، بیعت و خلافت، سیر و سیاحت، پیر و مرشد کا علم.....	510
5	رواگی، نماز جنازہ لاہور میں سکونت و وفات، سیرت، علمی مذاق.....	511
6	حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ کی قبر مقدسہ.....	514
7	چند غلط فہمیوں کا ازالہ.....	521
8	کیا تربت گنج بخش رحمہ اللہ تہہ خانہ میں ہے؟.....	530
9	واہ داتا (رحمہ اللہ) تجھے وہابی بھی مان رہے ہیں.....	531
10	امیر حمزہ کا اعتراض اور اس کا جواب.....	531
11	حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ کی قبر کے متعلق.....	535
12	امیر حمزہ کا اعتراض اور اس کا جواب.....	535
13	امیر حمزہ کا اعتراض مسلمانوں کے (ولی) عیسائیوں کے.....	537
14	(بینٹ) اور اس کا جواب.....	537
15	مقام ولایت.....	537
16	لفظ ولی کے لغوی معنی.....	538
17	لفظ ولی کے اصطلاحی معنی.....	539
18	ولایت کی حقیقت.....	539
19	کرامات، اولیاء احادیث نبویہ کی روشنی میں.....	540



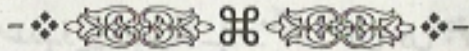
شیخ کامل... جامع شریعت و طریقت... عمدۃ الصالحین... قدوة العارفين
نہایتی وقت... سیوٹی زماں... آیت من آیات اللہ... فتاویٰ الرسول... شیخ الغیر والحدیث
حضرت مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد قادری چشتی رضوی نور اللہ مرقدہ
(وصال ۲۹ دسمبر ۱۹۶۲ء)

کے نام

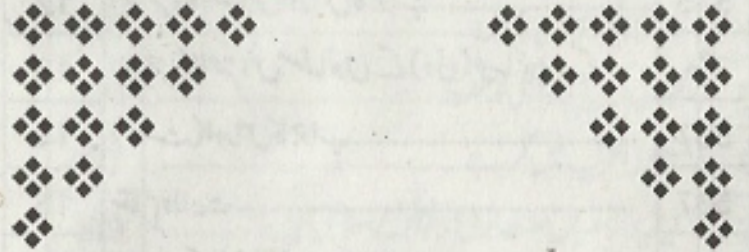
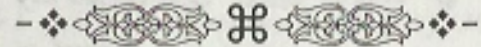
جو ہمہ وقت حسن مصطفیٰ ﷺ کی تجلیوں میں گم رہتے تھے

گر قبول افتد زہے عز و شرف

ابو کلیم قاتی



543	 اولیاء اللہ اور اتباع رسول ﷺ	20
547	 صوفیاء کے طبقات	21
◆	ضمیمہ	◆
559	 ایک اہم مسئلہ نعت کا فلمی گانوں کی طرز پر پڑھنا یا سننا	1
560	 امیر حمزہ کا پیش کردہ غیر معتبر شعراء کا کلام تائید و تنقید کی نظر میں	2
575	 حدیث مسلم کا جواب	3
577	 مسئلہ چہار شنبہ	4
578	 ایک اہم مسئلہ کی وضاحت	5
579	 مشہور غیر مقلد عالم علامہ ابن حزم ظاہری اور سماع مزامیر	6
580	 وہابیہ نجدیہ کا عقیدہ	7
588	 ابن تیمیہ کا انجام	8
592	 فہرست کتب	◆



حرفِ اوّل

کچھ عرصہ قبل مولانا ابوالکلیل محمد خلیل خاں صاحب فیضی سکنہ کوہی والا (کبیر والا) غریب خانہ پر تشریف لائے اور امیر حمزہ (غیر مقلد) کی نئی تالیف ”شاہراہ بہشت“ پیش کی اور ساتھ ہی محبت بھرے لہجے میں اس کا جواب لکھنے کی تمنا ظاہر کی۔ راقم نے وعدہ کر لیا اور کہا کہ دعا فرمائیں اللہ رب العزت اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچائے۔

مولانا کے جانے کے بعد ناچیز نے اس کتاب کا بنظر عمیق مطالعہ کیا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ امیر حمزہ نے کوئی نئے گل نہیں کھلائے بلکہ وہی پرانی باتیں ہیں جن کا علمائے اہل سنت بارہا تحریر و تقریراً جواب دے چکے ہیں۔ اب اس دور میں اس قسم کا لٹریچر شائع کرنا فقط ملک میں افتراق و انتشار کو ہوا دینے، قومی یکجہتی اور اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کے سوا کچھ نہیں۔

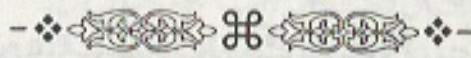
الحمد للہ! چند ماہ کی کوشش و سعی سے ”شاہراہ بہشت“ کا جواب مکمل ہوا۔ اور مسودہ لے کر حضرت قبلہ مفتی محمد اشفاق احمد مدظلہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ موصوف نے اس کا نام ”شاہراہ اہلسنت“ بجواب شاہراہ بہشت“ تجویز فرمایا۔

اللہ تعالیٰ اس کاوش کو منظور فرما کر ذخیرہ آخرت بنائے اور بروز محشر رسول اللہ ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے..... (۱ مین)

آخر میں متدرجہ ذیل احباب کا بے حد مشکور و ممنون ہوں جنہوں نے حوالہ جاتی کتب کی فراہمی اور اپنے مفید مشوروں سے نوازا۔ اللہ رب العزت انہیں دارين کی سعادتوں سے بہرہ ور کرے۔

مولانا ابوالکلیل محمد خلیل خاں فیضی (خطیب جامع مسجد فیضان مدینہ اچل والا) کوہی والا) ☆ خلیل احمد رانا..... (جہانیاں منڈی) ☆ ڈاکٹر الطاف حسین سعیدی..... (جہانیاں منڈی) مولانا مبشر جمیل بن مولانا محمد اشفاق احمد رضوی..... (خانوال)

کالونی نمبر ۱، مکان نمبر ۱۲، گلی نمبر ۶،
ابولکیم محمد صدیق فاقی
۱۲ جولائی ۲۰۰۳ء/ ۱۳۲۵ھ
خانوال



تقریظ



بانی ادارہ صراطِ مستقیم پاکستان

مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

بسم الله الرحمن الرحيم

والصلوة والسلام علی رسولہ الکریم

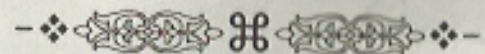
عصر حاضر میں قلم و قرطاس کی عزت سے کھیلنے والے لوگوں کا یہ محبوب مشغلہ ہے کہ روزانہ نئے فتنے کا دروازہ کھولتے ہیں اور امت میں انتشار و افتراق پیدا کرتے ہیں۔ وہ اہل حق اہلسنت و جماعت کے خلاف زہر اُگلنے کے لئے باطل سے ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ سوادِ اعظم کے عقائد و معمولات کو تنقید کا نشانہ بنانا اُن کا مرغوب مشغلہ ہے۔ ایسی ہی ایک مذموم کوشش کا نام ”شاہراہِ بہشت“ رکھ کر حق کی جاہد پیکاری کروانے والوں کو گمراہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔

بھلا ہو راست فکر مصنف ابو کلیم محمد صدیق قاتی صاحب کا جنہوں نے ”شاہراہِ اہلسنت“ لکھ کر فکری آوارہ گردوں کی پوری خبر لی ہے اور اندھیروں کے تعاقب میں کافی دور تک اُنہوں نے قدم بڑھائے ہیں۔

ان شاء اللہ تعالیٰ یہ کتاب ظلمتوں کے خلاف بھرپور کردار ادا کرے گی۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصنف کے قلب و نظر اور دست و قلم کو مزید ہمتیں عطا فرمائے۔ امین

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب



باب اول

عقائد اہلسنت

توحید باری تعالیٰ

صانع عالم جل مجدہ واجب الوجود ازل ابدی ہے۔ اس کا کوئی مثل نہ ذات میں ہے نہ صفات میں۔ تمام کمالات ممکنات اس کی عظمت ذاتی کے ظل و پر تو ہیں۔ وجوب وجود استحقاق عبادت، خالقیت، اختیار خود تدبیر کائنات کلی و جزوی اس کی ذات مقدس سے مختص ہیں۔

حیوۃ، قدرت، علم، کلام، سمع، بصر، ارادہ صفات ذاتیہ حق سبحانہ کی ہیں۔ ان سب سے ازل متصف ہے۔ باقی صفات فعلیہ، نفسیہ، سنیہ، اضافیہ ہیں۔

کائنات کو خلعت و وجود بخشنے سے پیشتر ویسا ہی کامل تھا۔ ویسا بعد میں (الآن کما کان)۔ شفاء، مریض، عطاء، رزق، ازالہ تکالیف و مصائب بطور استقلال و خلق اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں۔

طیب، بادشاہ و دیگر اسباب ظاہری و باطنی مثل دعا و ہمت، انبیاء و اولیاء بہ عطاء الہی بطور تسبیب امور مذکورہ کے منسوب الیہ ہوتے ہیں۔

حکیم علی الاطلاق کی صفت حکمت کا تقاضہ ہے کہ یہ صفات و افعال الہیہ در پردہ اسباب ظہور فرماتے ہیں جیسا کہ بدلہ، معلوم ہے کہ بے شمار معاش و تدابیر، مہمات و مدافعت مظاہر رزاقیت و غیرہ صفاتِ ربیہ کے ہیں۔ ایسا ہی شرعاً و کشفاً ثابت ہے کہ مقرران درگاہ حق کی دعا و ہمت و برکت و جودات مبارکہ مظہر فیضان عنایت الہی ہے۔ صرف اسباب کو مد نظر رکھنا اور مسبب جل شانہ کی قدرت کاملہ کا نہ ماننا یا قدرت کاملہ کو بعض اسباب میں ہی منحصر و محدود کرنا کفر ہے اور اسباب کا کلیہ نفی کرنا، ابطال حکمت قدیمہ کے علاوہ سعادت دین و دنیا سے محروم رہنا ہے۔ اور اسباب ظاہری و باطنی

(اولیاء مقررین) کو جلوہ گاہ صفات الہیہ مان کر ان سے مستفید اور مستفیض ہونا بصیرت اور کمال ایمان کا نشان ہے۔

جو ہر، عرض، جسم، مکان، زمان، جہت، انتقال، تبدل ذاتی و صفاتی، جہل، کذب، ممکنات سے مختص ہیں۔ ذات حق پر یہ سب محال بالذات ہیں۔

استوا علی العرش، محک، وجہ، ید وغیرہ صفات منصوصہ کذاتی مثل صفات ثمانیہ سمع، بصر، علم، ارادہ، کلام، قدرت، حیوۃ، تکوین، بے چون و بے چگون ہیں۔

اور اک حقیقۃ الہیہ میں انبیاء و اولیاء عاجز ہیں۔ تجلیات ذاتی و صفاتی و اسمائی، نصیب انبیاء و اولیاء حسب مراتب دنیا میں ہوتی ہیں۔

رویت ذات حق آخرت میں اہل جنت کیلئے ثابت ہے، بلا کیف و بلا جہت۔

اللہ تعالیٰ بندوں کے افعال و اعمال کا خالق اور مرید ہے۔ لیکن راضی بالکفر و المعصیت نہیں ہے۔

تمام خیر و شر، خالق الکل جل شانہ کے ارادہ و خلق و تقدیر سے ہے جو ازل میں مقرر ہو چکا ہے۔ وہی ظاہر ہوتا ہے لیکن راضی صرف خیر پر ہے۔

تقدیر سے بندہ مجبور نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے نیکی اور بدی کا راستہ بتا کر اپنے اپنے افعال میں گونہ اختیار دیا ہے۔ جس کے سبب انسان اور حجر و شجر میں فرق بدیہی ہے جسے اصطلاحاً کسب کہتے ہیں۔ اسی کسب کے سبب وہ جزا اور سزا کا مورد ہے۔

بے نیاز ہے کسی کا اس پر حق نہیں ہے مگر جو اپنے فضل سے وعدہ فرمائے وہ ضرور وفا فرماتا ہے۔

اس کے تمام افعال، حکمت و مصلحت پر مشتمل ہیں۔ لیکن اس سے کوئی غرض یا نفع عائد بذات مقدس نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی شی اللہ تعالیٰ پر واجب ہے، حق و ظلم و سفہ و عبث سے اس کے افعال منزہ ہیں۔

افعال کا باعث ثواب و عقاب اخروی ہونا صرف اسی کے حکم سے ہے۔ اس میں عقل کو دخل نہیں ہے۔ بعض کی حکمت کو عقل اور اک کر سکتی ہے اور اکثر میں اخبار انبیاء

کی محتاج ہے۔

ہر ایک صفت الہی بالذات واحد ہے اور بحسب التعلق غیر متناہی متعلقات حادث ہیں اور اس کی صفات قدیمہ ہیں۔

حق سبحانہ کے بہت سے نام ہیں جن کی خبر اس نے اپنے کلام پاک میں دی ہے۔

اہلسنت کے نزدیک دعا و ذکر الہی انہیں اسماء سے ہونا چاہیے جو شرع مطہرہ میں وارد ہیں۔ یہ سب اسماء کلام الہی کی مانند قدیم ازلی وابدی ہیں اور عباد کا اپنی زبان پر لانا یا لکھنا حادث ہے۔

اہلسنت کا اجماع ہے کہ جس اسم کے معنی میں تنقیص شان الوہیت ہو اس کا ذات حق پر بولنا مکہ کفر ہے۔

شرک

شرک و کفر بلحاظ نتیجہ متحد ہیں۔ دونوں کا مرتکب ابدی عذاب کا مستحق ہے۔

حقیقت شرک یہ ہے کہ غیر خدا کو واجب الوجود یا مستحق عبادت مانا جائے اور اس کے امارات سے یہ ہے کہ بندگان حق تعالیٰ اور محبوبان الہی کی ان قابل عظمت و صفات کو جو عام بنی نوع میں مفقود ہیں (مثلاً کشف بلا و شدت، استجاب دعا، تاثیر و تخیر وغیرہ)

صفات جناب باری تعالیٰ (سبحانہ، سبحانہ، سبحانہ) کے برابر خیال کیا جائے (نعوذ باللہ تعالیٰ) اور بنا بریں نہایت مجر و نیاز کے افعال ان کے سامنے اسی نیت سے ادا کئے جائیں کہ معاذ اللہ تعالیٰ وہ معبود ہیں۔

شریعت حقہ شرک کو رفع فرماتی ہے اور صفات عباد و صفات ربوبیت میں ماہ الامتیاز ظاہر فرماتا بشت رسل کا مہتمم بالشان مقصد ہے۔

خواص عباد کی صفات مذکورہ کو باطل نہیں کہا جاسکتا بلکہ وہ ان کی حقیقت و واقعہ کا اظہار ہے جس سے کہ صفات ربوبیت کی برتری و تقدس ظاہر ہوتا ہے۔

محبوبیت و شفاعت جو کہ تمام ادیان و شرائع میں خواص بشر کیلئے ثابت کی گئی ہے

اس کو ایسا منصب خیال کرنا جس سے عہد خود مختار ہو کر تصرفات الہیہ کو (معاذ اللہ) مزاحمت سے روک سکے شرک ہے اور رضائے الہی اور اس کی اجازت پر موقوف سمجھنا اور اس میں درحقیقت عنایت الہیہ کا ظہور جاننا عین ایمان و توحید ہے۔

ایسا ہی خوارق و کرامات اولیاء و اشراق باطنی سے ان کو مغیبات پر بلا ذریعہ عطیہ الہی تسلیم کرنا شرک ہے اور بذریعہ قوائے روحانی..... جو انبیاء و اولیاء کو عطا ہوتی ہیں ان امور کا تعلیم اللہ تعالیٰ و عطا اللہ تعالیٰ مظہر تسلیم کرنا عین ایمان ہے۔

صفات عبودیت کو صفات ربوبیت میں شریک کرنے والا شرک ہے اور ان کا مطلقاً منکر گمراہ اور مبتدع ہے اور ہر ایک کے حقوق پر نگاہ رکھنے والا صراط مستقیم پر ہے۔

اللہ تعالیٰ جو کسی مخلوق کو کوئی کمال عطا فرماتا ہے تو اس کے متعلق صرف یہ اعتقاد مومن ہونے کیلئے کافی نہیں، کہ یہ کمال اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے۔ اتنی بات تو مشرکین بھی اپنے معبودوں کے حق میں تسلیم کرتے تھے بلکہ مومن ہونے کیلئے ضروری ہے کہ عطاء خداوندی کا عقیدہ رکھتے ہوئے یہ اعتقاد بھی رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کمال کسی مخلوق کو عطا فرمایا ہے وہ عطا کے بعد حکم خداوندی، ارادہ اور مشیت ایزدی کے ماتحت ہے۔ ہر آن خدا تعالیٰ کی مشیت اس کے ساتھ معلق ہے اور اس بندے کا ایک آن کیلئے بھی اللہ تعالیٰ سے بے نیاز اور مستغنی ہونا قطعاً محال ہے۔

﴿عقائد اہلسنت (مقہمہ) کما تصانیف مبارکہ مولانا احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ (المقہمہ)﴾

﴿مولانا حشمت علی خاں لکھنوی رحمہ اللہ مؤلف نمبر ۳۲۱ و صفحہ نمبر ۱۵۱﴾ (طبع انتظامی پریس کانپور) وغیرہ

حضور نبی اکرم ﷺ کا قول فیصل میری امت شرک میں مبتلا نہ ہوگی

حیات طیبہ کے آخری دور میں حجۃ الوداع سے واپسی پر ایک روز آپ شہداء اُحد کے مزارات پر تشریف لے گئے اور رقت امیز انداز میں ان کیلئے دعا فرمائی۔ پھر مسجد میں آکر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور حسب ذیل وصیت فرمائی۔

”إِنِّي فَرَطُ لَكُمْ وَأَنَا شَهِيدٌ عَلَيْكُمْ وَإِنِّي لَأَنْظُرُ إِلَى حَوْضِي الْأَنْوَاعِ

سأهراقها أبست بجهاب ساهرا وبهشت 25
أَعْطَيْتُمْ مَفَاتِيحَهُمْ خَزَائِنَ الْأَرْضِ أَوْ مَفَاتِيحَ الْأَرْضِ وَإِنِّي وَاللَّهِ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تَشْرِكُوا بَعْدِي وَلَكِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تَتَفَكَّرُوا فِيهَا“

﴿بخاری کتاب الخواص باب احمد حسنہ جلد ۲ صفحہ نمبر ۵۸۵ طبع مکتبہ رشیدیہ دہلی﴾

ترجمہ:- میں تمہارے لئے سامان آخرت تیار کرنے کیلئے تم سے آگے جانے والا ہوں، میں تم پر گواہ ہوں۔ میں اس وقت بھی اپنے حوض کوثر کو دیکھ رہا ہوں۔ مجھے روعے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئی ہیں یا فرمایا زمین کی چابیاں (عطا کی گئی ہیں) واللہ! مجھے تمہارے بارے میں یہ خدشہ نہیں کہ تم شرک کرنے لگو گے۔ ہاں البتہ یہ کھکا ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرنے اور ایک دوسرے سے بڑھنے لگو گے۔

﴿ابن کثیر حدیث شریف بخاری شریف کے مندرجہ ذیل مقامات پر بھی ہے۔ بخاری شریف جلد اول صفحہ نمبر ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، ۱۶۳۸، ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۴۱، ۱۶۴۲، ۱۶۴۳، ۱۶۴۴، ۱۶۴۵، ۱۶۴۶، ۱۶۴۷، ۱۶۴۸، ۱۶۴۹، ۱۶۵۰، ۱۶۵۱، ۱۶۵۲، ۱۶۵۳، ۱۶۵۴، ۱۶۵۵، ۱۶۵۶، ۱۶۵۷، ۱۶۵۸، ۱۶۵۹، ۱۶۶۰، ۱۶۶۱، ۱۶۶۲، ۱۶۶۳، ۱۶۶۴، ۱۶۶۵، ۱۶۶۶، ۱۶۶۷، ۱۶۶۸، ۱۶۶۹، ۱۶۷۰، ۱۶۷۱، ۱۶۷۲، ۱۶۷۳، ۱۶۷۴، ۱۶۷۵، ۱۶۷۶، ۱۶۷۷، ۱۶۷۸، ۱۶۷۹، ۱۶۸۰، ۱۶۸۱، ۱۶۸۲، ۱۶۸۳، ۱۶۸۴، ۱۶۸۵، ۱۶۸۶، ۱۶۸۷، ۱۶۸۸، ۱۶۸۹، ۱۶۹۰، ۱۶۹۱، ۱۶۹۲، ۱۶۹۳، ۱۶۹۴، ۱۶۹۵، ۱۶۹۶، ۱۶۹۷، ۱۶۹۸، ۱۶۹۹، ۱۷۰۰، ۱۷۰۱، ۱۷۰۲، ۱۷۰۳، ۱۷۰۴، ۱۷۰۵، ۱۷۰۶، ۱۷۰۷، ۱۷۰۸، ۱۷۰۹، ۱۷۱۰، ۱۷۱۱، ۱۷۱۲، ۱۷۱۳، ۱۷۱۴، ۱۷۱۵، ۱۷۱۶، ۱۷۱۷، ۱۷۱۸، ۱۷۱۹، ۱۷۲۰، ۱۷۲۱، ۱۷۲۲، ۱۷۲۳، ۱۷۲۴، ۱۷۲۵، ۱۷۲۶، ۱۷۲۷، ۱۷۲۸، ۱۷۲۹، ۱۷۳۰، ۱۷۳۱، ۱۷۳۲، ۱۷۳۳، ۱۷۳۴، ۱۷۳۵، ۱۷۳۶، ۱۷۳۷، ۱۷۳۸، ۱۷۳۹، ۱۷۴۰، ۱۷۴۱، ۱۷۴۲، ۱۷۴۳، ۱۷۴۴، ۱۷۴۵، ۱۷۴۶، ۱۷۴۷، ۱۷۴۸، ۱۷۴۹، ۱۷۵۰، ۱۷۵۱،

امیر حمزہ (دہائی) بتائیں کہ درج ذیل حدیث کا مصداق کون ہے؟

مسند ابویعلیٰ موصیٰ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم سب سے زیادہ اس (شخص) سے ڈرتا ہوں، جو قرآن پڑھے گا، جو اسلام کی چادر اوڑھے ہوئے ہوگا اور دینی ترقی پر ہوگا کہ ایک دم اس سے ہٹ جائے گا اسے پس پشت ڈال دے گا (یعنی دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کرنا چھوڑ دے گا) پڑوسی پر نکوار لے دوڑے گا اسے شرک کی تہمت لگائے گا (یعنی پڑوسی مسلمان کو مشرک بتائے گا) حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر پوچھا اے اللہ کے نبی، شرک کا زیادہ حقدار کون ہے؟ شرک کی تہمت لگایا ہو یا شرک کی تہمت لگانے والا آپ ﷺ نے فرمایا شرک کی تہمت لگانے والا شرک کا زیادہ حقدار ہے۔ یہ سند جید ہے اور صلت بن بہرام ثقہ کوئی لوگوں میں سے ہے اور ار جاء کے سوا اس پر کسی قسم کی تہمت نہیں۔ امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین اور دیگر حضرات رحمہم نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ اعراف از ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ)

(ابو یعلیٰ جزیرہ کے محدثین میں سے ہیں ان کا نام احمد بن علی بن ابی بن یحییٰ بن یحییٰ بن ہلال حبشی ہے۔ علی بن الجعد اور یحییٰ بن معین (متوفی ۲۳۳ھ) اور دیگر محدثین کے شاگرد ہیں۔ ابن حبان (متوفی ۲۵۴ھ)، ابویحیٰ اور ابویحیٰ اسماعیلی (متوفی ۳۱۶ھ) ان کے شاگرد ہیں۔ مخلوق کو ان کے صدق، دیانت، امانت اور علم و تقویٰ اور دیگر صفات محمودہ پر بڑا اعتماد تھا۔ جس روز ان کا انتقال ہوا، موصل کے تمام بازار بند ہو گئے تھے اور تمام لوگ گریاں اور سوزاں ان کے جنازے کے ساتھ ساتھ تھے۔ ان کے عطا ثبات بھی ہیں۔ انہیں حبان نے آپ کو کفایت میں شمار کیا ہے۔ حافظ اسماعیل بن محمد بن الفضل (حبشی) کہتے ہیں کہ میں نے مثل مسند عدنی اور مسند ابن ماجہ اور علاوہ ان کے بہت سی مسندات پڑھی ہیں، لیکن تمام مسندات ایسی معلوم ہوتی ہیں، جیسے نہریں اور ابویعلیٰ کا مسند دریا تا پیدا کنار ہے۔ ۳۷۷ھ میں وفات پائی۔ (بستان المحرمین از مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی صفحہ نمبر ۶۱)

محمد بن عبدالوہاب نجدی اور اس کے مقلدین کا کردار

علامہ سید محمد امین ابن عابدین خنی شامی (۱۲۵۲ھ) لکھتے ہیں.....

فی زماننا فی اتباع ابن عبدالوہاب الذین خرجوا من نجد وتغلبوا علی الحرمین وکانوا ینتحلون مذهب الحنابلہ لکنهم اعتقدوا انهم هم المسلمون وان من مخالف اعتقادهم مشرکون و استباحوا بذلك قتل اهل السنة وقتل علماء ہم۔ (رد المحتار صفحہ نمبر ۳۹ جلد ۳)

ترجمہ:- جیسا کہ ہمارے زمانے میں پیش آیا ہے کہ نجد سے ابن عبدالوہاب کے پیروکار اور انہوں نے حرمین پر قبضہ کر لیا۔ وہ اپنے آپ کو اگرچہ حنبلی کہتے ہیں، لیکن ان کا عقیدہ یہ ہے کہ مسلمان صرف وہی ہیں، جو بھی ان کے عقائد کے خلاف ہو وہ مشرک ہے، بنابراین انہوں نے اہلسنت کو اور ان کے علماء کو قتل کرنا مباح قرار دیا۔

سید احمد زینی دحلان مکی شافعی (متوفی ۱۳۰۴ھ) لکھتے ہیں.....

جو کوئی اس کے ہاتھ پر بیعت کرتا اور اگر اس نے پہلے حج کر لیا ہوتا تو یہ اس کو کہتا، جا کر دوبارہ حج کرو کیونکہ پہلا حج تم نے جس وقت کیا تھا اس وقت تم مشرک تھے وہ حج تم سے مقبول نہ ہوگا اور نہ تجھ سے فریضہ حج ساقط ہوگا اور جب کوئی اس کے دین میں داخل ہونے کا ارادہ کرتا تو اس سے کلمۃ الشہادۃ پڑھوانے کے بعد کہتا تھا کہ اس بات پر کو اسی دو کہ تم اس سے پہلے کافر تھے اور کو اسی دو کہ وہ سب کافر تھے اگر وہ کو اسی دے دیتا تو اس کا ایمان قبول کر لیتا اور نہ قتل کروا دیتا اور شیخ نجدی (محمد بن عبدالوہاب) بصرحت کہا کرتا تھا کہ چھ (۶) سو سال سے تمام امت کافر ہے اور وہ ہر اس شخص کی تکفیر کرتا تھا جو اس کی 'باع نہ کرے اگرچہ وہ انتہائی پرہیز گاری کیوں نہ ہو۔ وہ ایسے تمام افراد کو مشرک قرار دے کر ان کو قتل کروا دیتا تھا اور ان کے مال و متاع کو لوٹنے کا حکم دیتا تھا اور جو شخص اس کی اتباع کر لیتا اس کو مؤمن قرار دیتا اگرچہ وہ بدترین فاسقوں میں سے ہو۔

(مکاتم الکلام فی بیان امر الایمان والاعمال الخرام بحوالہ تاریخ نجد و حجاز از مفتی عبدالقیوم صفحہ نمبر ۱۴۱ طبع لاہور، بار اول، ۱۳۹۸ھ)

علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مخالفین کا یہ استدلال بھی عجیب مضحکہ خیز ہے کہ وہ شریک اثبات توحید میں مشرکین کے کلام سے دلیل لاتے ہیں۔ اور اتنا نہیں سمجھتے کہ مشرکین کا شرک قدرت و تصرف ہی میں منحصر نہ تھا بلکہ وہ استحقاق عبادت میں بھی غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کیا کرتے تھے جیسا کہ قرآن کریم میں انکا مقولہ مذکور ہے: **عَمَّا يَعْبُدُھُمْ اِلَّا یُقْرَبُونَ اِلٰی اللّٰہِ ذَلْفٰی**۔ یہ آیت اس مفہوم میں بالکل صریح ہے کہ مشرکین مکہ بتوں کی عبادت کرتے تھے خواہ ان کی عبادت کا مقصد کچھ ہو مگر ان کا اپنے بتوں کی عبادت کرنا بہر حال ثابت ہے معلوم ہوا کہ مشرکین مکہ استحقاق عبادت میں غیر اللہ کو شریک مان کر ”الاشریک“ بولا کرتے تھے اور انکا شرک ہونا عطا اوصاف کے اعتقاد کی وجہ سے نہیں بلکہ غیر اللہ کو مستحق عبادت سمجھنے کی بنا پر تھا لہذا محض تملیک اور عطاء کمالات کے عقیدہ پر مشرک ہونے کا دعویٰ کلام مشرکین سے بھی ثابت نہیں ہوا۔ ﴿مقالات کاظمی صفحہ نمبر ۳۲، ۳۱، جلد ۳ طبع ساہیوال ۱۹۸۷ء﴾

خوارج کی نشانی صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی زبانی
وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ یُؤَاھِمُ شِرْكَاءُ خَلْقِ اللّٰہِ وَقَالَ اِنَّھُمْ اَنْطَلَقُوْا اِلٰی اَیَّاتِ
نَزَلَتْ فِی الْكُفَّارِ فَجَعَلُوْھا عَلٰی الْمُؤْمِنِیْنَ۔

﴿بخاری ترجم کتاب استنباط المرتدین باب قل الخوارج والمحدثین صفحہ نمبر ۶۷ جلد ۳ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء﴾
 ترجمہ:- اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان (خارجی) لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی بدترین مخلوق خیال کیا کرتے تھے اور کہا کہ یہ لوگ ان آیتوں کو جو کفار کے حق میں نازل ہوئی ہیں ان کو مسلمانوں کے حق میں استعمال کرتے ہیں۔

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک اور سند سے حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اپنی امت میں سب سے زیادہ خوف اس شخص پر ہے جو شخص قرآن پاک کی تلاوت و دلیل کر کے آیات قرآنی کو اس کے غیر محل پر چسپاں کرے گا۔

﴿تفسیر کلامی بیان امراء البلاغ والاعلام بحوالہ تاریخ نجد و حجاز از مفتی عبدالقیوم صفحہ نمبر ۱۳۳ طبع لاہور، ہارنول ۱۳۹۸ء﴾

علامہ دحلان کی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں.....

شاہراہِ اہلسنت بجاواب شاہراہِ بہشت

علی ططاوی جوہری مصری (متوفی ۱۳۵۹ھ) لکھتے ہیں.....
 شیخ نجدی (محمد بن عبدالوہاب) کا یہ کلام اس بات پر نص ہے کہ وہ مسلمانوں کو کافر قرار دیتا تھا کیونکہ اس نے بصرہ کے مسلمانوں کو مشرکین سے تعبیر کیا ہے۔
 ﴿محمد بن عبدالوہاب صفحہ نمبر ۱۹، از علامہ ططاوی﴾
 مزید لکھتے ہیں.....

اور جب میں سوچتا ہوں کہ شیخ نجدی اپنے موافقین کے سوا تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیتا ہے۔ حالانکہ تمام مسلمانوں نے نہ قبروں کی عبادت کی ہے اور نہ کوئی کفر یہ کام کئے ہیں اگر کچھ کیا ہے تو عام لوگوں نے، خصوصاً جب کہ مسلمانوں میں علماء اور مصلحین بھی موجود ہیں تو میں شیخ نجدی کی تکفیر کی صحت کیلئے کوئی عذر نہیں پاتا۔
 ﴿محمد بن عبدالوہاب صفحہ نمبر ۳۶﴾

شیخ نجدی (محمد بن عبدالوہاب) خود لکھتا ہے.....
 وعرفت ان اقرارھم بتوحید الربوبیۃ لم یدخل فی الاسلام وان قصدھم
 الملائکۃ والانبیاء والاولیاء یریدون شفاعتھم والتعزیر الی اللہ بذلك هو
 الذی اھل و دعاھم واموالھم۔

﴿کشف المشہات از محمد بن عبدالوہاب نجدی صفحہ نمبر ۱۵ طبع لاہور﴾
 ترجمہ:- یہ بھی معلوم ہو گیا کہ توحید ربوبیت کے اقرار نے ان (مسلمانوں) کو اسلام میں داخل نہیں کیا اور وہ لوگ جو فرشتوں، نبیوں یا ولیوں کا قصد کرتے تھے وہ صرف ان کی سفارش کے ذریعہ قرب خداوندی حاصل کرنا چاہتے تھے اسی عقیدہ کی رو سے ان کا مال مباح اور ان کو قتل کرنا حلال ٹھہرا۔

نیز لکھتا ہے.....
 پس ہمارے اس دور کے مشرکین (یعنی مسلمان) ان اولیاء کو اپنے اور اللہ کے درمیان وسیلہ اور مشرکین عرب ان کو الہ کہتے تھے لہذا کسی شخص کا کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کا اقرار کرنا وسیلہ کی تردید نفی ہے۔ ﴿تفسیر مکہ توحید از محمد بن عبدالوہاب نجدی صفحہ نمبر ۶ طبع لاہور﴾

فلہذا وما قبلہ صادق علی ابن عبدالوہاب ومن تبعہ..... الخ۔

﴿تاریخ نجد و حجاز صفحہ نمبر ۱۳۶﴾

اور اس سے پہلی حدیث دونوں کا مصداق محمد بن عبدالوہاب اور اس کے پیروکار ہیں نیز لکھتے ہیں: یہ اپنے متبعین میں سے کسی کو قرآن کریم کی تلاوت کا حکم دینا پھر از خود اس کی تفسیر کرنا اس کو تمام علمی کتابوں اور تصریحات علماء پر مقدم رکھنا اور جو آیات قرآن کریم میں منافقین اور مشرکین کے بارے میں نازل ہوئیں ان کو مسلمانوں پر منطبق کرنا۔ ﴿تاریخ نجد و حجاز صفحہ نمبر ۱۳۳﴾

صاحب تفسیر کشاف جابر اللہ زحتری معتزلی کا طریقہ استدلال اور اس کا انجام

غلام محمد حریری (غیر مقلد) لکھتے ہیں.....

زحتری کی اہلسنت دشمنی کا اندازہ اس سے لگائیے کہ جو قرآنی آیات کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہیں وہ اہلسنت کو ان کا مصداق ٹھہراتا ہے۔

﴿تاریخ تفسیر و مفسرین صفحہ نمبر ۳۳۷ طبع لاہور ۱۹۷۷ء﴾

علامہ تاج الدین سبکی فرماتے ہیں.....

کشاف اپنے باب میں عظیم کتاب ہے اور اس کا مصنف امام فہن ہے مگر وہ مبتدع ہے اور اعلانیہ اپنی بدعت کا اظہار کرتا ہے۔ وہ انبیاء کا گستاخ ہے اور اہلسنت کے حق میں بدزبانی سے کام لیتا ہے۔ والد محترم علامہ تقی الدین السبکی مجھے کشاف پڑھایا کرتے تھے جب سورہ نکویر کی آیت ”اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِيْمٍ“ ﴿پ ۳ سورہ النکویر آیت نمبر ۱۹﴾ پر پہنچے تو کشاف پڑھانا بند کر دیا۔ آپ نے ایک رسالہ ”نسب الکشاف عن اقراء الکشاف“ نامی تحریر کیا۔ اس میں لکھا کہ میں نے سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۲۳ ”عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ“ ﴿پ ۱۰ سورہ التوبہ آیت نمبر ۲۳﴾ اور سورۃ التحریم کی آیت نمبر ۱ ”لَمَّا تَعٰوَزْتُمَا اَحْلَ اللّٰهُ لَكَ“ کی تشریح کشاف میں ملاحظہ کی۔ مصنف نے سرور کائنات ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے۔ اس لئے میں نے اس کتاب کی تدریس نبی کریم ﷺ سے حیا

کرتے ہوئے ترک کر دی۔ ﴿تاریخ تفسیر و مفسرین صفحہ نمبر ۳۳۷ طبع لاہور ۱۹۷۷ء﴾

زحتری کا انجام

شیخ صدر الدین رحمہ اللہ نے ایک دفعہ علم انھو میں ”منفصل“ (یہ زحتری کی علم نحو پر تصنیف ہے) پڑھنی چاہی انہوں نے والد صاحب سے اس کے بارے میں عرض کیا۔ شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی (م ۶۶۶ھ) نے فرمایا کہ آج کی رات صبر کرو، رات گزار لو۔ جب رات ہوئی تو شیخ صدر الدین رحمہ اللہ نے خواب میں دیکھا کہ ایک شیخ قیدی ہے زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے اور اسے گھسیٹ کر لے جایا جا رہا ہے۔ لوگوں نے پوچھا یہ کون ہے؟ کہا گیا کہ ”منفصل“ کا مصنف زحتری ہے ہم اسے دوزخ میں لے جا رہے ہیں۔

﴿فوائد النواد (اردو) صفحہ نمبر ۲۲۵ طبع لاہور، مطبوعات خواجہ نظام الدین دہلوی﴾

ایک حقیقت

حضرت علامہ محمد اقبال رحمہ اللہ نے فرمایا.....

قادیان اور دیوبند اگرچہ ایک دوسرے کی خمد ہیں لیکن دونوں کا سرچشمہ ایک ہے اور دونوں اس تحریک کی پیداوار ہیں جسے عرف عام میں وہابیت کہا جاتا ہے۔

﴿اقبال کے حضور از سید نذیر نیازی صفحہ نمبر ۲۶۱ طبع کراچی﴾

وہابیت

قادیان..... دیوبند

امام الانبیاء ﷺ کی پیش گوئی

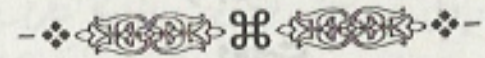
حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے.....

اِنَّهٗ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ يَخْرُجُ فِیْكُمْ قَوْمٌ تَعْبُرُوْنَ صَلَاتِکُمْ مَّعَ صَلَاتِهِمْ وَصِیَامَکُمْ مَّعَ صِیَامِهِمْ وَعَمَلَکُمْ مَّعَ عَمَلِهِمْ وَیَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا یَجَاوِزُوْنَ حَنَاجِرَهُمْ یَمُرُّوْنَ مِنَ الْقِبْلَیْنِ کَمَا یَمُرُّ السَّهْمُ مِنَ

الرَّمِيَّةُ يَنْظُرُ فِي النَّصْلِ فَلَا يَرَى شَيْئًا وَيَنْظُرُ فِي الْعِدْحِ فَلَا يَرَى شَيْئًا وَيَنْظُرُ فِي الرَّيْشِ فَلَا يَرَى شَيْئًا وَتَهْمَلُ فِي الْفَوْقِ۔

﴿بخاری، کتاب التفسیر باب من رآیا براءۃ القرآن، صفحہ نمبر ۶۵ جلد ۳، مترجم﴾
ترجمہ:- کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم میں ایک قوم نکلتی گی جن کے مقابلہ میں تم اپنے نماز روزے اور اعمال کو حقیر سمجھو گے، لیکن وہ قرآن پڑھے گی جو ان کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے کہ شکاری کو نہ پیکان میں کچھ معلوم ہوا اور نہ ڈنڈی میں کچھ لگا ہوا محسوس ہوا اور نہ ہی پر پر کچھ اثر ہوا البتہ سو فار پر کچھ شبہ سا ہو۔

نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ آخر زمانہ میں نوعمر لوگ ہلکی عقلوں کے پیدا ہوں گے جو رسول اللہ ﷺ کا قول بیان کریں گے اور وہ دین سے ایسے نکلے ہوں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے ان کا ایمان ان کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا۔ جہاں تمہیں ملیں انہیں مار ڈالو کیونکہ مارنے والوں کو انکے مارنے کا قیامت کے دن اجر ملے گا۔ ﴿بخاری، کتاب التفسیر صفحہ نمبر ۶۴ جلد ۳، مترجم﴾



باب دوم

اسلامی تصوف کی بنیاد

کتاب و سنت پر مبنی ہے

تصوف کی اصل بلکہ اصل الاصول ”لقاء رب“ کی آرزو ہے۔ سالک یہ تمام مجاہدات، ریاضات اور مراقبات اس لئے برداشت کرتا ہے کہ وہ اپنے محبوب کا دیدار کر سکے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ یہ یقین رکھتا ہے کہ مقصد حیات ”دیدار یار“ ہے یہ اصل اس آیت سے ماخوذ ہے۔

”كَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا“۔ ﴿پ ۱۶ سورۃ الکہف آیت نمبر: ۱۱۰﴾

ترجمہ:- ”تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو، اسے چاہیے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔“ ﴿کنز الایمان شریف﴾

تصوف کے عناصر ترکیبی

(الف).....کامل توحید

”هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ“۔

﴿پ ۲۷ سورۃ الحدید آیت نمبر ۳﴾

ترجمہ:- ”وہی اوّل وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن اور وہی سب کچھ جانتا ہے۔“

﴿کنز الایمان﴾

(ب).....کامل تقویٰ

”إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ“۔ ﴿پ ۱۴ سورۃ النحل: ۱۲۸﴾

ہیں۔ (کنز الایمان)

(ط)..... دستور عمل

”هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ“۔ (چاپ ۲۸ سورۃ الحجۃ آیت نمبر ۵۲)

ترجمہ:- ”وہی ہے جس نے ان پر جو میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا اس کا نام پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب اور حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں۔“ (کنز الایمان)

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے.....

ترجمہ:- ”اے جبرمٹ مارنے والے، رات میں قیام فرما، سوا کچھ رات کے آدمی رات یا اس سے کچھ کم کر دیا اس پر کچھ بڑھا د اور قرآن خوب ٹھہر کر پڑھو، بے فکر و غریب ہم تم پر ایک بھاری بات ڈالیں گے۔ بے فکر رات کا اخصا وہ زیادہ دباؤ ڈالتا ہے اور بات خوب سیدھی لگتی ہے بے فکر دن میں تو تم کو بہت سے کام ہیں اور اپنے رب کا نام یاد کرو اور سب سے ٹوٹ کر اسی کے ہو اور وہ۔ وہ پورے گارب اور پچھتم کا رب، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو تم اسی کو اپنا کارساز بناؤ اور کاروں کی باتوں پر مہربان فرماؤ اور انہیں اچھی طرح چھوڑ دو اور مجھ پر چھوڑ دو ان جھٹلانے والے مالداروں کو انہیں چھوڑی مہلت دو۔“ (سورۃ نزل: پ ۲۹)

ابتدائی مراحل میں کوشش تہجدی میں عبادت کرتا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ سب سے پہلے وحی جو رسول اللہ ﷺ پر اتاری تھی شروع ہوئی وہ اتنے اچھے خواب تھے جو بحالت نیند آپ دیکھتے تھے۔ چنانچہ جب بھی آپ خواب دیکھتے تو وہ صبح کی روشنی کی طرح ظاہر ہو جاتا، پھر آپ تہجدی پسند ہو گئے اور ظاہر میں تہجد پڑھنے لگے اور قس اس کے کہ کمرہوں کے پاس آتے کا شوق ہو، وہاں کئی راتیں بسر کرتے اس کیلئے توفہ لیتے، پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس واپس آنے اور

ترجمہ:- ”بے فکر اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے جو ڈرتے ہیں اور جو یکیاں کرتے ہیں۔“ (کنز الایمان)

(ج)..... کامل محبت الہی

”وَالَّذِينَ آمَنُوا أَكْفَأُ سَعًا لِلَّهِ“۔ (چاپ ۲۴ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۷۵)

ترجمہ:- ”اور ایمان والوں کو اللہ کے برابر کسی کی محبت نہیں۔“ (کنز الایمان)

نیز فرمایا: (ترجمہ) ”تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سوا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کے مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دکھاتا۔“ (۲۳: ۹) (کنز الایمان)

(د)..... قرب الہی

”وَأَسْبَغَ جُذْوَ الْفَقْرِ“۔ (چاپ ۳۲ سورۃ اہلق آیت نمبر ۱۹) (یہ آیت مجددہ ہے اس کے پڑھنے سے مجددہ تلاوت واجب ہو جاتا ہے۔)

ترجمہ:- ”اور مجددہ کر د اور اسم سے قریب ہو جاؤ۔“ (کنز الایمان)

(س)..... رجعت الی اللہ

”لَا تَاْكُلُوْا رِغْلًا وَلَا تَنْتَهِبُوْا رِغْلًا وَلَا تَنْتَهِبُوْا رِغْلًا“۔ (چاپ ۸: ۷۸)

ترجمہ:- ”تم جب نماز سے فارغ ہو تو دعا میں محنت کرو اور اپنے رب کی طرف رجعت کرو۔“ (کنز الایمان)

(ح)..... معیت الہیہ

”وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ“۔ (چاپ ۲۴ سورۃ آلہ الطہ آیت نمبر ۲۴)

ترجمہ:- ”اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم کہیں ہو۔“ (کنز الایمان)

”إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ“۔ (چاپ ۲۴ سورۃ النحل: ۱۲۸)

ترجمہ:- ”بے فکر اللہ ان کے ساتھ ہے جو ڈرتے ہیں اور جو یکیاں کرتے

اسلامی تصوف کے خدو خال

پہلی فصل

تصوف کی تعریف اور اس کے موضوع کے متعلق شیخ الاسلام ابوحنیفہ زکریا بن محمد بن احمد انصاری الشافعی رحمۃ اللہ علیہ (آپ رحمۃ اللہ علیہ ۸۲۳ھ کو سیکہ مصر کے ایک چھوٹے سے شہر میں پیدا ہوئے۔ آپ نے تشبیہ و حدیث، فقہ، اصول اور آداب کی تکمیل اس دور کے نامور علماء کرام سے کی اور کم بیش ڈیڑھ سو شاخیں وقت اور محوشین سے روایت حدیث کی اور اجازت حاصل کی، علوم دینیہ کی تحصیل کے بعد درس و تدریس کا مشغل اختیار کیا۔ ۸۴۲ھ قضا پر بھی متعین رہے۔ ۹۲۳ھ میں انتقال فرمایا اور تقریباً ۳۳۶ کے قریب تصانیف یا دیگر چھوڑ دی۔ علامہ عبدالمولہب شہرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں ۶۰ سال تک ان کی خدمت میں رہا، میں نے کبھی ان فطرت میں نہیں پایا اور نہ کسی لائق کی کام میں مشغول پایا۔ موصوف فقہ و تصوف دونوں طریقوں نے ان کا بنی علم میں ایک رکن تھے۔

نظام از اسرار الہیہ مؤلفہ ۵۶۳۳ھ قاضی خاندان) لکھتے ہیں.....

”علم کے معنی میں تصوف ایک علم ہے ان اصولوں کا جن کے ذریعہ تمام حواس اور قلب کی بہتری معلوم کی جاتی ہے۔ اور عمل کے معنوں میں تصوف جو کچھ بیان کیا گیا ہے (یعنی حواس و قلب) کی اصطلاح کا نام ہے اور کہا گیا ہے کہ وہ تصوف ہے، اختیار کا ترک کر دینا اور یوں بھی کہا گیا ہے کہ اس کا مطلب اپنے حواس کی نگہداشت اور اپنے انفس پر نظر رکھنا اور کہا گیا ہے کہ وہ ہے ملک الملوک (اللہ تعالیٰ) کی طرف راستہ چلنے میں کوشش کرنا اور اس کے علاوہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ بعضوں نے یوں کہا ہے کہ تصوف ابتداء میں علم ہے وسط میں عمل اور آخر میں عہدیت الہی (اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم و لطف و عنایات) ہے۔ تصوف کا موضوع تمام حواس اور قلب کی اصلاح“

دوسری فصل

ارکان تصوف اور سلوک الی اللہ، تصوف کے ارکان بعض بزرگوں کے نزدیک دس

اسی طرح تو شریعت یہاں تک کہ جب وہ عاجز رہا میں تھے حق آیا چنانچہ ان کے پاس فرشتہ آیا..... الخ۔ جو بخاری، کتاب الوصی (مترجم) ۸۷، جلد اول

احسان کا مفہوم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا؟
”مَا لِإِحْسَانٍ قَالَ أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَعِبَادَةِ مَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ“

جو بخاری، کتاب ایمان باب سوال جبریل ائمی رضی اللہ عنہ

جو عن الامامان والا سلام والا صلوات علیہم وسلم جلد اول، مترجم، بیچ لاہور

ترجمہ۔ ”احسان کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم اللہ (جل شانہ) کی عبادت (اس غلوں اور خشوع سے) کرو کہ کو یا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر (یہ حالت) نہ (حاصل ہو) کہ تم اسے دیکھتے ہو تو یہ خیال (رہے کہ) وہ تمہیں دیکھتا ہے۔

افضل ترین جہاد

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”افضل الجہاد جہاد النفس“۔ جو کاغذہ القلوب... از امام غزالی (م ۵۰۵ھ)

ترجمہ۔ ”افضل ترین جہاد نفس کے ساتھ مقابلہ کرنا ہے۔“

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا.....

”الجمہاد من جہاد نفسه فی اللہ“۔

ترجمہ۔ ”جمہاد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے اللہ کیلئے۔“

جو داہم المیرزا فی النکتہ عن فضائل بن عبید رضی اللہ عنہ جلد ۱۸، رقم الحدیث: ۷۹۷۷

جو داہم المیرزا فی البایات غنائی جہاد عن فضائل بن عبید رضی اللہ عنہ

جو داہم ابن حبان، عن فضائل بن عبید رضی اللہ عنہ

اس میں پہلا رکن تحرید التوحید یعنی توحید کو خالص کر لینا، اس کا مطلب یہ ہے کہ توحید میں نہ تو تشبیہ (یعنی مطابقت غلط) کی آمیزش ہو اور نہ قطعیت (انکار صفات باری تعالیٰ) کی گنجائش۔

دوسرا رکن ہے فہم سامع اور وہ اس طرح ہے کہ اس کو بس حال کے ساتھ نہ، علم کے ساتھ نہ سے تیسرا رکن ہے حسن الضمیر یعنی لوگوں کے ساتھ حسن سلوک۔

چوتھا ہے ایٹھا رالائٹھا اور وہ اس طرح ہے کہ اپنے غیر کو اپنے نفس پر ایٹھا کی صورت میں بدتر قرار دے (یعنی دوسرے کی ضرورت کو اپنے اوپر ترجیح دے)

پانچواں رکن ہے ترک الاختیار یعنی اللہ تعالیٰ کے اختیار پر راضی ہونا اور اپنے اختیار سے دستبردار ہو جانا۔

چھٹا رکن ہے سرعۃ الوعد: اور وہ یہ ہے کہ جو چیز وعدہ میں لاتی ہے اس سے اس کا دل (سر) خالی نہ ہو اور اس کا دل (سیر) لہریز نہ ہو اس چیزوں سے جو حق کی زجر و توبیخ اور تنبیہ و ملامت کو سننے سے روکتی ہوں۔ اور باوجود تو وہ ایک شغلہ ہے جو پھر کس ہے کسی اضطراب انگیز کے اور اس کا ڈھونڈ۔

ساتواں رکن ہے کشف الخواطر: اور وہ اس طرح ہے کہ ہر اس خطرے (خیال) کی تحقیق و جستجو کرے جو دل میں پیدا ہوں اور پھر جو حق تعالیٰ کی طرف سے ہو اس کی عیوب کی کرے اور جو حق کیلئے نہ ہو اسے چھوڑ دے۔

آٹھواں رکن ہے کثرت سفر: تاکہ کائنات کے مطالعہ سے جہر تشیں اور فصیحیں حاصل ہوں اور ریاضت نفس، تہذیب و تزکیہ نفس۔

نواں رکن ہے: ترک الکتاب: یعنی کسب کو چھوڑ دینا (مال و منال کی فکر میں نہ رہنا) کہ اس کا نام تو مکمل ہے۔

دسواں رکن ہے: مال کے حق کرنے کو حرام سمجھنا سوائے اس قدر جو از روئے علم اور ظاہر شرع نے ضروری قرار دیا ہے۔

اور قرب الہی کے (اللہ کی طرف جانے والے) راستے تو محکقات کی سانسوں کی تعداد کے برابر ہیں۔ ان میں سے جو سب سے قریب اور سب سے واضح ہے ہم نے اس کے بیان کا قصد کیا ہے۔ اگرچہ یہ طریقے بہت ہیں پھر بھی تین نوع میں تقسیم کئے جاسکتے ہیں۔

ان میں پہلا طریقہ ادب و محالہات کا طریقہ ہے جس میں کثرت صورت و مصلوۃ اور طاقت و تکرار وغیرہ ظاہری اعمال کی کثرت ہے یہ لوگ اخباری کہلاتے ہیں۔

دوسرا طریقہ یہ ہے ادب و محالہات کا طریقہ: ان کے ہاں اخلاق کی تحسین، نفس کا تزکیہ و تقویٰ کا تعفیہ اور جن امور کا باطن کی درستی و تیسرے قطع ہوان کیلئے کوشش کرنا یہ صحرات ہیں ابراہار۔

تیسرا طریقہ ہے طریق السائرین الی اللہ (یعنی اللہ کی طرف ہمیشہ سیر و سلوک میں مشغول رہنے والوں کا) اور یہ لوگ اہل محبت میں سے شکار ہیں (یعنی اہل محبت میں سے ذوق و شوق میں بہت لے جانے والے) اور یہ طریقہ ہے موت بالاداد پر ہے۔ اور یہ صوفیاء کے اس قوت کی بنیاد پر ہے۔ جس میں آیا ہے کہ: ”موتوا علی ان تموتوا“ اور روحانیت الکبریا صغیرہ ۳۶ قمر ۵۷ طبع کر چکی ہے (مرنے سے پہلے ہی مر جاؤ) یہ طریقہ مختصر دس اصولوں پر ہے۔ اس میں سے پہلا ہے توبہ یعنی عداوت اس کی تکمیل (الطمانینت کو) جڑ سے اکھاڑ دینے پر ہوتی ہے اس پختہ ارادے کے ساتھ کہ اس کا اعادہ نہ ہو گا اور اس کے تدارک کیلئے ہر ممکن تدبیر کی جائے۔

دوسرا اصول ہے ”زہد فی الدنیا“ یعنی دنیا میں زہد اختیار کرنا۔ ترک دنیا یعنی اسباب دنیا، مال و جاہ و دنیا، شہوات دنیا، سب سے کنارہ کشی کرنا اور یہاں تک کیا گیا ہے اس حد تک کہ ”جس نے دنیا کو پسند کیا اس نے آخرت کا نقصان کیا اور جس نے آخرت کو پسند کیا اس نے دنیا کا نقصان کیا تو اس کو اختیار کر جس کا نفع پائیدار اور دائمی ہے۔ اور اس کو چھوڑ دو جو صرف چند روز ہے۔

شیطان ہے اور عزالت (گوشہ نشینی) کی اصل و غرض یہ ہے کہ خلوت میں رہ کر حواس کو اس طرح جمع کیا جائے کہ محسوسات میں تصرف نہ کر سکیں۔

اور چھٹا اصول یہ ہے کہ ملازمۃ اللہ کر یعنی مداومت ذکر۔ غیر اللہ کو بھلا کر اسوائے دائرے سے اس طرح نکل جائے کہ ہمیشہ اللہ کے مراقبہ میں ڈوبا رہے۔ جب مراقبہ دائمی حاصل ہو جائے تو پھر مشاہدہ ہوئے لگتا ہے۔ اور اس حالت میں ذکر کی حاجت نہیں رہتی۔ بعض محققین نے کہا ہے کہ ”بلکہ مشاہدہ کے ساتھ ذکر کا تصور بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ صورت نسیان کامل کی مقتضی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ”وَإِذْ نُنَزِّلُ الْأَنْفَاسَ فِي رُوحٍ مِّنْ لَّدُنَّا“ (سورہ کہف آیت نمبر ۴۲) اگر تم (اس وقت رب کا نام لیتا) بھول جاؤ تو (اذا) نے پر) اپنے رب کو یاد کرو۔ بہت سے لوگوں نے ظاہر پر نظر رکھتے ہوئے کہا کہ ”اذا نیست“ کے معنی ہیں ”نیست غیر اللہ“ (یاد کرو اپنے رب کو، بھول کر غیر اللہ کو) یہ تعلق بالعیض ہے۔ یعنی اگر ایسا کرو گے تو مشیت الہی ایسا کرے گی)۔ بہر حال ان دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ یہی بات ”اللہ کر مع المشاہدہ“ کو پیش نظر رکھ کر کی گئی ہے اور دوسری بات ”اللہ کر بدون المشاہدہ“ کے پیش نظر کہی ہے۔

ذکر کے مابین اصناف ہیں

(۱) ذکر رب، ذکر لہی ہے کہ اس کے استخراج اور اس کی محبت کے سبب دل اسے بھولتا نہیں۔

(۲) ذکر نعمت اللہ کو: اللہ تعالیٰ کی خوبیوں کا ذکر، اس طرح ہے کہ نفس ذات کر پر ان کا مشاہدہ یوں مستولی ہو جائے کہ وہ اپنی شدت شہود کی وجہ سے پوشیدہ ہو جائیں۔

(۳) اور تیسری صنف (قسم) ہے ذکر شہود و اہل اللہ تعالیٰ کے شہود کا ذکر اور وہ ذکر اس طرح ہے کہ اس ذکر کی شدت میں خود ذات کر بھی کم ہو جائے اصل ذات کر ہے لا الہ الا اللہ اور یہ مرکب ہے نفی اور اثبات دونوں سے۔

نفی کے ذریعے وہ فاسدہ مادے زائل ہوتے ہیں جن سے نفسانی اخلاق ذمیہ اور

تیسرا اصول ہے توکل علی اللہ۔ اکثر صوفیاء نے کہا ہے کہ توکل کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے اسباب دنیا سے قطع نظر کر لینا اور بعض صوفیاء کا قول بھی اسی کے قریب ہے جنہوں نے کہا کہ جو شے قدرت باری سے باہر ہو اس کے حصول کی کوشش کو ترک کر دینا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ”وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا“ (سورہ المائد آیت نمبر ۲۸)، (جس نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا بس اللہ اس کیلئے کافی ہے)۔

بعض محققین نے اور ان کے علاوہ بھی دوسروں نے کہا ہے کہ توکل علی اللہ کے معنی ہے کہ اسباب مہیا ہونے کے باوجود ان سے قطع نظر کرنا۔ اس لئے جس شخص نے نبی اکرم ﷺ سے کہا تھا ”ارسل لاقی واتوکل او اعطها واتوکل (میں اپنی اونٹنی کو چھوڑ دوں اور توکل کروں یا باندھ دوں اور توکل کروں) تو اس شخص سے حضور ﷺ نے فرمایا تھا ”ارسل لاقی واتوکل“ (یہ روایت صحیح و غیرہ میں ہے۔

چوتھا اصول ہے قامت اور وہ ہے شہوات نفسانی سے نکل جانا (اور تعلقات حیوانیہ سے بالکل خارج ہو جانا) سوائے اس کے کہ انسانی حاجات کے تحت اس کی ضرورت ہو) جیسے غذا، لباس اور مکان کی چیزیں۔

پانچواں اصول عزالت ہے (گوشہ نشینی) اور وہ یہ ہے کہ حقوق کے ساتھ ظالماں قطعاً ترک کر دینا۔ سوائے اپنے شیخ اور مربی کی خدمت کے۔ کیونکہ شیخ مربی کی مثال فساد کی سی ہے جو میت کو غسل دیتے ہیں۔ پس چاہیے کہ مالک اس کے سامنے اس طرح رہے۔ جیسے بیت فساد کے ہاتھوں میں وہ جس طرح چاہے تصرف کرے۔ پس مرید کیلئے شیخ کا مال ضروری ہے جو اللہ تعالیٰ کے سامنے کی طرف اس کی رہنمائی کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”يُؤْتِيكَ مِنْهَا مَقِيلًا وَقِيلًا“ (سورہ النحل آیت نمبر ۴۴) (پوچھو مال ذکر سے اگر تم نہیں جانتے) اور جس نے اپنی رائے پر زور دیا اور اٹھایا اور اپنے علم کے دھم میں سمجھا کہ مرشد کی تربیت سے بے نیاز ہو گیا تو وہ کو یا شیطان کے درمیان میں آگیا۔ اور ایسے ہی شخص کیلئے کہا گیا ہے جس کا کوئی شیخ نہیں اس کا شیخ

زمانے کی سختیوں نے مجھے جام پر جام پلائے
تو میں نے بھی اپنے صبر کے کڑوے جام پیہم پلائے

یہ بات غالب احوال کی بنا پر کی گئی ہے کیونکہ عوام بلا پر صبر نہیں کرتے اور (بغیر صبر کے کوئی چارہ کار بھی نہیں) ورنہ جیسا حضرت کھل تشری فرمائی ہے کہ صبر تو مقدس چیز ہے جس سے اشیاء کو تقدیس ملتی ہے۔ یعنی پاکی اور صفائی ملتی ہے۔ صبر عوام کو گناہوں سے بچاتا ہے اور خواص کو غیر اللہ کی طرف مشغولیت کی آلودگی سے پاک کرتا ہے۔ پس بلا عاصیوں کیلئے عذاب بن جاتی ہے کہ وہ اس پر صبر نہیں کر سکتے۔

اور نواں اصول مراقبہ ہے اور اس سے مراد اپنی قوت اور قدرت کے احاطے سے اس طرح خارج ہو جانا ہے کہ نظر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی عنایات پر جمی رہے اور اس کے الطاف و کرم کی خوشبوؤں کی طرف، ماسوا اللہ سے منہ موڑ کر اور اس کی طلب و آرزو کے سمندر میں غرق ہو کر مائل رہے۔

دسواں اصول ہے رضا: اور اس کے معنی ہیں اپنے نفس کی رضا سے خارج ہو جانا اور اللہ تعالیٰ کی رضا میں داخل ہو جانا، احکام ازلیہ کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا اور بلا اعراض و اعتراض اپنے آپ کو تدبیرات ابدیہ کے سپرد کر دینا۔ پس جو کوئی بھی اس روشن اصول پر ارادے اور استقلال کے ساتھ مداومت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو اپنے انوار و تجلیات سے فیض یاب کرے گا اور باطنی فتوحات و دینی علوم سے نوازے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "أَوْ مَن كَانَ مِيثًا فَآخِيْنَهُ" (سورہ الانعام آیت نمبر ۱۲۲) (کیا جو شخص پہلے مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کیا) اس کا مطلب ہے کہ جو شخص شجرہ النبیہ میں اوصاف ظلمانیہ کی وجہ سے گویا مردہ ہو چکا تھا ہم نے اس کو اوصاف ربانیہ کے ذریعے زندہ کر دیا اور اس کے واسطے اپنے انوار جمالی سے نور پیدا کر دیا اور وہ اس نور کے ساتھ تمام انسانوں کے باطن میں گھوم پھر لیتا ہے اور اس طرح کہ ان کے باطن میں نظر جما کر دیکھ لیتا ہے اور ان کے احوال کا مشاہدہ کر لیتا ہے، ان کی مثال گویا یہ ہے کہ وہ ان لوگوں کے اندر ہیں، اس سے باہر نہیں نکلے یعنی ان لوگوں کی طرح ہیں جو شجرہ

تہوانی اوصاف کی فہمی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں اور اثبات کے ذریعے اللہ کے نور سے صحت قلبی کے مادے حاصل ہوتے ہیں اور شواہد حق سے جلانے روح اور اس طرح کی دوسری باتیں حاصل ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَأَنفِرْكَ إِلَى الْأَرْضِ بِسُورٍ رَّبَّهَا (سورہ الزمر آیت نمبر ۶۹) (چمک اٹھی زمین اپنے پروردگار کے نور سے) اور فرمایا: "كَذَٰلِكَ نَكْشُ زُنْسِي أَدَا كُرْكُمُ" (پ ۲) (سو تم مجھ کو یاد کرو میں تمہیں یاد کیا کروں گا)

ساتواں اصول ہے مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنا اور ہر اس کھینچنے والی چیز کے حلقہ اثر سے نکل جانا جو غیر حق کی طرف بلائے یہاں تک کہ اس کیلئے کوئی مطلوب اور کوئی محبوب اور کوئی مقصود سوائے اللہ تعالیٰ کے باقی نہ رہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر طالب صادق اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک ہزار برس بھی رہے مگر لحظہ بھر کیلئے اس سے غفلت اور اعراض ہو گیا تو بس سمجھ لو کہ جو نقصان ہو گا وہ اس سے کہیں زیادہ ہو گا، جو اس نے پایا۔

اور آٹھواں اصول ہے صبر یعنی ہوائے نفسانی کے اسباب کے مقابلہ میں اسباب دینی پر ثابت قدمی کے ساتھ قائم ہو جانا۔ اور پھر یہ بھی کہا گیا ہے کہ مجاہدہ فی اللہ طاعات میں مجاہدات سے کام لینا اور نفس کی صفائی اور روح کی جلا کی خاطر نفسانی لذتوں کے دائرے سے باہر نکل جانے کا نام صبر ہے۔ لیکن صبر کی یہ تعریف اس کے بعض لوازم کے باعث ہے۔ پس صبر توکل کا ایک طریقہ ہے جس نے صبر اختیار کیا اور اس کو ترک کرنے کا بھی خیال تک نہ کیا وہ بلا و آزمائش کو پسند کرنے لگتا ہے اور اسی سبب سے کہا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو کسی بلا میں مبتلا کرتا ہے تو وہ ان کو عذاب میں نہیں ڈالتا بلکہ ان کی وجہ سے بلا خود عذاب میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ پس بلا عوام کیلئے عذاب ہے اور خواص خود بلا کیلئے عذاب ہیں اور یہ تخیلات شاعرانہ کی قسم سے ہے جیسا کہ ایک شاعر کا قول ہے۔

پہل کرنا اور اسلام کی بھی دو قسمیں ہیں۔

۱- اسلام حقیقی

۲- اسلام کامل

پس اسلام حقیقی یہ ہے کہ شہادتین پر قدرت رکھنے والا شخص اقرار لسانی کے ساتھ تصدیق قلبی سے بھی اعلان کرے۔ جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے اور اسلام کامل یہ ہے کہ اس کے ساتھ شرعی احکام میں سے جو روزہ، نماز وغیرہ ہیں اُن کی بجا آوری کرنا۔

چوتھی فصل

علم لدنی اور علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین کے بیان میں۔

پس عمل لدنی وہ علم ہے جو اللہ تعالیٰ نے ارواح کو اس وقت سکھایا جب ان کو قاطب کر کے کہا تھا ”اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ“ (سورہ الاعراف آیت نمبر ۱۷۲) اور وہ ہے ذات الہی اور صفات الہی کی معرفت مشاہدہ انوار کے ذریعے اور بصائر قلوب کے ذوق سے اور دلائل عقلی اور شواہد نقلی سے نہیں ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ علم لدنی معرفت الہی و ذات حق تعالیٰ کا طریقہ ہے۔ اس لئے کہ معرفت ذات الہی اتنی ہی حاصل ہوتی ہے جتنی تعرف کی صورت میں اس نے عطا کی اور اللہ کی معرفت اس کے بندوں کو اسی قدر ہوتی ہے جس قدر اس نے ان کو علم لدنی سے نوازا ہے۔ اور جس نے اس کی واقفیت حاصل کی، اس نے اپنے نفس کو پہچان لیا۔ اور جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا اور جس نے اپنے رب کو پہچان لیا وہ اپنے نفس کو بھول گیا۔ پس بیانے تعرف کا تعلق معرفت نفس سے اور معرفت نفس متعلق ہے معرفت رب سے اور معرفت رب متعلق ہے فراموشی نفس سے اور مشہور قول ہے ”اعرفکم بنفسہ اعرفکم ربہ“ (تم میں سے جو اپنے نفس کو زیادہ پہچاننے والا ہے وہ اپنے رب کو بھی زیادہ پہچاننے والا ہے)۔ (یہ یحییٰ بن معاذ (م ۲۵۸ھ) کا قول ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں: اس شہادت یعنی عن النبی ﷺ الا لمعناہ ثابت۔ (الموضوعات الکبریٰ صفحہ نمبر ۲۳۸) ۴

انسانیت کی تاریکیوں میں باقی رہ گئے، ان سے باہر نہیں نکلے۔ رضا کیلئے تواضع لازم ہے اور تواضع کے معنی ہیں علام الغیوب کے سامنے قلوب کو مکمل طور پر مطیع و منقاد کر دینا اور اس طرح کا ایک لفظ خشوع ہے مگر خشوع تواضع سے زیادہ عام ہے خشوع کا لفظ استعمال نہیں کیا جاسکتا، سوائے اس تعلق کے جو رب اور بندے کے مابین ہے اور تواضع صرف بندوں کے مابین ربط و تعلق میں استعمال ہوتی ہے۔ چنانچہ یہ نہیں کہتے کہ بندہ فلاں بندے کے سامنے خشوع سے پیش آیا بلکہ یہ کہتے ہیں کہ اس کیلئے تواضع کی۔

تیسری فصل

توحید، اسلام اور ایمان کے بارے میں۔

توحید اور وہ یہ ہے کہ حق کی تفرید، تم اس طرح کر لو کہ وہ تمام ماسوا سے الگ واحد و یکتا ٹھہرے، اس طور پر کہ وہ حق اپنے سوا ہر چیز سے، یہاں تک کہ خود تمہاری ذات (نفس) سے بھی تم کو الگ کر دے۔

ایمان کی دو قسمیں ہیں

۱- ایمان حقیقی

۲- ایمان کامل

ایمان حقیقی

تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو کچھ رسول کریم ﷺ کے لانے کا علم ہوا ہے اس کی دل سے تصدیق کرنا۔ ضروری طور پر اس شرط کے ساتھ کہ جو شخص شہادتیں (یعنی) اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ کو زبان سے ادا کرنے پر قادر ہو وہ زبان سے بھی ادا کرے۔

ایمان کامل

اور ایمان کامل یہ ہے کہ باقی جو کچھ شرع میں وارد ہوا ہے نماز، روزہ میں سے ان

اور علم الیقین کیا ہے اور وہ دلائل عقلیہ و نقلیہ سے نہیں بلکہ ذوق و وجد کی گواہی سے
حجابات بشری کے اٹھ جانے بعد قلب مومن پر نور حقیقت کا ظہور ہے اور یہ حاصل ہوتا
ہے قطعیت اور واقعہ کی مطابقت سے اور مجاز الیقین کا اطلاق اسکے نیچے پر ہوتا ہے۔ جو
اللہ تعالیٰ کے وعدے پر وثوق و اعتماد اور اطمینان قلب کا نام ہے۔ پس بندہ فوائد دنیوی
کے حصول میں سعی و کوشش سے جھک کر استراحت میں چلا جاتا ہے اور یوں حقیقتاً وہ اس
عالم میں ہوتا ہے جو علوم و معارف کی قبیل سے ہے اور مجازاً اس عالم میں ہوتا ہے جو
احوال و معرفت کی قبیل سے ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ (اسی استراحت میں) علوم و
معارف دنیوی اور احوال و مقامات روحانی دونوں کیفیتیں مشترک رہتی ہیں
اور علم الیقین وہ ہے جو نظر و استدلال یعنی دانش سے حاصل ہوتا ہے۔
اور عین الیقین وہ ہے جو مشاہدہ اور عیان یعنی بینش سے حاصل ہوتا ہے۔
اور حق الیقین وہ ہے جو عیاں یعنی بینش اور وصول الی اللہ سے حاصل ہوتا ہے۔

پس اس میں سے پہلے کی مثال یہ ہے جیسے کسی نے جنت کے وجود کو دلیل سے
حاصل کیا۔ اور دوسرے کی مثال یہ ہے کہ جنت کو اپنی نظروں کے سامنے پایا اور اسے
دیکھا۔ اور تیسرا یہ ہے جیسے کسی نے اسے دیکھ بھی لیا اور داخل بھی ہو گیا۔ اور بعضوں نے
یہ بھی کہا کہ علم الیقین حال فراق ہے۔ اور عین الیقین حال جمع اور حق الیقین جمع الجمع ہے
الشیخ ابوالقاسم القشیری (متوفی ۴۶۵ھ) رحمہ اللہ نے فرمایا کہ فراق ہے اللہ کے
غیر کا شہود اور جمع ہے اللہ کے غیر کو اللہ کے ساتھ دیکھنا اور جمع الجمع ہے غلبہ حقیقت کے
باعث غیر اللہ سے شعور کا کلیۃً فنا ہو جانا اور ہم نے ”رسالہ قشیریہ“ کی شرح میں اس کو
پھیلا کر بیان کیا ہے۔

مذکورہ بالا چاروں اگرچہ متفاوت ہیں لیکن چاروں کی اصل ایمان ہے جس کا بیان
گزر چکا ہے۔

پانچویں فصل

الہام، وحی اور فراست کے بارے میں۔

الہام از روئے لغت کسی شے کا دل میں گزرتا اور واقع ہوتا ہے۔ جس طرح کہتے
ہیں: ”اللہم اللہ الصبر“ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں صبر ڈال دیا اور از روئے
اصطلاح عام اس کے معنی ہیں، کسی شے کا قلب میں اس طرح واقع ہونا کہ اس کا سینہ
الطینان اور سکون سے بھر جائے۔ یہ خصوصیت اللہ تعالیٰ اپنے اصفیاء کو عطا فرماتا ہے اور
صوفیاء اسی کو خاطر حقانی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ وحی لغت میں۔ چند معانی کیلئے بولی
جاتی ہے ان میں سے ایک ہے ”پوشیدہ اطلاع“ اور ایک ہے ”کتابت و تحریر“ اور عرف
عام میں (وحی کا معنی یہ ہے) اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی کو کسی واسطے (حضرت جبریل علیہ السلام) یا
بغیر کسی واسطے سے شریعت کی خبر دینا۔ کبھی اس لفظ (وحی) کا اطلاق اس کے اسم مفعول
یعنی الموحی (وحی کیا ہوا) پر کیا جاتا ہے۔ جیسے کہ کلام اللہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اترا۔ اس کو
وحی کہتے ہیں۔ اور فراست کہتے ہیں آثار صوری میں انوار ربانی کی مدد سے نظر ظاہر کا
ادب کر احوال باطن کو دریافت کر لینا۔ اور اسی کو ”معائنہ مغیبات“ بھی کہتے ہیں اور اس
کی اصل یہ حدیث شریف ہے۔

”اتقوا لمرأسة المؤمن فانه ينظر بنور الله“۔

ترجمہ: مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور کی مدد سے دیکھتا ہے

(رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابی الیمۃ (جمع الفوائد صفحہ نمبر ۳۹۱ جلد ۲) نیز اس حدیث کو امام

ابو حامی مولوی محمد اسماعیل نے اپنی تالیف ”منصب امامت“ صفحہ نمبر ۸۸ طبع لاہور ۱۹۸۸ء پر نقل کیا ہے)

چھٹی فصل

محاضرہ و کشف اور مکاشفہ و مشاہدہ و معائنہ کے بیان میں۔

حضور کی تویہ ہے کہ حجابات کے پیچھے سے حق کے ساتھ حضوری قلب ہو اور کشف

ہے حق کے ساتھ حضوری قلب بھی ہونا اور حجابات کے پیچھے سے اسرار الہی کی خوشبوئیں

بھی سوچتا ہے اور کشف کی تین قسمیں ہیں:

۱- کشف نفس

۲- کشف قلب

۳- کشف سر

پہلے کو یعنی کشف نفس کو علم الیقین کہتے ہیں۔ اور دوسرے یعنی کشف قلوب کو عین الیقین اور کشف سر کو حق الیقین کہتے ہیں اور یہ تینوں علوم ہیں کیونکہ یہ اپنی معلومات کے اعتبار سے علم کی تین قسمیں ہیں۔

اگر ذات ظاہری سے متعلق ہو تو وہ علم الیقین ہے یا ذات باطنی سے متعلق ہو تو عین الیقین ہے۔ اور اگر حق تعالیٰ سے متعلق ہو تو حق الیقین ہے۔ اور ان سب کا بیان گزر چکا ہے۔ اور مکافہ ہے دلائل و براہین کے ذریعے مکمل بیان کی صورت کے ساتھ حضوری قلب مع الحق ہونا۔

اور مشاہدہ ہے وجود حق کا بلا شک و شبہ کے مشاہدہ کرنا۔

اور معائنہ ہے اس ذات کی معرفت کی توثیق جس کے ساتھ ہزار وجود درست قرار نہیں پاتے اور ان میں سے ہر ایک اپنے ما قبل سے کامل تر ہے۔ اس کے باوجود کہ بعض باتوں میں یہ ایک دوسرے کے خلاف ہیں (لیکن) کوئی شک نہیں کہ ان الفاظ کے معنی ماورائے عقل ہیں جن کا عرفان سوائے ان لوگوں کے کسی کو نہیں ہوتا جن پر عنایات ربانی ہوں گے۔ کیونکہ ان معانی کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ کی توحید سے اور اللہ تعالیٰ کی توحید متعلق ہے اس کی ذات اور صفات سے اور یہ صحیح نہیں ہے کہ ذات و صفات تمام عقلوں کے ادراک میں آجائیں۔

ساتویں فصل

شریعت، طریقت اور حقیقت کے بیان میں۔

پس شریعت عبودیت کے تمام لوازم کے ساتھ پابندی احکام کا نام ہے۔ اور یہ بھی

کہا جاتا ہے کہ وہ سلوک الی اللہ کی معرفت ہے۔

اور حقیقت ہے ربوبیت کا مشاہدہ قلبی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حقیقت ”ایک سر معنوی“ ہے۔ جس کی نہ کوئی حد ہے نہ جہت اور جن لوگوں نے ان دونوں کے اتحاد کے بارے میں گفتگو کی ہے تو ان کی مراد ان دو کے اتحاد سے مفہوم انہیں بلکہ صد اقا ہے۔ اور طریقت شریعت کے راستے پر چلنا ہے۔ یعنی وہ اعمال شرعیہ ہیں اور ان کے حدود مقرر ہیں۔ جیسے نماز کہ اس میں دو رکعت ہوتی ہیں یا تین یا چار اور اس کی حیثیت و نوعیت کیا ہے مثلاً فرض ہے یا نفل، وقت معین پر ہے یا غیر معین پر اور یہ تینوں (طریقت، شریعت اور حقیقت) ایک دوسرے سے مربوط و موزوم ہیں کیونکہ طریق الی اللہ کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی، پس جو اس کا ظاہر ہے وہ شریعت اور جو اس کا باطن ہے وہ حقیقت ہے۔ پس حقیقت، شریعت و طریقت میں اسی طرح پوشیدہ ہوتی ہے۔ جیسے مکھن دودھ میں پوشیدہ ہوتا ہے اور دودھ سے مکھن بغیر اس کو بلوئے حاصل نہیں ہو سکتا۔ پس ان تینوں سے مراد اس عبودیت کا قیام ہے جو عباد کی عبودیت کا مقصود و مراد ہے۔

آٹھویں فصل

سعادت اور شقاوت کے سبب کے بارے میں۔

محققین کا اس پر اتفاق ہے کہ سعادت اور شقاوت کا سبب افعال نہیں ہوتے بلکہ ان دونوں کا تعلق اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہے اور یہ کہ اعمال عبودیت کا شعار ہیں اور رفتار مشیت کے تابع ہیں جو ان پر حاکم ہے۔ مگر اس سبب کے باوجود اس پر سب محققین کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ اعمال پر ثواب و عذاب دیتا ہے۔ کیونکہ اس نے اعمال صالح پر وعدہ اور اعمال سیئہ پر وعید فرمائی ہے۔ پس وہ اپنے وعدے کو پورا فرماتا ہے۔ اور اپنی وعید کو کچ کر دکھاتا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ سچا ہے اور اس کی خبر سچی ہے۔ اگر تم یہ کہو کہ جب اعمال کا اثر نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ پر تکلیف کرنے کا قاعدہ؟ تو ہم کہیں گے کہ اعمال کا بالانا قلیل حکم کی نیت سے واجب ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”اعملوا وکل

میسر لما خلق له“ (رواہ بخاری کتاب التوحید پ ۳۰) (عمل کرو کہ سب جس مقصد سے پیدا کئے گئے ہیں اس کی توفیق ان کو بخشی گئی ہے) اس کے باوجود کہ اعمال چاہے حقیقتاً مؤثر نہ ہوں مگر ان کا اثر عرفاً، عادتاً اور عملاً ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

”يَلْكُمْ الْجَنَّةُ اَوْ رِثْمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ“ ﴿سورۃ الاعراف آیت نمبر ۳۳﴾

ترجمہ: ”یہ ہے وہ جنت جس کے وارث تم ہو بہ سبب اس کے جو عمل تم کرتے رہے۔“

اور ارشاد ہے کہ ”وَمَا اَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيكُمْ“

﴿سورۃ شوریٰ آیت نمبر ۳۰﴾

ترجمہ: ”اور جو مصیبت تمہیں پہنچی وہ کرنی تھی تمہارے ہاتھوں کی۔“

اور فرمایا کہ ”هَلْ طَبَعَ اللَّهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ“ ﴿سورۃ النساء آیت نمبر ۱۵۵﴾

(بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کے سبب ان پر مہر لگا دی)۔

اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”من عمل بما علم ورثه الله علم ما لم يعلم“

﴿رواہ ابوالقاسم فی المحلیۃ عن انس رضی اللہ عنہ﴾ (ضعیف) احیاء علوم الدین مع تخریج صفحہ نمبر ۱۷ جلد اول ﴿جس نے عمل کیا اپنے علم کے مطابق اسے اللہ وارث کر دیتا ہے اس علم کا جسے وہ نہیں جانتا﴾۔ اور یہاں اتنا مقصود کے مطابق کافی ہے۔ البتہ جو شخص اس علم میں تبحر حاصل کرنا چاہے تو اس کو لازم ہے کہ ہماری اس شرح کی طرف توجہ کرے جو امام ابوالقاسم قشیری (اللہ ان پر رحمت فرمائے اور ان کے علوم سے سب کو نفع عطا فرمائے) کے رسالے کی ہم نے کی ہے۔

(نوٹ: عندالمحدثین اعمال وفضائل میں حدیث ضعیف قابل قبول ہے۔ ملاحظہ ہو۔

(۱)۔ الموسوعات الکبریٰ از ضابطی قاری (م ۱۰۱۳ھ) صفحہ نمبر ۶۳ طبع کراچی۔

(۲)۔ مقدمہ ابن صلاح از امام ابی عمرو عثمان بن عبد الرحمن (م ۶۳۲ھ) صفحہ نمبر ۳۹ طبع لبنان۔

(۳)۔ تدریب الراوی از امام جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) صفحہ نمبر ۲۹۸ جلد اول طبع لاہور۔

(۴)۔ کتاب الاذکار از امام نووی (م ۶۷۶ھ) صفحہ نمبر ۳۸ جلد اول طبع کراچی۔

(۵)۔ مسک الختام از نواب صدیق حسن خاں (غیر مقلد) (م ۱۳۰۷ھ) صفحہ نمبر ۵۷۲ جلد اول۔

نویں فصل

خطرات کے بیان میں اور وہ چار ہیں۔

ایک وہ خیال یا خطرہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دل میں آئے، دوسرا وہ جو فرشتے کی طرف سے ہو۔ تیسرا وہ جو نفس کی طرف سے ہو اور چوتھا وہ جو شیطان کی جانب سے ہے۔ پس پہلا خطرہ یا خیال تو حتمیہ ہے اور وہ کسی حیرت کی طرف نہیں لے جاتا اور دوسرا وہ ہے جو طاعت پر ابھارنے والا ہے اور تیسرا (خطرات نفس) شہوانی مطالبہ ہوتا ہے۔ اور چوتھا خطرات شیطانی تو یہ معصیت کو خوش نمایان کرتا ہے۔ اور یہ سب حقیقتاً اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ پہلا یعنی خطرات الایہیہ تو یہ بے واسطہ براہ راست ہوتے ہیں اور باقی بالواسطہ ہوتے ہیں۔

اور پہلے کو خاطر ربانی کہا جاتا ہے اور دوسرے کو خاطر فلکی اور تیسرے کو خاطر نفسانی اور چوتھے کو خاطر شیطانی اور ان دو خواطر کے درمیان فرق یہ ہے کہ ان دو میں سے پہلا طلب اور اصرار و الحاح کیلئے ہوتا ہے۔ اور دوسرا بغیر اس کے کیونکہ نفس جب شہوات میں سے کسی شے کا طالب ہوتا ہے تو اس کی طلب میں اس طرح ابھار دیتا ہے جس طرح کسی چیز کیلئے مچلنے لگتا ہے۔ چنانچہ نفس اس چیز کی طلب میں برابر اصرار و الحاح کئے جاتا ہے تا آنکہ وہ اپنی مراد کو پالے۔ اور شیطان جب کسی لغزش اور گناہ کی طرف بلاتا ہے تو پھر وہ اس کو انسان کیلئے ایسا خوشنما بنا کر پیش کرتا ہے مگر جب آدمی اس کو چھوڑنے کی مخالفت کرنے لگتا ہے تو وہ کسی دوسری لغزش کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور کسی معین گناہ پر جتا نہیں کیونکہ کسی معین گناہ کی خصوصیت سے کوئی غرض اس کی وابستہ نہیں ہوتی اسکی غرض تو صرف اتنی ہے کہ جس طریقے سے بھی ممکن ہو بس بہکا تار ہے اور گمراہ کرتا رہے۔

ان چار خطرات میں سے پہلے دو کا حق یہ ہے کہ انہیں قبول کیا جائے اور آخری دو کو رد کیا جائے۔ اور ورع (پرہیزگاری) کا تقاضا یہ ہے کہ ان چاروں میں سے کسی پر بھی شرع کی اجازت کے بغیر اقدام نہ کرنا چاہیے۔

اور کہنے والوں نے یہ بھی کہا ہے کہ پہلے کو خاطر، دوسرے کو الہام، تیسرے کو ہاجس (اندیشہ و گمان) اور چوتھے کو دوسواں کہا جاتا ہے۔ بعض محققین نے ان چاروں خواطر پر دو کا مزید اضافہ کیا ہے۔ (۱) خاطر عقل، (۲) خاطر الحقیقین۔ پس خاطر عقل ان چاروں کے وسط میں ہے اور کبھی یہ آخری دو کے ساتھ ہوتا ہے اور بندے پر یہ حجت قائم کرتا ہے کہ یہ دونوں اگر ناپید ہو جائیں تو یقیناً سزا ساقط ہو جائے۔ اور کبھی پہلے دو کے ساتھ ہو کر یہ ثابت کرتا ہے کہ بندہ اپنے فعل کا مختار ہے، لہذا ثواب کا مستحق ٹھہرے گا اور خواہ طریقیں، ایمان کی روح ہے اور علم کو بڑھانے والا ہے۔

دسویں فصل

بیعت لینے، خرقہ پہنانے اور ذکر کی تلقین کرنے کے بارے میں۔

جب شیخ مرید سے بیعت لینے کا ارادہ کرے تو خود پاک ہو اور اس کو ہر برائی اور ناپاکی سے پاک ہونے کا حکم دے۔ تاکہ طریقت کے شرائط میں سے جو کچھ اسے تلقین کیا جائے وہ اسے قبول کرنے کیلئے تیار ہو جائے اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر دعا کرے کہ دونوں کو قبول فرمائے اور پھر اس معاملہ میں نبی اکرم ﷺ کا وسیلہ پکڑے کیونکہ وہی واسطہ ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان اور وہ اپنا سیدھا ہاتھ مرید کے سیدھے ہاتھ پر رکھے۔ اس طرح کہ اپنی پھلی اس کی پھلی پر اور اس کا انگوٹھا اپنی انگلیوں سے پکڑے اور کہے۔

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ الْعَظِيمَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ
الْقَيُّومُ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ۔
اور مرید اس کو اس کے ساتھ ساتھ دہراتا جائے اس کے بعد کہے۔

”اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَشْهَدُكَ وَاَشْهَدُ مَلَائِكَتَكَ وَرَسُلَكَ وَوَلِیَّكَ اَنِّیْ قَدْ
قَبَلْتَهُ وَلَدَا فِیْ اللّٰهِ قَاتِلْهُ وَاقْبَلْ عَلَیْهِ وَكُنْ لَهٗ وَلَا تَكُنْ عَلَیْهِ ثُمَّ وَاِیْده“

ترجمہ: ”اے اللہ! میں گواہ کرتا ہوں تجھے اور تیرے ملائکہ کو تیرے انبیاء کو تیرے رسولوں کو اور تیرے اولیاء کو کہ میں نے اس کو اللہ کی راہ میں اپنا بیٹا قبول کیا، پس تو بھی اسے قبول فرماتا اور اس پر توجہ فرماتا اور اس کا (ناصر) ہو جا اور اس کو اپنی توجہ سے محروم نہ فرما۔ اس کو ثابت قدم رکھ اور اس کی مدد فرما۔“

پھر کہے کہ اے بیٹا! میں اس پر عہد لیتا ہوں تجھ سے کہ تو کبھی گناہ کبیرہ کے قریب نہ پہنچے گا اور گناہ صغیرہ پر کبھی اصرار نہ کرے گا۔ اور یہ کہ تو اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت پر عمل کرے گا۔ اور یہ کہ تو شریعت اور حقیقت کو ملا کر رکھے گا۔ اس پر مرید کہے کہ میں نے قبول کیا۔ پھر شیخ دونوں کے واسطے دعا کرے اور تمام مسلمانوں کے حق میں دعا کرے۔ اور اپنی دعا میں یہ کہ اے اللہ پاک ہماری اصلاح فرما اور ہمارے ذریعہ اصلاح کو عام فرما، ہماری ہدایت فرما، اور ہمارے ذریعے ہدایت کو جاری فرما۔ اے اللہ! ہمیں حق کو حق کے طور پر دکھا اور ہمیں اس کے استماع کی توفیق دے۔ ہمیں باطل کو باطل کر دکھا اور ہمیں اس سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ پاک! جو ہمیں تجھ سے کانٹنے والا ہو اس کو ہم سے کاٹ کر الگ کر دے۔ ہمیں اپنے آپ سے نہ کاٹ اور ہمیں اپنے غیر میں مشغول ہو کر اپنے سے دور مت ہونے دے۔ اور پھر کہے کہ۔

”قَالَ اللَّهُ عَلَى مَا نَقُولُ وَكِيلٌ“۔ (سورہ یوسف آیت نمبر ۶۲) يَذُّ اللَّهُ فَوْقَ
أَبْدَانِهِمْ لَمَنْ نَّكَتُ فَإِنَّمَا يَنْكُتُ عَلَى نَفْسِهِ وَمَنْ أُولَىٰ بِمَا ظَهَرَ عَلَيْهِ اللَّهُ
فَلَسَوْنَ لَهُ أَجْرًا عَظِيمًا“۔ (سورہ الفتح آیت نمبر ۱۶)

ترجمہ: ”اور جو کچھ میں نے کہا اللہ اس کا وکیل ہے اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر پس جس نے عہد کرنے کے بعد بد کو توڑا اس نے اپنی ذات کو نقصان پہنچایا اور جس نے اپنے عہد کو پورا کیا تو اللہ پر ہے کہ وہ اس کو اجر عظیم فرمائے۔“

اور جب ارادہ کرے مرید کو خرقہ پہنانے کا تو پہلے خود پاک ہو پھر مرید کو پاک ہونے کا حکم دے جیسے اوپر گزرا۔ پھر دونوں ہاتھوں پر خرقہ رکھا جائے اور اس پر فاتحہ پڑھی جائے اور شیخ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نیابت کی نیت کر کے اپنے ہاتھوں سے

مرید کو خرقہ پہنائے۔ اس کے بعد مرید کے سامنے خرقے کی نسبت بیان کرے اور یوں کہے مجھے میرے شیخ فلاں نے اپنے ہاتھوں سے خرقہ پہنایا اور ان کو ان کے شیخ فلاں نے اور اس طرح آخر تک (تمام نام لے کر بیان کرے)۔

﴿الفتوحات الالہیہ (عربی) از شیخ الاسلام ابو یحییٰ زکریا بن محمد انصاری شافعی رحمہ اللہ﴾

﴿(۱) التوفی ۹۲۴ھ) اردو ترجمہ جناب خالد حسن قادری (بجیر قلیل)﴾

تصوف پر اعتراضات

- ۱- تصوف کا سرچشمہ غیر اسلامی تصورات و عقائد و افکار ہیں۔
- ۲- تصوف بنی نوع آدم کیلئے بمنزلہ افیون ہے۔
- ۳- تصوف زندگی کے حقائق سے گریز کی تعلیم دیتا ہے۔
- ۴- تصوف نے مسلمانوں کے قوائے عملی کو مردہ بنا کر کم از کم ضعیف کر دیا ہے۔
- ۵- تصوف نے اباحت مطلقہ کا دروازہ کھول دیا ہے۔
- ۶- تصوف نے شرک کا نہ عقائد کی اشاعت کی ہے۔

جواب

جو تصوف مسلمانوں میں شائع ہوا ہے اس کی دو قسمیں ہیں۔

۱- اسلامی تصوف: جو قرآن وحدیث اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم سے ماخوذ ہے۔

۲- غیر اسلامی تصوف: جو قرآن وحدیث اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف ہے۔

انتہائی افسوس ہے کہ تصوف کے مخالفین نے (جس میں مسلم اور غیر مسلم دونوں برابر کے شریک ہیں) اسلامی تصوف پر اعتراض کرتے ہوئے غیر اسلامی تصوف کو مد نظر رکھا اور اس طرح حق و صداقت ہی کا خون نہیں کیا، بلکہ لاکھوں مسلمانوں کو تصوف کی برکات سے محروم رکھا۔ ان نا آشنا لوگوں نے قباغ تو مد نظر رکھے غیر اسلامی تصوف کے اور نشانہ بنایا اسلامی تصوف کو، تصوف سے بدظن کرنے کیلئے حق نا شناسوں نے تصوف کی

اسلامی اور غیر اسلامی قسم کو یکسر نظر انداز کر دیا ہے۔

ان حضرات نے اس قسم کے جتنے اعتراضات کئے ہیں وہ غیر اسلامی یا عجمی تصوف پر تو وارد ہو سکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اسلامی تصوف کا دامن ان تمام اعتراضات سے پاک و مبرا ہے، مسلمان یعنی حقیقی صوفیاء کرام نے ہر زمانہ میں ان غرابیوں کی جو غیر اسلامی تصوف کی وجہ سے رونما ہوئیں، نشانہ ہی بھی کی اور ان کے ازالے کی سعی و کوشش بھی کی۔

نوٹ..... امیر حمزہ نے جتنی آیات قرآنی تصوف کے رد میں نقل کی ہیں ان کا تعلق غیر اسلامی تصوف سے ہے۔ انہیں اسلامی تصوف پر چسپاں کرنا سراسر جہالت و حماقت ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد فرماتے ہیں.....

اگر ناعاقبت اندیش صوفیاء نے غیر اسلامی باتیں تصوف میں شامل کر لیں تو اس کو حقیقت تصوف سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اس کی ذمہ داری خود ان پر ہے۔ خالص تصوف نے جو اسلامی تصوف ہے اس کی نشوونما قرآن وحدیث کی آغوش میں ہوئی ہے۔

نیز فرماتے ہیں کہ ہر چیز کے دو پہلو ہوتے ہیں: خارجی اور داخلی، اسی طرح اسلام کے بھی دو پہلو ہیں۔ خارجی پہلو کو شریعت کہتے ہیں اور داخلی پہلو کو طریقت (اور یہ کوئی شریعت سے علیحدہ چیز نہیں بلکہ شریعت کو برتاؤ میں لانے کا نام طریقت ہے) (شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ: مکتوبات، طبع امرتسر، ۱۳۳۸ھ صفحہ نمبر ۹۷ جلد اول) پھر شریعت کو دو شقوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے: عبادت و معاملات۔ عبادت اساسی معتقدات اور خالق و مخلوق کے درمیان رابطے سے عبارت ہے اور معاملات انسانوں کے باہمی معاشرتی، اقتصادی اور سیاسی روابط سے عبارت ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں.....

علم طریق آخرت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک مکافہ دوسرا علم معاملہ۔ قسم اول کا نام علم باطن (تصوف) ہے۔ اور وہ سب علوم کی انتہا اور علت غائی ہے۔ اور یہ علم مکافہ

صدیقوں اور مقررین کا علم ہے اور وہ ایک نور ہے کہ جب دل اپنی صفوں سے پاک و صاف ہو جاتا ہے اس وقت اس میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس کی غایت یہ ہے کہ خدائے پاک کی ذات اس کی صفات کا لہذا آئی اور اس کے افعال کی معرفت حقیقی حاصل ہو۔

حضرت ابو الحسن نورانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں.....

کہ حظ نفسانی کو ترک کرنے کا نام تصوف ہے، اور صوفی وہ ہوتا ہے جو خواہش نفسانی سے پاک اور اس کی روح کدورت بشری سے منزہ ہو۔

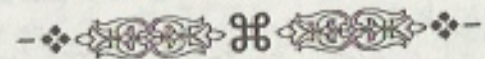
شریعت و طریقت کے علاوہ ایک تیسری چیز حقیقت ہے یہ کوئی علم نہیں، کشف ہے، دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ طریقت سے جو نور حاصل ہوتا ہے اور اس کی روشنی میں جو کچھ نظر آتا ہے، محسوس کیا جاتا ہے یا ادراک کیا جاتا ہے وہ ”حقیقت“ ہے۔

﴿بلوچستان میں تحریک تصوف از ڈاکٹر انعام الحق کوڑھی نمبر ۱۶ تا ۱۹ طبع کوئٹہ ۱۹۹۵ء﴾
خلاصہ کلام یہ ہے کہ تصوف: شریعت، طریقت اور حقیقت کے مجموعے کا نام ہے۔ اس تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ تصوف کو عیسائیت، نوافلاطونیت، ہندومت، مجوسیت وغیرہ کسی سے بھی اسامی تعلق نہیں۔

حقیقت تصوف سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے پروفیسر نکلسن اور پروفیسر میکڈلڈ کو اس میں عیسائی رہبانیت اور یونی باطنیت نظر آتی ہے باوجود کہ اس کو تسلیم ہے کہ اس کا مبداء اولین قرآن پاک ہے۔ پروفیسر ماسینون نے تصوف کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے۔

Demived from the Quran and the practice of the prophet.

﴿بلوچستان میں تحریک تصوف نمبر ۱۸﴾



باب سوم

قبور المسلمین اور ان کا احترام

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں.....

”قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا تَجْلِسُوا عَلَى الْقُبُورِ وَلَا تَصَلُّوا إِلَيْهَا“۔

﴿صحیح مسلم ترجمہ صفحہ نمبر ۳۹۸ حصہ ۲ طبع لاہور ۱۹۸۱ء مشکوٰۃ کتاب الجنائز باب فن الیت پہلی فصل﴾
ترجمہ: ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قبر پر نہ بیٹھو اور اس کی طرف نماز نہ پڑھو“۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں.....

”قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَآن يَجْلِسَ أَحَدُكُمْ عَلَى جَمْرَةٍ فَتُحْرِقَ لِبَاسَهُ فَتَخْلُصَ إِلَى جِلْدِهِ خَيْرٌ لَّهِ مِنْ أَنْ يَجْلِسَ عَلَى قَبْرِ“۔

﴿صحیح مسلم ترجمہ صفحہ نمبر ۹۸ جلد ۲ طبع لاہور ۱۹۸۱ء مشکوٰۃ کتاب الجنائز باب فن الیت پہلی فصل﴾
ترجمہ: ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر کوئی ایک انگارے پر بیٹھے اور اس کے کپڑے جل جائیں اور اس کی کھال تک پہنچے تو بھی بہتر ہے اس سے کہ قبر پر بیٹھے“۔

نبی اکرم ﷺ نے عمرو بن حزم کو ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا تو فرمایا.....

”لَا تُؤْذِ صَاحِبَ هَذَا الْقَبْرِ“۔

﴿مشکوٰۃ مشکوٰۃ کتاب الجنائز باب فن الیت تیسری فصل صفحہ نمبر ۱۳۹ طبع مکتبہ امدادیہ ملتان﴾

ترجمہ: ”صاحب قبر کو ایذا (تکلیف) نہ دے“۔

حاکم و طبرانی عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے

ایک قبر پر بیٹھے دیکھا اور فرمایا.....

”الزل من القبر لاتوذی صاحب القبر ولا یوزیک“۔

ترجمہ: ”اے قبر والے قبر سے اتر نہ تو صاحب قبر کو ایذا دے اور نہ وہ تجھے“۔

﴿شرح الصدور بشرح حال الموقی وائقہ راز سیوطی صفحہ ۲۸۳ طبع کراچی ۱۹۶۹ء﴾

﴿مجمع الزوائد صفحہ ۶۱ جلد ۳، المسند رک صفحہ ۶۸۲ جلد ۳، الترغیب والترہیب صفحہ ۳۷۷ جلد ۳﴾

حضرت ابراہیم (فخفی) رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے انہوں نے کہا.....

”کان عبد اللہ بن مسعود یقول لان اطا علی جمرۃ احب الی من ان

اطا علی قبر متعمدا“۔ ﴿کتاب الآثار بروایت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۱۲۷﴾

ترجمہ: ”ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ البتہ چنگاری پر کھڑا ہونا میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ میں جان بوجھ کر قبروں کو روند دو“۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم) سے کسی نے قبر پر پاؤں رکھنے کا مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا.....

”جس طرح زندہ مسلمان کی ایذا مجھے ناپسند ہے اسی طرح مردہ (مسلمان) کی ایذا بھی ناپسند کرتا ہوں“۔

﴿ہدایت المرتاب الی مسائل التوبہ و القہاب صفحہ ۲۰ طبع لاہور از قاضی برغوردار ملتانی رحمۃ اللہ علیہ﴾

امام محمد (متوفی ۱۸۹ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جان بوجھ کر قبروں کو روندنا مکروہ ہے۔ اور امام ابو حنیفہ (متوفی ۱۵۰ھ) رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے۔ (کتاب الآثار صفحہ ۱۲۷)

﴿امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر یہود و نصاریٰ امام محمد کی تصانیف دیکھ لیں (یعنی پڑھ لیں) تو بے اختیار ایمان لے آئیں۔ (حدائق الحنفیہ صفحہ ۱۵۳ طبع لاہور﴾

(ابو الجلیل فیضی غفرلہ)

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ان المیت یتاذی بما یتاذی بہ الحی“۔

﴿فتاویٰ شامی صفحہ ۱۵۶ جلد ۳﴾

ترجمہ: ”جس چیز سے زندوں کو ایذا ہوتی ہے اس سے مردے بھی ایذا پاتے ہیں“۔

مشاہدات

قبر سے آواز کا آنا

حافظ ابن قیم جوزی (متوفی ۷۵۱ھ) لکھتے ہیں: ابو عثمان ہندی کا بیان ہے کہ ایک دن ابن ساس ایک جنازے کے ہمراہ تھے معمولی کپڑے زیب تن تھے، کہتے ہیں کہ میں نے ایک قبر کے قریب دو رکعت نماز پڑھی پھر میں اس سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ واللہ! میرا دل بیدار تھا۔ قبر سے آواز آئی یہاں سے ہٹ جاؤ۔ مجھے تکلیف نہ دو۔ تم لوگ عمل کر سکتے ہو مگر یہاں کے حالات کی خبر نہیں رکھتے ہو اور ہم حالات کی خبر رکھتے ہیں مگر عمل نہیں کر سکتے۔ مجھے تمہاری جیسی دو رکعت فلاں فلاں چیز سے زیادہ بہتر ہے۔

﴿کتاب الروح از ابن قیم صفحہ ۱۸ طبع لاہور ۱۹۹۷ء﴾

صاحب قبر کا شکوہ کرنا

حافظ ابن قیم جوزی لکھتے ہیں: ابو قلابہ نے بیان کیا کہ میں شام سے بصرے آیا اور ایک جگہ ٹھہر گیا۔ رات کو میں نے دو رکعت نماز پڑھی اور پھر ایک قبر پر سر رکھ کر سو گیا۔ خواب میں قبر والے کو دیکھا کہ شکایت کر رہا ہے کہ آج رات تم نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے..... الخ۔ ﴿کتاب الروح (مترجم) صفحہ ۱۸، ۱۹ طبع لاہور ۱۹۹۷ء﴾

احادیث نبویہ میں معنوی تحریف اور امیر حمزہ (وہابی)

موصوف نے مسلم شریف کی درج ذیل احادیث لکھ کر معنوی تحریف کی ہے۔

① - "ولا تصلوا الى القبور ولا تجلسوا علیها" (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) قبروں کی طرف رُخ کر کے نماز نہ پڑھو اور نہ ہی ان پر سجادہ نشین بن کر بیٹھ جاؤ۔

② - مسلم شریف کی اس حدیث مبارکہ خیر لہ من ان یجلس علی قبر کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں تو یہ (آگ) اس بات سے کہیں بہتر ہے کہ وہ کسی قبر پر سجادہ نشین بنے۔

③ - مسلم شریف کی اس حدیث نبوی میں "یقعد علیہ" کا ترجمہ مجاوری کیا ہے۔

﴿شاہراہ بہشت صفحہ نمبر ۳۶، ۳۷﴾

﴿جواب نمبر ۱﴾

حدیث نمبر ۱، حدیث نمبر ۲ کو امام مسلم نے "کتاب البیضاء باب النہی عن الجلس علی القبر" میں نقل کیا ہے۔

امام راغب اصفہانی (متوفی ۵۰۲ھ) لکھتے ہیں: جلس کے معنی انسان کے اپنی مقعد کو سخت زمین پر رکھنے کے ہیں۔ پھر محض بیٹھنے کو جلوس اور بیٹھنے کی جگہ کو مجلس کہا جاتا ہے۔ ﴿مفردات القرآن صفحہ نمبر ۱۸۸ طبع لاہور ۱۹۷۷ء﴾

"اس لئے ولا تجلسوا علیہا" اور "ان تجلس علی قبر" کا ترجمہ سجادہ نشین کرنا سراسر غلط اور معنوی تحریف ہے۔ جیسا کہ مسلم شریف کے "باب النہی عن الجلس علی قبر" سے اظہار من القفس ہے

﴿جواب نمبر ۲﴾

علامہ وحید الزمان (غیر مقلد) نے بھی "ان یجلس علی قبر اور ولا تجلسوا علیہا" کا ترجمہ قبر پر بیٹھنا ہی کیا ہے۔

﴿مسلم شریف مترجم اردو از وحید الزمان صفحہ نمبر ۳۹۸ حصہ ۲ طبع لاہور ۱۹۸۱ء﴾

﴿شاہراہ بہشت بجواب شاہراہ بہشت﴾

اور یقعد کا ترجمہ مجاوری کرنا بھی درست نہیں بلکہ اس کا ترجمہ قبر پر بیٹھنا ہے۔

جیسا کہ وحید الزمان (غیر مقلد) اور مولوی عبدالنواب ملتانی (غیر مقلد) نے کیا ہے۔

﴿مسلم شریف مترجم اردو از وحید الزمان صفحہ نمبر ۳۹۸ حصہ ۲ طبع لاہور ۱۹۸۱ء﴾
مولوی عبدالنواب ملتانی لکھتے ہیں.....

(وان یقعد علیہ) اور اس سے کہ بیٹھیں اوپر اس (قبر) کے۔

﴿بلوغ المرام مترجم از مولوی عبدالنواب ملتانی طبع ۱۳۳۷ھ﴾

اور مجاوری کے معنی ہیں.....

وہ خدمت جو مجاور (مزاروں کا خادم) انجام دیتا ہے۔

﴿لغت اردو از مقبول بدخشی صفحہ نمبر ۲۶ طبع لاہور ۱۹۶۶ء﴾

محمد عبداللہ خوی شکلی لکھتے ہیں.....

درگاہ کی خدمت (کرنے کو مجاوری کہتے ہیں)۔

﴿فرہنگ عامرہ صفحہ نمبر ۵۵۲ طبع اسلام آباد﴾

مزارات پر گنبد بنانا

مسلمان دو طرح کے ہیں ایک تو عام مومنین اور دوسرے علماء و مشائخ اولیاء اللہ جن کی تعظیم و توقیر کرنا کتاب و سنت سے ثابت ہے۔ عامۃ المسلمین کی قبروں کو پختہ یا ان پر قبہ وغیرہ بنانا چونکہ بے فائدہ ہے۔ اس لئے منع ہے اور علماء و مشائخ اولیاء اللہ جن کے مزارات پر خلقت کا ہجوم ہوتا ہے لوگ وہاں بیٹھ کر قرآن خوانی اور فاتحہ وغیرہ پڑھتے ہیں۔ لوگوں کی آسائش (یعنی گرمی و سردی) طوفان و آندھی اور بارش وغیرہ سے بچ سکیں) اور صاحبِ قبر کی عظمت کیلئے اس کی قبر کے آس پاس (لوگوں کیلئے سایہ) کے واسطے گنبد بنانا شرعاً جائز ہے۔

خليفة ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ زینب بنت جحش کی قبر کھودنے والوں پر گزرے وہ گرمی میں قبر کھود رہے تھے۔ آپ نے فرمایا، اگر میں ان پر خیمہ لگا دوں (تو بہتر ہوگا) اور یہ پہلا خیمہ تھا جو (بقيع قبرستان) میں لگایا گیا۔

﴿مستدرک از حاکم (۳۰۵ھ) صفحہ نمبر ۲۶ جلد ۳ طبع بیروت﴾
اس سے معلوم ہوا کہ کسی ضرورت کیلئے قبر پر خیمہ لگانا درست ہے۔

جب امام حسن بن حسن بن علی رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو اس کی زوجہ (فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہا) نے ان کی قبر پر قبہ (خیمہ) لگایا۔ ایک سال کے بعد اٹھادیا تو ہاتف سے آواز آئی کیا انہوں نے جو کچھ تم کیا تھا پالیا دوسرے نے جواب دیا بلکہ ناامید ہوئے اور واپس ہو گئے۔ ﴿بخاری شریف (مترجم) صفحہ نمبر ۵۰۲ جلد اول طبع لاہور ۱۹۷۷ء﴾

اس حدیث سے قبر پر (قبہ) خیمہ لگانا جائز ثابت ہوتا ہے۔ اگر منع ہوتا تو امام حسین رضی اللہ عنہ کی دختر یہ کام ہرگز نہ کرتی اور ہاتف کا پکار کر کہنا منع کی دلیل نہیں بن سکتا بلکہ تسلی و صبر کیلئے ہے کہ سال بھر قبر پر ڈیرہ ڈالنے سے کیا حاصل ہوا آخر ناکام واپس ہونا پڑا۔ جو میت تھی وہ تو واپس نہ آسکی۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی (متوفی ۸۵۵ھ) رحمہ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زینب بنت جحش کی قبر پر خیمہ لگایا۔

پھر آگے فرماتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی کی قبر پر خیمہ لگایا تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اتار دیا۔

(ف) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اجتہاد میں بدرجہا افضل ہیں ان کے قول و فعل کو ابن عمر رضی اللہ عنہ کے قول و فعل پر ترجیح ہے۔

نیز لکھتے ہیں: محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی قبر پر خیمہ لگایا۔

﴿یعنی شرح بخاری صفحہ نمبر ۱۳۳ جلد ۸ طبع بیروت﴾
بخاری شریف میں ہے: ابن عمر رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کی قبر پر قبہ (خیمہ) دیکھا پس آپ نے فرمایا کہ اے لڑکے اس کو علیحدہ کر دو کیونکہ ان پر ان کے اعمال سایہ کر رہے ہیں۔ ﴿بخاری جلد اول صفحہ نمبر ۵۵۲ طبع فرید بک سال لاہور﴾

ثابت ہوا کہ اگر میت پر سایہ کرنے کیلئے قبہ (خیمہ) لگایا تو منع ہے کیونکہ میت پر اعمال کا سایہ کافی ہے۔ زائرین کی سہولت کیلئے بنایا تو جائز ہے۔

علامہ بدرالدین حنفی رحمہ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں.....

قبر پر خیمہ نصب کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس سے میت کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے نیک اعمال نے سایہ کیا ہوا ہے۔

﴿عمدة القاری شرح بخاری صفحہ نمبر ۱۸۳ جلد ۸ طبع بیروت﴾
ملا علی قاری حنفی (متوفی ۱۰۱۳ھ) رحمہ اللہ لکھتے ہیں.....

”اذا كانت الخيمة لفائدة مثل ان يقعد القراء تحتها فلا تكون منهية (الى قوله) وقد اباح السلف البناء على قبر المشائخ والعلماء المشهورين ليزورهم الناس ويستريحوا بالجلوس فيه“

﴿مرقات صفحہ نمبر ۶۹ جلد ۳ ناشر مکتبہ المدینہ پاکستان﴾
ترجمہ: ”جب (قبر پر) خیمہ کسی فائدہ کی بنا پر لگایا جائے مثلاً تاکہ خیمہ کے نیچے قاری بیٹھ کر قرآن مجید پڑھیں تو پھر اس کی (حدیث میں) ممانعت نہیں ہے اور سلف

الصالحین نے مشہور علماء اور مشائخ کی قبروں پر عمارت بنانے کو جائز قرار دیا ہے تاکہ لوگ ان کی زیارت کریں اور آرام سے بیٹھیں۔

علامہ عبد الوہاب شمرانی (متوفی ۹۷۳ھ) رحمہ اللہ لکھتے ہیں.....

میرے شیخ علی اور بھائی افضل الدین عام لوگوں کی قبروں پر گنبد بنانے، تابوت رکھنے اور چادریں چڑھانے کو مکروہ قرار دیتے تھے اور کہتے تھے کہ قبروں پر گنبد اور چادریں صرف انبیاء علیہم السلام اور اکابر اولیاء کی شان کے لائق ہیں۔ رہے ہم! تو ہمیں ان لوگوں کے قدموں کے نیچے راستے میں دفن کر دینا۔..... ﴿لوغ الا انوار القدیہ صفحہ نمبر ۹۹ مطبوعہ مصر ۱۳۸۱ھ﴾

شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۰۵۲ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں.....

آخر زمانہ میں چونکہ عام لوگ محض ظاہر میں رہ گئے ہیں۔ مشائخ اور صلحاء کی قبروں پر عمارت بنانے میں مصلحت دیکھ کر کچھ چیزوں کا اضافہ کر دیا ہے تاکہ وہاں مسلمانوں اور اولیاء اللہ کی ہیبت و شوکت ظاہر ہو۔ خصوصاً ہندوستان میں جہاں ہندو اور کفار بہت سے دشمنانِ دین ہیں۔ ان مقامات کی بلندی شان ظاہر کرنا کفار پر رعب اور اطاعت کا ذریعہ ہے اور بہت سے کام پہلے مکروہ تھے اور آخر زمانہ میں مستحب ہو گئے ہیں۔

﴿شرح سرائع العبادت صفحہ نمبر ۷۷ طبع سکھر ۱۹۷۸ھ﴾

شیخ عبد الغنی نابلسی حنفی (متوفی ۱۱۳۳ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں.....

قبوں کا علماء و صلحاء کی قبور پر بنانا جائز ہے جبکہ اس میں عام لوگوں کی نظروں میں تعظیم کا قصد ہو تاکہ لوگ قبر والے کو حقیر نہ سمجھیں۔ ﴿کشف النور عن صحابہ القبر صفحہ نمبر ۱۳۹ طبع استنبول ۱۳۹۳ھ﴾
شرح کرمانی بر بخاری کے مصنف شیخ محمد بن یوسف بن علی بن عبد الکریم کرمانی کے ترجمہ میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (متوفی ۱۲۳۹ھ) رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

۵۶ھ کو بمقامِ روضِ مہنا میں آپ کا انتقال ہوا۔ وہاں سے ان کی نعش بغداد کا پہنچائی گئی۔ آپ نے اپنے زمانہ حیات میں ہی اپنے لئے قبر اور عاقبت خانہ حضرت شیخ ابواسحاق شیرازی کے مزار کے جوار میں بنالیا تھا، اور اس کے اوپر ایک قبہ بھی تعمیر کرایا تھا، چنانچہ اسی جگہ دفن کئے گئے۔ ﴿بستان المحمدین صفحہ ۱۹۲ طبع کراچی﴾

علامہ کرمانی شارح بخاری رحمہ اللہ آج کل کے غیر مقلدین سے زیادہ کتاب و سنت کو دیکھنے والے تھے جو کہ قاضی عضد الدین دہلوی کے پاس بارہ سال زیرِ تعلیم رہے۔ علاوہ ازیں علماء مصر، شام، حجاز اور عراق سے بھی مستفیض ہوئے۔ اور تیس سال تک درس و تدریس میں مشغول رہے۔ اگر قبر پر بنا (عمارت) بنانے کا جو مقصد غیر مقلدین و ہابیہ لیتے ہیں وہی ہوتا تو امام کرمانی رحمہ اللہ ہر گز اپنی زندگی میں گنبد نما عمارت اپنے دفن کیلئے نہ بناتے۔ علاوہ ازیں دفن کے وقت جلیل القدر محدثین و علماء موجود تھے لیکن کسی نے یہ مطالبہ نہ کیا کہ ان کو اس جگہ دفن نہ کرو۔

محدث محمد طاہر الصدیقی البہندی (متوفی ۹۸۶ھ) رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وقد اباح السلف البناء علی القبور الفضلاء الاولیاء والعلماء
بزورہم الناس ویستحرون فیہ۔

﴿مجمع بحار الانوار، المجلد صفحہ نمبر ۶۲۸ جلد ۵ طبع سعودی عرب ۱۹۹۲ھ﴾

علامہ ذہبی، علامہ المغرب امام قاضی معافری فروی کے حالات میں لکھتے ہیں:
حاتم کہتے ہیں آپ نے ربیع الآخر ۴۰۳ھ میں قیرمان میں داعی اجل کو لبیک کہا، جس دن آپ کو سپرد خاک کیا گیا بہت سے لوگوں نے آپ کی قبر پر رات بسر کی اور ان کو سردی سے بچانے کیلئے خیمے نصب کئے گئے..... الخ

﴿تذکرۃ الحفاظ صفحہ نمبر ۲۳ جلد ۲ طبع لاہور ۱۹۸۱ء (مترجم)﴾

معلوم ہوا ضرورت کے پیش نظر قبر پر خیمہ لگانا یا قبر کے ارد گرد عمارت بنانا تاکہ دائرین گرمی و سردی سے محفوظ رہ سکیں جائز ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کا قبہ تعمیر کروانا

حضرت مجدد الف ثانی کی نماز جنازہ خواجہ محمد سعید رحمہ اللہ نے پڑھائی۔ اس کے بعد صاحبزادہ مرحوم خواجہ محمد صادق کے پہلو میں دفن کیا گیا یہ وہی مقام تھا جہاں حضرت مجدد نے اپنی زندگی میں ایک نور دیکھا تھا اور وصیت فرمائی تھی میرے بیٹے کی قبر کے سامنے رکھنا کہ وہاں میں جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری دیکھ رہا ہوں۔ (چنانچہ

اس جگہ آپ نے ایک قبر تعمیر کرایا۔ اسی قبر میں پہلے فرزند مرحوم خواجہ محمد صادق (م ۱۰۲۵ھ) کو رکھا گیا اس کے بعد حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو۔

﴿سیرت مجدد الف ثانی از ذاکر محمد مسعود احمد صفحہ نمبر ۲۲۸ طبع کراچی ۱۹۸۳ء﴾

ابن سعود نجدی اور سنت فاروقی کی خلاف ورزی

محبوب کبریاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”میری سنت اور خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرو“..... الخ

﴿مکتوٰۃ صفحہ نمبر ۳۰ ناشر مکتبہ امدادیہ ملتان﴾

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (صاحب نزہۃ الخواطر لکھتے ہیں: اشیع العالم المحدث عبدالعزیز بن غلام احمد المکسوی احد العلماء المشہورین..... وکان من اکابر العلماء ببلدہ لکھنؤ.....

الخ (نزہۃ الخواطر صفحہ نمبر ۲۸۵ جلد ۸) ”بشارت محمدیہ“ کے صفحہ نمبر ۹۹۸ پر فرماتے ہیں

مولانا احمد بن حسن ترمذی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب ”مصباح الظلام“ میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب ملک شام کو فتح کیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر پر اور ان کے سوا اور انبیاء کی قبروں پر جو قبے تھے ان کو ڈھانے کا حکم نہیں دیا۔

﴿نقاد مظلومی صفحہ نمبر ۲۲۷، ۲۲۸ طبع کراچی ۱۹۷۰ء﴾

اس لئے سعودی حکمران کو چاہیے تھا کہ وہ عرب پر قبضہ کرنے کے بعد سنت فاروقی پر عمل کرتے ہوئے مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور دیگر مقامات کے مزارات منہدم نہ کرتے، مگر انہوں نے مزارات کو تباہ ویراں کر کے سنت فاروقی کی سراسر خلاف ورزی کی ہے۔

مکہ معظمہ میں مقابر و مساجد کی بے حرمتی

۱۹۲۵ء میں حرم مکہ میں سعودی افواج نے جو شرمناک اور ایمان سوز حرکات کیں

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مزارات و مقابر کو جس بے دردی سے شہید کیا گیا اس کی منظر کشی کرتے ہوئے سردار حسنی لکھتے ہیں: ”چنانچہ شہر مکہ میں امن وامان کا اعلان کر دیا گیا اور سلطان ابن سجاد شیخ غطفانہ نے عارضی طور پر شہری نظم و نسق سنبھال لیا۔ لیکن امن وامان قائم ہو جانے کے بعد اخوان بھڑے تھے۔ انہیں اصرار تھا کہ اگر مکہ کے مشرکین (یعنی وہ مسلمان جو عقائد میں نجدیوں سے متفق نہ تھے) بچ جائیں لیکن مقابر و مزارات ضرور منہدم کر دیئے جائیں گے۔ اور مسجد کی آرائش ضائع کر دی جائیں گی۔ کیونکہ ان کے عقائد کے مطابق ان چیزوں کے وجود میں شرک کا شائبہ پایا جاتا ہے۔ چنانچہ حرم کے وہ تمام مقدس مزارات جو صدیوں سے زائرین کے مرجع رہے تھے ان کی آن میں تباہ و برباد کر دیئے گئے۔“ ﴿حیات سلطان ابن سعود صفحہ نمبر ۱۱۵۵ از سردار حسنی﴾

جنت المعلیٰ کی بے حرمتی پر ایک زائر کا اضطراب

پاکستان کے مشہور صحافی جناب شورش کشمیری ایڈیٹر چٹان، فیصل کے دور میں ۱۹۶۹ء میں حجاز مقدس حاضر ہوئے۔ سعودیوں کی شقاوت قلبی کے بھیا تک مناظر نے انہیں تڑپا کر رکھ دیا تھا۔ انہوں نے اپنے تاثرات اپنی مشہور تصنیف ”شب جائے کہ من بودم“ میں جمع کر دیئے ہیں۔ جنت المعلیٰ کی مقدس سرزمین پر حاضر ہو کر انہوں نے سعودیوں کے بارے میں جن تاثرات کا اظہار کیا ہے اس کے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

ماثر و مشاہد کی کیفیت

ماثر، مقابر اور مشاہد کے بارے میں لکھتے ہیں.....

(۱)..... سعودی حکومت نے عہد رسالت کے آثار صحابہ کرام کے مظاہر اور اہل بیت کے شواہد اس طرح مٹا دیئے ہیں کہ جو چیزیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر محفوظ کرنی چاہیے تھیں۔ وہ

انہیں کہ انسانوں کو نگہ بنالے، خود چرواہا بن بیٹھے، گوشت کھالے کھالیں بیچ ڈالے موت کی کا پیچھا نہیں چھوڑتی جو موت کی اس طرح چمک کر رہے ہیں موت ان سے بھی حجاب ہے، لیکن جنت المعلیٰ میں وہ لوگ سو رہے ہیں جو ہمیں زندہ کر گئے، ہمیں بقا دے گئے، جو منہ پھیر کر شاہوں پر نگاہ کرتے تو ان کی گودزیوں سے خلعت فاخرہ کانپ اٹھتے تھے۔ سعودی حکومت عشق اور شرک میں فرق نہ کر سکی ہے..... رحمت ان قبروں میں سونے والوں پر۔

السلام اپنے مولد و غشا میں اجنبی

تیرا غضب کہاں ہے خداوند ذوالجلال

﴿شب جائے کہ من بودم از شورش کشمیری صفحہ نمبر ۱۸۰﴾

مدینہ منورہ میں مقابر و مساجد کی بے حرمتی

۱۹۲۵ء میں مدینہ منورہ میں گو سعودی حکومت نے انتہائی چالاک سے کام لیتے ہوئے عالم اسلام کے جذبات کو ششدا کرنے کی کوشش کی مگر اپنی خباثت قلبی کا اظہار کئے بغیر نہ سکے اور تمام وعدوں کے باوجود مدینہ منورہ کے تمام آثار و مقابر حتیٰ کہ مقدس مساجد بھی ان شقی القلب کے ہاتھوں شہید کی گئیں۔

سید رشید رضا ایڈیٹر ”النار“ مصر لکھتے ہیں.....

یہی لوگ تیرہویں صدی ہجری کے آغاز میں حرمین شریفین پر قابض تھے۔ لیکن انہوں نے حجرہ شریف کو نہیں گرایا۔ بلکہ بعض مورخین کا قول ہے کہ انہوں نے حرم نبوی کے قبر کے اوپر سے سونے کا ہلال اور کرہ اتار لیا تھا اور وہ قبر کو بھی گرا نا چاہتے تھے لیکن ان کارکنوں میں سے جو ہلال اور کرہ مذکور اتارنے کیلئے اوپر چڑھے تھے۔ دو آدمی نیچے گر کر مر گئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے قبر کو گرانے کا ارادہ ترک کر دیا۔

﴿نجد و حجاز صفحہ نمبر ۱۱۲﴾ سید رشید رضا

ذھونڈ ڈھونڈ کر کھجور دی گئی ہیں۔ کہیں کوئی قبر یا نشان نہیں لوگ بتاتے ہیں اور ہم مان لیتے ہیں۔ حکومت کے نزدیک ان آثار و نقوش اور مظاہر و مقابر کا باقی رکھنا بدعت ہے۔ عقیدہ توحید کے منافی ہے، سنت رسول کے خلاف ہے لیکن عصر حاضر کی ہر جدت جلد ہی میں نہیں پورے حجاز میں موجود ہے۔ کیا قرآن و سنت کا اطلاق اس پر نہیں ہوتا؟

(۲)..... جس حصہ میں حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور ان کے افراد خاندان آرام فرما ہیں یا حضور کی والدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا، حضور ﷺ کے تختہ جگر حضرت قاسم مدفون ہیں وہاں کوئی دروازہ نہیں اور نہ ہی کوئی راستہ، ٹوٹی پھوٹی قبریں، مٹی کی ڈھیریاں ہو گئی ہیں۔ کسی قبر پر پانی کا چھڑکاؤ نہیں۔ دھوپ کا چھڑکاؤ ضرور ہے پوری دنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی قبرستان بے بسی کی حالت میں نہ ہوگا۔

میں اور سہیل ایک پہاڑی پر چڑھ گئے وہاں سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی قبر پر نگاہ کی، ام المؤمنین کا مزار.....؟ میں کانپ اٹھا میرا دل دھک دھک کرنے لگا۔ مسلمانوں نے اپنی بیویوں کے تاج محل بنا ڈالے لیکن جس عورت کو پیغمبر آخر الزمان کی پہلی شریک حیات ہونے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ جو حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی ماں تھیں۔ وہ ایک قبر ویران میں پڑی ہے میں اپنے ہمیں ضبط نہ کر سکا، آنکھوں میں بدلیاں آ گئیں۔ میں نے کہا سہیل! عربوں کا مزاج ہی ان کیلئے سزا ہے۔ حضور ﷺ کو بشت سے پہلے ستایا گیا، ام المؤمنین کو اب ستایا جا رہا ہے..... حضور مدینہ میں، ام المؤمنین مکہ میں! اس عورت..... عظیم عورت کا انسانیت پر کتنا بڑا احسان ہے؟

”یہ قرآن و سنت نہیں اہانت ہے“

(۳)..... جو لوگ اس کا نام قرآن و سنت رکھتے ہیں وہ خود کس منہ سے تاج شہی پہنتے ہیں۔ اونچے اونچے محل بناتے ہیں، محمد عربی (ﷺ) کی دولت سیٹھ اور اس کا نام خزانہ شہی رکھتے ہیں۔ جس ذات اقدس کے صدقے میں عزتیں پالیں ہیں۔ اس کے آثار اقدس کی یہ بے حرمتی! یہ قرآن و سنت نہیں اہانت اور صریح اہانت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی زمینیں اور دینے سب اللہ کا مال ہیں اس کی مخلوق کا مال ہیں۔ کسی فرد کو یہ حق حاصل

رپورٹ خلافت کمیٹی

وفد کے اراکین نے مدینہ طیبہ کے منہدم شدہ مزارات کی جو فہرست قلمبندی کی ہے ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر اس کی بھی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں۔

مزارات شہزادیاں خاندانِ نبوت

- ❖ ۱۔ بنت رسول حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا۔
- ❖ ۲۔ بنت رسول حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا۔
- ❖ ۳۔ بنت رسول حضرت سیدہ اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا۔
- ❖ ۴۔ بنت رسول حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا۔
- ❖ ۵۔ حضرت فاطمہ صغریٰ بنت سیدنا امام حسین شہید کربلا رضی اللہ عنہا۔

مزارات ازواجِ مطہرات

- ❖ ۱۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔
- ❖ ۲۔ ام المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا۔
- ❖ ۳۔ ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا وغیرہ اہل نوازا و نواج پاک کے مزارات۔

مزارات مشاہیر اہل بیت

- ❖ ۱۔ شہزادہ رسول حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ۔
- ❖ ۲۔ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ۔
- ❖ ۳۔ جگر پوشہ رسول سیدنا حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ۔
- ❖ ۴۔ عم النبی حضرت عباس رضی اللہ عنہ۔
- ❖ ۵۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ۔
- ❖ ۶۔ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ۔

مزارات مشاہیر صحابہ و تابعین

- ❖ ۱۔ امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ۔
- ❖ ۲۔ حضرت سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ۔
- ❖ ۳۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ۔
- ❖ ۴۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ۔
- ❖ ۵۔ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ۔
- ❖ ۶۔ حضرت امام نافع رضی اللہ عنہ۔

﴿رپورٹ خلافت کمیٹی صفحہ نمبر ۹۸ تا ۸۰﴾

نجد کے قاضی کا خطاب

ایک اجتماع میں نجد کے قاضی نے علمائے مدینہ کو مخاطب کر کے کہا:

”یا اهل الحجاز انتم اشد کفرا من هانان و فرعون نحن قاتلناکم مقاتلة المسلمين مع الکفار انتم عباد حمزه و عبدالقادر“

﴿رپورٹ خلافت کمیٹی صفحہ نمبر ۸۵﴾

ترجمہ: ”اے باشندگان حجاز! تم ہانان اور فرعون سے بھی بڑھ کر کافر ہو۔ ہم تمہارے ساتھ اسی طرح قتال کریں گے جس طرح کافروں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ تم امیر حمزہ اور عبدالقادر (جیلانی) کے پجاری ہو۔“

ارکانِ وفد کے نجدی قوم کے متعلق بہ تاثرات بھی قابلِ یادداشت ہیں

”ملک گیری کیلئے جو آلہ ان کے پاس ہے یعنی قوم نجد، اس کو ایک صدی سے زیادہ یہی سکھایا گیا ہے کہ اسی کے علاوہ سب مسلمان مشرک ہیں اور نجدیوں کی گزشتہ صدی کی تاریخ بھی بتاتی ہے کہ ان کے ہاتھ کفار کے خون سے کبھی نہیں رنگے گئے، جس قدر خون ریزی انہوں نے کی ہے وہ صرف مسلمانوں کی کی ہے۔“

﴿رپورٹ وفد خلافت صفحہ نمبر ۱۰۵﴾

جنت البقیع شریف کی بے حرمتی پر پاکستان کے ایک صحافی کے جذبات قلب پاکستان کے مشہور صحافی شورش کشمیری ۱۹۶۹ء میں حجاز مقدس کی سرزمین پر حاضر ہوئے تھے، نجدی تباہ کاریوں اور بربادیوں کی قیامت خیز داستان کو انہوں نے اپنی کتاب ”شب جائے کہ من بودم“ میں جمع کر کے اپنے جذبات قلب کا اظہار کیا ہے۔ پڑھئے اور ان کے قلب کی کیفیات کا اندازہ کیجئے۔

① - جنت البقیع جو خاندان رسالت کے دو تہائی افراد کا مدفن ہے۔ شروع اسلام کے درخشندہ چہروں کی آخری آرام گاہ اور ان گنت شہدائے اسلام، صلحائے امت اور اکابر دین کے سفر آخرت کی منزل ہے ایک ایسی اہانت کا شکار ہے کہ دیکھتے ہی خون کھول اٹھتا ہے۔ دامن یزداں چاک کرنے کا حوصلہ نہیں۔ کلاہ سلطانی تک رسائی نہیں اپنا کر بیان چاک کرنے سے قاعدہ نہیں۔

② - وہ شہداء جنہیں حضور ﷺ نے خود دفن یا تھا ان کی قبریں آج وارطان سنت کے ہاتھوں پامال ہو چکی ہیں۔ تاریخ کے وہ عظیم آثار جو ہوتے جا رہے ہیں، جنہیں عقبہ و ابو جہل نہ مٹا سکے۔ انہیں ہم اپنے ہاتھوں جو کر رہے ہیں۔ میں جھنجھلا گیا، یہ قرآن و سنت نہیں، یہ سنگینی اور سنگدلی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) کی یاد گاریں مٹائی جائیں، اور اپنی یادگاریں کھڑی کی جائیں۔ کیا عرب اس اہانت اور بغاوت کی سزا نہیں پار ہے؟ عربوں کو شرف انسانی کن سے حاصل ہوا۔ ان کی بدولت۔

نجدی حکمران کے نام مولانا شوکت علی کا تار

صحابہ کرام کے مزارات کی بے حرمتی کے متعلق پریشان کن افواہیں مشہور ہو رہی ہیں۔ مہربانی کر کے صحیح اطلاع دیجئے۔ (شوکت علی)

سلطان نجد کا جواب، مولانا شوکت علی صاحب کے نام اور وعدہ خلائی

اسلامی مزارات اور خصوصاً صحابہ کے مزارات ہمارے لئے بہت زیادہ قابل احترام ہیں۔ آپ اطمینان کیجئے ہماری فوجیں مقدس قوانین کی خلاف ورزی نہیں کریں

کی۔ (عبدالعزیز سلطان نجد)، (نگارشات محمد علی، مولانا محمد علی جوہر صفحہ نمبر ۲۸) مگر سلطان نجد نے وعدہ خلائی کی اور مزارات و مساجد کو منہدم کرا دیا۔ جیسا کہ قارئین کرام اور اق گزشتہ میں مطالعہ فرما چکے ہیں۔

مولانا محمد علی جوہر کا خطاب

ان تمام واقعات کے یعنی شاہد مولانا محمد علی جوہر نے حجاز سے واپسی پر دہلی کی جامع مسجد میں خطاب کیا۔ ان کی تقریر کا یہ حصہ کتنا بے لاگ اور حقیقی تاثرات میں ڈوبا ہوا ہے۔

”میں خدا کے گھر میں بیٹھا ہوں اور اس کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں، مجھے ابن سعود سے ذاتی عداوت نہیں، نہ میری مخالفت ذاتی غرض پر ہے، جو کچھ میں نے دیکھا وہی کہوں گا اور صاف صاف کہوں گا، خواہ اس سے کوئی جماعت خوش ہو یا ناخوش۔ سلطان ابن سعود اور ارکان حکومت بار بار کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی رٹ لگاتے تھے۔ لیکن میں نے تو یہ پایا کہ انہوں نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو دنیا کمانے کیلئے آلہ بنا رکھا ہے، جو لوگ ڈاکہ ڈالتے ہیں، چوری کرتے ہیں، برا کرتے ہیں، لیکن جو لوگ قرآن کو آڑ بنا کر دنیاوی حکومت حاصل کرتے ہیں۔ چوروں ڈاکوؤں سے بھی برا کرتے ہیں۔“ (مقالات محمد علی صفحہ نمبر ۹۵، ۹۶ جلد اول)

سعودی حکمرانوں سے کروڑ ہا فرزند ان توحید کا سوال

آج عقیدتوں کی دنیا سوالیہ نشان بنی ہوئی ہے؟ کیا مولد النبی ﷺ کی دیواریں لائق توقیر نہیں تھیں؟ اس کی زمین محبتوں کی بوسہ گاہ نہ تھی؟ مولد فاطمہ کے بام و در قابل گاریم نہ تھے؟ خدا کے آخری نبی کا عبادت خانہ اور وحی الہی کا مقام نزول، باعث عزت و عظیم نہ تھا؟ کیا اسلام کی اولین خاتون اور ان کا قبہ قابل تکریم نہ تھا؟ کیا اُمّ ہانی کا نام لائق التفات نہ تھا؟ اگر تھا اور یقیناً تھا تو ان مقامات مقدسہ کے بقا اور تحفظ کا معقول اور مناسب انتظام کیوں نہیں کیا گیا۔

”کہیں ایسا تو نہیں کہ دولت کی فراوانی نے عقیدوں میں افلاس پیدا کر دیا ہے۔ شاہراہوں کی کشادگی نے دلوں میں تنگی پیدا کر دی ہے۔ عمارتوں کی بلندی نے عقیدتوں میں پستی پیدا کر دی ہے۔ ایئر کنڈیشنڈ مکانات نے ان مکانوں کی عظمت و تقدس ختم کر دی ہے۔ بجلیوں کے رنگین بلب نے محبتوں کی دنیا کو تاریک کر دیا ہے، کیا وسعت حرم کی ہم نے صاحب حرم کی عظمت و محبت کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ اگر ایسا ہے تو دنیا کان کھول کر سن لے کہ ان کے گنہگار غلاموں کو پر شکوہ عمارتیں نہیں، ان کے قدموں سے لگا ہوا کھنڈر چاہیے۔ تیز بلب نہیں سیدہ طاہرہ کی مقدس چکی کا کھڑا چاہیے۔ کوئی عبدالعزیز نہیں، اُمّ ہانی کے نام کی عظمت چاہیے۔ خدا کیلئے اپنی تمام مادی آسائشیں و سہولتیں لے لو، ہماری روحانی یادگاریں اور ایمانی نشانیاں دے دو۔“

وہ اندھیرا ہی بھلا تھا کہ قدم راہ پہ تھے
روشنی لائی ہے منزل سے بہت دور انہیں

﴿ماہنامہ استقامت کانپور شوال ۱۳۹۸ھ﴾

امیر حمزہ کی پیش کردہ احادیث کا مفہوم

حدیث نمبر ۱

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا.....

”لا تلتذوا بقبری عیدا“

ترجمہ: ”میری قبر پر عرس (میلہ) نہ لگانا“۔ ﴿شاہراہ بہشت صفحہ نمبر ۳۶﴾

﴿جواب﴾

عید کا ترجمہ عرس، میلہ کرنا صریح غلط ہے، بلکہ لفظ عید کے معنی درج ذیل ہیں:

ڈاکٹر محمد میاں صدیقی لکھتے ہیں.....

عیداً: عید، خوشی کا دن، عید جو بار بار لوٹ کر آئے۔ جمع اَعْبَاد، عید عود سے

ماخوذ ہے جس کے معنی لوٹنے کے ہیں۔

﴿قرآن مجید کام عربی اردو لغت صفحہ نمبر ۴۰، ناشر: مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد﴾

مقبول بیک بدخشان لکھتے ہیں.....

عید: لفظی معنی جو بار بار آئے۔ مسلمانوں کے دو تہوار، ایک وہ ماہ رمضان ختم ہونے پر آتا ہے اور دوسرا جو حج کے دوسرے دن ہوتا ہے۔

﴿اردو لغت صفحہ نمبر ۷۷، طبع ۱۹۶۹ء﴾

محمد عبداللہ خوہی لکھتے ہیں.....

عید: مسلمانوں کے خوشی منانے کا ایک معین دن، فرحت، انبساط، سرور، نشاط،

خوشی۔ ﴿فرہنگ عامہ صفحہ نمبر ۴۳۳، ناشر: مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد﴾

شیخ، امام، فقیہ، محدث تقی الدین سبکی شافعی (متوفی ۷۵۶ھ) لکھتے ہیں

کہ زیارت قبر مکرم کیلئے کوئی خاص دن نہ مقرر کیا جائے بلکہ جب بھی موقع ہو کر لی جائے۔ جس طرح کہ بعض لوگ ایک خاص دن مقرر کر کے زیارت کرتے ہیں۔ تو

رسول اللہ ﷺ کی قبر مقدس کی زیارت کیلئے کوئی خاص دن معین کرنا جیسے عید وغیرہ ہے بلاشبہ درست نہیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ میری قبر (مقدسہ) کو خاص اسی طور پر جیسا کہ

لوگ عید کے دن کرتے ہیں وہ نہ کیا جائے، بلکہ صرف زیارت کی جائے، دُعائے انگ لی جائے اور واپس ہو جائیں۔ ﴿شفاء السقام فی زیارة خیر الانام صفحہ نمبر ۱۰۴، طبع لاہور﴾

امام المحمدین شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۰۵۲ھ) لکھتے ہیں.....

حافظ منذری رحمہ اللہ کہتے ہیں، احتمال ہے کہ آپ کی مراد قبر شریف کی کثرت زیارت پر اہمیت کرنا ہو اور اس بات کی جانب اشارہ ہو کہ آں سرور ﷺ کی زیارت عید کی

طرح مت بناؤ کہ ہر سال میں ایک دو مرتبہ سے زائد نہ آؤ۔ اور سبکی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس حدیث سے مراد زیارت کیلئے تعین وقت کی ممانعت ہے جیسا کہ عید کیلئے وقت مقرر

ہے۔ بلکہ تمام سال اور پوری زندگی زیارت کا وقت ہے۔ یا عید سے تشبیہ دینے کا مقصد یہ ہوگا کہ اس میں زینت و آرائش اور اجتماع سے پرہیز کیا جائے (جس میں انسان اللہ

اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کو پس پشت ڈال دیتا ہے) جیسا کہ عید میں رسم ہے۔ بلکہ چاہیے کہ زیارت و سلام اور دعا پڑھی بس کریں ”انتہی“ اس بات سے یہ لازم نہیں آتا کہ مرقد شریف پر بھفت سکون و وقار، شوق و محبت سے اور ادب و اکسار کے ساتھ حاضر ہونے اور دعا مانگنے اور کثرت سے زاری اور التجا کرنے میں کوئی کراہت ہو۔

﴿جذب القلوب الی دیا الحبوب صفحہ نمبر ۲۳۳، ۲۳۴ طبع کراچی﴾

عبداللہ بن دینار سے روایت ہے کہ

”ان ابن عمر مفر جاء قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم و صلی علیہ و دعائم انصرف“۔ ﴿مؤطا امام محمد (متوفی ۱۸۹ھ) صفحہ نمبر ۳۳۶ طبع کراچی﴾
ترجمہ: ”ابن عمر رضی اللہ عنہما جب سفر کا ارادہ کرتے یا سفر سے واپس آتے تو نبی کریم ﷺ کی قبر مکرم کے پاس آتے درود پڑھتے اور دعا کرتے پھر واپس آتے۔“

حدیث نمبر ۲

”لا تصلوا الی القبور ولا تجلسوا علیہا“
ترجمہ: ”قبروں کی طرف رخ کر کے نماز نہ پڑھو اور نہ ان پر سجادہ نشین بن کر بیٹھو۔“ ﴿شاہراہ بہشت صفحہ نمبر ۳۶﴾

﴿جواب﴾

علامہ وحید الزمان غیر مقلد نے اس حدیث کا درج ذیل ترجمہ کیا ہے۔
یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قبر پر نہ بیٹھو اور نہ اس کی طرف نماز پڑھو“
﴿صحیح مسلم مترجم، صفحہ نمبر ۳۹۸ حصہ ۲، طبع لاہور ۱۹۸۱ء﴾
ہمارے نزدیک قبروں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی خلاف ورزی ہے۔

مولانا محمد امجد علی صاحب رحمہ اللہ ”صاحب بہار شریعت“ لکھتے ہیں.....

نماز اللہ ہی کیلئے پڑھی جائے اور اسی کیلئے سجدہ ہو نہ کہ کعبہ کو اگر کسی نے معاذ اللہ

کعبہ کیلئے سجدہ کیا حرام و گناہ کبیرہ ہے۔ اگر عبادت کعبہ کی نیت سے کی، جب تو کھلا کفر ہے۔ کہ غیر خدا کی عبادت کفر ہے۔ ﴿بہار شریعت صفحہ نمبر ۱۷۱ جلد اول طبع لاہور﴾
اور ”تجلسوا“ کے معنی قبر پر بیٹھنے کے ہیں نہ کہ سجادہ نشین کے۔ اس مسئلہ کے متعلق ہم اوراق گزشتہ میں تفصیلی گفتگو کر چکے ہیں۔

صاحب ”رد المحتار“ فرماتے ہیں.....

قبر پر نماز پڑھنا یا اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے، حدیث میں اس سے روکا گیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا.....

”قَاتِلَ اللَّهُ الْيَهُودَ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ“ ﴿بخاری کتاب المساجد﴾
ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ یہود کو مار ڈالے، انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنالیا۔“

یعنی نماز کا قبلہ بنایا، جس کی طرف وہ نماز میں رخ کرتے تھے۔ یا ان کی قبروں پر مسجدیں بنائی جن میں وہ نماز پڑھتے تھے۔

یاد رہے جس حدیث میں قبور کو مسجد بنانے کی ممانعت ہے وہ نفس قبور کو سجدہ گاہ بنانے کے بارے میں ہے۔ نہ کہ یہ کہ صحابہ کی قبور کے جوار میں بھی مسجد نہ بنائی جائے۔

﴿نور الایمان صفحہ نمبر ۱۵۳ از مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی (متوفی ۱۲۵۰ھ)﴾

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۵۲ھ) لکھتے ہیں.....

لیکن کسی نبی یا ولی کے مزار کے قریب مسجد بنانا اور اس میں نماز پڑھنا جائز ہے، جبکہ نماز سے قبر کی تعظیم اور نماز میں قبر کی طرف رخ نہ ہو بلکہ مقصود یہ کہ ان کی روح پاک کی برکت سے عبادت کی تکمیل ہو۔

﴿شرح مشکوٰۃ از شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ﴾

﴿نور الایمان بزیارۃ جوارحیب الرحمن از مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی صفحہ نمبر ۵۳﴾

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۲۵ھ)

قرآن کریم کی آیت: "قال الدين غلبوا على امرهم لتتخذن عليهم مسجداً"۔

ترجمہ: "کہنے لگے وہ لوگ جو غالب تھے اپنے کام پر کہ بخدا ہم تو ضرور ان پر ایک مسجد بنائیں گے"۔

کے تحت لکھتے ہیں: کہ اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ اولیاء کرام کے مزارات کے قریب ان سے تبرک حاصل کرنے کیلئے مسجد بنانا جائز ہے۔ اس کے بعد علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ جن احادیث میں مسجد بنانے کی ممانعت مذکور ہے وہاں مراد یہ ہے کہ قبروں کی طرف سجدہ نہ کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے نہ قبروں پر بیٹھو اور نہ ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔ ﴿تفسیر مظہری، تفسیر سورۃ کہف﴾

حدیث نمبر ۳

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اگر تم میں سے کوئی شخص کسی انگارے پر بیٹھے اور وہ انگارہ اس کے کپڑوں کو جھلا دے پھر ان کے بدن کو جا لگے تو یہ (آگ) اس بات سے کہیں بہتر ہے کہ وہ کسی قبر پر سجادہ نشین بنے"۔ ﴿شاہراہ بہشت صفحہ نمبر ۳۶﴾

﴿جواب﴾

اس حدیث پاک میں فی نفسہ قبر پر بیٹھنے کے متعلق وعید آئی ہے نہ کہ سجادہ نشینی کے بارے میں اور مجلس کا ترجمہ سجادہ نشینی کرنا دن کو رات کہنے کے مترادف ہے۔

حدیث نمبر ۴

حضرت جابر سے روایت ہے اللہ کے رسول ﷺ نے قبر کو پختہ کرنے سے منع فرمایا، اور اس بات سے بھی کہ اس پر مجاوری کی جائے اور اس پر عمارت تعمیر کی جائے اور اس پر لکھنے سے (کتبہ لگانے سے) بھی منع فرمایا۔ ﴿شاہراہ بہشت صفحہ نمبر ۳۷﴾

﴿جواب نمبر ۱﴾

بلاشبہ بغیر کسی ضرورت کے عامۃ المسلمین کی قبور کو پختہ بنانا جائز نہیں۔ فتاویٰ کبریٰ (الشیخ عمر بن عبدالحزیز معروف بہ صدر الشہید التونی ۵۳۶ھ) (طبقات حنفیہ صفحہ نمبر ۴۲ طبع ۱۴۱۳ھ) میں ہے: "کہ لوگوں نے قبر کو اکھڑ جانے سے محفوظ رکھنے کیلئے کچی اینٹ سے کوہان شتر کی طرح (قبر) بنانے کی عادت کر لی ہے اور اس کو اچھا سمجھا ہے اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان جس بات کو اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہوتی ہے۔ (روائع صفحہ نمبر ۱۴۲ جلد ۳ شریعتیہ امدادیہ ملتان) اور اگر کوہان کی طرح بنانے اور اس پر پانی چھڑکنے کے باوجود بھی اکھڑ جانے کا خوف ہو تو حرج نہیں کہ پتھر یا پختہ اینٹ رکھی جائے۔ اور پختہ اینٹ ظاہر قبر پر مکروہ نہیں ہے۔ غیاثیہ میں اسی پر فتویٰ ہے۔

﴿اباحہ السلف البناء علی قبور المشائخ والعلماء صفحہ نمبر ۷ طبع لاہور﴾
اولیاء اللہ کی قبور کو اس لئے پختہ بنایا جاتا ہے تاکہ وہ زیادہ دیر تک قائم و دائم رہیں اور لوگ ان کی زیارت کرتے رہیں اور کالمین ان سے استفادہ کر سکیں۔

قبر پر بیٹھنا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لا تجلسوا علی القبور..... الخ
اس حدیث مبارکہ میں فی نفسہ قبر پر بیٹھنے کی ممانعت ہے نہ کہ مجاوری کی، "تجلسوا" کا معنی مجاوری سراسر حدیث مبارکہ میں تحریف معنوی ہے۔

قبور پر عمارت تعمیر کرنا

بے شک عامۃ الناس کی قبور پر عمارت تعمیر کرنا فضول ہے اور علماء و اولیاء کالمین کی قبور پر کسی مصلحت کے تحت عمارت بنانا جائز ہے۔
علامہ طاہر مرقی (متوفی ۹۸۶ھ) لکھتے ہیں.....

"وقد اباح السلف البناء علی القبور الفضلاء والولیاء والعلماء"

لیزورہم الناس ویستریحون فیہ۔“

﴿مجمع بحار الانوار صفحہ نمبر ۶۲۸ جلد ۸ طبع سعودی عرب ۱۹۹۳ء﴾
بعض فقہاء نے بنا سے مراد بناء للسکونہ مراد لی ہے اپنی سکونت کیلئے قبور پر گھر وغیرہ بنانا درست نہیں کہ اس میں اہل اسلام کی قبور کی اہانت ہے۔ اور بعض فقہاء نے علی کے حقیقی معنوں میں نفس قبر پر بنا منع سمجھی ہے نہ کہ حول قبر (یعنی قبر کے ارد گرد) اور ظاہر ہے کہ قبے حول قبر پر ہوتے ہیں نہ نفس قبر پر اور بعض فقہاء نے قبور عوام المسلمین پر حمل کیا ہے اور علماء و مشائخ کی قبور کو اس سے مستثنیٰ سمجھا اور وہ بھی بہ نیت فخر و تکبر و زینت و اظلال میت ہو تو منع ہے اور اگر گزائرین اور قارئین کی استراحت کیلئے یا علامت کیلئے ہو کہ لوگوں کو صلحاء کے مزارات کا پتہ لگ جائے تو جائز و درست ہے اور بعض نے بنا سے مراد وہ بنائی ہے جو مشرکین قبور صالحین پر بناتے تھے جن میں تصاویر ہوتی تھیں۔ اس قول کی صحیح بخاری کی حدیث سے تائید ہوتی ہے جس میں امام الانبیاء ﷺ نے فرمایا ہے کہ.....

”اذا مات فیہم الرجل الصالح بنوا علی قبرہ مسجداً وصور والیہ تلك الصور۔“ ﴿صحیح بخاری صفحہ نمبر ۵۰۵ (مترجم) جلد اول طبع لاہور ۱۹۷۷ء﴾
یہ حدیث اس حدیث کی تفسیر ہے جس میں بنا کی ممانعت ہے اسی بنا سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا اور اسی بنا پر حضور ﷺ نے یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائی۔ نہ وہ بنا جو کہ مشائخ و علماء کی قبور پر بنائی جاتی ہیں نہ اس میں تصویریں ہوتی ہیں نہ کوئی مسلمان قبروں کی عبادت کرتا ہے بلکہ یہ قبے اور بنائیں محض بطور علامت ہوتے ہیں کہ لوگوں پر اہل اللہ کی قبور کا نشان رہے اور علامت کا رکھنا حدیث عثمان بن مظعون (مکتوۃ) سے ثابت ہے اور آیت شریفہ ذلک ادنیٰ ان یعرفن فلا یؤذین کی حکمت جلیلہ پر غور کیا جائے تو صاف سمجھ آ جاوے کہ بنائے قبے جات بھی اسی لئے ہے کہ اہل اللہ کا مزار پہچانا جائے اور روندنا نہ جائے۔ علاوہ اس کے احادیث میں بیشتر نواسی ایسے وارد ہیں جو محض تنزیہی ہیں اور کئی ایسے امور ہیں جو بلحاظ نبی رسول اللہ ﷺ احادیث میں نہیں آئی ہے۔

لیکن محدثین میں سے کسی نے ان امور کو ناجائز و حرام نہیں کہا۔ مثلاً روزانہ نکلتا کرتا، ہائے غسل میں پیشاب کرتا، کمر پر ہاتھ رکھنا کھڑے ہو کر پانی پینا، گرم طعام کھانا، پیاز لہسن کچا کھانا، اسی طرح بنا علی القبور ناجائز یا حرام نہیں۔ عاصیہ مانی الباب مکروہ تنزیہی کہو گے اور مکروہ تنزیہی جواز کے مخالف نہیں۔

علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ثانی صفحہ نمبر ۳۷۲ میں لکھا ہے:
”قد اباح السلف البناء علی قبر المشائخ والعلماء المشہورین لیزورہم الناس ویستریحوا بالجلوس فیہ۔“

ترجمہ: ”علماء و مشائخ کی قبور پر تعمیر بنا، اس لئے کہ لوگ زیارت کریں اور استراحت کریں، سلف اس کی اباحت کے قائل ہوئے ہیں۔“

﴿احباب نمبر ۲﴾

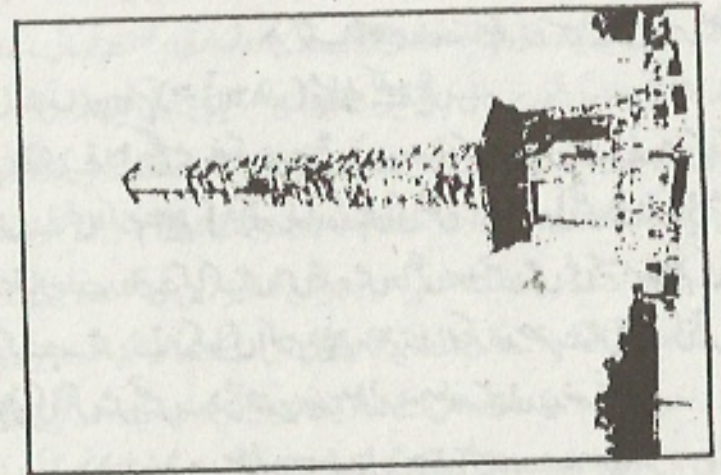
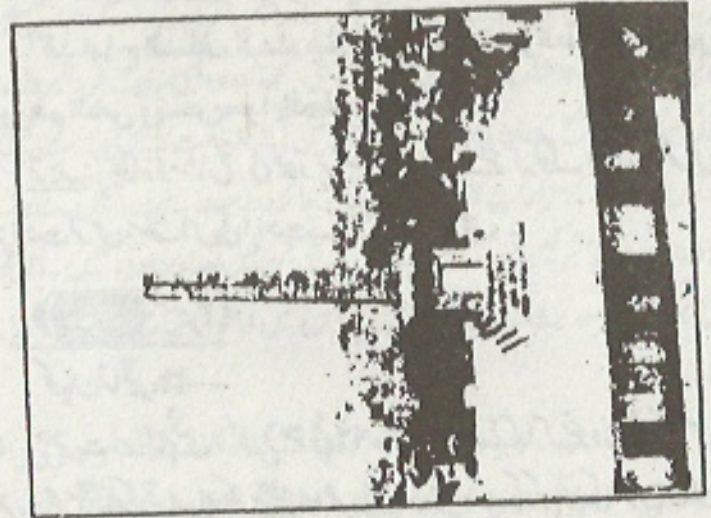
کوبان نما قبر بنانا.....

حضرت ابراہیم نخعی تابعی (متوفی ۹۶ھ) رحمہ اللہ نے کہا کہ خبر دی مجھ کو جس نے حضرت محمد ﷺ کی قبر اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قبر اونٹ کی کوبان کی طرح زمین سے اٹھی ہوئی دیکھی اس پر سفید مٹی کے ٹکڑے تھے۔

﴿کتاب الآثار بروایت امام محمد بن حسن شیبانی صفحہ نمبر ۱۲۶﴾
علامہ ابن ہمام (متوفی ۸۶۱ھ) رحمہ اللہ لکھتے ہیں.....

امام بخاری نے اپنی صحیح میں ابوبکر بن عیاش سے روایت کیا کہ سفیان ثمار نے بیان کیا کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی قبر کو دیکھا وہ کوبان کی شکل میں بنی ہوئی تھی اور ابن ابی شیبہ نے سفیان سے روایت کیا کہ میں اس حجرہ میں داخل ہوا جس میں نبی محترم ﷺ کی قبر مبارک ہے۔ میں نے دیکھا نبی اکرم ﷺ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی قبریں کوبان کی شکل میں تھیں۔ ﴿فتح القدیر، جلد ۲ صفحہ نمبر ۱۰۱ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکر﴾
﴿بخاری شریف صفحہ نمبر ۵۱۲ جلد اول (مترجم) طبع لاہور ۱۹۷۷ء﴾

لہذا یہود و نصاریٰ کی طرح قبر پر چوڑا بنا کر اس پر مینار تعمیر کرنا، جیسا کہ ہمارے ملتان میں قلعہ کہنہ کے اوپر عیسائی جرنیل کی ستون نما قبر موجود ہے۔ یا قبور پر صلیب کا نشان بنانا اور تصویریں رکھنا یہود و نصاریٰ کا فعل ہے، ایسی ہی قبور کو حدیث مبارکہ میں برابر کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے۔..... تصویر ملاحظہ ہوں۔



نام باغ قلعہ کہنہ ملتان پر عیسائی جرنیل کی ستون ناقبر

قبر پر لکھنا

بے شک بلا ضرورت قبر پر لکھنا منع ہے اور ضرورت کی وجہ سے قبر پر لکھنا جائز ہے۔ درکار میں ہے: اگر ضرورت ہو تو قبر پر لکھنے میں کوئی حرج نہیں تاکہ قبر کا اثر بخونہ ہو۔ علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: لکھنے کی ممانعت اگرچہ حدیث صحیحہ سے ثابت ہے لیکن لکھنے کے ثبوت پر اجماع عملی موجود ہے۔ حاکم نے (المسند رک صفحہ نمبر ۵۲۵، ۱۲۱۱) امام حاکم (متوفی ۴۰۵ھ) جلد اول طبع بیروت ۱۴۱۱ھ) لکھنے کی ممانعت میں احادیث وارد کی ہیں اور کہا ہے کہ یہ احادیث اگرچہ صحیح ہیں لیکن ان پر عمل نہیں ہے۔ کیونکہ مشرق سے لے کر غرب تک ائمہ مسلمین کی قبروں پر لکھا جاتا ہے۔ (رد المحتار صفحہ نمبر ۱۶۶ جلد ۳) علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کے نظریہ کی سنن ابوداؤد کی اس حدیث سے تقویت ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پتھر اٹھا کر حضرت عثمان بن مظعون کی قبر کے سرہانے رکھا اور فرمایا، میں اس کے ساتھ اپنے بھائی عثمان کی قبر پر علامت بناتا ہوں کیونکہ لکھنا بھی قبر کی پہچان ہے ہاں یہ بات ظاہر ہے کہ یہ (لکھنے کے ثبوت پر) اجماع عملی کی رخصت اس صورت پر محمول ہے جب اس کی ضرورت ہو جیسا کہ محیط میں ہے کہ اگر قبر پر لکھنے کی ضرورت ہوتا کہ اس کے آثار بخونہ ہوں تو لکھنے میں کوئی حرج نہیں (تاکہ صاحب قبر کے عزیز واقارب اس کی زیارت کر سکیں اور اس کیلئے دعائے مغفرت کریں)۔

نیز قبر پر صاحب قبر کا نام لکھنے کی ممانعت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے گرامی اور آیات قرآنی لکھنے کی ممانعت ہے۔ جیسا کہ محدث محمد طاہر ہندی (متوفی ۹۸۶ھ) رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے.....

وبكره كتابة اسم الله واسم رسوله والقرآن على القبر..... الخ

﴿مجمع البحار لا نور صفحہ نمبر ۶۲۸ جلد ۸ طبع سعودی عرب ۱۹۹۳ء﴾

مولانا عبدالحی لکھنوی حنفی درج ذیل سوال کے جواب میں لکھتے ہیں.....

سوال: کتابت بر قبر برائے بقای نشان چہ حکم دارد؟

جواب: مضائقہ ندارد..... الخ ﴿مجموع فتاویٰ صفحہ نمبر ۷۶ جلد ۳ طبع فرنگی محل ۱۹۳۵ء﴾

حدیث نمبر ۵

لہی رسول اللہ ان یزاد علیہا غیر تراہا۔ ﴿شاہراہِ بہشت صفحہ نمبر ۳۷﴾
اللہ کے رسول ﷺ نے اس سے بھی منع فرمایا کہ قبر پر اپنی مٹی کے علاوہ اس پر مزید مٹی کا اضافہ کیا جائے۔

﴿جواب﴾

اہلسنت وجماعت کا بھی یہی مذہب ہے جیسا کہ مولانا محمد امجد علی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں.....

”جتنی مٹی قبر سے نکلی ہے اس سے زیادہ ڈالنا مکروہ ہے“

﴿بہارِ شریعت جلد اول صفحہ نمبر ۳۶۹ طبع لاہور﴾
نیز جب حضور ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو دفن فرمایا تو ان کی قبر کے سرہانے ایک پتھر نصب کیا اور فرمایا: ہم اس سے اپنے بھائی کی قبر کا نشان لگائیں گے اور اسی جگہ اپنے اہل بیت کے اموات کو دفن کریں گے۔

﴿مکتوٰۃ شریف صفحہ نمبر ۱۳۹ ناشر مکتبۃ اعدایہ لبنان﴾
حضرت خابجہ فرماتے ہیں ہم زمانہ عثمان رضی اللہ عنہ میں تھے۔ ہم میں بڑا کودنے والا وہ تھا جو کہ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر کو پھلانگ جاتا۔

﴿بخاری شریف جلد اول صفحہ نمبر ۵۱۱ طبع لاہور ۱۹۷۷ء﴾
ان دونوں روایات سے ثابت ہوا کہ اگر کسی خاص قبر کا نشان رکھنے کیلئے قبر کچھ اونچائی کر دی جائے یا پتھر وغیرہ سرہانے کی طرف قبر پر لگایا جائے تو جائز ہے تاکہ معلوم ہو کہ یہ کسی بزرگ کی قبر ہے۔

علاوہ ازیں اس حدیث مبارکہ میں لفظ طحی آیا ہے جو محض تزیینی ہے اور کوئی ایسے

اور جو لفظ نہیں رسول اللہ ﷺ سے احادیث میں نہیں آئی ہے لیکن محدثین میں سے کسی نے بھی ان امور کو ناجائز و حرام نہیں کہا مثلاً

لہی عن النفع فی الشراب۔ ﴿موطا امام مالک مترجم صفحہ نمبر ۷۷ طبع لاہور ۱۹۸۳ء﴾
”رسول اللہ ﷺ نے پانی میں پھونک مارنے سے منع فرمایا۔“

لہی رسول اللہ ﷺ ان یصلی الرجل مختصراً۔

”رسول اللہ ﷺ نے کمر پر ہاتھ رکھ کر نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔“

﴿صحیح مسلم (مترجم) صفحہ نمبر ۱۱۹ جلد اول طبع لاہور ۱۹۸۱ء﴾
لہی رسول اللہ ﷺ عن اکل البصل والکراث۔

﴿صحیح مسلم (مترجم) صفحہ نمبر ۱۱۹ جلد اول طبع لاہور ۱۹۸۱ء﴾
”رسول اللہ ﷺ نے پیاز اور گندنا کھانے سے منع فرمایا۔“

اسی طرح کسی ضرورت کے پیش نظر قبر سے نکلی ہوئی مٹی سے زیادہ ڈال دینا ناجائز و حرام نہیں۔

علامہ شیخ احمد طحاوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مصر کے لوگ قبروں پر پتھر رکھنے کے عادی ہیں تاکہ وہ مٹنے اور اکھڑنے سے محفوظ رہے۔ ”وقد اعتاد اهل المصر وضع الاحجار حفظاً للقبور“۔ الخ

﴿طحاوی علی مراقی الفلاح صفحہ نمبر ۳۳۵ طبع کراچی﴾
امام الانبیاء رضی اللہ عنہ کا عمل

”أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَسَّ عَلَى قَبْرِ ابْنِهِ إِبْرَاهِيمَ وَوَضَعَ عَلَيْهِ حَصْبَاءَ“
﴿مکتوٰۃ کتاب البیاض باب دفن المیت دوسری فصل﴾

ترجمہ: ”یعنی رسول اللہ ﷺ نے اپنے بیٹے ابراہیم کی قبر پر پانی چھڑکا اور اس پر پتھر کی کنگریاں ڈالیں۔“

﴿اخرجہ الشافعی فی المسند ۲۱۵۱ دارالحدیث بیروت شرح السنۃ کتاب البیاض﴾

﴿مکتوٰۃ المصاحح از خلیفہ حمزہ رضی اللہ عنہ فتاویٰ شاہ صفحہ نمبر ۱۳۲ جلد ۳ ناشر مکتبۃ اعدایہ لبنان﴾

حدیث نمبر ۶

تین مساجد کے علاوہ کسی بھی جگہ کی طرف سفر کا سامان نہ باندھا جائے۔ مسجد حرام (بیت اللہ) مسجد اقصیٰ اور میری یہ مسجد (مسجد نبوی)۔ (شاہراہ بہشت صفحہ نمبر ۳۷)

﴿جواب نمبر ۱﴾

حجۃ الاسلام حضرت امام محمد غزالی (متوفی ۵۰۵ھ) رحمہ اللہ لکھتے ہیں.....

انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، علماء اور اولیاء اللہ کی قبروں کی زیارت یعنی جن لوگوں کا دیکھنا زندگی میں موجب برکت ہے تو ان کے مرنے کے بعد ان کی قبروں کی زیارت باعث برکت ہے اور اس غرض کیلئے سفر کرنا درست ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد.....

”لا تشد الرحال الا الى ثلاثة مساجد مسجد الحرام و مسجدی هذا و مسجد اقصی“۔

ترجمہ: ”سواریاں نہ کسی جگہ جائیں مگر تین مسجدوں کی طرف مسجد حرام اور میری مسجد اور مسجد اقصی“۔

اس سفر کے مانع نہیں اس لئے کہ یہ حکم مسجد کے باب میں ہے کہ ان تینوں کے سوا (ثواب میں) سب ایک ہی ہیں۔ ورنہ یہ تو معلوم ہی ہے کہ انبیاء اور اولیاء کی زیارت میں اصل فضیلت یکساں ہے گو اللہ تعالیٰ کے نزدیک جتنا ان کے مدارج میں فرق ہے اسی قدر فضیلت میں بھی متفاوت ہوتی ہے۔ (احیاء علوم الدین صفحہ نمبر ۳۹۸ جلد ۲ طبع لاہور)

امام المحمدین حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۰۵۲ھ) رحمہ اللہ لکھتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منورہ کی زیارت کیلئے سفر کرنا اور اس سعادت عظمیٰ کیلئے اونٹوں کے کجاوے کسنا۔ اب جبکہ زیارت کی فضیلت اور اس کا مستحب ہونا ثابت ہو گیا تو سفر کا جواز اور اس کا استحباب بھی لازم آیا۔ دلائل کے عام ہونے کی وجہ سے قرب اور بعد دونوں ایک ہی حکم میں ہیں۔ لیکن حدیث: مت کو تم اپنے کجاووں کو مگر تین مسجد کی

طرف..... الخ

اس حدیث سے مراد ان تین مسجدوں کے علاوہ کسی اور مسجد کیلئے سفر کرنے کی ممانعت ہے۔ جیسا کہ نحو کا قاعدہ ہے کہ مستثنیٰ منہ مستثنیٰ کے جنس سے ہونا چاہیے۔ بس مطلق سفر کی ممانعت جو ان مساجد کے علاوہ ہوا لازم نہیں آتی اور ان تین مسجدوں کے علاوہ سفر کرنا کس طرح منع ہو سکتا ہے۔ حالانکہ بالاتفاق سفر حج، سفر جہاد اور دار کفر سے ہجرت کرنا، نیز تجارت اور تمام مصالح دنیویہ کیلئے سفر کرنا جائز ہے۔

بعضوں نے کہا کہ تین مسجدوں کے علاوہ جو سفر کرنے کی ممانعت کی گئی ہے وہ اعتبار تعظیم و فضیلت اور ثواب دو چند ہونے کی غرض سے ہے جیسا کہ ان مساجد کی حاضری میں ہے۔ ورنہ اس اعتقاد کے بغیر کی ممانعت اور کراہت نہیں۔ اور جو مساجد حبر کہ شہروں کے قریب ہوں ان کی سواریاں زیارت کرنا جائز ہے۔

﴿جذبہ﴾: ازادیا را محبوب صفحہ نمبر ۲۲۹ طبع کراچی

شیخ امام فقیہ محدث تقی الدین سبکی شافعی (متوفی ۷۶۱ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں.....

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ ان تین مسجدوں کے علاوہ کسی مسجد کیلئے سامان سفر نہ باندھا جائے۔ میں فی الحقیقت یہ بات ہے کہ ان تین مساجد پر کسی دوسری مسجد کو فضیلت حاصل نہیں اور اسے اسی پر محمول کیا جائے گا۔ اس سے دوسری مسجد کی زیارت کی حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ اس لئے یہ حدیث اس بات کے منافی نہیں کہ ان مساجد کے سوا دیگر کی زیارت مباح (جائز) نہیں ہے۔ (فتاویٰ القام فی زیارت خیر الانام صفحہ نمبر ۱۵۶)

امام المحمدین امام نووی (متوفی ۶۷۶ھ) رحمہ اللہ لکھتے ہیں.....

”وقال الشيخ ابو محمد بجويني من اصحابنا يحرم شد الرحال الى غيرها وهو غلط“۔..... الخ

ترجمہ: ”اور کہا شیخ ابو محمد جوینی نے کہ سوا ان تین مساجد کے سفر کرنا حرام ہے مگر یہ محض غلط ہے۔“ (تصحیح المسلم مع شرح اکمال اللہ نووی صفحہ نمبر ۳۳۷ جلد اول طبع کراچی)

امام فقیہ مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی (متوفی ۱۲۸۵ھ) قدس سرہ لکھتے ہیں.....

حدیث کا لفظ: "لا تشد" نمی کے معنی میں ہے یعنی ان مسجدوں کے علاوہ کسی اور مقصد کیلئے رخت سفر نہ باندھو۔

لیکن اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ اس مسلک کے باطل ہونے پر علامہ قسطلانی (متوفی ۹۲۳ھ) رحمہ اللہ نے شرح بخاری میں، لیکن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) نے "فتح الباری" میں اور امام نووی (متوفی ۶۷۶ھ) نے اس کے غلط ہونے کا فیصلہ فرمایا ہے۔

اور یہ ہونا بھی چاہیے، اس طرح کہ زیارت قبر کا حکم مطلقاً واقع ہوا ہے۔ اور اصول فقہ کے مقررہ ضابطہ کے مطابق، مطلق اپنے اطلاق پر جاری رہے گا، اس لئے زیارت قبور جائز ہوگی۔ خواہ قبر قریب ہو یا بعید مسافت سفر کے بقدر ہو یا اس سے کم۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رحمہ اللہ سے ابن ماجہ نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے روکا تھا تو (اب) تم ان کی زیارت کرو، اس لئے کہ یہ قبریں دنیا سے بے رغبت کرتی اور آخرت کو یاد دلاتی ہیں۔"

﴿ابن ماجہ باب ماجاء فی زیارة القبر صفحہ نمبر ۳۳۶ جلد اول﴾
امام غزالی رحمہ اللہ نے احیاء علوم الدین میں لکھا ہے (جس کا خلاصہ یہ ہے) کہ مجھے سمجھ میں نہیں آتا "تشدد حال" استدلال کرنے والے انبیاء کرام حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے حزارات کی زیارت سے کیوں روکتے ہیں اس سے منع کرنا بالکل محال ہے۔ اور جب انبیاء کرام علیہ السلام کے حزارات کی زیارت جائز قرار پائی تو اولیاء، علماء اور بزرگوں کے حزارات بھی انہیں کے حکم میں ہیں۔

علماء کی زندگی میں جس طرح ان سے ملاقات ایک مستقل مقصد سفر ہوا کرتی ہے اسی طرح ان کے حزارات کی زیارت بھی ایک مستقل مقصد سفر ہو سکتی ہے۔ اس میں استبعاد نہیں۔ حدیث "شد حال" کا جواب ضابطے سے یہ ہے کہ مستثنیٰ اس میں مفرغ ہے اس میں مستثنیٰ منہ کی تقدیر لازمی ہے اور وہ مسجد ہے تقدیر عبارت یوں ہوگی۔۔۔۔۔

"لا تشدد الرحال الی مسجد الا الی ثلثة مساجد۔"
ترجمہ: "تین مسجدوں کے علاوہ کسی اور مسجد کا سفر نہ کیا جائے گا۔"

جمہور محدثین اور بخاری و مسلم کے شارحین جیسے علامہ عینی، علامہ قسطلانی، حافظ ابن حجر عسقلانی، امام نووی، فقہائے حنفیہ اور شافعیہ نے اس تقدیر کو تسلیم کیا ہے۔

نیز امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک باب باندھا ہے "فضل الصلوٰۃ مسجد المکة والمدينة" اور اس میں یہ حدیث روایت کی ہے۔ (یعنی لا تشدد الرحال والی) اس بات کی کامل دلیل ہوگی کہ ان مساجد ثلاثہ کے اندر نماز نہایت دوسری مسجدوں کے غیر معمولی فضیلت رکھتی ہیں۔

جن کا مدعا یہ ہے کہ دنیا کی کسی مسجد کا نماز چند گنا ہزار گنا ثواب کے مقصد سے سفر کرنا خواہ مسجد قبا ہو، مسجد خیف اور دہلی کی مساجد اولیاء ہی کیوں نہ ہو ممنوع ہے۔ صرف ان تین مسجدوں کا سفر کیا جاسکتا ہے۔ جن کے بارے میں یہ حدیث موجود ہے۔ اس میں قیاس کی کوئی گنجائش نہیں۔

یہ حدیث کسی فضیلت والی مسجد مثلاً مسجد قبا وغیرہ کے سفر کی بھی نفی نہیں کرتی۔ ہاں ان میں عبادت کا چند گنا ہزار گنا ثواب نہ ملے گا۔ ورنہ بعض مساجد کی فضیلت حدیث سے ثابت ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مسجد قبا میں دو رکعت کا ثواب ایک عمرہ کے برابر ہے۔ ﴿نور الایمان بزیارة آثار حبیب الرحمن صفحہ نمبر ۶۳۲ طبع سایہ نوال﴾

ملا علی قاری حنفی (متوفی ۱۰۱۳ھ) رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔۔۔۔۔

نووی کی شرح مسلم میں ہے کہ ابو محمد نے کہا کہ سوائے تین مساجد کے اور طرف سفر کرنا حرام ہے۔ مگر یہ محض غلط ہے "احیاء علوم الدین" میں ہے: کہ بعض علماء حبرک مقامات اور قبور علماء کی زیارت کے سفر باندھنے کو منع کرتے ہیں جو مجھ کو تحقیق ہوئی وہ یہ ہے کہ ایسا نہیں بلکہ زیارت قبور کا حکم ہے اس حدیث کی وجہ سے کہ "لا تشددوہا" ان تین مساجد کے علاوہ اور کسی مسجد کی طرف سفر کرنے سے اس لئے منع کیا گیا کہ تمام "مہرین یکساں ہیں لیکن مقامات حبرکہ یہ برابر نہیں بلکہ ان کی برکات بقدر درجات ہیں۔ کیا یہ مانع انبیاء کرام علیہ السلام کی قبور کے سفر سے بھی منع کرے گا۔ جیسے حضرت ابراہیم و موسیٰ و یحییٰ علیہ السلام، اس سے منع کرنا سخت دشوار ہے۔ اور اولیاء بھی انبیاء کے حکم میں ہیں۔ پس کیا یہ ہے کہ ان کی طرف سفر کرنے میں بھی کوئی خاص غرض ہو، جیسا کہ علماء کی زندگی میں

ان کی زیارت کرنا۔ ﴿مرقاۃ صفحہ نمبر ۱۹۰ جلد ۲۲ شریعتیہ امدادیہ ملتان﴾

علامہ شامی حنفی (متوفی ۱۲۵۲ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں.....

اور آیا زیارت قبور کیلئے سفر کرنا مستحب ہے، جیسے آج کل حضرت خلیل الرحمن علیہ السلام اور سید بدوی رحمہ اللہ کی زیارت کیلئے سفر کرنے کا رواج ہے۔ میں نے اپنے ائمہ میں سے کسی کی تصریح نہیں دیکھی۔ بعض شافعی علماء نے منع کیا ہے مسجدوں پر قیاس کر کے لیکن امام غزالی رحمہ اللہ نے اس منع کی تردید کر دی ہے۔ فرق واضح فرمادیا۔ نیز فرماتے ہیں: لیکن اولیاء اللہ تقرب الی اللہ وازرین کو نفع پہنچاتے ہیں۔

﴿رد المحتار صفحہ نمبر ۱۵۰ جلد ۳ شریعتیہ امدادیہ ملتان﴾

علامہ بدر الدین عینی حنفی (متوفی ۸۵۵ھ) رحمہ اللہ لکھتے ہیں.....

مساجد ثلاثہ کے علاوہ طلب علم، تجارت، بزرگوں سے ملاقات، دوسری زیارت گاہوں اور بھائیوں کے ملنے کیلئے سفر کرنا منع میں داخل نہیں۔ ﴿نور الایمان صفحہ نمبر ۶۵ طبع ساہیوال﴾
امام شمس الدین محمد عبدالرؤف مناوی شافعی (متوفی ۱۰۳۰ھ) رحمہ اللہ لکھتے ہیں.....
مساجد ثلاثہ کے علاوہ کسی اور مقصد کیلئے مثلاً علم یا زیارت کیلئے سفر دراصل کسی جگہ کا نہیں ہوتا بلکہ صاحب مقام کیلئے ہوتا ہے۔ ﴿فیض اللہ شرح جامع البیہرہ ص ۱۲۸۱۲۸﴾

﴿جواب نمبر ۲﴾

بعض احادیث بعض کی تفسیر کرتی ہیں۔ چنانچہ مسند امام احمد میں شہر ابن حوشب سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا کہ جب ان کے پاس کوہ طور پر نماز پڑھنے کا ذکر آیا تو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا.....
کسی مسجد کیلئے (زیادتی ثواب کی نیت سے) اس میں نماز کے ارادے سے رخت سفر باندھنا نہیں، سوائے مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور میری اس مسجد کے۔

﴿ارشادی الساری بشرح صحیح البخاری صفحہ نمبر ۳۳۳ جلد ۲ طبع بیروت از علامہ ابن حجر عسقلانی (متوفی ۹۲۳ھ)﴾

﴿نور الایمان بزیارۃ آجار حبیب الرحمن صفحہ نمبر ۶۵ شریعتیہ فریدیہ ساہیوال از مولانا عبدالحلیم فرنگی بھی رحمہ اللہ﴾

حدیث نمبر ۷

ابوالہیاج فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، کیا میں تجھے اس مشن پر روانہ نہ کروں۔ جس پر مجھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ فرمایا تھا۔ وہ مشن یہ ہے کہ کسی تصویر کو نہ چھوڑ مگر اسے مٹا دے اور نہ ہی کسی اونچی قبر کو چھوڑ مگر اسے برابر کر دے۔

﴿شاہراہِ بہشت صفحہ نمبر ۳۰﴾

﴿جواب نمبر ۱﴾

علامہ ابن الترمذی (متوفی ۷۸۵ھ) رحمہ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں.....

”قلت الظاهر ان المراد قبور المشركين بقريظة عطف التعمثال عليها وكانوا يجمعون عليها الانصاب والابنية فاراد عليه السلام ازالة الار الشرک“۔ ﴿اسنن الکبریٰ ونبی ذیلہ الجوہر النقی صفحہ نمبر ۳۰۲ جلد ۲ طبع بیروت﴾
ظاہر یہ ہے کہ حدیث علی رضی اللہ عنہ میں مراد قبور مشرکین ہیں اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ تمثال (تصویر) کا عطف قبر پر ڈالا گیا ہے اور مشرکین، قبروں پر بت اور بتائیں (عمار تیں) بنایا کرتے تھے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک کے آثار مٹانے کیلئے قبور مشرکین کے تسویہ (مٹانے) کا حکم دیا۔

حدیث کی حدیث سے شرح

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک کنیہ کا ذکر کیا جو انہوں نے ارض حبشہ میں دیکھا۔ تو انہوں نے جو تصویریں دیکھیں ان کا ذکر کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا.....

”أَوَلَيْكَ قَوْمٌ إِذَا مَاتَ فِيهِمُ الْعَبْدُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلَى قَبْرِهِ مَسْجِدًا وَصَوَّرُوا فِيهِ تِلْكَ الصُّورَ أَوَلَيْكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللَّهِ“۔

﴿بخاری کتاب اصولۃ باب اصولۃ فی البیۃ صفحہ نمبر ۵۰۵ جلد ۱ (مترجم) طبع لاہور ۱۹۷۷ء﴾

یہ ایک قوم ہے جب ان میں سے کوئی صالح بندہ فوت ہو جاتا تو اس کی قبر پر مسجد بنالیتے اور اس میں یہ تصویریں بناتے، یہ لوگ اللہ کے نزدیک شر المخلوق ہیں۔

اس حدیث مبارکہ سے پہلی حدیث کی شرح ہوگئی کہ مشرکین قبروں پر مسجدیں اور تصاویر بناتے تھے، اس لئے ان ہی قبور کو گرانے اور تصاویر مٹانے کا حضور ﷺ نے حکم دیا کیونکہ مشرکین کی قبور کی کوئی عزت نہیں۔ خود سرور عالم ﷺ نے مسجد کے واسطے قبور مشرکین کے اکھیڑنے کا حکم دیا۔

”قامر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بقبور المشرکین فنبت ثم بالخراب“..... الخ (بخاری صفحہ نمبر ۲۳۳ جلد اول (مترجم) طبع لاہور ۱۹۷۷ء)

حافظ ابن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں.....

”اما الکفرة فانه لا حرج في بنش قبورهم اذ لا حرج في اهانتهم“۔

﴿فتح الباری صفحہ نمبر ۲۶۰ جلد ۲﴾

ترجمہ: کافروں کی قبریں اکھیڑنے اور ان کی اہانت میں کوئی حرج نہیں۔

مسلمانوں کی قبریں قابل احترام ہیں

حاکم و طبرانی نے عمارہ بن حزم سے روایت کیا کہ حضور ﷺ نے مجھے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا اور فرمایا.....

”انزل من القبر لائلو ذی صاحب القبر ولا یؤذیک“۔

ترجمہ: ”قبر سے اتر جا، نہ تو صاحب قبر کو ایذا دے نہ وہ تجھے“۔

مسلم شریف میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”لا تجلسوا علی القبور“..... الخ (مسلم صفحہ نمبر ۳۱۲ جلد اول طبع کراچی، مشکوٰۃ

کتاب الجنائز باب دفن المیت پہلی فصل) ترجمہ: ”قبروں پر مت بیٹھو“..... الخ

﴿جواب نمبر ۲﴾

زیر بحث حدیث سے قبروں کا زمین کے برابر کرنا ثابت ہوتا ہے جو کہ حدیث شبر

۱۔ واحادیث تسنیم ۲۔ وحدیث اعظم ۳۔ بہا قبر اخی کے خلاف ہے۔ نیز ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ کہا جاتا تھا کہ قبر اونچی کرو یہاں تک کہ پہچانی جائے کہ وہ قبر ہے پس وہ روندی نہ جائے۔

(۱)، (۲): عن سفیان یعنی التمار وعلت بیت الذی فی قبر النبی ﷺ بو قبرانی بکرو عمر بن الخطاب مسندہ والنسائی القبر التسنیم وقد جاء فی ذلک اخبار واثار وعل السنہ ان یرفع القبر شبرا وقد روی ابن حبان قبر النبی ﷺ لذلک ذکر الشیخ المحدث الدہلوی فی الملتعات ۱۲۔

۳۔ مشکوٰۃ صفحہ نمبر ۱۳۹ تا شرکتیہ امدادیہ بلقان

۴۔ کتاب الآثار صفحہ نمبر ۱۲۶ بروایت امام محمد رحمہ اللہ (مشکوٰۃ صفحہ نمبر ۱۳۸ حاشیہ نمبر ۳)

﴿جواب نمبر ۳﴾

صحیح مسلم میں زیر بحث حدیث کی سند یوں مذکور ہے۔

”حدثنی یحییٰ بن یحییٰ و ابو بکر بن ابی شیبہ و زہیر ابن حرب

قال یحییٰ انا وقال الاخر ان نا وکیع عن سفیان عن حبیب بن ابی ثابت

عن ابی وائل عن ابی الہیاج الاسدی قال قال لی علی“..... الخ

﴿مسلم صفحہ نمبر ۳۱۲ جلد اول مطبوعہ کراچی﴾

اس روایت میں حبیب بن ابی ثابت ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ) رحمہ اللہ اس راوی کے متعلق لکھتے ہیں

قال ابن حبان فی الثقات کان مدلسا۔

نیز فرماتے ہیں: قال ابن خزیمہ فی صحیحہ کان مدلسا۔

یعنی ابن حبان (متوفی ۳۵۴ھ) نے ثقات میں، ابن خزیمہ (متوفی ۳۱۱ھ) نے

صحیح میں لکھا ہے کہ حبیب مدلس تھا۔

﴿تہذیب التہذیب صفحہ نمبر ۱۷۹ جلد ۲ طبع حیدرآباد دکن ۱۳۲۵ھ﴾

نیز حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اسی راوی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

”قال ابن جعفر کان یقول اذا حدثنی رجل عنک بحديث ثم حدثت

ۛ عَنْكَ كُنْتَ صَادِقًا“۔ (تہذیب الاحزاب صفحہ نمبر ۷۹ جلد ۲ طبع حیدرآباد دکن ۱۳۲۵ھ) ابن جعفر فرماتے ہیں کہ حبیب کہا کرتا تھا جب میرے پاس کوئی شخص تجھ سے روایت کرے پھر میں اس کو ساقط کر کے تجھ سے روایت کروں تو میں صادق ہوں گا۔ دیکھیے اس میں بھی حبیب کو تالیس کا اقرار ہے اور اصول حدیث میں مصرح ہے، کہ تالیس کی متعین حجت نہیں۔ (المقدمۃ للامام النووی من شرح صحیح مسلم صفحہ نمبر ۱۸ طبع کراچی) ❖

ایک شبہ کا ازالہ

محدث کوٹلوی مولانا محمد شریف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر کہا جائے کہ یہ راوی صحیح مسلم کا ہے اور صحیحین میں جو مجلس ہیں ان کا کسی نہ کسی طریق میں سماع ثابت ہے۔ میں کہوں گا کہ مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی (غیر مقلد) نے حدیث: وَإِنَّا نَقْرَأُ فَانصَبُوا کو جو صحیح مسلم کی حدیث ہے اسی تالیس کے سبب قابل حجت نہیں سمجھا۔ وہاں یہ خیال نہ آیا کہ یہ مسلم کی حدیث ہے۔ علاوہ اس کے میں نے جہاں تک ہوسکا حدیث علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کسی طریق میں حبیب نے تصریح سماع نہیں کی۔ اس لئے بھی یہ حدیث قابل حجت نہیں ہو سکتی۔

انعام

اگر کسی مسلمان کی قبر کو زمانہ نبوی میں گرایا گیا ہو تو اس کا نام اور پتہ لکھنے پر پنی قبر ۱۰۰ روپیہ انعام دیا جائے گا۔ (هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ) اور بخاری شریف میں صراحۃً مذکور ہے کہ مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکوں کی قبروں کو کھودنے کا حکم دیا اور وہ کھود ڈالی گئیں۔ درختوں کو کاٹ دیا گیا اور زمین ہموار کر دی گئی۔ (بخاری صفحہ نمبر ۲۳۳ جلد اول طبع لاہور ۱۹۷۷ء) ❖

حدیث نمبر ۸

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قبروں کی زیارت کیا کرو اس لئے کہ یہ آخرت کی یاد

تازہ کرتی ہیں“۔ (شاہراہِ بہشت صفحہ نمبر ۳۳) ❖

اجواب

امام الانبیاء علیہ السلام کا یہ ارشاد گرامی کہ قبروں کی زیارت کیا کرو اس سے آخرت کی یاد تازہ ہوتی ہے بالکل برحق ہے۔

اسی طرح اولیاء اللہ کے مزارات خداوند قدوس کی طرف راغب ہونے کا ذریعہ ہیں۔ جب انسان اولیاء اللہ کے مزارات پر حاضر ہوتا ہے تو دیکھتا ہے کہ صاحب مزار کو وصال کئے ہوئے سینکڑوں سال یا کم و بیش ہو گئے ہیں مگر انکی قبر اب تک زندہ موجود ہے۔ اور افراد کا ایک ہجوم ہے۔

کوئی تلاوتِ قرآن مجید کر رہا ہے۔

کوئی تکبیر و تہلیل میں مصروف ہے۔

کوئی استغفار و درود شریف پڑھ رہا ہے۔

اور کوئی اس ولی اللہ کے توسل سے بارگاہِ قدس میں دعا مانگ رہا ہے۔

تو انسان کے دل میں اطاعت و محبت خداوندی کا جذبہ موجزن ہوتا ہے اور نیک افراد کا وہاں حاضر ہونا ترقی درجات کا سبب ہے۔

علامہ شامی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”وَمَا الْأَوْلِيَاءُ فَانْهَمُ مَتَفَاوِتُونَ فِي الْقُرْبِ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى“ و نفع الزائرين بحسب معارفهم و اسرارهم۔“

(رد المحتار صفحہ نمبر ۱۵ جلد ۳ ناشر مکتبہ اعدادیہ ملتان) ❖

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہونا

جب امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ملک شام فتح کیا اور بیت المقدس کے باشندوں سے صلح کر لی اور کعب احبار آ کر مشرف بہ اسلام ہوئے تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو ان کے اسلام لانے سے بے انتہا مسرت ہوئی واپسی کے وقت ان سے فرمایا کہ اے کعب! اگر چاہو تو ہمارے ساتھ مدینہ منورہ چلو اور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے

روئے) کی زیارت کرلو۔ مدینہ منورہ میں آنے کے بعد سب سے پہلا کام جو امیر المؤمنین نے کیا وہ بغیر خدا کی اطلاع پر سلام تھا۔

﴿جذب القلوب الی دیار الحبوب از شیخ عبدالحق محدث دہلوی صفحہ نمبر ۳۳۱ طبع کراچی﴾

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا روضہ رسول ﷺ حاضر ہونا

ابن عساکر رحمہ اللہ ابی داؤد رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ اے بلال! یہ کیا ظلم ہے کہ کبھی ہماری زیارت کو نہیں آتے۔ اسی وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ اپنی سواری کے ذریعے مدینہ کے قصد سے روانہ ہوئے۔ جب قبر شریف پر پہنچے تو اشکبار ہو کر عاجزی کے ساتھ روئے نیاز خاک پر رکھا۔ حسن و حسین رضی اللہ عنہما حجرہ مبارکہ سے باہر نکلے ان کو گود میں لے کر سر و چشم کو چوما۔ اٹھ ﴿جذب القلوب الی دیار الحبوب از شیخ عبدالحق محدث دہلوی صفحہ نمبر ۳۳۰ طبع کراچی﴾

حضور نور ﷺ کا خواب میں آکر حضرت جارودی رحمہ اللہ کی قبر کی زیارت کا حکم فرمانا

حضرت امام ابو عبد اللہ الذہبی رحمہ اللہ امام جارودی رحمہ اللہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: آپ سب علوم اور خصوصاً علم حدیث میں اپنی مثال آپ تھے۔ دنیا سے بہت کم تعلق تھا۔ عفت اور پاکبازی کی زندگی بسر کرتے تھے تورع اور پرہیزگاری میں منفر د تھے۔ بعض لوگوں کو خواب میں آنحضرت ﷺ کی زیارت ہوئی تو آپ نے وصیت فرمائی کہ جارودی کی قبر کی زیارت کرو، وہ سنت کے پابند اور فقیر آدمی تھے۔ جارودی رحمہ اللہ نے ۳۱۳ھ میں وصال فرمایا۔ ﴿تذکرۃ الخطا صفحہ نمبر ۷۰۹ جلد ۲ (مترجم) از علامہ ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ) طبع لاہور ۱۹۸۱ء﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”من رانی فی المنام فقد رانی فان الشیطان لا یتمثل فی صورتی۔“

﴿متفق علیہ، مشکوٰۃ صفحہ نمبر ۳۹۹ ناشر مکتبہ امدادیہ بلقان﴾

معلوم ہوا..... کہ اہل اللہ کی قور کی زیارت کرنا باعث برکت اور حضور ﷺ کے حکم کی تعمیل کرنا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کا امام ابو حنیفہ تابعی کو فی قبر کی زیارت کرنا

علامہ ابن حجر مکی (متوفی ۹۷۳ھ) رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

امام شافعی رحمہ اللہ جب بغداد میں تھے تو آپ کے متعلق مروی ہے کہ آپ نے فرمایا میں ابو حنیفہ سے تبرک حاصل کرتا ہوں اور جب کوئی حاجت پیش آتی ہے تو میں دو رکعت پڑھ کر ان کی قبر کے پاس آتا ہوں اور اس کے پاس اللہ سے دعا کرتا ہوں تو وہ حاجت جلد پوری ہو جاتی ہے۔ ﴿الخیرات الحسان از علامہ ابن حجر مکی صفحہ نمبر ۳۳۰ طبع کراچی﴾

امام الوہابیہ ابن تیمیہ کا فتویٰ

جو لوگ شریعت کا علم رکھتے ہیں، حدود اللہ اور امر و نہی پر ان کی نگاہ ہے ایسے علماء میں سے ایک بھی ایسا نہیں جس نے یہ لکھا ہو کہ محض زیارت قبر مکرم یا کسی اور قبر کیلئے رحلت سفر باندھنا جائز ہے بلکہ جید علمائے کرام نے ایسے سفر کو حرام قرار دیا ہے۔ جس کا سفری مئی برگناہ ہو وہ نماز میں قصر کیسے کر سکتا ہے پس ایسا شخص قصر نہ کرے۔

﴿الجواب الباہر فی زوار المقابر صفحہ نمبر ۵۲ طبع فیصل آباد﴾

نعود باللہ..... کیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ حرام فعل کے مرتکب ہوئے تھے۔ جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

”أَصْحَابِي كَالنَّجْوَمِ فَبِأَيِّهِمْ أَقْتَدَيْتُمْ أَهْتَدَيْتُمْ“

﴿مشکوٰۃ باب مناقب الصحابہ تیسری فصل (مترجم) صفحہ نمبر ۲۱۸ جلد ۳ طبع لاہور﴾

ترجمہ: ”میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی پیروی کرو گے راہ ہدایت پاؤ گے۔“

”إِنَّ اللَّهَ وَضَعَ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ يَقُولُ بِهِ“

﴿مشکوٰۃ باب مناقب عمرو دوسری فصل (مترجم) صفحہ نمبر ۲۲۵ جلد ۳ طبع لاہور﴾

ترجمہ: ”بے شک اللہ تعالیٰ نے عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر حق رکھا اور وہ حق کہتا ہے۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کے ساتھ

برگزیدہ اور نگہبان ہوتے ہیں، میرے چودہ ہیں، ہم نے کہا وہ کون ہیں؟ فرمایا، میں اور میرے دونوں بیٹے (حسن و حسین) جعفر، حمزہ، ابوبکر، مصعب بن عمیر، بلال، سلمان، عمار، عبداللہ بن مسعود، ابوذر، مقداد رضی اللہ عنہم۔ ﴿مشکوٰۃ (مترجم) صفحہ نمبر ۲۷۸ جلد ۳ طبع لاہور﴾

حدیث نمبر ۹

آپ ﷺ نے ایک مسافر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: وہ لمبا سفر کرتا ہے، پراگندہ حال، گرد آلود، اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی جانب پھیلائے ہوئے کہتا ہے رب میرے، اے میرے پروردگار، حالانکہ اس کا کھانا حرام، پینا حرام اور اس کا پہننا حرام اور حرام مال ہی سے وہ پلا ہے تو اس کی دعا کیسے قبول ہو۔ (شاہراہ بہشت صفحہ نمبر ۴۵، ۴۶)

﴿جواب﴾

مذکورہ بالا حدیث میں رزق حلال کی اہمیت اور دعا کے قبول نہ ہونے کا فلسفہ بیان کیا گیا ہے کہ حرام کھانے والے کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ اور حضور پر نور ﷺ کا یہ پیغام تمام امت مسلمہ کے نام ہے اس سے فقط سجادہ نشینوں اور اہل اللہ کو نشانہ بنانا ظلم عظیم ہے اس کی تائید درج ذیل احادیث سے ہوتی ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

”جو گوشت غذائے حرام سے تیار ہو اس کیلئے آگ میں جلنا ہی بہتر ہے۔“

﴿منہاج العابدین از امام غزالی صفحہ نمبر ۳۸ طبع کراچی ۱۹۷۳ء﴾

نیز حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بہت سے رات عبادت میں کاٹنے والے ایسے ہوتے ہیں جن کو بیداری کی مشقت کے سوال کچھ حاصل نہیں ہوتا اور بہت سے روزہ دار ایسے ہوتے ہیں جن کو دن بھر کے روزے سے سوا بھوک اور پیاس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

﴿منہاج العابدین از امام محمد غزالی (متوفی ۵۰۵ھ) صفحہ نمبر ۳۸ طبع کراچی ۱۹۷۳ء﴾ ابن ماجہ، ابوداؤد ماجہ فی الصیام، عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہما رواہ ابن خریزہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہما رقم الحدیث: ۱۹۹۷ (بجیر قلیل)﴾

یعنی حرام اور شبہ کی غذا کھانے والا شخص نیک کام سے محروم ہوتا ہے اور ایسا شخص نیک کام کی انجام دہی میں جو وقت اور قوت صرف کرتا ہے، اس سے بے فائدہ مشقت، فلول رنج و محنت اور وقت ضائع کرنے کے سوا اس کو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

”لایقبل اللہ صلوة امرء فی جوفہ حرام“۔ (منہاج العابدین صفحہ نمبر ۱۳۸) ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی نماز قبول نہیں کرتا جس کے شکم میں غذائے حرام پڑی ہو۔“

محبوب کبریٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”حلال غذا تجھے نہیں ملے گی مگر معمولی گزارے کے موافق اور حرام تیرے پاس

بے تحاشہ آئے گا۔“ ﴿منہاج العابدین صفحہ نمبر ۱۴۱﴾

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”فرائض دین ادا کرنے کے بعد کسب حلال تلاش کرنا فرض ہے۔“

﴿تذکرۃ الخطا از علامہ ذہبی صفحہ نمبر ۶۱۸ جلد ۳ طبع لاہور ۱۹۸۱ء﴾

جناب امیر حمزہ صاحب درج ذیل حدیث کو بھی غور سے پڑھیں جس میں حلال و طیب غذا کھانے والے اہل اللہ کا ذکر ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کتنے ہی پراگندہ بال غبار آلودہ قدموں والے، پرانے کپڑوں میں ملبوس ایسے ہیں جن کی پرواہ نہیں کی جاتی (یعنی مخلوق ان کو حقارت کی نظر سے دیکھتی ہے) اگر وہ اللہ پر قسمیں کھالیں اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو سچا کر دے۔ ان میں براء بن مالک ہیں۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور بیہقی نے دلائل النبوة میں۔ ﴿مشکوٰۃ صفحہ نمبر ۲۷۶ جلد ۳ (مترجم) طبع لاہور﴾

نیز ملاحظہ ہوا!

(۱)..... رواہ المسلم کتاب البر والصلہ، عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ۔

(۲)..... رواہ احمد فی المسند صفحہ نمبر ۱۲۹ جلد ۳۔

حدیث نمبر ۱۰

اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے دعا مانگی، اے اللہ! میری قبر کو وہن نہ بنے دینا کہ اس کی پوجا کی جائے۔ اس قوم پر اللہ کا غضب بھڑک اٹھتا ہے جو اپنے نبیوں کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیتی ہیں۔ ﴿شاہراہ بہشت صفحہ ۳۳﴾

حدیث نمبر ۱۱

مومنوں کی ماں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض میں جس سے آپ جانبر نہ ہو سکے اور ایک روایت میں ہے کہ جب آپ پر بھی موت کی کیفیات طاری ہوئیں تو آپ اپنی چادر کو چہرے پر ڈالتے پھر جب محسوس کرتے تو چادر ہٹا دیتے، اسی حالت میں آپ (ﷺ) نے فرمایا! اللہ تعالیٰ یہودیوں، عیسائیوں پر لعنت کرے کہ انہوں نے نبیوں کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیا۔

﴿شاہراہ بہشت صفحہ نمبر ۵۱﴾

حدیث نمبر ۱۲

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”بے شک لوگوں میں سے بدترین ہوں گے وہ لوگ جنہیں قیامت آ لے گی اور وہ زندہ ہوں گے اور ایسے وہ لوگ ہوں گے جو قبروں کو عبادت گاہ بناتے ہیں۔“

﴿شاہراہ بہشت صفحہ نمبر ۵۲﴾

﴿جواب﴾

حدیث نمبر ۱۰ میں ہے..... اِتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَآءِهِمْ مَسْجِدًا۔

﴿بخاری کتاب الجنائز﴾

حدیث نمبر ۱۱ میں ہے..... اِتَّخَذُوا قُبُورَ الْبِیَّاءِ هُمْ مَسَاجِدَ۔

حدیث نمبر ۱۲ میں ہے..... وَالَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْقُبُورَ مَسَاجِدَ۔

حدیث نمبر ۱۰، حدیث نمبر ۱۱ میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنالیا تھا۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی (متوفی ۱۲۲۵ھ) رحمہ اللہ سورۃ کہف کی آیت: قَالَ الَّذِينَ ظَلَمُوا عَلَىٰ أُمُورِهِمْ لِنَتَّخِذَنَّهُمْ مَسَاجِدًا (پ ۱۵) کے تحت فرماتے ہیں کہ اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ اولیاء کرام کے مزارات کے قریب ان سے تبرک حاصل کرنے کیلئے مسجد بنانا جائز ہے: هَذِهِ الْآيَةُ تَدُلُّ عَلَىٰ جَوَازِ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ لِصَلَىٰ فِي عِنْدَ مَقَابِرِ أَوْلِيَآءِ اللَّهِ قَصْدًا لِلتَّبَرُّكِ۔

اس کے بعد علامہ موصوف لکھتے ہیں:

کہ جن احادیث میں مسجد بنانے کی ممانعت وارو ہے وہاں مراد ہے کہ قبروں کی طرف سجدہ نہ کیا جائے۔ ومعنی اِتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَآئِهِمْ مَسَاجِدَ يَسْجُدُونَ إِلَى الْقُبُورِ كَمَا هُوَ صَرِيحٌ فِي الْحَدِيثِ أَبِي الْمُرْتَدِّ الْغَنَوِيُّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا تَجْلِسُوا عَلَى الْقُبُورِ وَلَا تَصَلُّوا إِلَيْهَا۔

﴿تفسیر مظہری صفحہ نمبر ۲۵ جلد ۶ طبع دہلی ۱۳۸۷ھ﴾

اسلم شریف (مترجم) صفحہ نمبر ۳۹۸ جلد ۲ طبع لاہور ۱۹۸۱ء

حدیث مبارکہ اللہم لا تجعل قبری وثناعبد کے تحت حضرت شاہ عہد احقر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وثن سے مراد یہ ہے کہ قبر کو سجدہ کیا جائے اور شرک کے دوسرے مراسم بجالائے۔ (فتاویٰ عزیزی صفحہ نمبر ۶ طبع کراچی)

اور حدیث نمبر ۱۲ کا مطلب یہ ہے کہ قرب قیامت میں ایماندار ختم ہو جائیں گے اور شریر لوگ باقی رہ جائیں گے جن میں کسی قسم کی کوئی بھلائی نہیں ہوگی۔ اور وہ اپنے باپ دادوں کے دین کی طرف لوٹ جائیں گے یعنی یہودی اور نصرانی بن جائیں گے اور اپنے بزرگوں کی قبروں کو مساجد بنالیں گے یعنی ان کی طرف سجدہ کریں گے۔

زیر بحث حدیث کو مسلمانوں پر چسپاں کرنا سراسر جہالت ہے۔ درج ذیل احادیث ہمارے دعویٰ کی مؤید ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، بے شک رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا: قیامت کسی ایسے شخص پر قائم نہ ہوگی جو اللہ اللہ کہتا ہوگا۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔ (مشکوٰۃ (مترجم) صفحہ نمبر ۳۵ جلد ۳ طبع لاہور)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت بدترین مخلوق پر قائم ہوگی۔ (رواہ مسلم)۔ (مشکوٰۃ صفحہ نمبر ۳۶ جلد ۳ (مترجم))

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے۔ رات اور دن اس وقت تک ختم نہ ہوں گے یہاں تک کہ لات و عزی کی پوجا کی جائے گی۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول میرا خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کا مطلب یہ ہے۔ کہ بت پرستی ختم ہو جائے گی "اللہ وہ ہے جس نے ہدایت اور دین حق کے ساتھ اپنا رسول بھیجا تا کہ وہ سب دینوں پر اس کو غالب کر دے اگرچہ مشرک اس بات کو ناپسند سمجھیں۔" آپ نے فرمایا "جب تک اللہ چاہے گا اسی طرح ہوگا پھر اللہ تعالیٰ ایک ہوا بھیجے گا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہوگا وہ فوت کر دیا جائے گا (یعنی مسلمان ایماندار ختم ہو جائیں گے) اور ایسے لوگ رہ جائیں گے جن میں کسی قسم کی کوئی بھلائی نہ ہوگی وہ اپنے باپ دادوں کے دین کی طرف لوٹ جائیں گے۔" (مشکوٰۃ صفحہ نمبر ۳۶ جلد ۳ (مترجم) طبع لاہور)

یاد رہے کہ زیر بحث حدیث میں انہیں لوگوں کو بدترین مخلوق کہا گیا ہے نہ کہ مسلمانوں کو۔ اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے۔ آمین

حدیث نمبر ۱۳

حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں ایک شخص نے نذرمانی کہ وہ بوانہ نامی مقام پر گیا کر چند اونٹ ذبح کرے گا۔ تو نذر ماننے والے نے اللہ کے رسول ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کیا وہاں جاہلیت کی پوجی جانے والی جگہوں میں سے کوئی جگہ تھی؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا نہیں! آپ نے پوچھا، کیا ان مشرکوں کے میلوں میں سے کوئی میلہ (عرس) وہاں لگتا تھا، صحابہ رضی اللہ عنہم

نے کہا انہیں، تب آپ نے فرمایا، اپنی نذر پوری کر۔ (شاہراہِ بہشت صفحہ نمبر ۳۵)

جواب

مشرکین مکہ اپنے میلوں میں رنگ رلیاں کرتے تھے، شراب پیتے تھے جو کھیتے اور ان کی پرستش کرتے تھے۔ اس کے علاوہ دیگر جرائم کا ارتکاب کرتے تھے۔ جبکہ عرس کے اصطلاحی معانی یہ ہیں کہ بزرگ دین کے مزارات پر یا کسی مسجد وغیرہ میں ان کے وصال کے دن مریدین و معتقدین کا اکٹھا ہو کر قرآن مجید ختم کرنا، علماء کا لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنا اور زائرین وغیرہ میں کھانا تقسیم کرنا ہے اور ان تمام نیک امور کا ثواب بزرگ کی روح کو پہنچانا ہے (جس سے ان کے درجات بلند ہوتے ہیں) جیسے کہ یہ تمام امور باعث برکت و ثواب ہیں اور دوسرے دلائل میں جائز ہیں تو وہ ان دنوں میں بھی جائز ہیں۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ عرس کو لغو و خرافات چیزوں سے پاک رکھا جائے، جاہلوں کو نامشروع حرکات سے روکا جائے اگر منع کرنے سے باز نہ آئیں تو ان افعال کا گناہ انکے ذمہ ہوگا۔ ﴿بہار شریعت صفحہ نمبر ۵۸۱ جلد ۲، از مولانا امجد علی رحمۃ اللہ علیہ طبع لاہور﴾

اس لئے عرس بزرگان دین کو مشرکین کے میلہ پر قیاس کرنا باطل اور قیاس مع الفارق ہے اور عرس کی اصل درج ذیل احادیث نبویہ سے ثابت ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ) نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں دوسری صورت یہ ہے کہ ہیئت اجتماعیہ مردمان کثیر جمع ہوں اور ختم قرآن شریف کریں اور شیرینی یا کھانا پر فاتحہ کریں اور اس کو حاضرین میں تقسیم کریں۔ ایسا معمول زمانہ پیغمبر ﷺ کو خلفائے راشدین میں نہ تھا، لیکن ایسا کرنے میں مضائقہ بھی نہیں۔ اس واسطے کہ اس میں کوئی برائی نہیں، بلکہ اس میں احیاء و اموات کو فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

﴿فتاویٰ عزیزی صفحہ نمبر ۱۵۶ طبع کراچی ۱۹۷۳ء، ۱۳۹۳ھ﴾

امام جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں.....

روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر سال شہداء احد کی زیارت کو جاتے تھے جب

قبور کے قریب پہنچتے تو بلند آواز سے فرماتے: ”سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَبِعَمَلٍ عَفِيفٍ
النَّارِ“ اور حضرت ابو بکر حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم بھی ہر سال شہداء احد
کی زیارت کو جایا کرتے تھے۔

﴿الانبیاء﴾ شرح الصدور بشرح حالی الموقی والقبور صفحہ نمبر ۱۵۰ طبع کراچی ۱۰۶۲ جذب القلوب ۲۰۲ شیخ کراچی ۶
طبرانی اور ترمذی نے شعب الایمان میں ابن عمر سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی مر جائے تو اسے رو کے نہ رکھو بلکہ جلدی سے لے
جاؤ قبر کی طرف، اور اس کے سر کی جانب سورۃ فاتحہ پڑھنی چاہیے۔ اور اس کی قبر کی بائیں
جانب سورۃ بقرہ کی آخری آیات۔

(شرح الصدور بشرح حالی الموقی والقبور صفحہ نمبر ۱۰۶، طبع کراچی ۱۹۶۹ء)

حافظ ابن قیم جوزی (متوفی ۷۵۱ھ) لکھتے ہیں.....

صالحین کے ایک گروہ نے نقل کیا ہے کہ انہوں نے وصیت کی بعد از دفن ان کی قبر
کے پاس قرآن پڑھا جائے۔ عبدالحق سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حکم کیا
تھا کہ میری قبر پر سورۃ بقرہ تلاوت کی جائے۔ معنی بن عبد الرحمن کی بھی یہی رائے تھی۔
امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ ابتداء میں قائل نہ تھے کیونکہ یہ اثر انہیں نہیں پہنچا تھا، مگر اس کے
بعد وہ قائل ہو گئے تھے۔ علاء ابن اللہلاج نے کہا کہ میرے باپ نے وصیت کی کہ جب
میں انتقال کر جاؤں۔ تو مجھے لحد میں دفن کرنا اور مجھے لحد میں اتارتے ہوئے ”بسم اللہ
وعلیٰ سنتہ رسول اللہ“ پڑھنا اور مٹی ڈال کر قبر کے سرہانے سورۃ بقرہ کی پہلی آیات
تلاوت کرنا کیونکہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہی فرماتے ہوئے سنا ہے۔

قبر پر قرآن خوانی

عباس داری سے مروی ہے کہ میں نے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا
کہ قبر پر قرآن خوانی کے بارے میں کوئی روایت محفوظ ہے تو انہوں نے کہا نہیں اور جب
یحییٰ بن معین (م ۲۳۳ھ) سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے یہ حدیث بیان کی کہ علی بن

موسیٰ الحداد سے مروی ہے کہ میں حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اور محمد بن قدامہ رضی اللہ عنہ
کے ہمراہ ایک جنازے میں شریک تھا۔ دفن سے فارغ ہو کر ایک نایبنا قبر کے پاس
قرآن کی تلاوت کرنے لگا، حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے کہا، کہ قبر کے پاس
تلاوت قرآن بدعت ہے۔ پھر جب ہم قبرستان سے باہر آئے تو محمد بن قدامہ نے امام
احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہم شریکی کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ انہوں نے
کہا ثقہ ہے۔ دریافت کیا، آپ نے ان سے کچھ روایات نقل کی ہیں۔ کہا ہاں۔ میں نے
کہا مجھے ہمیشہ نے عبد الرحمن بن العلاء بن اللہلاج سے اور انہوں نے اپنے والد سے خبر
دی کہ انہوں نے وصیت کی تھی کہ دفن کرنے کے بعد ان کے سرہانے سورۃ بقرہ کا پہلا اور
آخری رکوع پڑھا جائے اور کہا تھا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا تھا کہ آپ
نے بھی یہی وصیت کی تھی۔ پھر ان سے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نایبنا سے جا کر
کہہ دو کہ وہ قرآن کی تلاوت کرے۔ حسن بن صباح سے مروی ہے کہ میں نے امام
شافعی رضی اللہ عنہ سے قبر کے پاس قرآن خوانی کے بارے میں دریافت کیا، فرمایا کوئی حرج
نہیں۔ قسمی رضی اللہ عنہ (متوفی ۱۰۴۲ھ) نے کہ جب انصار کا کوئی عزیز لقمہ اجل ہو جاتا تو وہ
اس کی قبر کے پاس آ کر تلاوت قرآن مجید کیا کرتے تھے۔

حافظ ابن قیم مزیہ لکھتے ہیں: حسن بن جردی نے کہا کہ میں نے اپنی ہمشیرہ کی قبر
کے پاس سورہ ملک پڑھی پھر ایک آدمی نے مجھ سے آ کر کہا کہ میں نے تمہاری بہن کو
خواب میں دیکھا کہ وہ کہتی تھی کہ اللہ تعالیٰ انہیں بہترین صلہ دے ان کی قرآن خوانی نے
مجھے نفع پہنچایا۔ (کتاب الروح (مترجم) از حافظ ابن قیم صفحہ نمبر ۳۲، ۳۳ طبع لاہور ۱۹۷۷ء)

مساجد میں قرآن خوانی

امام الانبیاء علیہ السلام نے فرمایا، جب کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع
ہو کر کتاب اللہ کی تلاوت کرتی ہے اور ایک دوسرے کو اس کا درس دیتی ہے تو فرشتے اس
جماعت کو گھیر لیتے ہیں، ان پر طمانیت نازل ہوتی ہے۔ رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے

امام جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں.....

جمہور سلف اور ائمہ مجتہدین میت کیلئے قبر پر قرآن پڑھنے سے ثواب پہنچنے کے قائل ہیں..... وہ کہ جب حج، صدقہ، وقف، دعا، قراءۃ کا ثواب پہنچ سکتا ہے تو دوسری عبادت کا ثواب بھی پہنچ سکتا ہے۔ اگرچہ یہ احادیث ضعیف ہیں لیکن ان کی مجموعی حیثیت سے ایصال ثواب کی اصل ہو سکتی ہے۔ نیز قدیم سے مسلمان مردوں کیلئے جمع ہو کر قرآن پڑھتے رہے ہیں اور کسی نے انکار نہیں کیا۔ اس سے اجماع مسلمین بھی ثابت ہوتا ہے۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ شیخ عزالدین بن سلام ایصال ثواب کے قائل نہ تھے۔ جب ان کا انتقال ہو گیا تو بعض لوگوں نے ان کو خواب میں دیکھا تو دریافت کیا کہ آپ دنیا میں ایصال ثواب کے قائل نہ تھے اب کیا حال ہے؟ تو کہا کہ ہاں پہلے تو یہی کہتا تھا مگر اب معلوم ہوا کہ خدا کے فضل و کرم سے ثواب ملتا ہے اور اب میں نے رجوع کر لیا۔ زعفرانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ قبر کے پاس قرآن پڑھنا کیسا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مہذب میں لکھا ہے کہ زیارت کرنے والے کیلئے مستحب ہے کہ وہ زیارت کے بعد قرآن پڑھے اور دعا کرے۔ اس پر امام شافعی کی تصریح بھی ہے اور ان کے اصحاب بھی اس پر متفق ہیں۔ اور دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ اگر قرآن کریم ختم کریں تو افضل ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ پہلے اس کا انکار کرتے تھے کیونکہ ان کو اس سلسلہ میں کوئی حدیث نہ ملی تھی لیکن انکو جب ابن عمر رضی اللہ عنہما علماء بن الحجاج کی روایات مل گئیں جو حدیث مرفوعہ ہے تو انہوں نے رجوع کر لیا۔

﴿شرح الصدور بشرح حال الموقی والقبور صفحہ نمبر ۲۹۲، ۲۹۳ طبع کراچی ۱۹۶۹ء﴾
حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ترغیب دیتے رہے تھے کہ اموات کو عزیز و اقارب کی طرف سے دعا، صدقہ اور (نفل) عبادت

کا ذکر کرتے رہنا چاہیے اور فرمایا کرتے تھے کہ ان میں سے ہر چیز اموات کو نفع دیتی ہے۔
﴿کشف الغمہ از عبدالوہاب شعرانی صفحہ نمبر ۷۷ جلد اول﴾

ایک شبہ کا ازالہ

مکرمین ایصال ثواب درج ذیل آیت قرآنی سے استدلال کرتے ہیں۔
”وَإِن لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى“ ترجمہ: ”انسان کو اس کی کوشش کا بدلہ ملے گا“

﴿جواب﴾

امام المفسرین علامہ جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
اول..... تو یہ آیت منسوخ ہے اس آیت سے ”وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ“ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کے بعد ان کی ذریت آئی۔ اس آیت کا مفاد یہ ہے کہ بیٹوں کو باپ کی نیکی سے جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔
دوم..... یہ کہ یہ آیت قوم ابراہیم (علیہ السلام) و موسیٰ (علیہ السلام) کے ساتھ خاص ہے۔
رہی یہ امت مرحومہ تو اس کو وہ بھی ملے گا جو خود کرے گی اور وہ بھی جو اس کیلئے کیا جائے گا۔
یہ قول حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔
تیسرے..... یہ کہ انسان سے مراد یہاں کافر ہیں اور مومن اس سے مستثنیٰ ہیں یہ قول ربیع بن انس رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔
چوتھے..... یہ قانون عدل ہے اور دوسرے کے کئے سے فائدہ پہنچنا اس کا فضل ہے۔ یہ حسین بن فضل رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔
پانچویں..... لام بمعنی علی ہے کہ انسان کو ضرر، اس کے کئے ہوئے گناہ کا ہوگا، نہ کہ دوسرے کا۔ (شرح الصدور بشرح حال الموقی والقبور صفحہ نمبر ۲۹۲)

فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ جو میت کو مانوس کرنا چاہے تو وہ قبر کے پاس قرآن پڑھے ورنہ جہاں چاہے پڑھے کہ خدا تعالیٰ ہر جگہ کی قراءۃ سننے والا ہے۔
﴿شرح الصدور بشرح حال الموقی والقبور صفحہ نمبر ۳۶۱ طبع لاہور﴾

ملا علی قاری حنفی (متوفی ۱۰۱۳ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

واختلف فی العبادات البدنیۃ، كالصوم و قراۃ القرآن والذکر،
فلذهب ابو حنیفۃ (م ۱۵۰ھ) رحمہ اللہ واحمد و جمهور السلف رحمہم اللہ
الی وصولہا۔ (شرح فقہ اکبر صفحہ نمبر ۱۳۰، ۱۳۱ طبع کراچی)

ختم قرآن کے بعد دعا کرنا

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: قرآن
پڑھنے والے کی قرآن حکیم ختم کرنے پر دعا قبول ہوتی ہے۔

(تذکرۃ الحفاظ از ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ) صفحہ نمبر ۶۹۵ جلد ۲ طبع لاہور ۱۹۸۱ء)

عکرمہ مشہور تابعی ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ ہیں۔ ابن عباس
اور دوسرے صحابہ کرام سے حدیث کی سماعت کی۔ ایک بڑی جماعت نے ان سے
روایت کی۔ ۱۰۷ھ میں انتقال ہوا۔

مشہور تابعی ہیں۔ ان کا شمار مفسرین تابعین میں ہوتا ہے۔ ۱۴۰ھ میں وصال ہوا۔
قرعہ بن سدید سے منقول ہے کہ حمید اعرج نے کہا کہ جو شخص قرآن پڑھ کر دعا کرتا
ہے چار ہزار فرشتے اس کی دعا پر آمین کہتے ہیں۔ (داری صفحہ نمبر ۴۹۲ طبع کراچی)
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سوا آدمی جب کسی شخص کیلئے (بخشش) کی
شفاعت کی دعا کرتے ہیں تو اس کے حق میں ان کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔
(داری صفحہ نمبر ۱۲۱ طبع کراچی)

حضرت ابن ابی شیبہ نے مجاہد سے روایت کیا.....

”اذا ختم القرآن نزلت الرحمۃ“۔ (تحد الذکرین از شوکانی صفحہ نمبر ۴۲ طبع بیروت)
ترجمہ: ”جب ختم قرآن کیا جائے تو اللہ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے۔“

قبر کے قریب وعظ و نصیحت کرنا

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم بقیع میں ایک جنازہ میں
شریک تھے۔ ہمارے پاس نبی کریم تشریف لائے اور بیٹھ گئے۔ تو ہم بھی آپ کے
اور گرد بیٹھ گئے اور آپ کے پاس ایک چھتری تھی۔ آپ اسے زمین پر مارنے لگے اور
فرمانے لگے کہ تم میں سے ہر جاندار کیلئے اس کی جگہ جنت یا جہنم لکھ دی ہے اور نیک بخت
بہشت ہونا لکھا جا چکا ہے۔ تو ایک شخص نے کہا کہ: یا رسول اللہ! پھر ہم اپنے لکھے پر
بھروسہ نہ کریں، اور عمل چھوڑ دیں۔ ہم میں سے جو شخص اہل سعادت میں سے ہوگا وہ
اہل سعادت کے کام کرے گا اور جو بد بخت ہوگا وہ بد بخت عملوں کی طرف جائے گا۔
آپ ﷺ نے فرمایا: کہ نیک بخت لوگوں کیلئے نیک بختی کے اعمال آسان کر دیئے
جائیں گے اور بد بختوں کیلئے بد بختی کے اعمال آسان کر دیئے جائیں گے۔ پھر آپ نے
آیت ”فاما من اعطی آخر تک پڑھی۔“

(بخاری شریف صفحہ نمبر ۵۱۳، ۵۱۴ جلد اول طبع لاہور ۱۹۷۷ء)

علماء و مشائخ کا مقام

۱۔ ”اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ“۔ (سورۃ فاطر آیت نمبر ۲۸)

ترجمہ: ”اللہ سے اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔“

۲۔ ”وَالَّذِينَ يَمِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا“۔ (سورۃ الفرقان آیت نمبر ۶۴)

ترجمہ: ”اور وہ جو رات کاٹتے ہیں اپنے رب کیلئے سجدے اور قیام میں۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زمین و آسمان میں جتنی چیزیں ہیں عالم کیلئے مغفرت
طلب کرتی ہیں حتیٰ کہ دریا کی مچھلیاں بھی (ابن ماجہ (مترجم) جلد اول صفحہ نمبر ۱۰۰ طبع لاہور ۱۹۸۳ء)
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک فقیہ (عالم دین) شیطان پر ایک ہزار عابدوں
سے زیادہ بھاری ہے۔ (ابن ماجہ (مترجم) جلد اول صفحہ نمبر ۹۵ طبع لاہور ۱۹۸۳ء)
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرا بندہ نوافل سے میرا قرب حاصل

کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں، جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کی قوتِ سامعہ بن جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں۔ جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

﴿مکتوٰۃ صفحہ نمبر ۱۹۷، بخاری صفحہ نمبر ۹۶۲ جلد ۲ طبع کراچی﴾

شیخ شہاب الدین سہروردی (متوفی ۶۳۲ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

انہی نفوسِ قدسیہ (یعنی اولیاء اللہ) کی بدولت افلاک بھی تھمے ہوئے ہیں۔

﴿عوارف المعارف صفحہ نمبر ۳۷۷ طبع لاہور ۱۹۶۲ء﴾

ملا علی قاری حنفی (متوفی ۱۰۱۳ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”ان البقاء العالم بہرکۃ العلماء العاملين والعباد الصالحین و عموم المؤمنین“..... الخ (مرقات شرح مکتوٰۃ صفحہ نمبر ۳۳۷ جلد ۱۰)

ترجمہ: ”یعنی کائنات عالم، با عمل علماء اور نیک بندوں اور عام مؤمنین کی برکت کی وجہ سے قائم و دائم ہے۔“

انبیاء کرام اور علماء و مشائخ اولیاء کے مزارات کی زیارت کرنا
طبرانی نے اوسط میں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احد سے واپسی پر حضرت مصعب بن عمیر اور ان کے ساتھیوں کی قبروں پر ٹھہرے اور فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اللہ کے نزدیک زندہ ہو۔ تو اے لوگو! ان سے ملاقات کرو (یعنی ان کی زیارت کیا کرو) انہیں سلام کرو، کیونکہ یہ قیامت تک جواب دیتے رہیں گے۔

﴿شرح الصدور صفحہ نمبر ۱۸۶ طبع کراچی ۱۹۶۹ء﴾

امام ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ) امام جاردی ہروی (متوفی ۳۱۳ھ) کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: آپ سب علوم اور خصوصاً علم حدیث میں اپنی مثال آپ تھے۔ دنیا سے بہت

کم تعلق رکھتے تھے۔ عفت اور پاکبازی کی زندگی بسر کرتے تھے، تورع اور پرہیزگاری میں منفرد تھے۔ بعض لوگوں کو خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ تو آپ نے وصیت کی، جاردی کی قبر کی زیارت کیا کرو (کیونکہ وہ سنت کے پابند اور فقیر آدمی ہیں۔)

﴿تذکرۃ الحفاظ از علامہ ذہبی صفحہ نمبر ۷۰۹ جلد ۳ طبع لاہور ۱۹۸۱ء﴾

امام نووی (متوفی ۶۷۶ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں.....

عقی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک ایک اعرابی آیا اور اس نے آکر عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ پر سلام ہو، میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سنا: جن لوگوں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے اگر وہ آپ کے پاس آتے اور خود بھی اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے اور رسول بھی ان کیلئے استغفار کرتے تو وہ اللہ کو خوب ذبح قبول کرنے والا رحم کرنے والا پائیں گے۔ میں آپ کے پاس اپنے گناہوں کی مغفرت کیلئے آیا ہوں اور اپنے پروردگار کے یہاں آپ کو اپنا سفارشی بناتا ہوں پھر اس نے یہ شعر پڑھ لیا۔

یا خیر من دفنت بالقاع اعظمہ فطاب من طیبہ القاع والا کم
نفسی الفداء القبر انت ماکنہ فی العفاف و فیہ الجود والکرم

ترجمہ: جو لوگ میدانوں میں دفن کئے گئے ہیں ان میں سے سب سے بہترین اور معظم ذات جس کی خوشبو سے میدانوں اور پہاڑوں میں خوشبو پھیل گئی، میری جان اس قبر پر فدا ہو، جس میں آپ رہتے ہیں، اس قبر میں پاکدامنی، سخاوت اور کرم ہے۔

عقی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ اس کے بعد وہ اعرابی چلا گیا اور میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھ سے فرما رہے ہیں کہ اس اعرابی کے پاس جاؤ اور اسے یہ بشارت سناؤ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہوں کی مغفرت فرمادی۔ ﴿کتاب الاذکار از علامہ نووی (مترجم) صفحہ نمبر ۳۵۱ جلد اول طبع کراچی﴾

مالک، عبد اللہ بن دینار سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب سفر کا ارادہ کرتے یا سفر سے واپس آتے تو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے پاس آتے درود پڑھتے اور دعا کرتے پھر واپس آتے۔ ﴿مؤطا امام محمد (متوفی ۱۸۹ھ) صفحہ نمبر ۳۳۶ طبع کراچی﴾

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قحط پڑا، ایک شخص (بلال بن حارث صحابی) نے رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف پر حاضر ہو کر یوں عرض کیا: یا رسول اللہ! اپنی امت کیلئے بارش کی دعا فرمائیں وہ ہلاک ہو رہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے خواب میں اس شخص سے فرمایا کہ عمر (رضی اللہ عنہ) کے پاس جا کر میرا سلام کہو اور بشارت دو کہ بارش ہوگی اور یہ بھی کہہ دو کہ نرمی اختیار کریں۔ اس شخص نے حاضر ہو کر خبر دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر روئے، پھر کہا۔ اے رب میں کوتاہی نہیں کرتا مگر اس چیز سے جس سے میں عاجز ہوں۔

﴿وفاء الوفا از علامہ سمودی (سید علی بن احمد م ۹۱۱ھ)﴾

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ (م ۱۰۵۲ھ) لکھتے ہیں.....

ابن ابی شیبہ صحیح سند سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک مرتبہ قحط پڑا۔ ایک مرد (صحابی) قبر شریف پر آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! استسق لامتنک فأنهم قد هلكوا (آپ اپنی امت کیلئے اللہ سے پانی طلب کیجئے، بے شک لوگ ہلاک ہو گئے) آنحضرت ﷺ اس شخص کے پاس خواب میں تشریف لائے اور فرمایا کہ جاؤ عمر کو خوشخبری دو کہ بارش ہوگی۔ نیز دیکھیے.....

﴿جذب القلوب الی ديار الحبب صفحہ ۲۳۸ طبع کراچی غلامہ الوفا از علامہ نور الدین سمودی مدنی (م ۹۱۱ھ) صفحہ ۷۷﴾

(ف) یہ طریقہ طلب دعا کا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا اپنے پروردگار سے دعا کرنا تاکہ یہ حاجت پوری ہو جائے جس طرح حالت حیات میں تھا، اسی طرح عالم برزخ میں بھی ہے۔

امام ذہبی امام ابو عوانہ اسرافینی نیشاپوری کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

امام حاکم (متوفی ۴۰۴ھ) فرماتے ہیں ابو عوانہ بن حدیث کے عالم اور پختہ کار ہیں میں نے ان کے صاحبزادے محمد سے سنا ہے کہ ان کا ۳۱۶ھ میں انتقال ہوا۔ دوسروں نے کہا ہے کہ آپ کی قبر اسرافین شہر کے اندر ہے اس پر گنبد بنا ہوا ہے۔ اور زیارت گاہ عام ہے۔ ﴿تذکرۃ الحفاظ صفحہ نمبر ۵۳۵ جلد ۳ طبع لاہور ۱۹۸۱ء﴾

قاسم کہتے ہیں کہ میرے والد ابن عسا کر دمشق نے ۱۱۱۱ھ رجب المرجب ۵۷۱ھ میں دای اجل کو لیک لکھا..... ان کی قبر باب الصغیر میں زیارت گاہ عوام و خواص ہے۔

﴿تذکرۃ الحفاظ جلد ۸۹۸، طبع لاہور ۱۹۸۱ء﴾

شیخ الاسلام امام نووی رحمہ اللہ نے ۲۳۲ھ رجب ۶۷۶ھ میں وصال کیا۔ آپ کو شہر کے باہر سپرد خاک کیا گیا، جہاں آپ کی قبر زیارت گاہ عوام و خواص ہے۔

﴿تذکرۃ الحفاظ صفحہ نمبر ۱۰۰۱ جلد ۳ طبع لاہور ۱۹۸۱ء﴾

صاحب ظفر الحسین، صاحب شاطبیہ علامہ محمد قاسم (م ۵۹۰ھ) کے متعلق لکھتے ہیں:

لوگ اب بھی آپ کی قبر کی زیارت کرتے ہیں اور برکات حاصل کرتے ہیں۔

علامہ جزیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے بارہا آپ کی قبر کی زیارت کی ہے۔ وہاں دعا

بڑی جلد قبول ہوتی ہے۔ ﴿ظفر الحسین باحوال المصنفین صفحہ نمبر ۷ طبع کراچی ۱۹۷۶ء﴾

(ف) معلوم ہوا، انبیاء و صلحاء کی قبور کی زیارت کرنا قدیم سے مسلمانوں کا طریقہ

چلا آ رہا ہے

حدیث نمبر ۱۳

حضرت قزعة رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کوہ طور کی طرف زیارت کیلئے جانے کا

ارادہ کیا تو میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کے متعلق پوچھا کہ ایسا کرنا کیسا ہوگا تو

انہوں نے جواب دیا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ان تین مقامات کے علاوہ کسی اور جگہ کی

طرف ثواب کے ارادہ سے زیارت کیلئے جانے سے منع فرمایا، وہ تین مقامات مسجد الحرام

(بیت اللہ) مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) اور مسجد نبوی ہیں۔ اس لئے اے قزعة تو زیارت

کیلئے کوہ طور پر نہ جا۔ (شاہراہ بہشت صفحہ نمبر ۴۸)

جواب

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ سائل کوہ طور پر نماز میں

زیادتی و ثواب کی غرض سے جانا چاہتا تھا تو انہوں نے ارشاد فرمایا: بیت اللہ، بیت

المقدس اور مسجد نبوی کے علاوہ دنیا کی تمام مساجد میں نماز پڑھنے کا برابر ثواب ہے۔ اس لئے تو اس نیت سے کوہ طور کی طرف سفر نہ کر۔ اس رائے کا مدار اس پر ہے کہ بعض احادیث بعض کی تفسیر کرتی ہیں۔ چنانچہ مسند احمد میں شہر ابن حوشب سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا کہ جب ان کے پاس کوہ طور پر نماز پڑھنے کا ذکر آیا تو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”لَا يَنْبَغِي لِلْمَطْيِ أَنْ يَشْدَ رَحَالَهُ إِلَى مَسْجِدٍ يَنْبَغِي فِيهِ الصَّلَاةُ غَيْرَ مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصَى وَمَسْجِدِي هَذَا“۔

﴿قسطانی شرح بخاری صفحہ نمبر ۳۳۳ جلد ۲ طبع بیروت بمنور الایمان بزیارۃ آثار حبیب الرحمن صفحہ نمبر ۶۵﴾
ترجمہ: ”کسی مسجد کیلئے اس میں نماز کے ارادے سے رخت سفر باندھنا مناسب نہیں سوائے مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور میری مسجد کے“۔

علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۸۵۵ھ) لکھتے ہیں:

مساجد ثلاثہ کے علاوہ طلب علم، تجارت، بزرگوں سے ملاقات، دوسری زیارت گاہوں اور بھائیوں سے ملنے کیلئے سفر کرنا منع میں داخل نہیں۔

﴿نور الایمان صفحہ نمبر ۶۵ ناشر مکتبہ فریدیہ ساہیوال﴾

نیز یہ حدیث کسی فضیلت والی مسجد مثلاً مسجد قبا وغیرہ کے سفر کی بھی نفی نہیں کرتی۔ ہاں ان میں عبادت کا چند گنا ہزار گنا ثواب نہ ملے گا۔ ورنہ بعض مساجد کی فضیلت حدیث سے ثابت ہے حضرت اسید بن ظہیر الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِ قَبَاءَ كَعُمْرَةٍ“ (سنن ابن ماجہ صفحہ نمبر ۶۰ جلد اول طبع لاہور ۱۹۸۳ء)
ترجمہ: ”مسجد قبا میں نماز پڑھنا عمرہ کے برابر ہے“۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا پیدل یا سوار ہو کر مسجد قبا کا سفر کرنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے.....

شاہراہِ اہلسنت بحواب شاہراہِ بہشت
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی پیدل اور کبھی سواری پر (مسجد) قبا تشریف لے جایا کرتے تھے۔ (تذکرۃ الخلفاء صفحہ نمبر ۱۸۲ جلد اول از علامہ ذہبی طبع لاہور ۱۹۸۱ء)

نیز اس مسئلہ کی تفصیل کیلئے درج ذیل کتب کا مطالعہ فرمائیں۔

فتح الباری شرح بخاری از حافظ ابن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ)۔

عمدة القاری شرح بخاری از علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۸۵۵ھ)۔

نودی علی السلم از علامہ نودی شافعی (متوفی ۶۷۶ھ)۔

احیاء علوم الدین از امام محمد غزالی شافعی (متوفی ۵۰۵ھ)۔

جذب القلوب از شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۰۵۲ھ)۔

ارشاد الساری شرح بخاری از ابن حجر قسطلانی شافعی (متوفی ۹۳۳ھ)۔

نور الایمان از بحر العلوم مولانا عبدالحلیم فرنگی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۸۵ھ)۔

شیخین جلیلین کا حجرہ مقدس میں دفن ہونا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق انبیاء کرام جہاں وصال فرماتے ہیں ان کو وہیں دفن کیا جاتا ہے۔ ﴿الطبقات الکبریٰ از ابن سعد صفحہ نمبر ۲۹۳ جلد ۲ طبع بیروت﴾

﴿مختصر سیرۃ الرسول از عبداللہ بن محمد بن عبد الوہاب صفحہ نمبر ۳۸۱﴾

چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک میں وصال فرمایا۔ اس لئے آپ کو وہاں پر دفن کیا گیا۔ اور صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کی موجودگی میں (بلا انکارے احدے) شیخین جلیلین کا اس میں دفن ہونا مشعر باجماع ہے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام کے جوار میں ان کے خلفاء کو دفن کرنا ان کی عظمت کے پیش نظر ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قریب میں دفن ہونا اس بات کی بین دلیل ہے کہ غیر انبیاء میں جو زاہد، متقی، ورع اور پرہیزگار ہو اس کے جوار میں دفن ہونا باعث برکت ہے۔ جیسا کہ جلیل القدر علماء اسلام نے اولیاء اللہ کے قریب میں دفن ہونے کی وصیت فرمائی تھی۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ غیر انبیاء میں سے صلحاء امت کی قبر کے گرد و بنا بنانا یا پہلے سے بنی ہوئی عمارت میں دفن کرنا جائز ہے۔ ورنہ صحابہ کرام

اور اہل بیت عظام کبھی بھی حضرت صدیق اکبر ؓ اور حضرت عمر فاروق ؓ کو حجرہ مقدس میں دفن نہ ہونے دیتے۔ اور بعض محدثین کا اس پر عمل بھی کتب معتبرہ سے ثابت ہے۔ جیسا کہ اہل علم پر مخفی نہیں۔

امام ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ) امام المحدثین حضرت امام مفید بن حضارہ بغدادی ؓ کے حالات میں رقم طراز ہیں: آپ نے ۱۳ ربیع الاول ۳۹۱ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ جب آپ کو غسل دیا گیا تو آپ کے منہ میں آنحضرت ؐ کے تین بال مبارک رکھے گئے جو آپ نے زرخیز خرچ کر کے حاصل کئے تھے۔ آپ کے جسد خاکی کو مدینہ منورہ لایا گیا اور اس مکان میں جو آپ نے مسجد نبوی کے بالکل قریب خرید رکھا تھا۔ سپرد خاک کر دیا۔ ﴿تذکرۃ الخلفاء ۶۹۰ جلد ۲ طبع لاہور ۱۹۸۱ء﴾

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق ؓ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز ؓ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کے گھر کا حجرہ بھی تمام حجرات مصطفویہ کی طرح کعبور کی چھال سے تعمیر ہوا تھا۔ اور حکم الہی کے بموجب سرور انبیاء ؐ کا دفن بھی یہی قرار پایا تھا حضرت عمر فاروق ؓ نے جب مسجد نبوی میں اضافہ کیا تھا تو اس حجرہ مبارکہ کو کچی اینٹوں سے تعمیر کروا دیا تھا۔ ولید کی تعمیر کے زمانہ تک یہ حجرہ مبارک برقرار رہا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ولید بن عبدالملک کے حکم سے اس کو منہدم کر کے منقش پتھروں سے تیار کیا۔ اور اس کی پشت پر ایک دوسرا احاطہ بنوایا اور ان دونوں عمارتوں میں سے کسی میں کوئی دروازہ نہیں چھوڑا

﴿جذب القلوب از شیخ عبدالحق محدث دہلوی صفحہ نمبر ۱۲۵، ۱۲۶ طبع کراچی﴾

جناب امیر حمزہ صاحب ذرا قلم کو حرکت دیں اور حضرت عمر فاروق ؓ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز ؓ کے متعلق بھی تحریر فرمائیں کہ ان نفوس قدسیہ کے متعلق ان کا کیا فتویٰ ہے۔

حضرت بشر حافی ؓ کی قبر مکرم اور محدثین کی آرزو

امام العارفین حضرت خواجہ بشر حافی بن حارث بن عبدالرحمن حضرت امام احمد بن

ہاشم ؓ (متوفی ۲۳۱ھ) ؓ کے دور کے مشہور بزرگ ہیں۔ جب امام صاحب کے اس آتے، آپ ان کی بے حد تعظیم کرتے، ۲۲۰ھ میں بغداد میں انتقال فرمایا۔ قبر آپ کی مرقع خلایق ہے۔

محدث خطیب بغدادی کی آرزو

حج کے موقع پر جب چاہ زم زم پر گئے تو چونکہ اس وقت کی دعا مستجاب (قبول) ہوتی ہے۔ تین مرتبہ اس پانی سے سیراب ہو کر خدا تعالیٰ سے تین چیزوں کی دعا مانگی۔ اول یہ کہ ”تاریخ بغداد“ ایسی مقبول ہو کہ لوگ اسکی روایت کریں۔ دوسرے یہ کہ جامع منصور میں جو بغداد کی بہترین جگہ ہے۔ تعلیم حدیث اور اس کی اطباء میں مشغول رہوں۔ تیسرے یہ کہ میری قبر حضرت بشر حافی ؓ متصل ہو۔ ”سو الحمد للہ“ ان کی یہ دعا مقبول ہوئی اور تینوں حاجتیں پوری ہوئیں۔ ۶۶۳ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔

﴿بستان المحدثین از شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی صفحہ نمبر ۱۱۸ طبع کراچی﴾

محدث حمیدی بغدادی ؓ کی آرزو

۷۱۷ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ ابو بکر شامی نے جو مشہور شافعی فقیہ ہیں ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ شیخ ابواسحاق شیرازی ؓ کی قبر کے نزدیک ان کو دفن کیا گیا وفات سے قبل کئی بار مظفر کو جو بغداد کا رئیس تھا یہ وصیت کی تھی کہ مجھ کو بشر حافی ؓ کے پاس دفن کرنا۔ اس نے کسی وقتی مانع کے سبب سے ان کی وصیت کے خلاف عمل کیا تو یہ خواب اس نے دیکھا کہ جبری مجھ کو اس امر کا گلہ اور شکایت کرتے ہیں۔ ناچار ماہ صفر ۳۹۱ھ میں اس جگہ سے منتقل کر کے حضرت بشر حافی ؓ کی قبر کے قریب دفن کیا گیا۔ یہ حمیدی ؓ کی کرامت ہے کہ انکا کفن تازہ اور بدن بالکل صحیح و سالم تھا اور بہت دور تک اسکی خوشبو مہک رہی تھی۔

﴿بستان المحدثین از شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی صفحہ نمبر ۱۳۳ طبع کراچی﴾

اعتراض

کسی بزرگ کی قبر کو قبرستان سے الگ بنانا شرک کو قدم جمانے کی دعوت دینا ہے۔

اجاب

خود وہابیہ غیر مقلدین کے درج ذیل علماء کی قبریں، قبرستان سے علیحدہ بنی ہوئی ہیں۔

ابوالاعلیٰ مودودی (لاہور)

صوفی عبداللہ (ماموں کاٹن)

مولوی عبداللہ (بڑھیمالوی)

اور ان کا اقرار خود امیر حمزہ نے اپنی تالیف ”شاہراہ بہشت“ کے صفحہ نمبر ۴۱ پر کیا ہے۔

اگر اہلسنت اپنے کسی بزرگ یا عالم دین کو درسہ یا قبرستان سے علیحدہ دفن کر دیں تو وہ شرک کو جنم دے رہے ہیں۔ اور اگر وہابیہ غیر مقلد یہ کام کریں تو وہ توحید پرست کے توحید پرست ہی رہیں۔ یہ کوئی شریعت کا قانون ہے جو وہابیوں کیلئے اور ہو، اور اہلسنت کے لئے اور۔

ذرا ہوش و حواس کو برقرار رکھتے ہوئے امیر حمزہ صاحب درج ذیل محدثین، صوفیاء کرام اور علمائے عقلم کے متعلق بھی فتویٰ صادر فرمائیں کہ ان پر شریعت کا کون سا قانون نافذ ہوگا تاکہ آپ کی حقانیت و جرات عوام الناس پر آشکارا ہو سکے۔

حفاظ حدیث

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے ترجمہ میں علامہ ذہبی (م ۷۴۸ھ) رحمہ اللہ لکھتے ہیں: آپ کا دیر سمان میں انتقال ہوا اور وہیں سپرد خاک ہوئے۔ آپ کا مزار زیارت گاہ عوام ہے۔ ﴿تذکرۃ الحفاظ صفحہ نمبر ۱۱۳ جلد اول طبع لاہور ۱۹۸۱ء﴾

امام محمد بن جریر بن کثیر طبری رحمہ اللہ

کے متعلق ابن کمال کا بیان ہے کہ علامہ موصوف نے ۳۱۰ھ میں ماہ شوال ختم ہونے سے دو دن پہلے اتوار کے روز شام کے وقت جان، جان آفرین کے سپرد کی اور علامہ حبیب یعقوب میں اپنے گھر ہی میں سپرد خاک کئے گئے۔

﴿تذکرۃ الحفاظ صفحہ نمبر ۴۹ جلد ۲ طبع لاہور ۱۹۸۱ء﴾

امام ابو عوانہ اسفرائینی نیشاپوری رحمہ اللہ

کے متعلق امام حاکم فرماتے ہیں: ابو عوانہ فن حدیث کے عالم اور پختہ کار ہیں۔ ان کے صاحبزادے سے سنا کہ ان کا ۳۱۶ھ میں انتقال ہوا۔ دوسروں نے کہا کہ آپ کی قبر اسفرائن شہر کے اندر ہے اس پر گنبد بنا ہوا ہے۔ اور زیارت گاہ عام ہے۔

﴿تذکرۃ الحفاظ صفحہ نمبر ۵۴ جلد ۲ طبع لاہور ۱۹۸۱ء﴾

امام مفید ابن حنبلہ بغدادی نزیل مصر رحمہ اللہ کے متعلق علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

آپ نے ۱۳ ربیع الاول ۳۹۱ھ میں انتقال فرمایا: جب آپ کو غسل دیا گیا تو آپ کے منہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تین ہال (مبارک) رکھے گئے، جو کہ آپ نے زکریاؑ کے خرچ کر کے حاصل کئے تھے اور سونے کی ایک ڈبیہ میں جس میں کستوری سے مہر لگائی تھی محفوظ تھے۔ آپ کے جسد خاکی کو مدینہ منورہ لایا گیا اور اس مکان میں جو آپ نے مسجد نبوی کے بالکل قریب خرید رکھا تھا سپرد خاک کیا گیا۔

﴿تذکرۃ الحفاظ صفحہ نمبر ۶۹ جلد ۲ طبع لاہور ۱۹۸۱ء﴾

شیخ الاسلام امام نووی رحمہ اللہ

موصوف نے آخری مرتبہ دمشق سے رخت سفر باندھا اور بیت المقدس کی زیارت کے بعد اپنے گاؤں کی طرف مراجعت کی۔ وہیں اپنے والد ماجد کے ہاں بیمار ہوئے اور اسی جگہ آخری وقت آ پہنچا اور ۲۳ ربیع المرجب ۷۶۷ھ میں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپکو شہر کے باہر سپرد خاک کیا گیا جہاں آپکی قبر زیارت گاہ خواص و عوام ہے۔

﴿تذکرۃ الحفاظ صفحہ نمبر ۱۰۰ جلد ۲ طبع لاہور ۱۹۸۱ء﴾

صوفیاء کرام

حضرت شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا وصال ۲۱ محرم الحرام ۲۰۰ھ میں ہوا۔ آپ کا مزار مقدس بغداد شریف میں زیارت گاہ خلافت ہے۔ چنانچہ آپ کے بارے میں علامہ خلیب بغدادی (متوفی ۳۶۲ھ) ارشاد فرماتے ہیں کہ ”قبر معروف بحرب لواء الجوانح“ یعنی معروف کرخی کا مزار مقدس حاجتیں پوری ہونے کیلئے مجرب ہے۔ (یعنی انکے توسل سے بارگاہ قدس میں جو نیک دعا مانگی جاتی ہے اللہ تعالیٰ اس کو شرف قبولیت بخشتا ہے)۔

﴿تاریخ بغداد صفحہ نمبر ۱۲۲، ۱۲۳ جلد اول﴾

علامہ ابن جوزی لکھتے ہیں: آپ کی (حضرت معروف کرخی) قبر بغداد میں مشہور و معروف ہے، زائرین اس سے برکت حاصل کرتے ہیں۔ (مناہج الصلوٰۃ صفحہ نمبر ۱۸۳ جلد دوم) (ابو الجلیل فیضی غفرلہ)

حضرت ابراہیم ابوالحسن علی ہاشمی ہکاری رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے ۳۳۶ھ میں وصال فرمایا۔ آپ کا مزار مبارک بغداد شہر میں ہکار گاہوں میں مرجع خلافت ہے۔ (تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ صفحہ نمبر ۲۳۱ طبع لاہور ۱۹۸۹ء)

حضرت شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے ۲۸۹ھ میں وصال فرمایا۔ آپ کا مزار مقدس مقام شونیزہ میں ہے جو کہ بغداد میں مرجع خلافت ہے۔ (تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ صفحہ نمبر ۲۰۰ طبع لاہور ۱۹۸۹ء)

حضرت ابوسعید خدری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا وصال بغداد شریف میں ۵۱۳ھ میں ہوا۔ آپ کا مزار مقدس بغداد میں آپ کے قائم کردہ مدرسہ باب الازج میں مرجع خلافت ہے۔

﴿تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ صفحہ نمبر ۲۰۰ طبع لاہور ۱۹۸۹ء﴾

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

شاہراہ المسلمت بجواب شاہراہ بہشت

آپ نے ۵۶۱ھ میں وصال فرمایا۔ آپ کا مزار مقدس آپ کے مدرسہ عالیہ کے زمان میں باب ازج کے نزدیک بغداد شریف میں واقع ہے۔

﴿تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ صفحہ نمبر ۲۵۶ طبع لاہور ۱۹۸۹ء﴾

حضرت سید محی الدین ابوالنصر محمد رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے بغداد میں ۶۵۶ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کا مزار مقدس بغداد میں اپنے مدرسہ کے مدرسہ کے احاطہ میں مرجع خلافت ہے۔

﴿تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ صفحہ نمبر ۲۶۹ طبع لاہور ۱۹۸۹ء﴾

حضرت امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا مزار مقدس شہر بغداد میں بمقام کاظمین شریف واقع ہے۔ ۱۸۳ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کے مزار مقدس کے بارے میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے یعنی حضرت امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کی قبر انور دعا قبول ہونے کے لئے اکسیر و مجرب ہے۔

﴿مشکوٰۃ، باب زیارت القبر حاشیہ نمبر ۲ صفحہ نمبر ۱۵۴﴾

ابوعلیٰ خلال۔ مشہور محدث ہیں۔ تمام محدثین کے نزدیک ثقہ معتبر اور حفظ حدیث میں اپنے زمانہ کے سردار ہیں۔ ۳۳۹ھ میں وفات پائی۔

﴿بستان المحمدین از شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ صفحہ نمبر ۱۵۸﴾

جو مشہور محدث گزرے ہیں فرماتے ہیں: جب بھی مجھے کوئی مشکل پیش آتی ہے اور میں حضرت موسیٰ ابن جعفر کاظم کی قبر پر حاضر ہو کر ان کے توسل سے دعا کرتا ہوں تو اللہ تعالیٰ میری مراد پھر لاتا ہے۔ ﴿تاریخ بغداد، بحوالہ تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ صفحہ ۱۶۳﴾

امام علی رضا رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے ۲۰۲ھ میں ۵۵ سال کی عمر میں شہادت پائی۔ آپ کا مزار پر انوار طوس میں بمقام سنایا جو قرب بغداد میں ہے اور جسے اب مشہد مقدس کہتے ہیں۔ زیارت گاہ خلافت ہے۔ ﴿تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ صفحہ نمبر ۱۷۵﴾

صاحب شاطبیہ علامہ ابو محمد محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ

علامہ موصوف ۲۸ جمادی الاول (یا جمادی الثانی) بروز یکشنبہ ۵۹۰ھ بعد العصر باون یا ترپن برس کی عمر میں مصر کے شہر قاہرہ میں وفات پائی۔ پیر کے دن عظم پہاڑ کے قریب قراۓ صغریٰ میں اسی مقبرہ میں دفن ہوئے جو قاضی فاضل نے اپنے لئے بنوایا تھا۔ علی صباغ اپنی شرح ارشاد المرید میں فرماتے ہیں آپ کی قبر اب بھی مشہور و معروف ہے ملا علی قاری حنفی (متوفی ۱۰۱۳ھ) فرماتے ہیں کہ لوگ اب بھی آپ کی قبر کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں، اور برکات حاصل کرتے ہیں۔ علامہ جزری (متوفی ۸۳۳ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے بارہا آپ کی قبر کی زیارت کی، وہاں دعا بڑی جلد قبول ہوتی ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ ظفر اہلسلین باحوال المصنفین صفحہ نمبر ۷۰ طبع کراچی ۱۹۸۶ء

امام اعظم ابو حنیفہ تابعی کوئی رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے ۱۵۰ھ میں انتقال فرمایا، اور بغداد کے علاقہ اعظمیہ میں (قبرستان سے الگ) آپ کا مزار مقدس بنا ہوا ہے۔ جس پر ایک پر شکوہ گنبد ہے۔ (۱۹۷۳ء میں راقم زیارت سے مشرف ہوا تھا) مزار کے ملحق ایک عظیم الشان مسجد بھی تعمیر ہے۔

صاحب مقدمہ جزیریہ ابو الخیر شمس الدین محمد رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے شیراز میں ۵ رجب الاول ۷۳۳ھ میں وصال فرمایا۔ اور ”اپنے قائم کردہ مدرسہ“ دار القرآن میں دفن ہوئے۔ آپ کے جنازہ کو بہت سے اشراف نے برکت کے خیال سے بوسہ اور کندھا دیا۔

رحمۃ اللہ علیہ ظفر اہلسلین باحوال المصنفین صفحہ نمبر ۴ طبع کراچی ۱۹۸۶ء

صاحب صحیح مسلم محدث ابو الحسین مسلم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ

موصوف نے ۲۵ رجب ۲۶۱ھ میں بروز یکشنبہ وفات پائی۔ دوشنبہ کو جنازہ اٹھایا گیا اور نیشاپور کے باہر نصیر آباد میں دفن کئے گئے ابو حاتم رازی نے خواب میں دیکھا اور

حالات دریافت کئے، فرمایا خدا تعالیٰ نے میرے لئے جنت کو مباح کر دیا۔

رحمۃ اللہ علیہ ظفر اہلسلین باحوال المصنفین صفحہ نمبر ۱۱۸، ۱۱۹، طبع کراچی ۱۹۸۶ء

علامہ طحاوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے ۳۲۱ھ میں وصال فرمایا، شارع شافعی سے دائیں جانب جانے والی روک پر شارع طحاویہ کے سامنے ایک پرانے گنبد کے نیچے یہ آفتاب علم محو خواب ہے۔

رحمۃ اللہ علیہ ظفر اہلسلین باحوال المصنفین صفحہ نمبر ۱۶۳، طبع کراچی ۱۹۸۶ء

صاحب نور الانوار ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے ۱۱۳۰ھ میں وصال فرمایا۔ پچاس روز کے بعد نعش مبارک دہلی سے اٹھ لی جا کر آپ کے مدرسہ میں دفن کی گئی۔

رحمۃ اللہ علیہ ظفر اہلسلین باحوال المصنفین صفحہ نمبر ۲۱۹، طبع کراچی ۱۹۸۶ء

صاحب شمس باز غلامہ محمود رحمۃ اللہ علیہ

علامہ نے ۱۰۶۳ھ میں شہر جونپور (اٹلیا) میں وفات پائی، قبر شہر سے باہر ہے اور مشہور ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ ظفر اہلسلین باحوال المصنفین صفحہ نمبر ۳۷۵، طبع کراچی ۱۹۸۶ء

صاحب ہدیہ سعیدیہ مولانا فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۷۸ھ میں آپ نے جزیرہ انڈیمان (اٹلیا) میں وصال فرمایا آپ کا مزار (قبرستان سے الگ) اب تک مرجع انام اور زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

رحمۃ اللہ علیہ ظفر اہلسلین باحوال المصنفین صفحہ نمبر ۳۷۹، طبع کراچی ۱۹۸۶ء

صاحب قانون ابو علی حسین رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے ۴۲۸ھ میں انتقال فرمایا۔ اور ان کا لاشہ امدان سے اصفہان لایا گیا اور شیخ کے مکان سکونت ”کون گنبد“ کے بڑے پھاٹک پر دفن ہوئے اور یہ مکان خاص شیخ کے رہنے کا تھا۔ رحمۃ اللہ علیہ ظفر اہلسلین باحوال المصنفین صفحہ نمبر ۳۹۰، طبع کراچی ۱۹۸۶ء

امیر حمزہ نجدی سوچ سمجھ کر جواب دیں کہ کیا تمام محدثین، صوفیاء کرام اور علماء عظام کی قبور مبارکہ شرک کے اڈے ہیں یا انوار و تجلیات الہیہ کے مراکز ہیں۔

فرقہ وہابیہ اور خداوند قدوس کی ناشکری

اس حقیقت کا انکار وہابیہ بھی نہیں کر سکتے کہ برصغیر پاک و ہند میں صوفیاء کرام کی جدوجہد اور سعی و کوشش سے اسلام کی شمع روشن ہوئی۔ جیسا کہ مولوی محمد سلیمان منصور پوری (غیر مقلد) نے لکھا ہے اور رب کعبہ ارشاد فرماتا ہے۔

”هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ“۔ (پ ۲۷ سورہ الرحمن)

ترجمہ: ”نیکی کا بدلہ کیا ہے مگر نیکی“۔ (ترجمہ کنز الایمان)

یعنی احسان کا بدلہ احسان ہے۔ اس فرمان خداوندی کے پیش نظر چاہیے تو یہ تھا کہ ہم ان ذوات قدسیہ کا ذکر خیر کرتے اور ان کے کارنامے بیان کرتے تاکہ آنے والی نسل ان کے کارہائے نمایاں سے بہرہ ور ہوتیں۔ اور ان کے اسماء گرامی قیامت تک زندہ رہتے۔ مگر وہابیہ اس کے برعکس شب و روز تحریر و تقریر ان کی توہین پر تلے ہوئے ہیں اور ان کی قیور مقدسہ کو شرک کو جنم دینے والے اڈوں سے تعبیر کر رہے ہیں۔ (الحفیظ والامان)

مولوی محمد سلیمان منصور پوری لکھتا ہے.....

مناسب مقام سے میں اس جگہ چند بزرگوں کا جو داعیان اسلام کی حیثیت رکھتے ہیں ذکر کروں گا۔

(۱)۔ سنام میں ایک پیر صاحب ”پیر ہانبوی“ کی قبر ہے۔ یہاں کے مجاوروں کا بیان ہے کہ یہ صاحب حضرت شریف زندانی کے خلیفہ تھے اگر یہ صحیح ہے تو ان کے ورود کا زمانہ بالضرور محمود سبکتگین کے حملے سے پیشتر ہے۔

(۲)۔ مخدوم علی بھویری رحمۃ اللہ علیہ جو عوام کی زبان پر داتا گنج بخش کے نام سے مشہور ہیں۔ لاہور میں پانچویں صدی میں پہنچ گئے تھے۔ اور ان کی تبلیغ سے پنجاب کے نو مسلموں کا سلسلہ دامان کوہ شوالک اور ملتان تک پہنچ گیا تھا۔

(۳)۔ سید اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ شہاب الدین غوری کے حملہ اول سے پیشتر آئے ہوئے تھے اور انہوں نے لاہور میں ٹھہر کر تبلیغ کو بہت وسعت دی تھی۔

شاہراہِ اہلسنت بجواب شاہراہِ بہشت

(۴)۔ شیخ بہاؤ الدین ملتانی جو شیخ شہاب الدین سہروردی کا رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے ہیں۔ جامعہ اراک کے ذائل کرنے میں اور اسلام حق کی اشاعت کرنے میں خاص شہرت رکھتے ہیں۔

(۵)۔ سید معین الدین حسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۶۳۲ھ) وہ بزرگ ہیں جنہوں نے یوپی، راجپوتانہ دکن، بہار میں تنظیم کے ساتھ سلسلہ تبلیغ کو شروع کیا۔

(۶)۔ ان کے مرید و خلیفہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ربیع الاول ۶۳۵ھ) دہلی میں اور خود خواجہ صاحب اجیر میں اس تنظیم کی نگرانی کرتے تھے۔

(۷)۔ قطب صاحب کے خلیفہ بابا فرید الدین شکر گنج فاروقی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۶۶۸ھ) نے پاک پتن کو اپنا مرکز بنایا اور اپنے تین مشہور خلفاء کو تین مشہور مقامات میں ٹھہرا کر خواجہ بزرگ کے طریق کو مستحکم اور مضبوط کیا۔

(۱)۔..... حضرت خواجہ نظام الدین دہلی میں۔

(۲)۔..... حضرت مخدوم علی صابر رڈکی میں۔

(۳)۔..... حضرت قطب جلال الدین صوبہ آگرہ میں۔

(۸)۔ سلسلہ نظامیہ میں سید محمد گیسو دراز وہ بزرگ ہیں جنہوں نے دکن میں ٹھہر کر پانا کو اسلام سے روشناس کرایا اور سید یحییٰ میری نے اودھ کو اسلام کا پیر بنایا۔

(۹)۔ مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے کارنامے آج تک سکھر زمین کو یاد ہیں۔

(۱۰)۔ کاشمیر میں میں اشاعت اسلام سید علی ہمدانی اور درویش بلبل شاہ کی خدمات کا نتیجہ ہیں۔ (۷۰ رسائل عشرہ از تصانیف مولوی محمد سلیمان منصور پوری صفحہ نمبر ۱۶، ۱۶۶، ۱۶۷، طبع ۱۹۷۲ء)

صدر مملکت پاکستان سے اپیل

نبی کریم ﷺ کے رہائشی مکانات (یعنی حجرات مبارکہ کی ہیئت)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ) لکھتے ہیں:

جس وقت سید الانبیاء صلوٰۃ اللہ وسلم نے مسجد نبوی شریف کی بنیاد رکھی، اس وقت آپ کے نکاح میں دو بیویاں تھیں۔ ان کیلئے دو حجرے بنائے تھے۔ سودہ اور عائشہ رضی اللہ عنہما نے بھی ان کے بنانے میں ہاتھ بٹایا تھا۔ بعد ازاں جتنے نکاح کئے ہر ایک کیلئے ایک نیا حجرہ بنادیا تھا۔ حارث بن نعمان رضی اللہ عنہ ایک انصاری تھے ان کا مکان مسجد شریف کے قریب تھا۔ ایک مدت گزرنے کے بعد انہوں نے اپنا کل مکان آنحضرت ﷺ کو دے دیا۔ اکثر مکان سرور کائنات ﷺ نے بنائے جو عرب میں جریدہ محل سے تھے۔ کبیل سے ڈھکے ہوئے، کبیل ہی دروازے پر لٹکا ہوا تھا اور سب مکان بجاناب قبلہ اور مشرق و شام تھے۔ مسجد کے غربی جانب کوئی گھر نہ تھا۔ بعضے مکان کچی اینٹ کے بھی تھے۔ ہر مکان میں ایک حجرہ تھا جو کھجور کی چھال سے بنا ہوا تھا۔ جس پر کہہ گل کی ہوئی تھی۔ اکثر گھروں کے دروازے مسجد کی طرف تھے۔ چھت کی بلندی قدم آدم سے ایک ہاتھ اونچی رکھی ہوئی تھی۔ ﴿جذب القلوب الی دیار المحبوب صفحہ نمبر ۱۱ طبع کراچی﴾

دور نبوی ﷺ میں مسجد نبوی کا نقشہ

حدیث میں ہے کہ جب آنحضرت ﷺ (مدینہ منورہ میں) مسجد کی بنیاد رکھ رہے تھے، تو جبرائیل علیہ السلام خداوند قدوس کی جانب سے حکم لائے کہ اس کی عریش موسیٰ کلیم اللہ کے عریش کے مطابق بنائیے۔ اس کی بلندی سات گز سے زیادہ نہ ہو اور اس کی تزئین اور آرائش میں تکلف سے کام نہ لیجئے۔ آنحضرت ﷺ کے زمانہ مبارکہ میں مسجد کی چھت ایسی تھی کہ اگر بارش ہوتی تو اوپر سے لوگوں کے سر پر مٹی گرا کرتی تھی۔ جب پہلے پہل مسجد نبوی کی بنیاد ڈالی گئی تو اس کی نیو کا طول قبلہ حد شمال تک چون (۵۳) گز اور مشرق سے مغرب تک تریہ ٹھہ (۶۳) گز

﴿خبر کے بعد سات ہجری میں اس کی تجدید کردی گئی اور ہر طرف سے صد در صد (۱۰۰x۱۰۰) کر دیا گیا۔﴾ (جذب القلوب الی دیار المحبوب صفحہ نمبر ۹۹ طبع کراچی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مسجد نبوی حضور ﷺ کے زمانے میں مکی اینٹ اور کھجور کی شاخوں سے بنی ہوئی تھی۔ مجاہد (تابعی) نے کہا اس کے ستون کھجور کی لکڑی کے تھے۔ (ابوداؤد صفحہ نمبر ۲۱۳ طبع لاہور ۱۹۸۷ء)

علامہ الحاج عباس کرارہ مصری لکھتے ہیں:

(مسجد نبوی کی) جب پہلی تعمیر ہوئی تھی تو ۱۰۰x۱۰۰ ار سے کم تھی پھر جب دوبارہ تعمیر ہوئی تو اس میں اضافہ کر دیا گیا اور اس میں مراد ہاتھ کے سوا کچھ نہیں لیا جاسکتا..... دوسری تعمیر کے بعد طول یا عرض میں دو سو (۲۰۰) ہاتھ (یعنی ۱۰۰ گز) تک پہنچ گئی اور آخری لمبائی (مسجد نبوی) کی تقریباً اتنی ہی ہے..... الخ۔

(تاریخ حرمین شریفین از عباس کرارہ مصری صفحہ نمبر ۲۷ حصہ دوم طبع لاہور)

احادیث نبویہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”ما امرت بتشیید المساجد“۔ مجھے حکم نہیں ہوا مسجدوں کے بلند کرنے کا۔

(مشکوٰۃ مع شرح مرقات ۲۰۵ جلد ۲ ناشر مکتبہ امدادیہ ملتان)

مولوی عبدالنواب ملتانی غیر مقلد وہابی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(مسجد میں) رنگ آمیزی اور نقش و نگار کرنا حرام ہے۔ اور یہ کام سب سے پہلے ولید بن عبدالملک نے کیا۔ اسی طرح مسجد کی چھت پر مینار بنانا بھی ثابت نہیں بلکہ بعض احادیث میں منع آئی ہے۔ (بلوغ المرام مترجم از مولوی عبدالنواب حاشیہ نمبر ۲، طبع ۱۳۳۳ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا.....

”لنزخرفنها کما ذخرفت الیہود والنصری“۔

(ابوداؤد صفحہ نمبر ۲۱۳ جلد اول (مترجم) طبع لاہور ۱۹۸۷ء)

ترجمہ: ”تم مسجدوں کو ایسا آراستہ کرو گے جیسا کہ یہود اور نصاریٰ نے کیا۔“
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میرا خیال ہے تم اپنی مسجدوں کو ایسے ہی بلند و بالا بناؤ گے جیسے نصاریٰ اور یہود (اپنے کلیساؤں اور گرجوں کو بناتے تھے)۔“

(سنن ابن ماجہ صفحہ نمبر ۲۳۰ جلد اول طبع لاہور ۱۹۸۳ء)
حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کسی قوم کا عمل برا نہیں ہوا، مگر اس نے اپنی مسجدوں کو مزخرف کیا۔“

(سنن ابن ماجہ صفحہ نمبر ۲۳۰ جلد اول طبع لاہور ۱۹۸۳ء)
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا.....

”ابنوا المساجد واتخلوها جمًّا“

ترجمہ: ”مسجدی منڈی بناؤ، ان میں کنگرے اور مینار نہ رکھو۔“

(مصنف ابن ابی شیبہ صفحہ نمبر ۳۴۲ جلد اول ناشر مکتبہ المدینہ ملتان)
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا.....

”لہانا او لہینا ان نصلی فی مسجد مشرف“

(مرقات شرح مشکوٰۃ صفحہ نمبر ۲۰۶ جلد ۲ ناشر مکتبہ المدینہ ملتان)
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایک مسجد (کے قریب) سے گزرے جو کہ مزخرف یعنی مزین و آراستہ تھی، فرمایا: خدا تعالیٰ اس شخص پر لعنت کرے جس نے یہ کام کیا یعنی جس نے مسجد کو مزین و آراستہ کیا۔ (مشکوٰۃ مع مرقات از ملا علی قاری رضی اللہ عنہ ۱۰۱۴ھ) صفحہ نمبر ۲۰۶ جلد ۲)
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں.....

حضور ﷺ اور آپ کے گھر والے کئی کئی رات بھوکے گزار دیتے تھے۔ کہ رات کو کھانے کیلئے کچھ موجود نہیں ہوتا تھا اور اکثر غذا آپ کی جو کی روٹی ہوتی تھی۔

(شمائل ترمذی مع شرح باب ماجاء فی عیش النبی ﷺ صفحہ نمبر ۱۱۵ طبع کراچی)
”عَنْ عَلِيشَةَ قَالَتْ اِنْ كُنَّا اِلِ مُحَمَّدٍ نَمُكُّ شَهْرًا مَا نَسْتَوُ قَدْ بَنَانَا“

شمائل ترمذی مع شرح باب ماجاء فی عیش النبی ﷺ صفحہ نمبر ۱۱۵ طبع کراچی

”انْ هُوَ اِلِ التَّمْرِ وَالْمَاءِ“۔ (شمائل ترمذی مع شرح باب ماجاء فی عیش النبی ﷺ صفحہ نمبر ۱۱۵ طبع کراچی)
ترجمہ: ”اتم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم آل محمد ہیں۔ ہم پر پورا مہینہ گزر جاتا تھا کہ ہمارے گھر کے چولہے میں آگ تک نہیں ملتی تھی سوائے پانی اور کھجور کے اور کوئی غذا نہ تھی۔“

ایک دوسری حدیث میں آیا ہے ”کہ دو مہینے کامل گزر جانے کے بعد تیسرے مہینے کا ہمارے نظر آ جاتا اور حضور ﷺ کے گھروں میں مطلقاً آگ جلنے کی نوبت نہ آتی تھی۔“
(شمائل ترمذی مع شرح صفحہ نمبر ۳۳۳ طبع کراچی)

انصار صحابہ کی مہاجرین صحابہ رضی اللہ عنہم کیساتھ ہمدردیاں اور مواخات

مدینہ منورہ میں ہجرت فرمانے کے بعد جو زمینیں بے آباد اور غیر مملوکہ تھیں وہ رسول اللہ ﷺ نے بطور خود تقسیم فرمادیں اور قطععات میں انصار کے منازل و مکانات تھے وہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ہبہ کر دیئے اور حضور پر نور ﷺ نے مہاجرین صحابہ کو عطا فرمادئے۔ چنانچہ سب سے پہلے حضرت حارث بن نعمان رضی اللہ عنہ نے اپنے مکانات بطور ہدیہ پیش کئے۔

مہاجرین کی تعداد ۵۵ یا ۵۶ تھی۔ آپ ہر دو فریق میں سے دو دو کو بلا کر فرماتے گئے کہ یہ اور تم بھائی بھائی ہو، آپ کا یہ فرمانا تھا کہ وہ درحقیقت بھائی بن گئے۔

﴿سیرت رسول عربی صفحہ نمبر ۱۹۰ از پروفیسر نور بخش توکلی طبع لاہور﴾

﴿مختصر سیرۃ الرسول از عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدی صفحہ نمبر ۷۸﴾

ہم مندرجہ بالا بیانات کی روشنی میں حکومت پاکستان سے درج ذیل مطالبات کی اپیل کرتے ہیں:

۱- غیر مقلدین کی مساجد اور رہائشی مکانات کا سروے کر کے ان کو سنت نبوی کے مطابق دوبارہ تعمیر کیا جائے۔

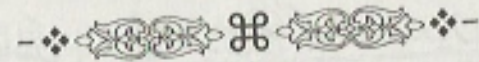
۲- اور زرعی زمینوں کو (زندگی گزارنے کیلئے) ان غیر مقلدین کو حسب ضرورت دے کر باقی زمینوں کو غریب کسانوں میں تقسیم کر دیا جائے۔

۳- نیز ائمہ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ارشاد:

”ہم پر پورا پورا مہینہ گزر جاتا تھا کہ ہمارے گھر کے چولہے میں آگ تک نہیں سلگتی تھی سوائے کھجور اور پانی کے اور کوئی غذا نہ تھی۔“

کے پیش نظر

غیر مقلدین وہابیہ نجدیہ کے سوئی گیس کے کنکشن کاٹ دیئے جائیں اور لکڑیاں جلانے پر پابندی لگائی جائے۔



باب چہارم

حقیقت ولایت

اور گھروں میں بزرگوں کی تصویریں آویزاں کرنا

حقیقت ولایت

حقیقت ولایت یہ ہے کہ علاوہ ایمان و اعمال صالحہ کے یقین و عرفان اسماء و صفات ذات حق بطور وجدان بہرکت ذکر و تلاوت و صوم و صلوة وہی طور پر جب عبد صالح کو عطا ہوتا ہے تو مقامات ذیل اس کے سینے میں پیدا ہوتے ہیں۔
اخلاص، تواضع، توبہ، زہد، صبر، شکر، خوف، رجاء توکل، رضا، فقر، محبت۔ پس وہ ماسوائے حق کے معرض ہوتا ہے اور خوف و رجائے الہی میں مستغرق۔ اس حالت میں ان مقامات کے آثار، افراد بشر پر دو طرح سے ظاہر ہوتے ہیں۔ خوارق و تربیت مریدان۔ پس اس کو وحی و عصمت کے بجائے (جو کہ خواص، انبیاء ہیں) کشف صادق اور گناہوں سے محفوظیت عطا ہوتی ہے جس کے باعث وارش انبیاء و خلیفہ برحق قرار پاتا ہے اور لفظ ولی کا مصداق بن جاتا ہے۔

سلاسل صوفیاء کرام جو مسلسل حضور ﷺ سے متصل ہیں ان کے معارف و مقامات من و عن انوار رسالت سے ماخوذ ہیں۔

طریق استفادہ باطنی و بیعت جو معمول مشائخ کرام ہے۔ ہر ایک مومن طالب کمال ایمان کیلئے سنت (مستحبہ) اور ضروری ہے۔

(عقائد اہلسنت از مولانا محمد حشمت علی خان علیہ الرحمۃ صفحہ نمبر ۱۴، ۱۵ طبع کانپور ۱۳۶۶ھ)

مولانا احمد رضا بریلوی (متوفی ۱۹۲۱ء) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

بیعت اس ولی اللہ سے کرنی چاہیے جس میں یہ چار باتیں ہوں، ورنہ بیعت جائز نہ ہوگی۔

۲- کم از کم اتنا علم ضروری ہے کہ بلا کسی امداد کے اپنی ضروریات کے مسائل کتاب سے نکال سکے۔

۳- اس کا سلسلہ حضور اقدس ﷺ تک متصل ہو، منقطع نہ ہو۔

۴- فاسق معطن نہ ہو۔ (یعنی داڑھی وغیرہ نہ منڈواتا ہو بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فرامین کا پابند ہو)۔ (ملفوظات علی حضرت علیہ الرحمۃ مطبوعہ ۱۲۳، ۱۲۴ حصہ دوم طبع لاہور) نیز فرماتے ہیں:

داڑھی منڈانے اور کتروانے والا فاسق معطن ہے اسے امام بنانا گناہ ہے۔ فرض ہو یا تراویح، کسی نماز میں اسے امام بنانا جائز نہیں۔ (احکام شریعت صفحہ نمبر ۱۷۳، حصہ دوم) جب ایسے شخص کو امام بنانا جائز نہیں تو ایسے شخص کے ہاتھ پر بیعت کرنا کیونکر جائز ہوگا۔

مزید لکھتے ہیں:

اور انہیں کے قریب ہے، فاسق معطن، مثلاً داڑھی منڈایا بخشی رکھنے والا یا کتر وا کر حد شرع (یعنی ایک قبضہ) سے کم کرنے والا..... الخ

﴿احکام شریعت صفحہ نمبر ۱۲۸، حصہ اول طبع کراچی﴾

بزرگوں اور علماء کی تصاویر گھروں یا دوکانوں وغیرہ میں آویزاں کرنا

حضرت قاسم بن محمد سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک گدا خریدا، جس پر تصویریں تھیں، جب رسول اللہ ﷺ نے اسے دیکھا تو دروازے پر کھڑے ہو گئے اور اندر داخل نہ ہوئے۔ انہوں نے چہرہ مبارک پر ناراضگی کے آثار دیکھے تو عرض گزار ہوئیں۔ یا رسول اللہ ﷺ! میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف تو بہ کرتی ہوں، مجھ سے کیا گناہ سرزد ہو گیا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس گدے کا کیا حال ہے؟ عرض کیا کہ اسے میں نے آپ کیلئے خریدا ہے تاکہ آپ اس پر بیٹھیں اور اس سے

۱- لگائیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان تصویروں والوں کو قیامت کے روز عذاب دیا جائے گا۔ ان سے کہا جائے گا کہ جو تم نے بنائیں اس میں جان ڈالو۔ پھر فرمایا کہ جس گھر میں تصویریں ہوں اس میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ (مؤطا امام مالک جلد ۸۰ طبع لاہور (مترجم) طبع ۱۹۸۳ء)

امام ذہبی فرماتے ہیں کہ مجھے امام ابو عمر زاہد بغدادی (متوفی ۳۴۵ھ) کے واسطے سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث پہنچی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جو شخص تصویر بناتا ہے، اسے قیامت کے روز حکم دیا جائے گا کہ جس چیز کی تو نے تصویر بنائی اسے زندہ کرو۔ (تذکرۃ الحفاظ صفحہ نمبر ۶۰ جلد ۳ طبع لاہور ۱۹۸۱ء)

مولانا احمد رضا فاضل بریلوی رحمہ اللہ کا فتویٰ

حضور ﷺ نے ذی روح کی تصویر بنانا، بنوانا، اعزاز اپنے پاس رکھنا سب حرام فرمایا ہے۔ اور اس پر سخت سخت وعیدیں ارشاد کی ہیں اور ان کے دور کرنے اور مٹانے کا حکم دیا ہے۔ احادیث اس بارے میں حد تو اتنی ہیں..... الخ

(احکام تصویر از فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ صفحہ نمبر ۲ طبع کراچی)

مفتی اعظم ہند، شیخ الاسلام الحاج شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی رحمہ اللہ کا فتویٰ

سوال:- مکان یا بیشک میں قد آدم تصاویر یا سینہ سے نصف بالائی حصہ جسم کی

تصاویر لگانا شرعاً جائز ہیں یا نہیں۔ بیواؤ تو جروا۔ مفتی: میر محمد لدھیانوی ۳۱ اکتوبر ۱۹۲۷ء

الجواب:- تصویر پوری ہو یا سیدہ۔ بہر حال اس کا اپنے پاس رکھنا یا مکان

وغیرہ کی دیواروں پر لگانا ناجائز ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے متواتر احادیث میں فرمایا کہ "لا تدخل الملائکۃ بیتاً فیہ کلب ولا صوریۃ"۔ "رحمت کے فرشتے اس گھر میں نہیں آتے جس میں کتیا یا تصویر ہو"۔ ہاں اگر تہذیب کا سر نہ ہو تب تو کراہت مرفوع ہے کہ تصویر جاندار میں چہرہ ہی اصل ہے اور اگر چہ موجود ہو اور دوسرے اعضاء نہ ہوں تو جواز کا حکم نہ دیا جائے گا۔ اس لئے کہ جاندار کی تصویر میں مقصود چہرہ ہوتا ہے۔ نہ دوسرے اعضاء۔ نیز صرف چہرہ کی بھی عبادت کی جاتی ہے اور فقہاء نے ان تصاویر پر

جن کی عبادت کی جاتی ہے کراہت کا حکم فرمایا۔ پس اس پر بھی کراہت کا حکم کیا جائے گا۔
نقطہ واللہ تعالیٰ اعلم محمد مظہر اللہ غفرلہ
امام مسجد جامع فتح پوری، دہلی

قبلہ مفتی صاحب ایک اور سوال کے جواب میں فرماتے ہیں.....

ظاہر ہے کہ جو شخص تصویر کھنچوائے گا وہ اسے زمین پر ڈال کر روندنے کیلئے نہ کھنچوائے گا بلکہ اس کو چوکت میں لگوا کر مکان کی دیوار پر لگائے گا یا اسے پرنٹ کرا کر اپنے اعزہ اور احباب کو تحفہ بھیجے گا اسے صندوق وغیرہ میں احتیاط کے ساتھ رکھے گا اور ان تمام صورتوں میں اس کی تعظیم ہے اور اس کی تعلیم ہی موجب حرمت ہے..... الخ

محمد مظہر اللہ..... امام مسجد جامع فتح پوری، دہلی

۱۸ ربیع الثانی ۱۳۸۲ھ ۱۹۶۲ء

امام المدرسین مولانا عطاء محمد بند یالوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد گرامی

حضور بعض لوگ کہتے ہیں کہ جو تصویر کمرے سے بنائی جائے وہ جائز ہے البتہ ہاتھ کے ساتھ برش وغیرہ سے جو تصویر بنائی جائے ناجائز ہے۔

آپ نے فرمایا کہ میری تحقیق یہ ہے کہ کمرہ اور ہاتھ ایک ہی چیز ہے۔ تصویر بالکل منع ہے بالکل منع ہے۔ جلسوں اور محافل نعت میں ویڈیو بنانا سب ناجائز ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں فتنوں سے بچائے۔

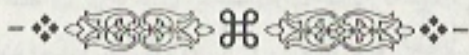
(استاذ العلماء صفحہ نمبر ۱۳۳) (مختص) طبع ۱۹۹۹ء، ناشر بزم انوار رضا جوہر آباد)

ایک ضروری وضاحت

اخبارات پڑھنے والے احباب پر یہ بات مخفی نہیں کہ ہر روز کسی نہ کسی علاقہ کی خبر ضرور شائع ہوتی ہے کہ آج فلاں جگہ زلزلہ ہوا کرتے پکڑے گئے۔ فلاں علاقہ میں رشوت لیتے ہوئے گرفتار کر لیا گیا اور کسی جگہ ڈاکہ۔ خبر شائع ہوتی ہے۔ نیز اسی طرح مسلمانوں کے دیگر بد افعال کو دیکھ کر اگر کوئی غیہ یہ کہے کہ یہ ہیں اسلام کی تعلیمات

اور اسلام کو بدنام کرنے کی کوشش کرے، تو اس کے جواب میں پس ہم یہی کہیں گے کہ کتاب اسلام ہرگز ان برے اعمال کی اجازت نہیں دیتا اور بعض افراد سے ایسے قبیح افعال کا ارتکاب ان کا ذاتی فعل ہے۔ جن کے وہ خود قیامت کو جواب دہ ہوں گے۔ موجودہ دور کے مسلمانوں کے برے اعمال کو اسلام کی صحیح اور درخشاں تعلیمات پر قیاس مت کرو۔

اسی طرح ہم مخالفین سے مؤدبانہ التماس کرتے ہیں کہ وہ بعض جہلاء کے افعال کو دیکھ کر مذہب حقہ اہلسنت کو بدنام مت کریں۔ ہمارے عقائد و نظریات وہ ہیں جو ہمارے معتبر و مستند علماء کرام نے اپنی اپنی تالیفات میں تحریر فرمادیئے ہیں اور جن علمائے کرام کی وجہ سے اہلسنت کا تشخص قائم ہے۔ ہمارے مذہب حقہ اہلسنت کے خلاف بعض جہلاء کے غیر شرعی حرکات ان کے ذاتی افعال ہیں جن کے وہ خود جواب دہ ہوں گے۔



باب پنجم

مسئله نذر و نیاز

وَمَا أَهْلَ لَغَيْرِ اللَّهِ بِهِ

کی صحیح تفسیر

نذر کی دو قسمیں ہیں.....

۱- نذر شرعی۔

۲ - نذر عرفی۔

نذر شرعی کا مفہوم

امام راغب اصفہانی (متوفی ۵۰۲ھ) رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اَلْكَفَرُ: كے معنی کسی حادثہ کی وجہ سے غیر واجب چیز کو اپنے اوپر واجب کر لینے کے ہیں، چنانچہ محاورہ ہے: نَكَرْتُ لِلّٰهِ نَكَرًا: میں نے اللہ تعالیٰ کیسے نذر مانی۔
قرآن کریم میں ہے:

”انی لذت للرحمن صوما“۔ (پ ۱۶ سورۃ مریم)
ترجمہ: ”میں نے خدا کیلئے روزے کی نذر مانی“۔

(مفردات القرآن صفحہ نمبر ۳۸۰ طبع لاہور ۱۹۷۱ء)

معلوم ہوا کہ نذر شرعی کے معنی عبادت کے ہیں۔ عبادت فقط اللہ جل جلالہ کیلئے خاص ہے اور استحقاق عبادت کیلئے صفات مستقلہ لازم ہیں۔ چونکہ صفات مستقلہ مناط استحقاق عبادت ہیں اس لئے ان کا وجود، وجود الوہیت کو مستلزم ہوگا۔

تمام عبادت کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی کو مستحق عبادت کہنا اس کیلئے استقلال ذاتی

نذر عرفی کا مفہوم

کسی صاحبِ تعظیم انسان مثلاً ولی اللہ یا عالم ربانی کی خدمت میں نقدی، فروٹ اور کپڑے وغیرہ پیش کرنے کو ہمارے دیار میں نذر یعنی ہدیہ، نذرانہ کہتے ہیں اور وصال شدہ بزرگانِ دین کیلئے نذر شرعی مان کر اس کا ثواب ان کی ارواحِ مقدسہ کو تحفہ ہدیہ پیش کیا جاتا ہے اسے عرف عام میں ”نذر عرفی“ کہتے ہیں۔

حضرت شاہ رفیع الدین (متوفی ۱۴۳۳ھ) بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (متوفی ۱۱۷۶ھ) لکھتے ہیں.....

نذر کہ ایں جا مستعمل می شود نہ بر معنی شرعی است چه عرف آنست کہ آنچہ پیش
از رگان مے برند، نذر و نیاز می گویند۔

(رسالہ نذر بزرگان از شاہ رفیع الدین محدث دہلوی علیہ الرحمۃ صفحہ نمبر ۲۱ طبع دہلی)

جو نذر کہ اس جگہ مستعمل ہوتی ہے وہ اپنے معنی شرعی پر نہیں بلکہ معنی عرفی پر ہے۔
اس لئے کہ جو کچھ بزرگوں کی بارگاہ میں لے جاتے ہیں اس کو نذر و نیاز کہتے ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدّد دہلوی (متوفی ۱۲۳۹ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں
اگر کوئی شخص مالیدہ اور شیر برنج کسی بزرگ کے فاتحہ کیلئے پکا کر کھلا دے اور اس سے
اس بزرگ کی روح کو ثواب پہنچانا مقصود ہو تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں یہ جائز ہے اور جو
کھانا اللہ تعالیٰ کی نذر ہو تو اس کا کھانا مالدار کیلئے حرام ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی نذر کا کھانا یہ
ہے کہ مثلاً کوئی کہے کہ اگر فلاں بیمار اچھا ہو جائے یا میرا فلاں شخص جو مسافرت میں ہے
جائے یا میرا فلاں کام ہو جائے تو خدا کی نذر کا اس قدر کھانا میرے ذمہ ہو جائے گا تو یہ
اللہ تعالیٰ کیلئے نذر ہوئی۔ اور اگر کوئی چیز کسی بزرگ کے نام پر فاتحہ کی جائے تو اس کا کھانا
مالدار کیلئے جائز ہے۔ واللہ اعلم۔ (فتاویٰ عزیزی صفحہ نمبر ۵۸ طبع کراچی ۱۹۷۳ء ۱۴۹۳ھ)

نوٹ: ”رسالہ نذر بزرگان“ اور اس کے علاوہ شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مزید ۸ فارسی رسائل کو ایک مجموعہ کی صورت میں ”مجموعہ رسائل تسبیح“ کے نام سے مولوی سید ظہیر الدین ولی اللہی نے مطبع احمدی دہلی سے شائع کیا تھا۔

(شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان از حکیم محمود احمد برکاتی صفحہ نمبر ۶۶ طبع لاہور)

علامہ عبدالغنی نابلسی حنفی (متوفی ۱۷۳۰ء) رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اولیاء کیلئے جو نذر مانی جاتی ہے اور اسے مریض کی شفا حاصل ہونے یا غائب کے آنے پر معلق کیا جاتا ہے تو وہ نذر مجاز ہے اس سے اولیاء اللہ کے قبور پر خاد میں کیلئے صدقہ کرنا مراد ہوتا ہے۔ (حدیقہ ندیہ بحوالہ مقالات کالمی صفحہ نمبر ۳۸ جلد ۲ طبع ۱۳۱۸ھ)

غیر اللہ کی نذر ماننے والے نے اگر اپنی نذر سے غیر اللہ کی طرف تقرب (علی وجہ العبادۃ) کا ارادہ کیا اور یہ گمان کیا کہ تمام امور میں میت ہی متصرف ہے نہ اللہ تعالیٰ تو اس کی نذر باطل اور حرام ہے اور اس کا مرتبہ ہونا ثابت ہے اور اگر اس نے اس نذر سے تقرب الی اللہ کا ارادہ کیا اور اولیاء اللہ کو ثواب پہنچانے کی نیت کی اور وہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کوئی ذرہ متحرک نہیں ہوتا اور وہ اولیاء اللہ کو اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان وسائل قرار دیتا ہے تاکہ اس کے مقاصد حل ہو جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں، اور اس کا ذبیح حلال و طیب ہے۔

عہد رسالت میں صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھجوریں اور دودھ پینے کے جانور وغیرہ پیش کرتے تھے جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

”أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَيَشِيبُ عَلَيْهَا“۔

(شامل ترمذی مع شرح باب ماجاء فی حبس النبی صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ نمبر ۳۱۸ طبع کراچی)

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ قبول فرماتے اور اس پر بدلہ بھی دیا کرتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کہ لوگ جب کسی سے پھل کو دیکھتے تو اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لا کر پیش

کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے: اللھم بارک لنا فی ثمارنا..... الخ اس کے بعد جس کو نے بچے کو دیکھتے اس کو مرحمت فرمادیتے۔ (شامل ترمذی مع شرح صفحہ نمبر ۱۵۲ طبع کراچی)

حضرت ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ مجھے میرے چچا معاذ بن عفراء نے تازہ بھجوروں کا ایک طبق جس میں چھوٹی چھوٹی روئیں دار گکڑیاں بھی تھیں دے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ آپ کو گکڑی مرغوب تھی۔ میں جس وقت وہ تھال لے کر حاضر خدمت ہوئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحرین کے کچھ زیورات آئے ہوئے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ایک ہاتھ بھر کر مجھے مرحمت فرمایا۔ (شامل ترمذی مع شرح صفحہ نمبر ۱۵۲ طبع کراچی)

حضرت ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک طبق بھجوروں اور چھوٹی چھوٹی روئیں دار گکڑیوں کا لے کر گئی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو ایک ہاتھ بھر کر سونا یا زیورات مرحمت فرمایا۔ (شامل ترمذی مع شرح صفحہ نمبر ۱۵۲ طبع کراچی)

وصال شریف کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم کا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ثواب کا ہدیہ پیش کرنا

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے آپ دو مینڈھوں کی قربانی کیا کرتے تھے ایک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اور ایک اپنی طرف سے۔ آپ سے اس بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس کا حکم دیا تھا۔ میں ہمیشہ ایسا ہی کرتا رہوں گا، کبھی نہ اسے چھوڑوں گا۔ (ترمذی صفحہ نمبر ۶۷۳ جلد اول طبع کراچی)

حضرت شاہ ولی اللہ (متوفی ۱۱۷۶ھ) رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد مولانا محمد عاشق بھلتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: شاہ ولی اللہ نے فرمایا کہ ۱۲ ربیع الاول کو حسب دستور قدیم میں نے قرآن کریم پڑھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیاز تقسیم کی اور موئے مبارک کی زیارت کی، اثنائے تلاوت، علماء اعلیٰ حاضر ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح نے اس فقیر پر نیز فقیر کے دوستوں کی طرف التفات فرمایا..... الخ (القول الجلی صفحہ نمبر ۸۲ طبع لاہور ۱۳۲۰ھ)

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی (متوفی ۱۰۳۳ھ) رحمۃ اللہ علیہ کا معمول.....

چند سال پہلے فقیر کا یہ معمول تھا کہ لُذ طعام پکاتا اور اس کا ثواب اہل عبا کی ارواں پاک نذر کر دیتا، جس میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ و حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اور حضرات امامین رضی اللہ عنہم کو شامل کر لیتا۔ ایک رات فقیر نے عالم خواب میں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ شریف فرما ہیں۔ فقیر نے سلام نیاز عرض کیا تو آپ نے فقیر کی طرف توجہ نہ کی بلکہ چہرہ مبارک پھیر لیا۔ پھر ارشاد فرمایا: کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر کھانا کھاتا ہوں، جس کسی نے مجھے طعام بھیجا ہو، وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر بھیجا کرے۔ اس طرح معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی توجہ نہ فرمانے کا باعث یہ تھا کہ میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو شریک طعام نہیں کرتا تھا۔ بعد ازاں حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا بلکہ تمام امہات المؤمنین کو اہل بیت میں شمار کر لیتا ہوں۔ اور تمام اہل بیت کو اپنے لئے وسیلہ بناتا ہوں۔ (مسک مجد صفحہ نمبر ۲۸ طبع استنبول ۱۹۷۶ء)

حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کہ اس روز ہم نے حکم کیا کہ قسم قسم کے کھانے پکائے جائیں جو نیاز نبوی کیلئے ہوں اور ایک خوشی کی محفل قائم کی جائے۔

(مکتوبات شریف جلد ۳ طبع کراچی)

اسی طرح اولیاء کا طین اور علماء ربانین کی خدمت میں نذر (بصورت نقدی اور پھل وغیرہ) پیش کرنا موجب رحمت و برکت ہے۔ اور دفع بلیات و آفات کا ذریعہ ہے۔ اور بعد از وصال ثواب کا تحفہ و نذرانہ پیش کرنا جائز اور مستحسن عمل ہے۔

ابن ابی شیبہ نے ابن جعفر سے روایت کیا کہ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کی طرف سے (برائے ایصال ثواب) غلام آزاد کرتے تھے۔ (شرح الصدور صفحہ نمبر ۲۹۱ طبع کراچی ۱۹۶۹ء)

ابن سعد نے قاسم بن محمد سے روایت کی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کی طرف سے ان کے ایصال ثواب کیلئے ایک غلام آزاد کیا۔

(شرح الصدور صفحہ نمبر ۲۱۹ طبع کراچی ۱۹۶۹ء)

سراج الہند شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (متوفی ۱۲۳۹ھ) رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

جس کھانے کا ثواب حضرت امامین (امام حسن، امام حسین) کو پہنچایا جائے اور اس کا ثواب دل و درود شریف پڑھا جائے وہ کھانا تبرک ہو جاتا ہے اور اس کا کھانا بہت خوب ہے۔ (نوائی عزیزی صفحہ نمبر ۱۶، طبع کراچی ۱۳۹۳ھ)

امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (متوفی ۱۱۷۶ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اس کے بعد ۳۶۰ مرتبہ سورہ الم نشرح لک الخ پھر ۳۶۰ بار وہی دعا پڑھے اور ختم نام کرے اور تھوڑی سی شیرینی پر فاتحہ تمام خواجگان چشت کے نام سے پڑھے اور اپنی حاجات اللہ تعالیٰ سے عرض کرے اس طرح ہر روز کرے (انشاء اللہ) چند روز میں مقصد حاصل ہوگا۔ (انتہائی سلاسل اولیاء صفحہ نمبر ۱۱۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نذر و نیاز

حضرت شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں: حضرت امیر و ذریت اوتمام امت برشاں و ان و مرشدان می پرستند و امور نگویہ را با ایشان وابستہ می دانند و فاتحہ و درود و صدقات و نذر و منت بنام ایشان رائج و معمول گردیدہ چنانچہ با جمیع اولیاء اللہ ہمیں معاملہ است۔

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد پاک کو تمام افراد امت پیروں اور مرشدوں کی طرح مانتے ہیں۔ امور نگویہ کو ان حضرات کے ساتھ وابستہ مانتے ہیں اور فاتحہ و درود و صدقات اور نذر و نیاز ان کے نام کی ہمیشہ کرتے ہیں۔ جیسا کہ تمام اولیاء کا یہی طریقہ و معمول ہے۔ (تحفہ ثناء عشریہ (فارسی) صفحہ نمبر ۲۱۳ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ۱۹۷۵ء)

”تحفہ اثناء عشریہ“ کے اردو ترجمہ میں وہابیہ کی تحریف

مشہور دیوبندی مقلد وہابی ناشر، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی نے ”تحفہ اثناء عشریہ“ کا جو اردو ترجمہ شائع کیا ہے اس میں اس عبارت کا ترجمہ غائب کر دیا ہے جو کہ وہابیہ کی اہل بیت کرام سے بغض و حسد کی بین دلیل ہے۔

حدیث مبارکہ

(۱) حضرت زرین بن جہش سے روایت ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اس خدا کی قسم جس نے پھاڑا دانہ اور پیدا کیا ذی روح کو، کہ نبی ﷺ نے حکم کیا میری طرف یہ کہ دوست نہیں رکھے گا تجھ کو مگر مؤمن، اور دشمن نہیں رکھے گا مگر منافق۔

(۲) حضرت زید بن ارقم سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جس شخص کا میں دوست ہوں علی بھی اس کا دوست ہے۔ (مشکوٰۃ (مترجم) جلد ۳۸ طبع لاہور)

(۳) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے علی رضی اللہ عنہ کو برا کہا اس نے مجھ کو برا کہا۔ (مشکوٰۃ (مترجم) جلد ۳۸ طبع لاہور)

(۴) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اپنے آخری حج میں عرفہ کے دن اپنی قصو اوٹنی پر بیٹھ کر خطبہ فرما رہے تھے۔ اے لوگو! میں تم میں ایسی چیز چھوڑ چلا ہوں اگر تم اسے مضبوطی سے پکڑو گے گمراہ نہیں ہو گے۔ اللہ کی کتاب اور میری عترت یعنی اہل بیت کرام۔

﴿رواہ الترمذی (مشکوٰۃ (مترجم) جلد ۳۵۲ طبع لاہور﴾

وما اهل لغير الله

یہ قرآن کریم کی درج ذیل آیت کا ایک حصہ ہے۔

”إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهْلَ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ“ (سورۃ نحل آیت نمبر ۱۱۵)

ترجمہ: ”اس نے تم پر حرام کیا ہے صرف مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور وہ جس پر بلند کیا گیا ہو غیر اللہ کا نام ذبح کے وقت، پس جو مجبور ہو جائے (ان کے کھانے پر بشرطیکہ) وہ لذت کا جو یاں نہ ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا ہو (تو کوئی حرج نہیں) بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔“

علامہ محمد کرم شاہ ازہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں.....

اس آیت کا یہ حصہ خصوصی توجہ کا مستحق ہے کیونکہ اس کو صحیح طور پر نہ سمجھنے کے باعث امت اسلامیہ میں افتراق و انتشار کا دروازہ کھل گیا ہے..... اور بڑی شد و مد سے ان تمام جانوروں کو حرام و مرتد کہا جاتا ہے جنہیں کسی بزرگ کی روح کو ایصال ثواب کیلئے ذبح کیا گیا ہو، خواہ اسے ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام ہی لیا گیا ہو۔ آئیے اس آیت کریمہ کو اپنی آراء اور اہواء کا اکھاڑا نہ بنائیں۔ بلکہ اسے سنت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور لغت عرب کی روشنی میں سمجھنے کی مخلصانہ کوشش کریں تاکہ حقیقت عیاں ہو جائے.....۔ آیت کا جو مفہوم سلف الصالحین اور علماء متقدمین نے سمجھا ہے اور ہمیں کھایا ہے وہ تو یہ ہے کہ اگر کسی جانور کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا نام لے کر ذبح کیا جائے تو وہ جانور حرام ہے۔ جس طرح مشرکین ”باسم اللات والعزیٰ کہہ کر جانوروں کو ذبح کرتے تھے۔ (تفسیر فیض القرآن صفحہ نمبر ۵۵۰ جلد ۲ طبع قدیم لاہور)

امام ابوبکر بھصام حنفی (متوفی ۳۷۰ھ) رحمہ اللہ اپنی شہرہ آفاق ”تفسیر احکام القرآن“ میں آیت کی وضاحت کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

”ولا خلاف بین المسلمین ان المراد به الذبیحة اذا اهل بها لغير الله عند الذبح“۔ (تفسیر احکام القرآن صفحہ نمبر ۱۵۴ جلد اول طبع بیروت)

ترجمہ: ”یعنی سب مسلمان اس بات پر متفق ہیں اس سے مراد وہ ذبیحہ ہے جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے۔“

اور یاد رہے کہ اجماع امت کے خلاف قول کرنا گمراہی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث جس سے امت کے موقف کی تائید ہوتی ہے۔

امام ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں کہ مجھے امام سمعانی ترمذی (متوفی ۵۱۰ھ) کے واسطے سے ابوالطفیل کی یہ حدیث ملی ہے:

قال قيل لعلي رضي الله عنه هل ترك رسول الله ﷺ كذا باعندكم؟

ليهما: لعن الله من تولى غير مو اليه لعن الله من اهل لغير الله لعن الله من ذحج منار الارض (اخرجه مسلم من حديث شعبه عن ابى بزة).

﴿تذکرہ اشخاص و صفو نمبر ۲۶۸، ۲۶۹ جلد ۴﴾ (عربی) محمد علی بن ابی طالب ص ۱۷۰، ۱۷۱ طبع لاہور
کہ کسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو کوئی تحریر دے گئے ہیں، بولے: بجز اس رقعہ کے جو میری تلوار کی حائل سے بندھا ہوا ہے آپ ہمیں کوئی تحریر نہیں دے گئے۔ ہم نے دیکھا تو وہ ایک چھوٹا سا صحیفہ تھا جس میں لکھا تھا جو شخص اپنے آزاد کرنے والے آقا کے سوا اپنی نسبت کسی اور کی طرف کرتا ہے اس پر خدا کی لعنت، جو شخص غیر اللہ کے نام پر ذبح کرتا ہے اس پر بھی خدا کی لعنت اور جو شخص زمین کی حد منار اپنے قبضہ میں اضافہ کرتا ہے اس پر بھی خدا کی لعنت۔ اس حدیث کو امام مسلم نے شعبہ عن ابی بزة کے واسطے سے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے۔

مسلم شریف کی اس حدیث کے اس جملہ "لعن الله من ذبح لغیر الله" کے تحت امام نووی (متوفی ۶۷۶ھ) رحمہ اللہ لکھتے ہیں.....

اور ذبح لغیر اللہ سے مراد یہ ہے کہ غیر اللہ کے نام پر کوئی ذبح کرے، جیسے کسی نے بت یا صلیب کیلئے ذبح کر دیا۔ یا موسیٰ اور عیسیٰ (علیہ السلام) کیلئے یا کعبہ وغیرہ کیلئے ذبح کر دیا تو سب حرام ہے اور یہ ذبیحہ حلال نہیں، برابر ہے کہ ذبح کرنے والا مسلمان ہو یا یہودی یا عیسائی، امام شافعی (رحمہ اللہ) نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ اور ہمارے اصحاب نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ اگر اس ذبیحہ لغیر اللہ کے ساتھ اس غیر اللہ کی تعظیم اور عبادت بھی مقصود ہو تو یہ کفر ہے۔ لہذا اگر ذبح کرنے والا پہلے مسلمان تھا تو اس ذبیحہ کے بعد مرتد ہو جائے گا۔ اور شیخ ابراہیم مردوزی نے جو ہمارے اصحاب میں سے ہیں ذکر فرمایا کہ سلطان کے استقبال کے وقت اس کی طرف تقرب حاصل کرنے کیلئے جو جانور ذبح کئے جاتے ہیں، اہل بخارا نے ان کی حرمت کا فتویٰ دیا ہے۔ کہ وہ وما اهل لغیر اللہ بہ سے ہیں۔ امام

اس نے فرمایا کہ یہ جانور، جو لوگ امیر کے آنے کی خوشی میں ذبح کرتے ہیں تو وہ پیدا ہونے کے وقت حقیقہ کے ذبح کی طرح ہے اور ایسا ذبح حرمت (حرام ہونے) کو خارج نہیں کرتا۔ (نووی بر مسلم صفحہ نمبر ۱۶۱ جلد ۲)

علامہ نووی کے اس کلام سے حدیث لعن اللہ من ذبح لغیر اللہ کے معنی بھی واضح ہو گئے کہ اس سے مراد ذبح بغیر اسم اللہ ہے۔ علاوہ ازیں قارئین کرام مندرجہ ذیل تفاسیر کا مطالعہ فرمائیں

- (۱) تفسیر ابن عباس، از عبد اللہ بن عباس (صحابی) رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا (ادبائی تھے۔ سلطان المفسرین، ترجمان القرآن، حمر الامت ان کے القاب تھے۔
- (۲) تفسیر ابن منذر از امام ابو بکر محمد بن ابراہیم نیشاپوری (متوفی ۳۱۸ھ) رحمہ اللہ۔
- (۳) تفسیر مجاہد از حضرت ابوالحجاج مجاہد بن جبر (متوفی ۱۲۳ھ) تابعی رحمہ اللہ۔
- (نوٹ)..... یہ تفسیر کتب خانہ حذ یو یہ مصر میں موجود ہے۔
- (۴) تفسیر قتادہ از حضرت قتادہ بن دعامہ (متوفی ۱۱۷ھ) رحمہ اللہ۔
- (۵) تفسیر ابن جریر از ابو جعفر ابن جریر (متوفی ۳۱۰ھ) رحمہ اللہ۔
- (۶) تفسیر نیشاپوری از شیخ ابوالقاسم حسن بن محمد (متوفی ۳۰۶ھ) رحمہ اللہ۔
- (۷) تفسیر معالم التنزیل از شیخ ابی محمد حسین بن مسعود البغوی (متوفی ۵۱۶ھ) رحمہ اللہ۔
- (۸) تفسیر کبیر از امام فخر الدین محمد بن عمر الرازی (متوفی ۶۰۶ھ) رحمہ اللہ۔
- (۹) تفسیر مدارک التنزیل از امام ابوالبرکات عبد اللہ حافظ الدین نسفی بن احمد (متوفی ۶۱۰ھ) رحمہ اللہ۔
- (۱۰) تفسیر خازن از شیخ ابو حیان محمد بن یونس اندلسی (متوفی ۷۴۱ھ) رحمہ اللہ۔
- (۱۱) تفسیر قرطبی از شیخ ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابی بکر قرطبی (متوفی ۶۷۱ھ) رحمہ اللہ۔
- (۱۲) تفسیر بیضاوی از قاضی ابی سعید ناصر الدین عبد اللہ بن عمر بیضاوی (متوفی ۶۸۵ھ) رحمہ اللہ۔
- (۱۳) تفسیر جامع البیان از سید محسن نور الدین بن شعیب الدین (متوفی ۸۸۹ھ) رحمہ اللہ۔
- (۱۴) تفسیر درمنثور از امام جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) رحمہ اللہ۔
- (۱۵) تفسیر ابوالسعد و از ابو سعید بن محمد بن مصطفیٰ عمادی (متوفی ۹۸۲ھ) رحمہ اللہ۔

- (۱۶) - تفسیرات احمدیہ از ملا جیون ایٹھوی حنفی (متوفی ۱۱۳۰ھ)۔
 (۱۷) - تفسیر روح البیان از شیخ اسماعیل حنفی آفندی (متوفی ۱۱۳۷ھ)۔
 (۱۸) - تفسیر موضح القرآن از شاہ عبدالقادر دہلوی (متوفی ۱۲۳۰ھ)۔
 (۱۹) - تفسیر روح المعانی از علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی بغدادی (م ۱۲۷۰ھ)۔

چند شبہات اور ان کا ازالہ

موجودہ دور کے بعض افراد اس آیت کا یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ جس جانور پر غیر اللہ کا نام دیا جائے اور وہ اس غیر کے نام سے مشہور ہو جائے تو ایسے جانور کو اگر اللہ تعالیٰ کا نام لے کر بھی ذبح کیا جائے تو وہ حلال نہیں ہوگا، بلکہ حرام ہوگا۔ جس طرح کتے اور خنزیر کو اگر اللہ تعالیٰ کا نام دے کر ذبح کیا جائے تو وہ ناپاک ہی رہتا ہے۔ وہ اپنے اس مفہوم کی تائید میں کہتے ہیں کہ لغت عرب میں اور عرف عام میں اہل کا معنی ذبح کرنا نہیں کوئی شعر کوئی عبارت ایسی پیش نہیں کی جاسکتی جس میں کسی فصیح و بلیغ نے اہل کو ذبح کرنے کے معنی میں استعمال کیا ہو۔ بلکہ اہل لغت کے نزدیک اہل کے معنی آواز بلند کرنا ہے اور کسی چیز کو شہرت دینا ہے۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ اگر مان بھی لیا جائے تو یہ کسی طرح مراد نہیں ہو سکتا۔ اس لئے آیت کا جو معنی تم نے کیا ہے وہ تو صاف تحریف آیت ہے۔

جواب

قبلہ عالم حضرت میر مہر علی شاہ نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں.....
 آیت کریمہ کا جملہ ”ما اهل به لغير الله“ سورہ بقرہ میں آیا ہے اور جملہ ”وما اهل لغير الله“ تین جگہ سورۃ مائدہ، سورۃ انعام اور سورۃ فصل میں آیا ہے۔ اور چاروں جگہ باب تحریم کے لفظ ”حرم“ فعل ماضی معلوم صیغہ واحد مذکر غائب اور ”حَسَرْتُ“ فعل ماضی مجہول صیغہ واحد مؤنث غائب اور محرم سے آیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ میہ دم مسفوح بچہ خنزیر اور ما اهل به لغير الله چاروں چیزیں قطعاً حرام ہو گئیں۔

شاہراہ اہلسنت بجواب شاہراہ ہشت

پہلی تین چیزیں میہ، دم مسفوح اور لحم خنزیر کے حرام قطعی ہونے کی بات تو واضح ہے کہ جب کسی جانور کا میہ ہو جانا تحقیق ہو گیا تو اب اس کا کسی طرح حلال ہونا ناممکن ہو گیا۔ اور جب کسی خون کا دم مسفوح ہونا ثابت ہو گیا تو اب اس کا حلال ہونا محال ہو گیا۔ اور جب کسی گوشت کا لحم خنزیر ہونا طے ہو گیا تو اس کا حلال ہونا محال ہو گیا۔ تو اب ان تین چیزوں کو کوئی چما کر لے جائے یا مالک بہہ کر دے یا فروخت کرے تو بھی یہ تینوں چیزیں کسی طرح کہیں جا کر بھی دوبارہ حلال نہیں ہو سکتیں اب رہ گیا چوتھا جملہ ”ما اهل به لغير الله“ یا اهل لغير الله ہے۔ تو اس سے اہلال بوقت ذبح مراد لے کر اس کی جان کا بھی اسی بکیر کے ساتھ قتل جانا مراد نہ لیا جائے بلکہ پہلے سے ناحر ہوتے ہی پہلی تین چیزوں کی طرح حرام قطعی تصور کر لیا جائے تو یہ معنی ثابت نہیں ہو سکتا۔

اول..... اس لئے کہ ناذر نے پہلے غیر خدا کیلئے ناحر کیا پھر اس کو معلوم ہوا کہ غیر خدا کیلئے ناحر کرنا صحیح نہیں تو اس نے استغفار کر کے نیت صحیح کر لی اور اس کے بعد ذبح کیا تو یہ جانور بالاتفاق حلال ہے۔ تو اگر یہ پہلی ناحردگی سے حرام قطعی ہو چکا ہوتا تو پھر حلال کس طرح ہو گیا۔

دوم..... ناذر نے پہلے غیر خدا کیلئے ناحر کیا پھر اس کو فروخت کر دیا یا کسی کو بہہ کر دیا، اس نے جانور کو ذبح کر دیا، خود کھایا، بانٹ دیا، فروخت کر دیا تو وہ گوشت بالکل حلال ہے۔ اگر وہ پہلی صورت میں حرام قطعی ہو چکا تو حلال کیسے ہوا۔

سوم..... ایک کافر نے ایک بکرا غیر خدا کیلئے ناحر کیا اور پھر اسی غیر خدا کا نام لے کر اسے ذبح کرنے کیلئے لٹایا اور بکرا پھڑک کر بھاگ نکلا، آگے کسی مسلمان کو مل گیا اس نے اللہ کا نام لے کر اسے ذبح کر دیا تو وہ جانور بالکل حلال ہے اور اگر محض ناحردگی کی خنزیر کی طرح حرام ہو چکا ہے تو پھر ان تمام صورتوں میں بالفرض بکرے کی جگہ اگر خنزیر رکھا جائے تو اس کو حلال ہونا چاہیے تھا مگر وہ کسی صورت میں بھی حلال نہیں ہو سکتا تو یہ بکرا ان صورتوں میں کیسے حلال ہو گیا۔

اسی لئے تمام مفسرین اور محدثین نے ”وما اهل به لغير الله“ کی تفسیر میں آیت

سے اپنے جوں کا نام لیا کرتے تھے

علامہ ابو الفضل جمال الدین محمد بن کرم ابن منظور اپنی لغت کی شہرہ آفاق کتاب
لسان العرب میں اس لفظ کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”واصل الادل رافع الصوت و كل رافع صوته فهو مهمل و كل ذلك
قوله عز وجل وما اهل لغير الله به هو ما ذبح للالهة ذلك لان الذابح كان
ليسميها عند الذبح فلذلك هو الادل“

علامہ ازہری صاحب تفسیر خازن، ابن مہاس، امام مجاہد اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے
اس لفظ کے یہی معنی کئے ہیں۔ ان اُن گنت اور واضح تصریحات کے باوجود یہ کہنا اہل
ذبح کے معنی میں نہایت استعمال ہوتا ہے نہ عرفانہ حق و انصاف سے اعراض کرتا ہے۔

(تفسیر فیض القرآن جلد دوم صفحہ نمبر ۵۰۰ (الف) ۵۰۰ (ب) طبع قدیم لاہور)

امام رافع ابن ہانی (م ۵۰۲ھ) **مکتبہ** لکھتے ہیں.....

اہل الاحلال کے معنی چاند نظر آنے کے ہیں اور اھل کے معنی رویت ہلال ہیں۔
لیکن ہمیں اھل احلال کے معنی حلال بھی آجاتا ہے، جیسے اختتامہ یعنی اجلۃ الاحلال کے معنی
چاند نظر آنے پر آواز بلند کرنے کے ہیں۔ پھر یہ لفظ عام آواز بلند کرنے کے معنی میں
استعمال ہوتا ہے اور اسی سے تھمبھ اھل الصبح کا مادہ ہے جس کے معنی ہیں بچے نے
آواز بلند کی۔ اور آیت وما اھل بہ لغير الله (۱۷۳:۲) جس چیز پر خدا کے سوا کسی اور کا نام
پکارا جائے کے معنی ہیں کہ جس چیز پر غیر خدا کا نام پکارا جائے یعنی جو جوں کے نام پر
ذبح کیا گیا ہو۔ (مفردات القرآن از امام رافع ابن ہانی صفحہ نمبر ۱۶۶ طبع لاہور ۱۹۷۷ء)

نیز حنفیوں کا یہ کہنا کہ ”ما اھل لغير الله“ کا یہ معنی بیان کرنا کہ غیر خدا کے نام سے
کسی جانور کو ذبح کرنا تحریف ہے، یہ بھی درست نہیں کیونکہ علامہ نووی (متوفی ۶۷۶ھ)
شارح مسلم نے حدیث شریف کے ان الفاظ ”لغير الله“ کا یہ معنی کیا ہے۔ اما الذبح لغير
الله ان یذبح باسم غیر الله۔ یعنی جس کو اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا کسی نام سے ذبح کیا
جائے۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ (متوفی ۱۱۵۶ھ) **مکتبہ** نے بھی اپنے ترجمہ میں اس

آیت کا یہی ترجمہ کیا ہے۔ ”وآخر ذکر کردہ شدہ نام غیر خدا پر ذبح وے“ یعنی ذبح کے
لفظ جس پر غیر خدا کا نام ذکر کیا جائے۔

کیا اس تحریف کا التزام آپ ان حضرات پر بھی عائد کرنے کی جسارت کر سکتے ہیں۔
حدیث: حضرت سعد بن عبادہ **رضی اللہ عنہ** سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا، یا رسول
اللہ امیری والدہ فوت ہوگئی اب کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا! پانی،
انہوں نے کتواں کھدوایا کہ یہ سعد کی ماں کیلئے ہے۔ (یعنی اس کا ثواب سعد کی ماں کو
پہنچے) یعنی اس کا نام میر (کتواں) ام سعد رکھا گیا تھا۔

(سنن ابوداؤد: نمبر ۶۱۸ جلد اول (مترجم) طبع لاہور ۱۴۰۳ھ)

اگر کسی غیر کا صرف نام لے دینے سے تو اچیز ناپاک ہو جاتی ہے تو اس کنویں کا
پانی بھی ناپاک ہو جاتا ہے اسے پینا اس سے فساد یا غسل کرنا اور اس سے کپڑے دھونا
سب ممنوع قرار پاتا۔

مشہور حنفی عالم دین ملا جیون (م ۱۱۳۰ھ) زیر آیت وما اھل بہ لغير الله لکھتے ہیں:
اور یہاں سے معلوم ہوا کہ بے شک وہ گائے جس کی نذر اولیاء کیلئے مانی جائے
جیسا کہ ہمارے زمانہ میں رسم ہے حلال و طیب ہے۔ (تفسیرات احمدیہ صفحہ نمبر ۳۵ طبع پشاور)

قول فیصل

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (متوفی ۱۲۳۹ھ) **مکتبہ** فرماتے ہیں.....
جب خون بہانا تقرب الی غیر الله کہ ایسے ہو تو ذبیحہ حرام ہو جائے گا اور جب خون بہانا
اللہ کیلئے ہو اور تقرب الی غیر کھانے اور لڑائی حاصل کرنے کے ساتھ مقصود ہو تو ذبیحہ حلال
ہو جائے گا۔ (فتاویٰ عزیزی (فارسی) صفحہ نمبر ۴ جلد اول مطبوعہ مجتہدی دہلی ۱۳۲۲ھ)

ہم پورے وثوق سے کہتے ہیں کہ کوئی مسلمان (المسکت) اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا
کسی کا نام لے کر ذبح نہیں کرتا، بلکہ ان کے پیش نظر ایصال ثواب ہوتا ہے بغرض محال
اگر کوئی شخص اپنی جہالت کی وجہ سے کرتا ہے تو اسے فوراً تائب ہونا چاہیے۔ محض جہلاء

جانور حرام نہیں ہوتا۔ ذیل میں علامہ موصوف کے رسالہ مبارکہ ”تصریح القال فی حل
الامال“ سے اس بحث کا خلاصہ نقل کیا جاتا ہے۔

”حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے ”تفسیر عزیزی“ میں انواع شرک کے
مشرکین کے چند فرقے شمار کئے ہیں، ان میں چوتھا فرقہ پیر پرستوں کا ہے، اس
کے حلق محدث دہلوی نے فرمایا، چوتھا گروہ پیر پرست ہے جب کوئی بزرگ کمال
راست اور مجاہدہ کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول دعاؤں اور مقبول شفاعت والا ہو کر
اس جہان سے رخصت ہو جاتا ہے تو اس کی روح کو بڑی قوت و وسعت حاصل ہو جاتی
ہے، جو شخص اس کے تصور کو واسطہ فیض بنا لے یا اس کے اٹھنے بیٹھنے کی جگہ یا اس کی قبر پر
کھدہ اور تذلل تام کرے۔ (اس جگہ اصل عبارت یہ ہے)

”یاد رکھنا نشست و برخاست او، یا پرگوراء و سجود تذلل تام نماید۔“

تو اس بزرگ کی روح وسعت اور اطلاق کے سبب خود بخود اس پر مطلع ہو جاتی ہے
اور اس کے حق میں دنیا اور آخرت میں شفاعت کرتی ہے۔

(تفسیر عزیزی صفحہ نمبر ۱۲۷ (سورۃ بقرہ) مطبوعہ لال کوتاں دہلی)

یہ گروہ واقعی مشرک تھا جو قبروں پر تذلل تام کے ساتھ سجدہ کرتا تھا۔ علامہ ابن
العابدین شامی حنفی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

”العبادة عبارة عن الخضوع والتلذل“

(رد المحتار (عربی) مطبوعہ مصر صفحہ نمبر ۱۲۵ جلد ۲)

ترجمہ: ”خضوع اور تذلل تام کو عبادت کہتے ہیں۔“

آج کل کے خوارج کی ستم ظریفی ہے کہ وہ اولیاء اللہ کے عقیدت مند اہلسنت و
جماعت کو پیر پرست کہہ کر مشرک قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ عامۃ المسلمین عبادت انتہائی
عظیم صرف اللہ تعالیٰ کیلئے مانتے ہیں۔ کسی دوسرے کیلئے نہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز
رحمۃ اللہ علیہ کا روئے سخن اس گروہ مشرکین کی طرف ہے۔ ان کا طریقہ یہ تھا کہ جانور کی جان
دینے کی نذر شیخ سہ دو غیرہ کیلئے مانتے اور اس کی تشہید کرتے تھے۔ پھر اسی نیت کے تحت

کے افعال کو پیش نظر رکھ کر مذہب حق اہلسنت پر طعن و تشنیع کرتا اور انہیں کافر و مشرک کہتا
سراسر گمراہی و بددینی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی امان میں رکھے۔

مزید ایک ضروری وضاحت

بعض لوگ اس آیت کی تفسیر میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ”تفسیر
عزیزی“ کا حوالہ دے کر کہتے ہیں کہ ایصالِ ثواب کی خاطر جس جانور کی نسبت کسی
بزرگ کی طرف کر دی ہو وہ حرام ہے اگرچہ اسے ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا ہی نام لیا
جائے۔

(جواب نمبر ۱)

قطب عالم محمد علی شاہ نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں.....

اور جو حوالہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی تفسیر عزیزی کا اس سلسلہ میں دیا
جاتا ہے۔ اس کے بارے میں آپ کے شاگرد حضرت مولانا روف احمد (مولانا روف
احمد حضرت مجدد الف ثانی کے خاندان سے تھے۔ ۱۲۰۱ھ میں رام پور میں پیدا ہوئے۔ دوسرے علماء
کے علاوہ شاہ عبدالعزیز دہلوی سے علوم اخذ کئے۔ ۱۲۵۳ھ میں وفات پائی، حضرت غلام علی شاہ دہلوی
انہیں دین کا ستون فرمایا کرتے تھے) (حدائق المحیط صفحہ نمبر ۳۹۰، ۳۹۱) نے تفسیر روئی میں لکھا
ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز کا یہ مسلک نہیں تھا کہ جو جانور مندر لاء اولیاء ہو اور پھر تکبیر
کے ساتھ ذبح کیا جائے وہ حرام ہے یہ کسی نے بعد میں ان کی تفسیر میں الحاق کر دیا ہے۔
(تجلیات مہر انور صفحہ نمبر ۸۸۹)

(جواب نمبر ۲)

علامہ سید احمد سعید گامی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر عزیزی اور فتاویٰ عزیزی کی داخلی شہادتوں
سے ثابت کیا ہے کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہی جانور حرام ہے
جس کے ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے گا، محض کسی بزرگ کی نسبت کر دینے سے

شخص دو غیرہ کیلئے خون بہانے کی نیت سے اسے ذبح کرتے تھے، ظاہر ہے کہ یہ ذبح کسی طرح حلال نہیں ہو سکتا، کم فہم لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ حضرت شاہ صاحب نے محض کسی بزرگ کی طرف نسبت کرنے کی بنا پر ان جانوروں کو حرام قرار دیا ہے۔ حالانکہ یہ قطعاً باطل ہے اور شاہ صاحب پر بہتان مرتب ہے۔

شاہ صاحب نے تفسیر عزیزی میں اپنے موقف کی وضاحت کیلئے تین دلیلیں پیش کی ہیں،

پہلی دلیل..... یہ حدیث ہے ”ملعون من ذبح بغير الله“ ملعون ہے جس نے غیر اللہ کیلئے ذبح کیا۔ اس حدیث میں صراحۃً لفظ ذبح مذکور ہے۔

دوسری دلیل..... عقلی ہے اس میں یہ تصریح ہے ”و جان این جانور از اں غیر قرار داده کشته اند“۔ یعنی اس جانور کی جان غیر کی ملک قرار دے کر اس جانور کو ذبح کیا ہے۔ اس عبارت میں دو باتیں ہیں۔

(۱) جانور کی جان غیر کیلئے مملوک قرار دی۔

(۲) اس کو ذبح کیا۔

صاف ظاہر ہے کہ اس جانور میں اس لئے نجس پیدا ہوا کہ اسے غیر خدا کیلئے ذبح کیا گیا۔

تیسری دلیل..... تفسیر نیشاپوری کی ایک عبارت ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر کسی مسلمان نے کوئی جانور ذبح کیا اور اس ذبح سے غیر اللہ کا تقرب (بطور عبادت) مقصود ہو تو وہ مرتد ہو گیا اور اس کا ذبیحہ مرتد کا ذبیحہ ہے۔

اس عبارت سے بھی غیر اللہ کے تقرب کی نیت سے ذبح کا ذکر ہے۔ ثابت ہوا کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ محض کسی اللہ کے بندے کی نسبت کے مشہور کر دینے کو حرمت کا سبب قرار نہیں دیتے بلکہ ان کے نزدیک غیر اللہ کیلئے ذبح کرنے سے جانور حرام ہو جاتا ہے۔ اور یہی تمام امت مسلمہ کا عقیدہ ہے۔ نیز شاہ صاحب نے اہل حق کا ترجمہ اصل لغت کے اعتبار سے کیا ہے کہ آواز دی گئی ہو اور شہرت دی گئی ہو لیکن اس

ان کی مراد وہی شہرت ہے جس پر ذبح واقع ہو۔ نیز شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ جب خون بہانا تقرب الی غیر اللہ کیلئے ہو تو ذبیحہ حرام ہو جائے گا اور جب خون بہانا اللہ کیلئے ہو اور تقرب الی غیر کھانے اور نفع حاصل کرنے کے ساتھ مقصود ہو تو ذبیحہ حلال ہو جائے گا۔ (فتاویٰ مزید: قاری) صفحہ نمبر ۳۷ جلد اول مطبوعہ دہلی ۱۳۳۲ھ

امیر حمزہ اور آیت قرآنی میں تحریف بالمعنی

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا الْعَمَلُ النَّعْمُ وَالْمَيْسَرُ وَالْإِنصَابُ وَالْإِزْلَامُ رَجَسٌ

مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوا لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ“۔ (المائدہ ۹۰/۵)

ترجمہ: ”اے ایمان والو! یہ شراب اور جوا اور یہ آستانے اور پانے یہ سب گندے شیطانی کام ہیں۔ ان سے بچو۔ تاکہ تم کامرانی حاصل کر سکو“۔ (شاہراہ بہشت صفحہ نمبر ۳۰)

لفظ انصاب کا معنی آستانے کرنا سراسر آیت قرآنی میں تحریف بالمعنی ہے جبکہ انصاب کے معنی بت ہیں۔

امام راغب اصفہانی (متوفی ۵۰۲ھ) رحمہ اللہ لفظ نصب پر بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: اس کی جمع انصاب بھی آتی ہے چنانچہ فرمایا: والانصاب والالزام رجس من عمل الشیطان (۹۰/۵) اور بت اور پانے (یہ سب) ناپاک کام اعمال شیاطین سے ہیں۔

﴿مفردات البحر آن صفحہ نمبر ۱۰۵۳ طبع لاہور ۱۹۷۷ء﴾
حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۳۰ھ) نے اس آیت مبارکہ کا ترجمہ یوں کیا ہے۔

”اے ایمان والو! یہ جو ہے شراب اور جوا اور بت اور پانے گندے کام ہیں شیطان کے“۔ الخ۔ ﴿ترجمہ قرآن اردو، شاہ عبدالقادر دہلوی صفحہ نمبر ۲۰۰ طبع لاہور﴾
حضرت محمد رحمہ اللہ کریم شاہ الازہری رحمہ اللہ نے آیت مذکورہ کا درج ذیل ترجمہ کیا ہے:

مکی السنۃ علی بن محمد ابراہیم (متوفی ۷۴۱ھ) بغدادی لکھتے ہیں:
 ”والانصاب می الحجارة التي كانوا يصبونها للعبادة ويذبحون“۔

(تفسیر خازن ۲۹۱ جلد اول طبع بیروت)

تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما میں منقول ہے: ”والانصاب: عبادة الاوثان“۔

(تفسیر ابن عباس مرتبہ محمد بن یعقوب فیروز آبادی (متوفی ۸۱۷ھ)

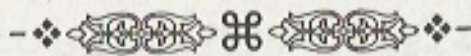
علامہ محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۲۰ھ) لکھتے ہیں: ”والانصاب: التي تذبحون

عندھا“ (تفسیر جامع البیان صفحہ نمبر ۲۱ جلد ۲ طبع بیروت)

ڈاکٹر محمد میاں صدیقی لکھتے ہیں: ”انصاب: بت“

(قرآن مجید کا عربی وار و لغت صفحہ نمبر ۱۱۱ ناشر مقتدرہ اردو زبان اسلام آباد)

معلوم ہوا..... انصاب سے مراد پتھر کے بت ہیں جن کی مشرکین مکہ عبادت کرتے
 تھے اور ان کے نزدیک جانوروں کو ذبح کرتے تھے۔ (یعنی بتوں کی خوشنودی و رضا کیلئے)۔



”اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور جوئے کے تیر سب ناپاک ہیں“۔ (سورۃ
 (تفسیر ضیاء القرآن صفحہ نمبر ۴۶۶ جلد اول طبع لاہور)

نیز علامہ الاذہری فرماتے ہیں: انصاب ان پتھروں کو کہا جاتا تھا، جو حرم کعبہ کے
 ارد گرد نصب تھے اور کفار ان کیلئے جانور ذبح کرتے تھے اور ان کا خون ان پتھروں پر مل
 دیتے۔ (تفسیر ضیاء القرآن صفحہ نمبر ۴۶۶ جلد اول طبع لاہور)

امام جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) رحمہ اللہ نے زیر بحث آیت قرآنی کی تفسیر
 کرتے ہوئے طویل گفتگو کی ہے اور اس ضمن میں درج ذیل احادیث نقل فرمائی ہیں جن
 میں اس طرف اشارہ ہے کہ انصاب کا معنی بت ہیں۔

اخرجہ المجمع فی شعب الایمان عن علی سمعت رسول اللہ ﷺ يقول لم یزل جبریل
 -نہانی عن عبادة الاوثان وشرب الخمر وملاحاة الرجال۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، ان رسول اللہ ﷺ قال کان اول ما نہانی عند
 ربی وعبدانی بعد عبادة الاوثان وشرب الخمر وملاحاة الرجال۔ (تفسیر درمنثور صفحہ نمبر ۳۳۳ جلد طبع ایران)
 امام راغب اصفہانی (متوفی ۵۰۲ھ) رحمہ اللہ لکھتے ہیں.....

الوجن: (بت) اس کی جمع اوثان ہے اور اوثان ان پتھروں کو کہا گیا ہے جن کی
 زنادہ جاہلیت میں پرستش کی جاتی تھی۔ قرآن کریم میں ہے: ”انما اعلمتم من دون
 اللہ اوثاناً“۔ (۲۵/۲۹) کہ خدا کو چھوڑ کر بتوں کو لے بیٹھے ہو۔

(مفردات القرآن صفحہ نمبر ۱۰۹۲ طبع لاہور ۱۹۷۷ء)

امام ابی سعود محمد بن عمار (متوفی ۹۵۱ھ) لکھتے ہیں.....

”الانصاب ای الامنام المصوبة للعبادة“۔ (تفسیر ابی سعود صفحہ نمبر ۷۵ جلد ۲ طبع بیروت)
 امام ابی عبد اللہ محمد بن احمد انصاری القرطبی (متوفی ۶۶۸ھ) لکھتے ہیں:

”واما الانصاب فقيل جی الامنام“ (الامنام لا حکام القرآن صفحہ نمبر ۳۸۶ جلد ۱ طبع بیروت)

امام فخر الدین رازی (متوفی ۶۰۶ھ) لکھتے ہیں:

”والانصاب: جی الامنام التي مصوبة لعبادة“۔ (التفسیر الکبیر صفحہ نمبر ۷۹ جلد ۱۲)

باب ششم

نعت کا مفہوم

نعت گوئی: خیر قرون سے دور حاضر تک

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد الیاس قادری کے اشعار کی مختصر اور جامع شرح

نعت کے لغوی معنی

نعت: تعریف، صفت، جمع نکتات۔

(فرہنگ عامہ، صفحہ نمبر ۶۵۸ طبع ۱۹۸۹ء، ناشر مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد)

ڈاکٹر ریاض مجید لکھتے ہیں.....

نعت (نعت) بالفتح (مونث) عربی زبان کا ایک مادہ ہے۔ جو عام طور پر وصف کے مفہوم میں مستعمل ہے۔ لیکن اگر اس لفظ کے لغوی مفہوم کی تلاش میں عربی لغت نگاروں کے خیالات کا منظر غائر جائزہ لیں تو اس لفظ کی کئی معنوی پرتیں ہمارے سامنے آتی ہیں۔

اس لفظ پر سب سے تفصیلی بحث ”تاج العروس“ کے مصنف نے کی ہے اور اس مادہ کی مختلف نحوی صورتوں کو مثالوں سے واضح کیا ہے۔ وہ النعت کے ضمن میں کہتے ہیں۔ نعت صوتی اعتبار سے منع کی طرح ہے یعنی اس کا کلمہ عین (درمیانی حرف) ماضی اور مضارع دونوں میں مفتوح ہوتا ہے۔

نعت کے معنی وصف کے ہیں، خصوصاً جب آپ کسی چیز کے وصف میں مبالغہ سے کام لیں، تو اس وقت نعت کا لفظ استعمال ہوتا ہے، وصف میں جو کچھ کہا جائے اسے بھی نعت ہی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ وصف بیان کرنے والے کو ناعت کہتے ہیں اور اس کی جمع نکتات ہے۔

حضور ﷺ کے اوصاف بیان کرنے کو نعت کہتے ہیں، جیسے کہ آپ کی نعت بیان کرنے والا کہتا ہے۔ ”لم اقبلہ ولا بعد مثله“ میں نے آپ (ﷺ) سے قبل اور آپ (ﷺ) کے بعد آپ جیسا کوئی انسان نہیں دیکھا۔

(نقوش رسول نمبر لاہور صفحہ نمبر ۹۰، جلد دوم شمارہ نمبر ۱۳ جنوری ۱۹۸۳ء)

عشقِ اندازِ نعت

تو صبی اندازِ نعت سے مختلف نعت کا ایک پسندیدہ اندازِ عشق رسول کریم ﷺ کے والہانہ تجربات و واردات سے عبارت ہے۔ اس انداز کی نعتوں میں آپ کی مدح و توصیف پر آپ سے محبت و شغف کا جذبہ غالب رہتا ہے اور آپ (ﷺ) کی ستائش و ثنا سے زیادہ شاعر کو آپ کی ذاتِ مبارکہ سے وابستہ جذبات و احساسات اور وارداتِ قلبی کا ذکر زیادہ ہوتا ہے۔

نعت کا یہ انداز جذب و شوق اور کیفِ مستی میں ڈوبا ہوا نظر آتا ہے۔ شاعر نہ صرف آنحضرت ﷺ سے اپنی والہانہ، شغفگامی کا اظہار کرتا ہے بلکہ آپ کے صحابہ کرام، آپ کا زمانہ و معاشرت اور آپ کے متعلقات (لباس، پینہ، نعلین مبارک وغیرہ) کا بھی محبت سے ذکر کرتا ہے۔ مسجد نبوی کی فضا (گنبد خضراء، روضہ مبارک کی جالیاں، موابہ شریف پر درود و سلام) کے پُر کیف منظر کا احترام و عقیدت سے بیان کرتا ہے۔ آپ کے شہر (مدینہ کے درود یوار، گلی کوچے، سنگ و خشت اور خار و خس) کو دنیا جہان سے افضل جانتا ہے۔ خاکِ مدینہ کو اپنے لئے محلِ بھر خیال کرتا ہے اور اس شہر کے ماحول و فضاء کو جنت سے بڑھ کر سمجھتا ہے۔ سگانِ مدینہ سے اپنی نسبت ٹھہراتے ہوئے بھی اس شہر مقدس و منور کی شان میں بے ادبی خیال کر کے منفعل ہوتا ہے۔

اس انداز کی نعت میں مدینے سے دوری کا احوال، روضہ رسول پر حاضر ہونے کا بے پایاں شوق، لوگوں کو روضہ رسول کی طرف جاتے ہوئے دیکھنا، اپنی بے بسی کا ذکر، دربارِ رسول میں مرنے کی تڑپ اور خواہش کا اظہار اور محبت رسول کے مظہر اسی طرح کے

دوسرے احوال قلبی کا بیان ملتا ہے۔ وارداتِ عشق رسول سے متعلقہ دلی جذبات کے بھرپور اظہار کے سبب اس انداز کی نعتوں کی فضا پر کیف اور روح پرور ہوتی ہے اور پڑھنے والے پر ایک خاص تاثر چھوڑتی ہے۔

کانوی حیثیت میں تو نعت کا یہ انداز کم و بیش ہر حلقی نعت نگار کے ہاں کسی نہ کسی جذبہ و شکل میں نظر آتا ہے۔ مگر علامہ یو صیری، مولانا جامی، بیدم وارثی، مولانا احمد رضا، علامہ اقبال، بہزاد لکھنوی، حفیظ تائب اور حافظ مظہر الدین کی نعتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا یہ انداز کافی نمایاں اور مؤثر طریقے سے اظہار میں مہلک ہوا ہے۔ (نقوش رسول نبر لاہور صفحہ نمبر ۳۵ جلد دوم شمارہ نمبر ۱۳۰ جنوری ۱۹۸۴ء)

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ کی نعتیہ شاعری

اربابِ علم و دانش کی نظر میں

حکیم محمد سعید دہلوی کی نظر میں

مولانا شریعت و طریقت دونوں کے رموز سے واقف تھے۔ اگر ایک طرف ان کے فتاویٰ نے عرب و عجم میں ان کی دینی و علمی بصیرت کی دھاک بٹھادی تھی تو دوسری طرف عشق رسول نے ان کی نعتیہ شاعری کو فکر و فن کی بلندی پر پہنچا دیا تھا۔

(خیابان رضا صفحہ نمبر ۹۴ طبع لاہور)

نعیم صدیقی کی نظر میں

مولانا کی جو نعتیں پڑھنے یا سننے میں آئیں۔ ان میں خصوصی طور پر ولہیت کی روح کا فرما ہے زبان پر قدرت ہے۔ ان کا تخیل نئی نئی کوئلیں نکالتا ہے اور تشبیہات و تلمیحات سے خوب کام لیتے ہیں۔ (خیابان رضا صفحہ نمبر ۱۱۴ طبع لاہور)

ڈاکٹر سلام سندیلوی شعبہ اردو گورکھ پور یونیورسٹی (انڈیا)

حضرت امام احمد رضا نے اپنی نعت میں خلوص کی مہک بھردی ہے۔ یہ خلوص ان کے ذاتی تجربہ پر مبنی ہے، انہوں نے ہر نفس پر پورے محمد کو محسوس کیا اور اسی کی موجیں ہم کو ان کی شاعری میں نظر آتی ہیں۔ (ماہنامہ المیزان، مئی ۱۹۷۶ء، امام احمد رضا نمبر، صفحہ نمبر ۳۶۴)

پروفیسر محمد ایوب قادری کی نظر میں

مولانا بریلوی شعر و شاعری کا بھی اعلیٰ ذوق رکھتے تھے انکی بعض نعتیں تو بڑی پیاری ہیں (خیابان رضا صفحہ نمبر ۹۴ طبع لاہور)

حافظ جالندھری کی نظر میں

مولانا کے قلم سے چند ایامِ نعت نے میرے قلب میں محبت حضور ﷺ کی روشنی میں توانائی بخشی..... میں ان کو عشاقِ رسول کے ذمے میں صفحہ اول پر دیکھتا ہوں۔

(خیابانِ رضا صفحہ نمبر ۹۱ طبع لاہور)

پروفیسر محمد طاہر فاروقی صدر شعبہ اردو پشاور یونیورسٹی کی نظر میں

اعلیٰ حضرت عشقِ رسول میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اور وہی جذبہ ان کی نعت گوئی کی سب سے نمایاں خصوصیت ہے۔ اسی لئے ان کے اشعار میں ”از دل خیزد بردل ریزد“ کا صحیح عکس نظر آیا ہے۔ (خیابانِ رضا صفحہ نمبر ۹۳ طبع لاہور)

ملک زادہ منظور لکھنؤ یونیورسٹی کی نظر میں

(علم و فضل) کے ساتھ ساتھ شعر گوئی کا جو ملکہ انہیں حاصل تھا اس کی غمازی ”حدائقِ بخشش“ میں شامل وہ نعتیں اور محققین کرتی ہیں جو آج بھی گھر گھر پڑھی جاتی ہیں۔ (ماہنامہ المیزان، بمبئی ۱۹۷۶ء، ۱۴۱۱ھ احمد رضا نمبر، صفحہ نمبر ۹۷)

ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کی نظر میں

عشقِ رسول کا جذبہ ان کی نثر و نظم میں ہر جگہ موجود تھا اور چونکہ اس کی بنیاد جذبے کی صداقت اور موضوع کی لطافت پر ہے اسی لئے اس کا اثر آفریں ہوتا قدرتی امر ہے۔ (خیابانِ رضا صفحہ نمبر ۳۷ طبع لاہور)

ماہر القادری کی نظر میں

مولانا دینی علم و فضل کے ساتھ شیوہ بیان شاعر تھے اور ان کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ مجازی راہِ سخن سے الگ ہٹ کر صرف نعتِ رسول کو اپنے افکار کا موضوع بنایا۔

(ماہنامہ قارانِ کراچی ۱۹۷۳ء، صفحہ نمبر ۴۳)

مولانا کوثر نیازی کی نظر میں

مولانا کی امتیازی خصوصیت ان کا عشقِ رسول ہے۔ جس میں سر تا پا ڈوبے ہوئے ہیں چنانچہ ان کا نعتیہ کلام بھی سوز و گداز کی کیفیتوں کا آئینہ دار ہے۔

(خیابانِ رضا صفحہ نمبر ۹۰ طبع لاہور)

پروفیسر سلیم چشتی کی نظر میں

مولانا احمد رابر یلوی نے سرکارِ ابد قرار، زبدۂ کائنات فخرِ موجودات حضرت محمد ﷺ کی ہار گاہ میں جو مظلوم سلام پیش کیا ہے اسے یقیناً شرفِ قبولیت حاصل ہو گیا ہے۔ کیونکہ ہندو پاک میں شاید ہی کوئی عاشقِ رسول ایسا ہو جس نے اس کے دو چار شعر حفظ نہ کر لئے ہوں (ندائے حق، جون پور صفحہ نمبر ۳۱)

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی سابق وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی

علومِ دینیہ میں انہیں جو دسترس حاصل تھی وہ فی زمانہ فقید المثال تھی۔ دوسرے علوم میں بھی یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ ان کا دل چوں کہ عشقِ نبوی میں کباب تھا اس لئے نعت میں غلوں اور سوز ہے جو بغیر عمیق جذبات پیدا نہیں ہوتا۔ (خیابانِ رضا صفحہ نمبر ۳۳ طبع لاہور)

ڈاکٹر جمیل جالبی وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی کی نظر

مولانا احمد رضا خاں بریلوی چودھویں صدی ہجری کے بلند پایہ فقیہ، تبحرِ عالم، بہترین نعت گو صاحبِ شریعت و طریقت بزرگ تھے۔

(معارفِ رضا صفحہ نمبر ۴۷، جلد چہارم مطبوعہ کراچی)

ڈاکٹر فرمان علی فتح پوری صدر شعبہ اردو کراچی یونیورسٹی

ان کی شاعری کا محور آنحضرت ﷺ کی زندگی و سیرت تھی مولانا صاحبِ شریعت بھی تھے اور صاحبِ طریقت بھی، صرف نعت و سلام و منقبت کہتے تھے۔ اور بڑی

درد مندی و دل سوزی کے ساتھ کہتے تھے۔ (بیانات یوم رضا طبع دوم لاہور صفحہ نمبر ۳۵)

احسان دانش کی نظر میں

مولانا احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اکیلے نہیں ان خاندان سے شعر و ادب اور خصوصاً نعت گوئی نے راہیں پائی ہیں۔ (خیابان رضا صفحہ نمبر ۳۲ طبع لاہور)

احمد ندیم قاسمی کی نظر میں

نعت گوئی میں ان کا مرتبہ دیگر نعت نویسوں کے مقابلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مرحوم کی بے پناہ اور بے کنار عقیدت و محبت منفرد ہو جاتا ہے۔

(خیابان رضا صفحہ نمبر ۳۲ طبع لاہور)

پروفیسر سید خنی احمد ہاشمی کی نظر میں

ان کے اشعار عشق رسول سے بھرپور، انکی شخصیت نے اپنے زمانے کو بہت متاثر کیا۔ (خیابان رضا صفحہ نمبر ۶۷ طبع لاہور)

ڈاکٹر نسیم قریشی، شعبہ اردو، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ (انڈیا)

حسان الہند کے لقب سے یاد کئے بغیر انکے بے پناہ جذبہ عشق، ان کی وجد آفریں نعت گوئی کے ساتھ ہو ہی نہیں سکتا۔ محمدی لوائے عظمت ابد کی چوٹیوں پر سرمدی شان سے لہرا رہا ہے اور اس مقدس سائے میں حضرت رضا بریلوی جاوداں، کامرانوں سے سرفراز و شاد کام ہو رہے ہیں۔ (ماہنامہ المیزان، مئی ۱۹۷۶ء امام احمد رضا قبر، صفحہ نمبر ۵۴۹)

نعتیہ شاعری کی ابتدا

اکثر شاعر عظمیٰ لکھتے ہیں.....

نعتیہ شاعری کی ابتدا خود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے شروع ہوئی۔ اس سلسلہ میں حضرت حسان بن ثابت اور حضرت کعب بن زہیر کا نام سرفہرست آتا ہے۔ ان دونوں اصحاب نے جو کچھ نعت کے ضمن میں بیان کیا وہ قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال سے مشتق ہے۔ اس سے نہ صرف نعت گوئی کا پتہ چلتا ہے، بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قرآن وحدیث کے اثرات بھی اسی وقت سے شاعری پر مرتب ہونے شروع ہو گئے تھے۔ (نقوش رسول نمبر لاہور صفحہ نمبر ۶۴ جلد دوم شمارہ نمبر ۱۳۰ جنوری ۱۹۸۴ء)

شعراء بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شعراء کرام میں سے جو حضرات کافروں کے شر کو، اسلام اور مسلمانوں سے دفع کرتے اور باز رکھتے تھے وہ تین اشخاص شمار کئے گئے ہیں۔

۱۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ۔

۲۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ۔

۳۔ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ۔

روضۃ الاحباب میں منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام شعراء مردوں میں سے ایک سوساٹھ تھے اور عورتوں میں بارہ تھیں۔ مشہور شعراء کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ۔

۲۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ۔

۳۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ۔

۴۔ حضرت ابوسفیان بن الحارث رضی اللہ عنہ۔

۵۔ حضرت عباس بن مرداس سلمی رضی اللہ عنہ۔

۶۔ حضرت عدی بن حاتم الطائی رضی اللہ عنہ۔

(۷) حضرت حمید بن نور الہمالی رضی اللہ عنہ۔

(۸) حضرت ایمن بن خرم اسدی رضی اللہ عنہ۔

(۹) حضرت اعثم بن مازن رضی اللہ عنہ۔

(۱۰) حضرت اسود بن شریح رضی اللہ عنہ۔

(۱۱) حضرت لبید بن ربیعہ رضی اللہ عنہ۔

(۱۲) حضرت نابغہ جعدی رضی اللہ عنہ۔ (مدارج النبوة (اردو) حصہ دوم)

نعت گوئی قرآن اولیٰ سے دو رو حاضرہ تک

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ (متوفی ۶۳۴ء)

فكيف الحياة لفقد الحبيب وذين المعاصر في المشهد
ترجمہ: ”اب کیسی زندگی جو حبیب ہی چھڑ گیا اور وہ نہ رہا، جو زینت وہ یک عالم تھا۔“

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (ش ۶۳۴ء)

واسلبه من اهل مكة بعدما تداعوا الي امر من الغيب فاسد
ترجمہ: ”اور اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کو محروم کر دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے، جب ان لوگوں نے گمراہی کے خیال فاسد یعنی قتل پر کمر باندھی۔“

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ (ش ۶۵۰ء)

فيا عيني ابكي ولا تسامي وحق البكاء على السيد
ترجمہ: ”تو اے میری آنکھ آنسو بہا اور نہ تھک اپنے سردار پر آنسو بہا تو لازم آچکا۔“

حضرت حمزہ بن عبدالمطلب بن ہاشم رضی اللہ عنہ (ش ۶۲۵ء)

واحمد مصطفى فينا مطاعاً فلا تفشوه بالقول العنيف
ترجمہ: ”اور احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں برگزیدہ ہیں جن کی اطاعت کی جاتی ہے لہذا تم ان

شہداء اہلسنت بحوالہ شاہراہ ہشت

کے سامنے ناملائم لفظ بھی منہ سے نہ نکالنا۔“

حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا (متوفی ۶۲۳ء)

يا خاتم الرسل المبارك صنوة صلى عليك منزل القرآن
ترجمہ: ”اے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم، آپ برکت و سعادت کی جوئے فیض ہیں آپ پر قرآن نازل کرنے والے نے بھی درود بھیجا ہے۔“

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا (متوفی ۶۷۷ء)

متى بيد في الداجي البهم جبينه يلح مثل مصباح الدجي المتوقد
ترجمہ: ”اندھیری رات میں اگی پیشا نظر آتی ہے، تو اس طرح چمکتی ہے جیسے روشن چراغ۔“

حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ (متوفی ۶۶۰ء)

ان الرسول لسيف يستضاء به مهند من سيوف الله مسلول
ترجمہ: ”بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ تلوار ہیں جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک کھنی ہوئی تلوار ہیں۔“

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ بن حارث بن عبدالمطلب

لقبر ابيك سيد كل قبر وفيه سيد الناس الرسول
ترجمہ: ”(اے فاطمہ) آپ کے والد کی قبر تمام قبروں کی سردار ہے جس کے اندر تمام انسانوں کے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں۔“

حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ

رايتك يا خير البرية كلها نشرت كتاباً جاء بالحق معلماً
ترجمہ: ”اے کائنات ارضی کی سب سے بہتر متاع! میں نے دیکھ لیا کہ آپ نے

وہ احکام الہی پھیلائے، جس نے حق کو بالکل آشکارا کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ (متوفی ۶۲۹ء)

روحی الفدا لمن اخلاقه شہدت ہاں خیر مولود من البشر
ترجمہ: ”میری روح قربان ہو اس ذات پر جس کے اخلاق اس بات پر شاہد ہیں
کہ وہ نئی نوع انسان میں سب سے بہتر فرد ہیں۔“

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۳۸ء)

کریم بالحق من راحتيہ بوجود فی المحی بالحق
ترجمہ: ”وہ ایسے نیک ہیں کہ آپ کے دونوں ہاتھوں سے بخشش و عطا کا مینہ برس رہا
ہے اور چہرہ انور پر حیا و شرم نمایاں رہتی ہے۔“

امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ تابعی کوئی (متوفی ۱۵۰ھ)

واللہ یا خیر الخلاق ان لی قلبا مشرقا لا یروم مساو
ترجمہ: ”اللہ کی قسم اے بہترین خلاق، میرا دل صرف آپ ﷺ کی محبت سے
لبریز ہے وہ آپ کے سوا کسی کا طالب نہیں۔“

شیخ عبدالغنی نابلسی حنفی رحمہ اللہ (متوفی ۱۷۳۰ء)

وانت باب العطاء والجودیا اعلی ہک الا لہ علی طول المدی یہب
ترجمہ: ”آپ ﷺ ہی باب جود و کرم ہیں۔ اے میرے سہارے، آپ ﷺ کے
توسل سے اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے بندوں کو نوازا کرتا رہتا ہے۔“

علامہ ابن العربی ابو بکر محمد الدین رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۳۰ء)

الا باہی من کان ملکاً وسیداً وآدم بین الماء والطين واقف
ترجمہ: ”سنو میرے ماں باپ قربان! وہ فرما روا اور سردار کون تھا جب آدم علیہ السلام

شاہراہ المسکت بجواب شاہراہ ہشت

الاورشلی کے درمیان ٹھہرے ہوئے تھے۔“

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۲۳ء)

وان جرتم علی فلسی غیاث بہاب المصطفی خیر الانام
ترجمہ: ”اے لوگو! اگر تم نے مجھ پر جو رستم کیا تو میرا فریاد درس موجود ہے، بارگاہ
مصطفیٰ کی صورت میں جو ساری دنیا سے اچھے ہیں۔“

مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۷۳ء)

سید و سرور محمد، نور جاں مہتر و بہتر شفیع مجرماں

حضرت شیخ سعدی شیرازی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۹۰ء)

آدم و نوح و خلیل و موسیٰ و عیسیٰ آمدہ مجموع در ظلال محمد (ﷺ)

مولانا عبدالرحمن جامی رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۹۳ء)

سودہ ہمہ قدسیاں جبیں ارادت برتہ نعلین عرش سائے محمد (ﷺ)

مولانا بیدم وارثی رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۴۳ء)

کعبہ ہمارا کوئے محمد ﷺ مصحف ایمان روئے محمد (ﷺ)

حضرت بہزاد لکھنوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۵۵ء)

دنیا میری ذکر مدینہ دین میرا دیں شہ بلحا ایمان میرا روئے محمد ﷺ

حفیظ جالندھری رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۸۲ء)

سلام اے سروحت اے سراج بزم ایمانی

زہے یہ عزت افزائی، زہے تشریف ارزانی

مولانا احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۳۱ء)

وہ سرورِ کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نئے لڑے لڑے کے سماں، عرب کے مہماں کیلئے تھے

مولانا حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۸۰ء)

حسن تخلیق و باعثِ تخلیق نازش دو جہاں، قرارِ حرم

مولانا کفایت علی کافی رحمۃ اللہ علیہ (شہید ۱۸۵۸ء)

عرشِ بریں ایوانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خلد سراستانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۳۸ء)

لوحِ بھی تو قلم بھی تو، تیرا وجودِ الکتاب گنبدِ آئینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

مولانا قلام محمد ترنم رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۵۹ء)

گلشنِ عالم کے گوشوں میں گونج رہا ہے نامِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ڈال ڈال پتا پتا دیتے ہیں پیغامِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

(نقوشِ رسولِ نمبر ۱۳۰، جنوری ۱۹۸۳ء طبع لاہور) (انتخاب)

علامہ سید احمد کاظمی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۸۶ء)

جلوہِ دلچسپی دیکھتے رہ گئے حسنِ بدر الدجی دیکھتے رہ گئے

روئے روشن پہ زلفِ سیاہ دیکھ کر ہم ضحیٰ اور بھی دیکھتے رہ گئے

(ضیائے حرم، ماہنامہ، لاہور جولائی ۱۹۸۶ء صفحہ نمبر ۲۳)

مولانا امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

اور مولانا محمد الیاس قادری کے اشعار کی مختصر اور جامع شرح

ہم ان صفحات میں فقط ان شخصیات کے اشعار کی مختصر اور جامع شرح کریں گے
ان کی وجہ سے اہل سنت کا تشخص قائم ہے۔ ایرے غیرے نعت گو شعراء کے ہم ذمہ دار
نہیں ہیں۔

مولانا احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہیچ نہ نعت شریف لکھنا بہت مشکل کام ہے، جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں۔ اس میں
نکوار کی دھار پر چلنا ہے اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کی کرتا ہے تو تنقیص
ہوتی ہے البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے، جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے.....
غرض حمد میں ایک جانب اصلاً حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے۔

﴿ملفوظات از اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ صفحہ نمبر ۱۳۰ جلد دوم طبع لاہور﴾

﴿نقوشِ رسولِ نمبر ۲۳ جلد دوم، شمارہ ۱۳۰ جنوری ۱۹۸۳ء﴾

لہذا ایسے محتاط نعت گو شاعر کے کلام پر تنقید کرنا جہالت ہے اور علمِ عروض (تشبیہ و
استعارات وغیرہ سے) نا آشنا ہونے کی بین دلیل ہے۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب

یعنی محبوب و محبت میں نہیں میرا تیرا

(فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

علِّ لغات: مالک: صاحب، خداوند، آقا، خاوند۔

حبیب: دوست، محبوب۔

محبت: محبت کرنے والا

اس شعر میں مالک کا دوسرا لفظ ذات باری تعالیٰ کیلئے استعمال ہوا ہے۔ اہلسنت و
جماعت کا عقیدہ ہے: صانعِ عالم جل مجدہ واجب الوجود ازل ابدی ہے اس کا کوئی مثل نہ

ذات میں ہے نہ صفات میں، خالقیت یا اختیار خود تدبیر کائنات کلی و جزوی اسی کی ذات مقدس سے مختص ہیں۔ وہ تمام کائنات عالم کا مطلق مالک و مختار ہے۔ اور انبیاء کرام اور اولیاء عظام کو ان کے درجات کے مطابق مالکیت عطا فرماتا ہے اور ان کا تصرف اللہ تعالیٰ کی مشیت، اذن اور رضا کے تحت ہوتا ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

”میں تمہارے لئے حوض کوثر پر آگے جانے والا ہوں اور تمہارے اوپر گواہ ہوں اور اللہ کی قسم میں اپنے حوض کو آب بھی دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں مرحمت فرمائی گئی ہیں اور اللہ کی قسم مجھے یہ ہرگز خطرہ نہیں ہے کہ تم میرے بعد شرک کرنے لگو گے بلکہ مجھے تو اس چیز کا خطرہ ہے کہ تم دنیا سے محبت کرنے لگو گے۔

(الشفاء از قاضی عیاض مالکی اندلسی (م ۵۴۴ھ) صفحہ نمبر ۲۵۷ جلد اول طبع لاہور ۱۹۸۰ء)

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قیامت کے روز میں تمام لوگوں کا سردار ہوں گا، میں یہ فخر یہ نہیں کہتا..... الخ

(داری شریف صفحہ نمبر ۶۲ طبع کراچی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، چھ باتوں کی مجھ کو دوسرے انبیاء پر فضیلت ہے۔ میں جوامع الحکم دیا گیا ہوں۔ رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے۔ غنائم میرے لئے حلال کر دی گئی ہیں۔ زمین میرے لئے مسجد اور پاکیزہ بنا دی گئی ہے۔ میں سب لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ میرے ساتھ انبیاء ختم کئے گئے ہیں۔ (رواہ مسلم، مشکوٰۃ صفحہ نمبر ۱۱، جلد ۳ مترجم) طبع لاہور

تیسری صدی ہجری کے مشہور عالم عارف باللہ حکیم محمد بن علی ترمذی اوپر والی حدیث کی مش دوسری حدیث کے تحت لکھتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ساری مخلوق کی طرف ایک سربراہ مملکت کی حیثیت سے مبعوث فرمائے گئے ہیں، جسے امارت، ولایت اور رعایا دی جاتی ہے..... جن کو زمین پر بسنے والی ساری مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہے۔ خواہ وہ انسان ہوں یا جنات، وہ ہمارے آقا و مولیٰ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں..... جب

♦ شاہراہ اہلسنت بجواب شاہراہ بہشت ♦

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جملہ بنی آدم کیلئے رسول ہیں تو یقیناً آپ کو خزانے بھی اتنے ہی عطا فرمائے گئے ہوں گے جو تمام لوگوں کیلئے کافی ہوں۔ الخ

جسے صرف مجاہدستان کا امیر بنایا جائے تو اسے ضروریات کی اشیاء کا بہت ہی تھوڑا حصہ ملے گا۔ لیکن جس کو خراسان کا والی بنایا جائے اس کی ضروریات اور رعایا کے مطلوبہ لوازمات بہت زیادہ ہوں گے۔ جو امیر المؤمنین ہو اس کی ضروریات والی خراسان سے بھی زیادہ ہوں گی۔ لیکن جس کی بادشاہی مشرق سے مغرب، شمال سے جنوب (اور عرش معلیٰ سے تحت الارض تک ہو) اس کیلئے تو بہت زیادہ خزانے درکار ہیں تاکہ وہ اپنی مملکت کا بخیر و خوبی انتظام والصرام کر سکے..... اور ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم وہ ذات مبارکہ ہیں جن کو زمین پر بسنے والی ساری مخلوق کی جانب بھیجا گیا ہے۔ خواہ انسان ہوں یا جنات..... الخ

(جواہر النجار (اردو) از علامہ مہمانی صفحہ نمبر ۱۹۳، ۱۹۷ جلد اول (تخفیس) طبع لاہور ۱۹۷۵ء)

حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ساری مخلوق کے سردار اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ سب سے افضل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ آپ سے اونچا مرتبہ اور کسی کا نہیں۔

(جواہر النجار (اردو) از علامہ مہمانی صفحہ نمبر ۳۸، جلد اول (تخفیس) طبع لاہور ۱۹۷۵ء)

خواجہ محمد معصوم سرہندی (متوفی ۱۰۷۷ھ) نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہر چند کے وہاب مطلق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ لیکن جس کسی کو فیض پہنچتا ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے پہنچا ہے۔ اور مہمات، ملک و ملکوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہتمام سے انصرام پاتی ہیں۔ (مقامات امام ربانی صفحہ نمبر ۱۱۲)

امام جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش کے خزانے عطا کئے گئے ہیں جو آپ کے علاوہ کسی اور کو عطا نہیں ہوئے۔ (المختصر الصغریٰ صفحہ نمبر ۱۳ طبع لاہور ۱۴۰۶ھ)

عرش کی رفعتیں

حضور ﷺ نے فرمایا کہ سات آسمانوں اور سات زمینوں کی مثال (اللہ تعالیٰ کی) کرسی کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے بیابان میں انگوٹھی پڑی ہوئی ہو اور یہی حقیقت عرش کے مقابلہ میں کرسی کی ہے۔ (مفردات القرآن صفحہ نمبر ۶۸۶ طبع لاہور)

حضور پر نور ﷺ کا مقام محبوبیت پر فائز ہونا

۱۔ حضرت عمرو بن قیس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا میں تو ہم آخر ہیں اور قیامت کے دن اول ہوں گے اور ایک بات بغیر خیر کے کہتا ہوں، ابراہیم علیہ السلام کے خلیل ہیں اور موسیٰ علیہ السلام اس کے مقبول ہیں اور میں اس کا حبیب ہوں۔ (سنن داری از ابو محمد عبد اللہ سرحدی (م ۲۵۵) صفحہ نمبر ۶۳)

۲۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے چند صحابی بیٹھے ہوئے آپ کا انتظار کر رہے تھے کہ آپ باہر تشریف لائے یہاں تک کہ جب ان کے قریب پہنچے تو سنا کہ وہ کچھ بات کر رہے تھے، تو آپ نے ان کی بات سنی۔ ایک شخص کہہ رہا تھا کہ تعجب ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوقات میں سے حضرت ابراہیم کو خلیل اللہ بنایا تو ابراہیم اس کے خلیل ہوئے اور ایک اور نے کہا اس آیت سے تعجب خیز کوئی بات نہیں ”وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَى تَكْلِيمًا“ اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا۔ اور ایک اور نے کہا تو عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے کلمہ اور اس کی روح ہیں اور ایک اور نے کہا آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے تمام عالم میں سے چن لیا۔ آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور ان کو سلام کیا اور فرمایا کہ میں نے سن لیا تھا تمہارا کلام اور تمہارا یہ تعجب کہ ابراہیم اللہ کے خلیل ہیں وہ ایسے ہی ہیں، اور یہ کہ موسیٰ اس کے ہمراز ہیں، وہ ایسے ہی ہیں اور یہ کہ آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے (تمام عالم میں سے) چن لیا، وہ ایسے ہی ہیں۔ لیکن جان لو کہ میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں اور یہ خیر یہ نہیں کہتا۔ الخ

﴿سنن داری صفحہ نمبر ۶۱ طبع کراچی ۱۴۲۵ھ ص ۳۲۱ جلد اول طبع لاہور ۱۹۸۰ء﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزماں ﷺ سے فرمایا کہ میں نے تمہیں اپنا خلیل بنایا ہے اور توریت میں تمہارے متعلق لکھ دیا ہے کہ تم رحمن کے حبیب ہو

اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا اپنے بندوں سے محبت کرنے کا مفہوم

قاضی عیاض مالکی اندلسی (م ۵۴۴ھ) رحمہ اللہ لکھتے ہیں، رب العزت جل جلالہ کا اپنے بندے سے محبت کرنا یہ ہے کہ سعادت مندی کے کاموں پر اسے قائم کر دیتا ہے۔ برائیوں سے اس کی حفاظت کرتا ہے، نیکیوں کی توفیق بخشتا ہے، اپنے قرب کے اسباب اس کیلئے مہیا کر دیتا ہے اور اپنی رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے۔ محبت کی انتہا یہ ہے اس کے دل سے پردے ہٹا دیتا ہے یہاں تک کہ وہ اسے اپنے دل سے دیکھتا ہے اور چشم ہسرت کے ساتھ اس کی جانب دیکھتا ہے

مولانا احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ زیر بحث شعر میں فرماتے ہیں:

اے میرے آقا محمد مصطفیٰ ﷺ میں تو آپ کو مالک ہی کہوں گا، کیونکہ آپ مالک مطلق جل شانہ کے حبیب ہیں اور مقام محبت میں محبوب اور محبت میں میرے تیرے کا سوال ہی نہیں ہوتا۔ درج ذیل آیات قرآنی اس بات پر شاہد ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق بن امام محمد باقر رضی اللہ عنہما نے وعدہ الہی اتمام نعمت کے بارے میں فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزماں سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنا حبیب بنایا اور آپ کی حیات مبارکہ کی قسم فرمائی اور آپ کی شریعت مطہرہ سے دیگر شرائع کو منسوخ کر دیا۔ آپ کو ہر سرخ و سفید یعنی جملہ بنی آدم کا نبی بنایا۔ آپ کیلئے مال غنیمت کو حلال قرار دیا۔ آپ کو گنہگاروں کی شفاعت کرنے والا اور شفاعت کا مازون و مختار بنایا اور حضرت آدم علیہ السلام کی ساری اولاد کا آپ کو سردار بنایا۔ اور آپ کے ذکر کو اپنے ذکر سے اور آپ کی رضا کو اپنی رضا کے ساتھ ملایا۔ اور آپ کو عقیدہ توحید کا ایک رکن قرار دیا ہے۔ اسی سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے ”إِنَّ الدِّينَ يَبْتَغُونَكَ إِنَّمَا يَبْتَغُونَ اللَّهَ“ فرمایا ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے بیعت کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ سے بیعت کرنے

والے قرار دیتے ہوئے آگے فرمایا ہے کہ ”يُذِ اللّٰهُ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ“ ان کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔۔۔۔۔ یہ استعارہ اور تجنیس کلام کے طور پر ہے۔ اس سے عقد بیعت کو مؤکد کرنا اور بیعت لینے والے کے منصب کی رفعت کا اظہار کرنا مقصود ہے۔ اسی مضمون کو اللہ تعالیٰ نے یوں بھی ارشاد فرمایا ہے۔ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتْ اِذْ رَمَيْتْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی (پ ۹ سورۃ انفال آیت ۱۷)

ترجمہ: ”تم نے انہیں قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا۔ اور اے محبوب! وہ خاک جو تم نے پھینکی وہ تم نے نہ پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی۔“

یہ کلام حقیقت پر مبنی ہے کہ فی الحقیقت، اللہ رب العزت ہی قاتل و راءی ہے۔ کیونکہ افعال عباد کا خالق وہی تو ہے۔ کنگریاں اور مٹی پھینکنا بھی تو اسی کی قدرت اور مشیت کے تحت تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے بارگاہ رسالت میں عرض کی کہ یا رسول اللہ! آپ کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیتے ہوئے فرمایا: ”مَنْ يُطِيعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اطَاعَ اللّٰهَ“ جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔

(الشفاء از قاضی عیاض مالکی اندلی صفحہ نمبر ۵۳ جلد اول طبع لاہور ۱۹۸۰ء)

چونکہ فرقہ وہابیہ نجدیہ مقام محبت سے بے خبر ہے اس لئے ان کا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے زیر بحث شعر پر طنز و تنقید کرنا بجا ہے۔
پروفیسر ابو بکر غزنوی لکھتے ہیں:

من لم يذق حرق الهوى

لم يدرك ما جهد البلاء

جس نے عشق کی ہوش کا مزہ نہیں چکھا، وہ محبت کی ان کیفیتوں کو کیا جانے۔

(ابتداء، اولیائے بہاد پور صفحہ نمبر ۱۳ طبع لاہور ۱۹۸۳ء)

امیر حمزہ کے پچازاد بھائی سید نور الحسن بخاری مقلد وہابی (یعنی دیوبندی) درج ذیل عنوان کے تحت لکھتے ہیں: ”رسول کا عمل خدا کا عمل“

اللہ رب العزت نے اپنے محبوب کے بعض اعمال و افعال کو اپنی طرف نسبت دیتے ہوئے انہیں اپنا فعل و عمل قرار دیا۔ ارشاد فرمایا: وَمَا رَمَيْتْ اِذْ رَمَيْتْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی (پ ۹ سورۃ انفال آیت نمبر ۱۷)

جب آپ نے (جنگ بدر میں مٹی بھر خاک) پھینکی (درحقیقت) آپ نے نہیں پھینکی لیکن وہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی۔ غزوہ بدر میں جنگ کی شدت کے وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مٹی اور کنگریوں کی مٹی بھر کر لشکر کفار کی طرف پھینکی۔ قدرت خداوندی سے مٹی کا ذرہ ہر کافر کی آنکھ میں پہنچا، وہ آنکھیں ملنے لگے، ادھر اصحاب رسول نے دھاوا بول دیا اور اسلام کی فتح ہو گئی۔

تو کو بظاہر کفار کی طرف مشت خاک آپ ہی نے پھینکی تھی، لیکن درحقیقت خدائی ہاتھ کا فرما تھا۔ اور قدرت خداوندی ہی سے مٹی بھر کنگریوں نے مسلح فوج کے منہ پھیر دیئے۔ اس لئے فرمایا کہ آپ نے نہیں دراصل ہم نے خود وہ مشت خاک پھینکی تھی۔ ”اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَاہِیْعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَاہِیْعُوْنَ اللّٰهَ یُذِ اللّٰهُ فَوْقَ اَيْدِیْهِمْ“ (پ ۲۶ سورۃ الحج آیت نمبر ۱۰) یہ حقیقت ہے جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں وہ (دراصل) اللہ سے بیعت کر رہے ہیں ان کے ہاتھوں کے اوپر خدا کا ہاتھ ہے۔

چونکہ نبی خدا کی طرف سے بیعت لیتا ہے اور اطاعت خداوندی ہی کی بیعت لیتا ہے اس لئے نبی سے بیعت کرنا گویا خدا سے بیعت کرنا ہے اور نبی کا ہاتھ گویا خدا کا ہاتھ ہے۔ اور جو لوگ نبی کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر اللہ کی رضا حاصل کر لیتے ہیں۔ درحقیقت خدا کا دست رحمت و حمایت انکے ہاتھوں کے اوپر ہوتا ہے۔

(اسلام میں صحابہ کرام کا مقام، از نور الحسن بخاری صفحہ نمبر ۱۹۱، ۱۹۰ء)

۔ جس کو شایاں ہے عرش خدا پر جلوس

ہے وہ سلطان والا ہمارا نبی

۔ رہے عزت و اعتلائے محمد

کہ ہے عرش حق زیر پائے محمد (فاضل بریلوی)

حل لغات: شایان: لائق۔ جلوس: پیشکش۔ سلطان: والی۔ سردار: آقا۔ والا: بلند مرتبہ۔ زبے: کلمہ تحسین، واہ وا۔ عزت: توقیر، منزلت۔ اعلیٰ: اونچا ہونا، بلند ہونا، اعلیٰ ہونا۔ عرش حق، عرش خدا: پا۔ پاؤں۔ زیر: نیچے۔

امام راغب اصفہانی (م ۵۰۲ھ) لکھتے ہیں۔ عرش الہی سے صرف نام کی حد تک ہم واقف ہیں۔ اور اس کی حقیقت انسان کے فہم سے بالاتر ہے۔ اور بادشاہ کے عرش کی طرح نہیں ہے جیسا کہ عوام خیال کرتے ہیں کیونکہ اس صورت میں تو عرش باری تعالیٰ کا حامل قرار پائے گا۔ نہ کہ محمول، حالانکہ ذات الہی اس سے بالاتر ہے۔ (کوئی چیز اسے اٹھائے) ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”رَفَعْنَا لَكَ ذُو الْعَرْشِ“ (پ ۲۲ سورۃ المؤمن) ترجمہ: ”وہ مالک درجات عالی اور صاحب عرش ہے۔“

اور ان کے ہم معنی دیگر آیات ہیں۔ بعض نے کہا کہ ان سے حق تعالیٰ کی سلطنت اور حکومت کی طرف اشارہ ہے۔ ورنہ اس کے یہ معنی نہیں کہ عرش باری تعالیٰ کا ٹھکانہ اور مسکن ہے۔ (مفردات القرآن صفحہ نمبر ۶۸۶ طبع لاہور ۱۹۷۷ء)

حضرت امام ربیعہ بن ابی عبد الرحمن عجمی (م ۱۳۶ھ) رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے عرش پر استواء کیا معنی ہے؟ فرمانے لگے، استواء معلوم ہے کیفیت مجہول ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پیغام دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے پہنچا دیا ہے، ہمارا کام تصدیق کرنا ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ از علامہ ذہبی (م ۷۴۸ھ) صفحہ نمبر ۱۴۰ جلد اول طبع لاہور ۱۹۸۱ء)

مفتی افتخار احمد خاں نعیمی فرماتے ہیں:

نیز وہی اللہ ہے جس نے عرش پر قہر جلال کا غلبہ فرمایا کہ قانون الہیہ کا مرکزی مقام، انوار اللہ کا مخزن عرش کو بنایا۔ مگر یہ بھی تمہاری نظر، نگاہ، عقل اور فہم و شعور سے پوشیدہ ہے۔ (تفسیر نعیمی صفحہ نمبر ۲۳۹ جلد ۱۳ طبع لاہور ۱۹۹۴ء)

حضرت امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا استواء معلوم ہے، کیفیت غیر معلوم ہے۔ اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ صفحہ نمبر ۱۷۱ جلد اول طبع لاہور ۱۹۸۱ء)

عرش کے متعلق وہابیہ کا عقیدہ

نواب صدیق الحسن غیر مقلد لکھتے ہیں: خدا عرش پر بیٹھا ہے اور عرش اس کا مکان ہے اور دونوں قدم اپنے کرسی پر رکھے ہیں۔ اور کرسی اس کے قدم رکھنے کی جگہ ہے اور ذات خدا کی بہت فوق اور طرف علویں ہے اور اس کو فوقیت جہت کی ہے نہ فوقیت رتبہ کی۔ اور وہ عرش پر رہتا ہے اور اترتا ہے ہر شب کو ہاتھ اور قدم اور جھٹلی اور انگلیاں اور دو آنکھیں اور منہ اور ہڈی وغیرہ سب چیزیں بلا کیف ثابت ہیں اور جو آیتیں اس بارے میں ہیں سب محکمات ہیں آیات متشابہات نہیں ان آیات و احادیث میں تاویل نہ کرنا چاہیے۔ سب آیتیں اور حدیثیں اپنے ظاہری معنی پر محمول ہوں گی۔ اور اسی ظاہری معنی پر عمل اور اعتقاد رکھنا چاہیے۔

(رسالۃ الاحواء علی مسائل الاستواء تصنیف نواب صدیق الحسن مطبوعہ گلشن اردو، بکسٹو)

(بحوالہ فتح المسلمین از مولانا منصور علی مراد آبادی صفحہ نمبر ۳۳۶ طبع کوثر انوار)

پہلے شعر کا مفہوم

مولانا احمد رضا فاضل بریلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، جس ذات مقدسہ کے شایان عرش خدا پر جلوہ گر ہونا ثابت ہے وہ بلند مرتبہ والے سلطان و سردار ہمارے نبی ﷺ ہیں۔

دوسرے شعر کا مفہوم

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ واہ وا! محمد مصطفیٰ ﷺ کی کیا توقیر و منزلت اور آپ کا کس قدر بلند مقام ہے کہ آپ شب معراج عرش حق پر تشریف لے گئے اور عرش الہی آپ کے قدمین شریفین کے زیر رہا، یعنی آپ شب معراج بہت ہی بلند یوں پر تشریف لے گئے۔

حدیث مبارکہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: آپ سے دریافت کیا گیا.....

من سید العرب؟ قالوا انت یا رسول اللہ، فقال، انا سید ولد آدم، وعلی سید العرب۔

(رواہ الطبرانی فی الاوسط صحیح الخوارزمی محمد بن سلیمان قاسی مشرفی صفحہ نمبر ۳۶۷ جلد ۱۳ طبع لاہور ۱۹۸۱ء)

یعنی نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں تمام بنی نوع انسان کا سردار (سلطان) ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ عرب کے سردار ہیں۔

حدیث مبارکہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے ذکر کیا کہ میں نے پایا آسمان پر، آدم اور ادریس اور موسیٰ، عیسیٰ اور ابراہیم (علیہم السلام) کو، اور ان کے منازل اور مقامات کی کیفیت بیان نہیں کی، صرف یہ ذکر کیا کہ آسمان دنیا پر آدم (علیہ السلام) کو پایا اور ابراہیم (علیہ السلام) کو چھپے آسمان پر۔ ابن شہاب نے کہا مجھ کو ابن حزم نے خبر دی کہ ابن عباس اور ابوجہ انصاری کہتے تھے کہ فرمایا نبی ﷺ نے کہ مجھ کو لے جایا گیا کہ میں ایک ہموار بلند مکان پر چڑھا تو میں اس میں قلموں کے لکھنے کی آوازیں سنتا تھا۔ الخ

﴿مکتوۃ صفحہ نمبر ۱۵۸ جلد ۳﴾ (عربی اردو) طبع لاہور

﴿خصائص الکبریٰ از سیوطی (م ۹۱۱) صفحہ نمبر ۳۳۳ جلد اول طبع کراچی﴾

شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ) احادیث معراج کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”پھر حضور ﷺ نے فرمایا، اس کے بعد میرے لئے سبز رنگ کی رurf بچائی گئی جن کا نور آفتاب کے نور پر غالب تھا۔ اس سے میری آنکھوں کا نور چمکنے لگا، مجھے اس Rurf پر بٹھایا گیا وہ مجھے لے کر روانہ ہوا۔ یہاں تک کہ میں عرش پر پہنچا اس کے بعد ایک ایسا امر عظیم دیکھنے میں آیا جس کی توصیف سے زبانیں قاصر ہیں۔“

(مدارج النبوة صفحہ نمبر ۳۰۶ جلد اول طبع کراچی ۱۹۷۱ء)

حضرت شریک رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ اسکے بعد براق آپ کو ساتویں آسمان اور سدرة المنتہی پر لے گیا اور اس سے بھی آگے ایسے مقام تک پہنچے جس کے متعلق باری تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔

(الشفاء از قاضی میاض مالکی المکی (م ۵۴۳ھ) صفحہ نمبر ۲۷۹ جلد اول طبع لاہور ۱۹۸۰ء)

علامہ محی الدین شیخ اکبر (م ۵۴۳ھ) لکھتے ہیں:

نبی کریم ﷺ نے جبریل امین کو الوداع کہہ کر Rurf لانے والے فرشتے کے ہمراہ Rurf علی کی جانب پرواز کرنے لگے، وہاں آپ نے قلموں کے تختیوں پر چلنے کی آوازیں سنیں۔ اس کے بعد آپ تجلیات میں گم ہو گئے۔ اور جو فرشتہ آپ کے ساتھ آیا تھا (Rurf لے کر) وہ پیچھے ہی آپ سے جدا ہو گیا تھا۔ ان تجلیات کے باعث آپ پر وہدانی کیفیت طاری ہو گئی۔ الخ (جواہر البحار صفحہ نمبر ۴۲۳ جلد اول طبع لاہور ۱۹۷۷ء)

مولوی اشرف علی تھانوی (مقلد وہابی) لکھتا ہے:

شفاء الصدور کی ایک روایت میں ہے کہ بعد قطع حجابات کے ایک Rurf یعنی مسند ہر میرے لئے اتاری گئی اور میں اس پر رکھا گیا پھر مجھ کو اوپر اٹھایا گیا، یہاں تک کہ میں عرش تک پہنچا تو میں نے ایسا امر عظیم دیکھا کہ زبان اس کو بیان نہیں کر سکتی۔

• (نثر لطیف صفحہ نمبر ۷۷ از اشرف علی تھانوی طبع تاج کبھی لاہور)

وہابی نجدی شعراء کا کلام

چڑھیا مار پلاک براق اُتے پہنچا اقصیٰ تے پھر افلاک اُتے
پھر فَاوِجی دے پردے وچہ ہونیاں گلاں عبد تے رب قدیر دیاں
(گلشن مصمام از مولوی علی محمد مصمام صفحہ نمبر ۹۱ طبع فیصل آباد)

براق جو چالاک لے کے چڑھ گیا افلاک تے

قاب قوسین دا درجہ میرے بدر منیر دا

(گلشن مصمام از مولوی علی محمد مصمام صفحہ نمبر ۹۰ طبع فیصل آباد)

اوسن جوڑے فلکاں تے چڑھ جان والا

میں نییاں دی اوستوں رسائی وار دیواں

(گلشن مصمام از مولوی علی محمد مصمام صفحہ نمبر ۷۷ طبع فیصل آباد)

جتے رات معراج سرکار پہنچی

ستاں فلکاں نوں چہر جا پار پہنچی

مقام اس تے نمایاں چوں جا کوئی نہیں سکدا

(گلشن مصماں از مولوی علی محمد مصماں صفحہ نمبر ۱۱۶ طبع فیصل آباد)

میں صدقے جس جگہ سردار دو عالم رہے پھر دے

اوہناں نورانی گلیاں وچہ چلو اک وار ہو چلیے

(کلیات مصماں از مولوی علی محمد مصماں صفحہ نمبر ۶۶ طبع فیصل آباد)

ہور نہ ہستی کوئی اس دے شان دی

جھوک مدینے والے احمد سلطان دی

دیکھئے ان اشعار میں مولوی علی محمد مصماں (غیر مقلد وہابی) حضور ﷺ کے

شب معراجِ لطین (یعنی جوتیوں مبارکہ) سمیت عرش پر جانے اور قابِ قوسین کے مقام پر فائز ہونے کے قائل ہیں نیز محمد مصطفیٰ ﷺ کو سردارِ دو عالم اور سلطان بھی تسلیم کر رہے ہیں۔

مگر امیرِ حمزہ کی قلم وہابیوں کیلئے حرکت میں نہیں آتی۔ آخر کیوں؟
نیز سیکے!

کل نمایاں تھیں اول تینوں اندر حشر بولاساں

عرش منور اوپر تینوں اپنے کول بٹھاساں

(اکرام محمدی راز مولوی عبدالستار وہابی صفحہ نمبر ۳۳ طبع لاہور)

کیا اس وقت عرش حضور ﷺ کے قد میں شریفین کے نیچے نہ ہوگا، ذرا ہوش و حواس کو برقرار رکھتے ہوئے جواب ارشاد فرمائیں۔

بخشی سرورِ عالم تائیں عالم دی سرداری

وقت حیاتی بعد حیاتی حکم برابر جاری

دیکھئے اس شعر میں مولوی عبدالستار صاحب حضور ﷺ کو سرورِ عالم تسلیم کر رہے ہیں اور لکھتے ہیں اب بھی ان ہی کا حکم جاری و ساری ہے۔

امیرِ حمزہ صاحب! کیا یہ شعروہابیت کے گلے پر چھری نہیں چلا رہا؟

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو

کعبہ تو دیکھ چکے اب کعبے کا کعبہ دیکھو (فاضل بریلوی)

حل لغات: شہنشاہ: سلطان، سردار۔ کعبہ: چار گوشوں والی شے، بیت اللہ کا نام،

قبلہ دنیا میں پہلا خانہ خدا، جس کی بنیاد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت

اسامیل ذبیح اللہ علیہ السلام نے آج سے ۴ ہزار برس پہلے ڈالی تھی۔ اور جو کہ چار گوشوں والی

ایک عمارت ہے جس کی طرف منہ کر کے تمام دنیا کے مسلمان نماز (قیام، رکوع، سجود)

کرتے ہیں۔

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اے حاجیو! آپ نے کعبہ تو دیکھ لیا اب

سرورِ دو عالم ﷺ کے روضہ مبارک کی بھی زیارت کرو جس میں وہ عظیم المرتبت ہستی جلوہ

گرہے جو کہ کعبے کا بھی کعبہ ہے۔ اور آپ کی بے آتش کے وقت عمارت کعبہ جگہ جگہ اور سجدہ

شکر بجالائی، چونکہ تمام مسلمان کعبہ کی طرف جھکتے اور سجدہ ادا کرتے ہیں اور خود کعبہ شب

ولادت مقام ابراہیم کی طرف جھکا اور سجدہ بجالایا، اس نسبت سے امام احمد رضا بریلوی

رحمہ اللہ نے آپ کے روضہ مبارک کو کعبے کا کعبہ فرمایا ہے (یعنی اس قبرِ مکرم میں وہ ہستی جلوہ

گلن ہے جس کی ولادت کے وقت کعبہ مقام ابراہیم کی طرف جھکا تھا) جیسا کہ درج

ذیل روایت سے ثابت ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۰۵۲ھ) رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

حضرت عبدالمطلب سے منقول ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ شب ولادت میں کعبہ

کے پاس تھا جب آدمی رات ہوئی تو میٹر نے دیکھا کہ کعبہ مقام ابراہیم کی طرف جھکا اور

سجدہ کیا۔ اور اس سے عکس کی آواز آئی کہ اللہ اکبر اللہ اکبر رب محمد مصطفیٰ ﷺ الآن قد طہرني

ربی من انجاس الاصنام وار جاس المشرکین "اللہ بلند و بالا ہے اللہ بلند و بالا ہے۔ وہ

رب ہے، محمد مصطفیٰ ﷺ کا۔ اب مجھے میرا رب بتوں کی پلیدی اور مشرکوں کی

نجاست سے پاک کر دے گا۔"

(مدارج النبوة راز شیخ عبدالحق محدث دہلوی صفحہ نمبر ۲۷ جلد ۲ طبع کراچی ۱۹۷۶ء)

اس روایت کو مولوی عبدالستار غیر مقلد وہابی پنجابی زبان میں یوں نظم کیا ہے۔

عبدالمطلب ذکر سناوے دادا پاک نبی دا
جس دم حضرت پیدا ہو یا دوست رب جلی دا
کیا اسرار عجیبہ مینوں قدرت پاک دکھایا
اچا چھیتی ڈولیا، کعبہ سجدے اندر آیا
جھڑے سب تختا اتوں اندر حال خواری
پراس ویلے میں ایک غیوں سنی آواز پیاری

(اکرام محمدی راز مولوی عبدالستار وہابی صلیہ نمبر ۲۵۶، ۲۵۵ طبع لاہور)

منجد ہمار پہ آکر ناؤ ڈوبی دے ہاتھ کہ ہوں میں پار آتا
گرداب میں پڑ گئی کشتی ڈوبا ڈوبا اتار آتا

(فاضل بریلوی)

حل لغات: منجد ہمار: سمندر یا دریا کا وسط۔ ناؤ: کشتی۔ گرداب: بھجور
شرح: نعت کی مشہور سات قسمیں ہیں:

- (۱) توصیفی انداز نعت۔ (۲) عشقیہ انداز نعت۔ (۳) غزلیہ انداز نعت۔ (۴) مقصدی انداز نعت۔ (۵) تاریخی انداز نعت۔ (۶) نعت میں استمداد و استغاثہ کا انداز۔ (۷) نعت میں صلوة و سلام کا انداز۔

نعت میں استمداد و استغاثہ کا انداز

جناب ڈاکٹر ریاض مجید لکھتے ہیں:

نعت کا ایک اہم اور مشہور انداز حضور ﷺ کی جناب میں اپنے حالات اور درپیش مسائل اور مصائب و آلام اور مشکلات کا اظہار کر کے ان سے مدد طلب کرنا ہے۔ حضور اکرم ﷺ سے استغاثہ اور استمداد اور آپ کے حضور فریاد اور مشکل کشائی اور حاجت روائی کیلئے آپ کی بارگاہِ رحمت میں سوال، آغاز نعت ہی سے نعت کے اجزائے ترکیبی میں شامل رہا ہے ہر عہد، ملک اور زبان کے شعراء نے نعت میں رفع مشکلات، شفا، امراض، حصول مقاصد اور مصائب و مسائل سے نجات حاصل کرنے کیلئے سید کو نین (ﷺ) کے حضور اپنی عرضداشت پیش کی ہے۔

در اصل مصائب و آلام اور کرب و اندوہ میں مسلمانوں کی نگاہ رحمۃ للعالمین ہی کی جانب اٹھتی ہے اسے جب کوئی انفرادی یا اجتماعی غم کا سامنا ہوتا ہے وہ آپ ہی سے داد و دعا کا طلبگار ہوتا ہے۔ چونکہ اس کے نزدیک دنیا و آخرت کا الجھا وادی آپ ہی ہیں۔ اس لئے وہ مصائب میں آپ ہی کو التجائے کرم اور تمنائے لطف کا مرکز و محور مانتا ہے اسے جب کوئی حاجت درپیش ہوتی ہے وہ آپ ہی سے رجوع کرتا ہے وہ شدتِ اخلاص سے پھوس کرتا ہے کہ کثرتِ آلام و مصائب میں آپ کی ذاتِ بابرکات ہی نجات دلا سکتی ہے۔ اور آپ ہی ہر مشکل مرحلے پر چارہ سازی فرما سکتے ہیں انفرادی یا اجتماعی حاجت و معیشت میں حضور اکرم ﷺ کی عطاء و رحمت کے حصول کا پیرایہ، حضور سے استغاثت کرنے، مدد لینے اور حاجت پوری کرنے کی استدعا کا یہ انداز کم و بیش ہر نعت گو شاعر کے کام میں نظر آتا ہے۔ انفرادی نوعیت کی نعتوں میں حضرت امام بوصیری کا مشہور قصیدہ جو ”قصیدہ بردہ“ کے نام سے مشہور ہے قابل ذکر ہے جس میں شاعر نے فالج کے مرض سے نجات حاصل کرنے کیلئے آپ کے حضور درخواست گزاری۔

حضور اکرم ﷺ کے حضور فریاد و استغاثہ کا محرک کوئی معاشرتی سانحہ بھی ہو سکتا ہے

بعض اوقات شاعر انفرادی مصائب کے علاوہ اپنے گرد و پیش میں کسی ایک سالی حادثے سے اس طرح متاثر ہوتا ہے کہ اس کے احساس کی شدت دربار رسالت میں استغاثے کی شکل اختیار کر لیتی ہے کسی دوسرے فرد یا طبقہ کی بے چارگی و بربادی اور کسی بے گناہ پر کئے ہوئے تشدد کے خوفناک واقعات پر بھی ایسی نظمیں کہی گئی ہیں۔ جن کی نعت کا عنوان تو نہیں مگر جن میں حضور اکرم ﷺ میں استغاثے کا انداز پوری شدت سے موجود ہے مثلاً غیر واسطی نظم بہ عنوان ”بحضور رسالت مآب“ جو انہوں نے ایک معصوم اور مظلوم دو شہزادہ پر کسی درندہ صفت کی طرف سے کی گئی زیادتی پر حضور ﷺ کے حضور استغاثے کی شکل میں پیش کی۔

انفرادی و سماجی مصائب کے علاوہ استغاثہ کا ایک محرک ایسا المیہ عظیم بھی ہوتا ہے جو پوری ملت اسلامیہ کو ہلا کے رکھ دیتا ہے، اور جس کے نتیجے میں رونما ہونے والی تباہی و بربادی کا احساس مدتوں تک پوری ملت کو خون کے آنسو رلاتا ہے اجتماعی نوعیت کے ان المیوں پر لکھے گئے نعتیہ استغاثوں میں زوال بغداد پر شیخ سعدی کا استغاثہ انتہائی مؤثر ہے۔ جس میں وہ کہتے ہیں۔

”اے محمد (ﷺ) سربروں آور قیامت را بہ ہیں“

برصغیر پاک و ہند میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد ہندی مسلمانوں کی زوال آمادہ حالت پر حالی کی مشہور نظم

اے خاصہ خاصان رسل وقت دعا ہے
امت پہ حیرتی آ کے عجب وقت پڑا ہے

(مسدس حالی صفحہ نمبر ۱۱۵)

طرابلس کی جنگ پر علامہ اقبال کا مختصر مگر مؤثر استغاثہ بہ عنوان حضور رسالت مآب میں قابل ذکر ہے۔

قیام پاکستان کے فوراً بعد فسادات کے نتیجے میں مسلمانوں کا جو کشت و خون ہوا۔ بیت المقدس پر اسرائیل کے قابضانہ قبضہ (۱۹۴۷ء) سقوط ڈھاکہ (۱۹۷۱ء) افغان نشان

میں روی فوجوں کا استعمار اور بربریت (۱۹۸۰ء) اور قومی و ملی مصائب و آزمائش کے دوسرے مواقع پر بھی نعت گو شعراء کے کلام میں فریاد و استغاثہ اور استمداد کی لے تیز دو جاتی ہے۔ استغاثہ و استمداد کے اسلوب میں جو نعتیں زیادہ مشہور و مؤثر ہوئیں ان کی نوعیت اجتماعی مصائب اور ملت گیر المیوں سے متعلق ہے۔ ظاہر ہے کہ جتنا جائگاہ اور بڑا المیہ ہوگا، شاعر کی فریاد میں التجا اور گریہ و زاری کی کیفیت اتنی ہی شدید ہوگی اس کا دوسرا سبب یہ بھی ہے کہ اجتماعی نوعیت حزن و کرب اور شکست و زوال کے اثرات کا دائرہ ہر حال انفرادی یا گروہی مصائب سے کہیں زیادہ بڑا ہوتا ہے لہذا تاریخی نوعیت کے المیہ کی جانکسل یادیں اور اثرات کئی عہدوں اور نسلوں کے اذہان و قلوب کو رلاتے رہتے ہیں۔ اس لئے اس انداز کی نعتوں کے قارئین کی اپنی التجا بھی ان میں منعکس ہوتی رہتی ہے اور ہر نئے ملی سانحے پر سابقہ استغاثہ و فریاد کا اعادہ ہوتا رہتا ہے۔

اجتماعی نوعیت کے مصائب و شدائد پر لکھے گئے نعتیہ استغاثوں کی تخلیق میں عموماً درج ذیل عناصر شاعر کے پیش نظر ہوتے ہیں۔

(۱) شدتِ آلام کے سامنے اپنی بے بسی کا انتہائی احساس جسے حالی کے الفاظ میں ”وقتِ دُعا“ کہا جاسکتا ہے۔

(۲) ذکر مصائب اور التجائے کرم کا مرحلہ یعنی شاعر امت مسلمہ کی تباہی و بربادی اور داماندگی و بے چارگی اور اقوامِ عالم کی ذلت و رسوائی کا رونما کر حضور اکرم ﷺ سے امت کے حال پر کرم کرنے اور درپیش مصائب کے رفع کرنے کی درخواست کرتا ہے۔

کبھی کبھار شاعر کے لب و لہجہ میں دلی و دلی شکایت بھی نظر آتی ہے کہ یہ ظلم ہم پر صرف مسلمان ہونے کے سبب ڈھائے جا رہے ہیں۔ نیز اے پیغمبر (ﷺ) آپ پر سب حقیقت و حال واضح ہے پھر بھی کیا سبب ہے، کہ آپ ہماری چارہ سازی نہیں فرما رہے۔ آپ ہماری فطاول اور کوتاہیوں سے درگزر کریں اور خدا را اس پریشانی میں ہماری مدد فرمائیں۔ فریاد و استغاثہ کے اس مرحلے پر عام طور پر شاعر آپ کے اسمائے صفات رحمۃ اللعالمین، شافع روز جزا، رحمت، آیہ رحمت، رحمت کل، رحیم، کریم اور اسی طرح کے دوسرے اسمائے صفات

سے خطاب کرتا ہے اور اسلام کے عہدِ ذریں، برگزیدہ صحابہ کرام اور خاص طور پر اہل بیت کا واسطہ دے کر آپ سے اپنے مسائل اور مشکلات کے حل و عقد کا آرزو مند ہوتا ہے۔ یوں شاعر فریاد کا ایک ایسا آہنگ اور پیرایہ اظہار کر لیتا ہے جس میں دردِ مندی التجاء اور گریہ و زاری کی بے نمایاں اور پُر تاثیر ہوتی ہے۔

مرتبین نے انفرادی و معاشرتی اور ملکی و ملی مشکلات اور آلام و مصائب پر لکھے گئے استغاثوں کو جدا گانہ طور پر بھی مرتب کیا ہے ”اغثنی یا رسول اللہ“ ایک ایسا ہی مجموعہ نعت ہے جو اردو سرائیکی، سندھی، ترکی اور ہندی زبانوں میں لکھے گئے استغاثوں پر مشتمل ہے۔ ”لمعات نور“ کے مصنف نے بھی اردو شاعری کے موضوع اور صنف دار انتخاب میں ”عرض دربار رسول میں“ کے عنوان سے اجتماعی مصائب سے متعلقہ استغاثوں کو ایک علیحدہ باب میں درج کیا ہے اس باب میں اگرچہ استغاثوں کی تعداد کم ہے مگر یہ اپنے لکھنے والوں کے عہد کے الیوں کے حوالے سے نعت میں استغاثہ و استمداد کے انداز کی قابل ذکر مثال ہیں۔ ﴿نقوشِ رسول نمبر ۳۸ تا صفحہ نمبر ۵۰ جلد دوم شمارہ ۱۳۰ جنوری ۱۹۸۳ء﴾

مولانا احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار میں بھی اسی قسم کے استغاثہ کا ذکر ہے۔ پہلے شعر میں فرماتے ہیں: اے میرے آقا میری کشتی سمندر یا دریا کے درمیان ڈوب رہی ہے میری استمداد (مدد) فرمائیے کہ میں کنارے تک پہنچ جاؤں۔ دوسرے شعر میں فرماتے ہیں کہ اے میرے آقا میری کشتی بھنور میں بھنس گئی ہے۔ میں بالکل ڈوبنے کے قریب ہوں مجھے بچائیے اور کنارے پر لگائیے۔

اس کی دو صورتیں ہیں کہ محبوب کبریاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دی ہوئی قوتِ سماعت سے اس کی فریاد سن کر خداوند قدوس سے دست بدعا ہوتے ہیں رب کائنات فوراً دعا کو شرف قبولیت بخش کر مصیبت زدہ کی مصیبت کو رفع فرما دیتے ہیں۔ یا حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہمت باطنی سے اس کی مشکل کو حل فرما دیتے ہیں اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مشیت و رضا کے تحت ہوتا ہے۔

محبوب کبریاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قوتِ سماعت

حدیث: ترمذی و ابن ماجہ اور ابو نعیم نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے، اور میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے، تم آسمان کے چرچرانے کی آواز نہیں سنتے اور آسمان کا چرچرانا درست ہے کیونکہ اس میں چار انگل بھی ایسی جگہ نہیں ہے۔ جہاں فرشتہ پیشانی رکھے مجھ نہ کر رہا ہو۔

﴿ابن ماجہ صفحہ نمبر ۵۵۶ جلد ۲ طبع لاہور ۱۹۸۳ء﴾

حدیث: ابو نعیم نے حکیم بن حزام سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک روز صحابہ کرام کے درمیان تشریف لائے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم سنتے ہو جس آواز کو میں سن رہا ہوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کہ ہم تو کوئی آواز نہیں سنتے فرمایا میں آسمان کے چرچرانے کی آواز سن رہا ہوں اور چرچرانے میں اس کو ملامت نہیں کیونکہ آسمان میں ہاشت بھر جگہ ایسی نہیں جس پر فرشتے قیام و جود نہ کر رہے ہوں۔

﴿خصائص کبریٰ صفحہ نمبر ۱۶۵ جلد اول طبع کراچی ۱۹۷۷ء﴾

حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چاند آپ کے ساتھ کیا معاملہ کرتا تھا۔ اور آپ اُن دنوں میں چہل روز تھے۔ آپ نے فرمایا کہ مادرِ مشفقہ نے میرا ہاتھ مضبوط باندھ دیا تھا اُس کی اذیت سے مجھے رونا آتا تھا اور چاند منع کرتا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کیا؟ آپ اُن دنوں میں چہل روزہ تھے یہ حال کیونکر معلوم ہوا۔ فرمایا کہ لوح محفوظ پر قلم چلتا تھا اور میں سنتا تھا حالانکہ شکمِ مادر میں تھا۔ فرشتے عرش کے نیچے پروردگار کی تسبیح کرتے تھے۔ اور میں ان کی تسبیح کی آواز سنتا تھا۔ حالانکہ میں شکمِ مادر میں تھا۔ ﴿مجموعہ فتاویٰ از مولانا عبدالحی کسروی صفحہ نمبر ۵۶ جلد اول طبع کسٹو ۱۹۳۵ء﴾

حدیث: صلح حدیبیہ کے معاہدہ کی ایک شق یہ بھی تھی کہ جو قبیلہ چاہے وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پناہ میں آجائے اور جو چاہے قریش کی امان میں آجائے۔ بنو مکہ قریش کی مخالفت میں آگئے، بنو خزاعہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پناہ میں آگئے (اور ان میں سے بکثرت

لوگ مسلمان ہو گئے جیسا کہ عمرو بن سالم کے اشعار سے ظاہر ہے (بنو خزاعہ اس سے پہلے بھی حضور ﷺ کے حلیف (ہم عہد) تھے۔ صلح حدیبیہ کی رو سے لازم تھا کہ اگر دونوں قبیلے آپس میں لڑیں، تو یہ قریش ان کے درمیان مداخلت نہیں کریں گے۔ اس حادثہ کا سبب یہ ہوا کہ بنو بکر کے ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی بھو میں اشعار کہے۔ اشعار بنو خزاعہ کے ایک غلام نے سن لئے اور اس نے اس شخص کا سر پھاڑ ڈالا، اس سے دونوں قبیلوں میں جنگ چھڑ گئی۔ بنو بکر نے قریش سے مدد طلب کی اور قریش نے یہ سوچ کر اتنی دور سے حضور ﷺ کو اس واقعہ کا کیا علم ہوگا، رات کے وقت شب خون مارا اور بیس یا بیس مسلمانوں کو شہید کر دیا۔

اس موقع پر عمرو بن سالم خزاعی رضی اللہ عنہ رات کو گھوڑے پر سوار ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے راستہ میں رزمیہ شعر پڑھ رہے تھے جن میں حضور ﷺ سے مدد طلب کر رہے تھے حضور ﷺ نے ان اشعار کو اپنے گھر میں سنا اور وہیں سے یہ جواب دیا: ”نُصِرْتُ“ تمہاری مدد کی گئی۔ پھر تین دن کی مسافت کے بعد وہ مدینہ منورہ پہنچے اور وہاں جا کر تفصیل سے واقعات بتلائے اور یہ واقعہ فتح مکہ کا سبب بنا۔

﴿انسان النعمان از علامہ برہان الدین علی جلد ۳ ص ۱۵۲ الاستیعاب از حافظ عبدالبر صفحہ نمبر ۳۳۶ جلد ۲﴾

﴿الاصابہ از حافظ ابن حجر عسقلانی صفحہ نمبر ۲۹۷ جلد ۲﴾

طبرانی کی جس روایت میں عمرو بن سالم رضی اللہ عنہ کا حضور ﷺ سے مدد طلب کرنے کا ذکر ہے اس حدیث کو درج ذیل متعدد اجلہ محدثین کے علاوہ شیخ عبداللہ بن محمد بن عبد الوہاب نجدی نے بھی اپنی کتاب ”مختصر سیرت رسول (عربی) صفحہ نمبر ۳۳۳“ پر نقل کیا ہے یہ کتاب پاکستان کے غیر مقلدین نے سعودی عرب کی امداد پر شائع کی ہے۔

﴿طبرانی معجم صغیر از ابوالقاسم علیہ السلام (۳۴۰) صفحہ نمبر ۲۰۱ ص ۱۵۲ مواہب لدنیہ از امام قسطلانی﴾

﴿مع زرقانی صفحہ نمبر ۲۹۷ جلد ۲ ص ۱۵۲ فتح الباری از حافظ ابن حجر صفحہ نمبر ۶۱ جلد ۹﴾

﴿مدارج النبوة از شیخ عبدالحق محدث دہلوی صفحہ نمبر ۲۸۲ جلد ۲﴾

وفی معجم الطبرانی الصغیر عن میمونہ انما سمعت رسول اللہ ﷺ يقول فی متوضئ لیل

لیک (مٹاٹا) نصرت نصرت (مٹاٹا) کانک تکلم انسانا فہل کان معک احد اطفال
ابا الابی کعب۔ یصغر خنی ویزعم ان قریشا اعانت علیہم بنی بکر۔

﴿مختصر سیرۃ الرسول (عربی) صفحہ نمبر ۳۳۳ طبع لاہور ۱۳۹۹ھ﴾

ترجمہ: امام طبرانی معجم صغیر میں راوی ہیں کہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک شب سنا کہ آپ نے (وضو فرما۔ نے ہوئے) تین بار ایک ایک اور تین مرتبہ تیری مدد کی گئی، فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ کے اس کوئی انسان تھا؟ آپ نے فرمایا یہ (قبیلہ خزاعہ) بنی کعب کا رجز خواں تھا جو مجھ سے مدد طلب کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ قریش نے ان کے خلاف بنو بکر کی مدد کی ہے۔ (تین دن کے بعد آپ نے صحابہ کو صبح کی نماز پڑھائی تو میں نے سنا کہ رجز خواں اشعار پڑھ کر رہا تھا)۔

اگر مولانا احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ زیر بحث اشعار لکھنے پر مجرم ہیں تو درج ذیل علماء کرام اور نعت گو شعرا (مسلمانوں) کے متعلق بھی فتویٰ صادر فرمائیں کہ انہوں نے حمایت کی حمایت اور مشابہت اختیار کی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رضی اللہ عنہ (متوفی ۱۷۷۲ء)

تخلانی عنی و عن کل راحتی مصائب تقفو مثہا من مصائب
اذا ما اتانی ازمة مدہمتہ تحیط بنفسی من جمیع جوانمی
طلبت ہل من ناصر او مساعد الودہ من خوف سوء العواقب
لست اری الا الحبيب محمداً رسول الہ الخلق جم المناقب
و مقتسم المکتوب فی کل غمرۃ و متج الفخر ان من کل نائب
لاذ عباد اللہ لجا خولہم اذا جاء یوم فیہ شیب الذوائب

ترجمہ: نمبر ۱..... پے درپے مصائب ایسے پڑے جس نے مجھے خود اپنی ذات سے

اور ہر راحت سے بے نیاز کر دیا۔

نمبر ۲..... جب بھی مجھ پر ایسی آفت پڑی جس نے ہر طرف سے مجھے دبوچ لیا (اور)۔

نمبر ۳..... میں نے (نظر دوڑائی) تلاش کیا کہ ہے کوئی ایسا معاون و مددگار جس کے دامن میں پناہ لوں اور خوف انجام سے بچ سکوں۔

نمبر ۴..... تو مجھے سوائے حبیب (کبریا) محمد ﷺ کے اور کوئی نظر نہیں آتا اور وہ عالمین کے رسول، برگزیدہ اوصاف کے حامل ہیں۔

نمبر ۵..... اور وہ جو ہر آفت رسیدہ کی کٹھن گھڑیوں میں پشت پناہی کرتے ہیں ہر توبہ کرنے والے کیلئے (جن کا گھر) مغفرت کا سرسبز باغ ہے۔

نمبر ۶..... اس دن جب کہ پر ہول وقت ہوگا اور جس کی دہشت سے سیاہ بال پاک سفید ہو جائیں گے اس وقت ڈر سے کانپتے ہوئے بندگان خدا کیلئے آپ ہی جاوداوی ہوں گے

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۲۳ء)

و ان جرتم علی قلی غیاث بہاب المصطفیٰ خیر الانام
الیہ توجہی ولہ استنادی و فیہ مطامعی و بہ اعتصامی
و ذکرک سیدی حزی و حسنی اتیہ بہ علی الجہش للمہام

ترجمہ: نمبر ۱..... اے لوگو! اگر تم نے مجھ پر جو رستم کیا تو میرا فریاد رس موجود ہے۔

بارگاہ مصطفیٰ ﷺ کی صورت میں جو ساری دنیا سے اچھے ہیں۔

نمبر ۲..... انہیں کی طرف میری توجہ ہے اور انہیں پر میرا اعتماد، انہیں کی ذات میری آرزوؤں کا مرکز ہے، میں نے انہیں کا دامن تھاما ہے۔

نمبر ۳..... اور آپ کا تذکرہ میرے سرکار میرا ارز جان ہے اور میرا قلعہ اسی ہے میں بڑے بڑے لشکروں پر ہلاکت برساؤں گا۔

مولانا شاہ رفیع الدین ابن شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۱۸ء)

یا کاشف الضراء من مستجد یا منجی فی الحشر من والاک
ترجمہ: اے مصائب سے نجات دینے والے فریادی کو اے حشر میں رہائی دلوالے
والے اس کو جو آپ سے محبت رکھتا ہو۔

علامہ آزاد بلگرامی (متوفی ۱۷۸۶ء)

غوث الوری غیث اللہ فی غرض المنی کہف الا رائل طجا المسترہ
ترجمہ: (اور کون محمد ﷺ) جو کائنات کیلئے ایک رحمت، خشک زمین کیلئے آسانی
بارش تمناؤں کیلئے کعبہ مقصود، بیواؤں کیلئے سر پناہ اور بے سہاروں کیلئے جاوداوی ہیں۔

مولانا فضل حق خیر آبادی (متوفی ۱۸۶۱ء) رحمہ اللہ

لاکھ انک غوث الخلق المصمم ولا نبالی الباطل المناکد
ترجمہ: اور اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ ساری مخلوق کی فریاد سننے والے ہیں اور
میں اس سلسلے میں کسی کی ہرزہ سرائی کی پرواہ نہیں کرتا۔

شیخ شرف الدین بوسیری (متوفی ۱۲۹۶ء) رحمہ اللہ

هو الحبيب الذي ترجی شفاعة لكل هول من الاحوال مقتحم
ترجمہ: وہی ہیں اللہ کے حبیب کہ ان کی شفاعت کی امید ہے ہر ایک خوف کے
وقت جو آنے والے خوف ہیں۔

امام زین العابدین علی السجاد بن الحسین (متوفی ۷۱۲ء) رحمہ اللہ

یارحمۃ للعالمین اورک لڑین العابدین مجبوس ایدی الظالمین فی الموکب والمہرجم
ترجمہ: اے رحمت عالم ازین العابدین کو سنبھالے، وہ ظالموں کے ہاتھوں میں
گرفتار ہے، حیرانی و پریشانی میں ہے۔

شیخ احمد تھائیسری (متوفی ۱۳۱۷ء) رحمہ اللہ

ولیس فی الدین والدنیا و آخرتی سوی جناب رسول اللہ معتمدی
ترجمہ: دین و دنیا اور آخرت میں میرے جناب رسول اللہ (ﷺ) کے سوا کوئی
سہارا نہیں، (یا رسول اللہ) آپ کی چوکھٹ کے سوا کوئی پناہ گاہ نہیں۔

شیخ عبدالغنی نابلسی (متوفی ۱۷۳۰ء) رحمہ اللہ

وانت باب العطاء والجود یا املی بک الاله علی طول المدی سب
ترجمہ: آپ ہی باب جود و کرم ہیں، اے میرے سہارا! آپ کے توسل سے اللہ
تعالیٰ ہمیشہ اپنے بندوں کو نوازتا ہے۔

علامہ ابن حجر (متوفی ۱۳۳۸ء) رحمہ اللہ

نبی اللہ یا خیر البرایا بجاہک اتقی فصل القضاء
ترجمہ: اے رسول خدا! اے سب سے برگزیدہ انسان! آپ ﷺ کے طفیل اللہ
تعالیٰ سے حشر کے دن کی رسوائی سے پناہ مانگتا ہوں۔ ﴿نقوش رسول نمبر جلد دوم﴾

مولانا عبدالرحمن جامی (متوفی ۸۹۸ھ) رحمہ اللہ

زمہجوری ہر آمد جان عالم ترحم یا نبی اللہ ترحم
غریبم یا رسول اللہ غریبم ندارم درجہاں جز تو حبیبم
﴿الغیم سایہ وال صفحہ نمبر ۲۰، نقیۃ انتخاب نمبر﴾

ابن حجر المحوی (متوفی ۸۳۹ء) رحمہ اللہ

لیا وردنا الصافی طیور قلوبنا علیک اذا ما بها الضیم حوم
ترجمہ: اے سرچشمہ پاک! ہمارے دلوں کے پرندے، جب بھی کوئی مصیبت آتی
ہے آپ کے گرد منڈلانے لگتے ہیں۔ ﴿نقوش رسول نمبر جلد اول﴾

الطاف حسین حالی (متوفی ۱۹۱۳ء)

اے خاصہ خاصانِ رسل وقت دعا ہے امت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے
﴿مدرس حالی صفحہ نمبر ۱۳۵﴾

حافظ مظہر الدین (متوفی ۱۹۸۰ء) رحمہ اللہ

المدد المدد شاہ کونین وقت نصرت ہے ننگسار حرم

الغیاث الغیاث میر عرب آج خطرے میں ہے وقار حرم
حمد ہیں یہود بہر قتال منتشر جملہ شہسوار حرم
﴿نقوش رسول نمبر جلد دوم﴾

مقلد اور غیر مقلد وہابیہ کے اشعار

امیر حزمہ کے لب پہ مہر خاموشی کیوں؟

مولوی اشرف علی تھانوی (مقلد وہابی)

یا شفیع العباد خذ بیدی انت فی الاضطرار معتمدی
دھگیری کیجئے میرے نبی کفکش میں تم ہی ہو میرے نبی
لیس لی طلاء سواک اغض منی الضر سیدی سندی
جز تمہارے ہے کہاں میری پناہ فوج کلفت مجھ پہ آ غالب ہوئی
عفی الدہر یا ابن عبد اللہ کن معینا قانت لی مدوی
ابن عبد اللہ زمانہ ہے خلاف اے مرے مولا، خبر لیجئے مری

﴿نشر الملیب صفحہ نمبر ۱۹۲ اشتر تاج کبھی کراچی﴾

مولوی محمد قاسم نانوتوی (مقلد وہابی)

مدد کراے کرم احمدی کہ تیرے سوا نہیں ہے قاسم یکس کا کوئی حامی کار
﴿نقوش رسول نمبر جلد دوم صفحہ نمبر ۳۵۲﴾

شورش کاشمیری (مقلد وہابی)

اے آقا اے سب کے آقا ارض و سما ہیں ڈھی ڈھی
ان زخموں پر مرہم مرہم صلی اللہ علیک وسلم

﴿نقوش رسول نمبر جلد دوم صفحہ نمبر ۱۲۳﴾

بہشت بابک خارعا متضرعا متاوحا بخش معداء
مال درانک مستغاث فارحن یا رحمۃ للعالمین بکائی

(حاشیہ ہدیہ المہدی از وحید اثرمان صفحہ نمبر ۲۰)

ترجمہ نمبر ۱..... اے میرے آقا! اے میرے سہارے، میرے وسیلے، نجاتی اور نرمی
میں میرے کام آنے والے۔

نمبر ۲..... میں آپ کے دروازے پر اس حال میں حاضر ہوا ہوں۔ کہ میں ذلیل
ہوں، گڑگڑاہوں اور میری سانس پھولی ہوئی ہے۔

نمبر ۳..... آپ کے سوا میرا کوئی نہیں، ہے جس سے مدد مانگی جائے۔ اے رحمۃ
العالمین! میری آہ و بکا پر رحم فرمائیے۔

نیز نواب صدیق الحسن بھوپالی لکھتا ہے:

شیخ سنت مددی..... قاضی شوکان مددی

(تفسیر بلاغہ الخیر ان از مولوی حسین علی صفحہ نمبر ۳۵۴ طبع لاہور)

قارئین کرام!..... مولانا احمد رضا بریلوی اور مولوی ثناء اللہ امرتسری کے اشعار
میں سو فیصدی مماثلت پائی جاتی ہے۔ امیر حمزہ، فاضل بریلوی ^{رحمۃ اللہ علیہ} پر تو وطن کرتا ہے،
مگر مولوی امرتسری وہابی کیلئے خاموشی کیوں؟ کیا غیروں کیلئے اور حکم ہے اور اپنوں کیلئے
اور خدا سے ڈرو، کل بروز محشر رب العزت کو کیا جواب دو گے۔

ہمت باطنی کی مختصر تعریف

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ^{رحمۃ اللہ علیہ} فرماتے ہیں: اللہ کریم نے بعض (الہامی)
کتابوں میں فرمایا ہے کہ اے بنی نوع انسان! میں اللہ ہوں اور اکیلا معبود ہوں، میں کہتا
ہوں کن (ہو جا) تو ہو جاتا ہے، تو میری فرمانبرداری کر، تاکہ میں تجھے بھی ایسا کر دوں کہ
تو کہے کن (ہو جا) تو ہو جایا کرے۔ (نوح النیب مترجم صفحہ نمبر ۲۹ طبع لاہور)

جب اولیاء کرام کو یہ مقام حاصل ہوتا ممکن ہے تو انبیاء کرام اور خصوصاً پیغمبر آخر

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی (علمائے مقلدین وہابیہ کے پیرومرشد)

سارسل کبریا فریاد ہے یا محمد مصطفیٰ فریاد ہے

آپ کی امداد ہو میرا یا نبی حال اترا ہوا فریاد ہے

سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل میرے مشکل کشا فریاد ہے
چہرہ تاباں کو دکھا دو مجھے تم سے اے نور خدا فریاد ہے
قید غم سے اب چھڑا دیجئے مجھے یا شہسہ ہر دو سرا فریاد ہے
< کلیات امدایہ صفحہ نمبر ۹ طبع کراچی >

ڈپٹی نذیر احمد (متوفی ۱۹۱۲ء)

اور کچھ چارۂ گناہ نہیں آپ کے در سوا پناہ نہیں
بہکی ماویٰ ہے اور بہکی مامن میرے دو ہاتھ آپ کا دامن
کون پڑساں ہے مجھ سے ناکس کا کس کو طوقاں میں پاس ہو خس کا
تم بچا لو عذاب آتش سے سخت عاجز ہوں نفس سرکش سے
< نقوش رسول نمبر جلد دوم صفحہ نمبر ۲۸۹ >

مولوی ثناء اللہ امرتسری (غیر مقلد وہابی)

کالی کل والے آقا ذرا خبر لیجئے منجد حار میں ہے بیڑا خیر الانام اپنا
اے ناخدائے امت اب آن کر ترا دو عالم سے ورنہ شاہاختا ہے نام اپنا
< الحمد للہ امرتسر صفحہ نمبر ۶، ۷ جولائی ۱۹۱۶ء بحوالہ موقع الحق صفحہ نمبر ۳۹ طبع کبیر والا ۱۹۹۰ء >

مولوی عبدالستار (غیر مقلد وہابی)

واہ سبحان اللہ رب عالم ایسا کرم کیا اچھے رہبر اوتھے شافی مددگار بنایا
نواب صدیق الحسن خاں بھوپالی (غیر مقلد وہابی)
یا سیدی یا عروقی دو سلیتی یا عدتی فی شدۃ درخام

الزمان کو یہ مقام بدرجہ اتم حاصل ہوگا۔ تو خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب کوئی امتی خلوص دل سے رنج و الم میں اپنے آقا و مولیٰ کو یاد کرتا ہے۔ تو سرور عالم ﷺ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قوت سماعت سے اس کی فریاد سن کر اس کیلئے خداوند تعالیٰ سے دست بدعا ہوتے ہیں۔ اللہ رب العزت اپنے محبوب ﷺ کی دعا قبول فرما کر اس امتی کی سختی وغیرہ کو نال دیتا ہے یا حضور ﷺ لفظ ”کن“ کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنے امتی کی مصیبت کو رفع فرمادیتے ہیں۔ یا اسم اعظم پڑھ کر سختی دور فرمادیتے ہیں۔

یاد رہے..... کہ انبیاء کرام کو چونکہ قرب خداوندی حاصل ہوتا ہے اس لئے انہیں توسط کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اور جتنی آیات قرآنی امیر حمزہ وہابی نے پیش کی ہیں ان سے توسل کی نفی کرنا جہالت ہے۔

سنو! ان سے مدد مانگے جاؤ

پڑے بکتے رہیں بکنے والے

مولانا احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اے سنو! حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے مدد اور استعانت طلب کرتے رہو، یہی سلف الصالحین کا طریقہ چلا آ رہا ہے (جیسا کہ ہم نے اوراق گزشتہ میں اس مسئلہ پر تفصیلی گفتگو کر دی ہے) اور مکررین کے انکار و تنقید کی پرواہ نہ کرو، انہیں بولنے دو کیونکہ یہ عادت سے مجبور ہیں۔

یا الہی رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے

یا رسول اللہ اکرم کیجئے خدا کے واسطے

حل لغات: یا الہی: اے میرے پروردگار۔ واسطے: بغلیل، کیلئے۔

مولانا احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، اے میرے پروردگار! حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی جو آپ کی بارگاہ میں قدر و منزلت اور عزت و وجاہت ہے اس کے طفیل مجھ پر رحم فرما۔ پھر عرض کرتے ہیں اے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسول! خدا کیلئے کرم فرمائیں یعنی میرے لئے دعاء فرمائیں کہ خالق کائنات مجھ پر رحم و کرم فرمائے۔ اور یہ شعر درج ذیل آیت قرآنی اور حدیث نبوی کا خلاصہ ہے۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ وَكَوَّارًا رَحِيمًا ۝ (پ ۵ سورۃ النساء آیت نمبر ۶۴)

ترجمہ: ”اور جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہیں۔ اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو اللہ کو بہت تو قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔“

حضرت عثمان بن حنیف رحمہ اللہ راوی ہیں کہ ایک نابینا صحابی بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر درخواست کرتے ہیں، کہ میرے لئے بینائی کی دعا فرمائی جائے حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر چاہو تو میں تمہارے لئے دعا کرتا ہوں اور چاہو تو صبر کرو اور صبر تمہارے لئے بہتر ہے، انہوں نے عرض کیا۔ دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت ادا کرو اور یہ دعا مانگو۔

”اللہم انی امثلک واتوجه الیک بحمد نبی الرحمة یا محمد انی لوجهت بک الی ربی فی حاجتی هذه لتقضى اللهم شفعه فی۔“

﴿المسح رک از ابو عبد اللہ حاکم (م ۴۰۵) صفحہ نمبر ۷۰ جلد اول طبع بیروت﴾

﴿تحفۃ الذاکرین از شوکانی (م ۱۲۵) صفحہ نمبر ۱۳ طبع بیروت﴾

اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف نبی الرحمة محمد مصطفیٰ ﷺ کے وسیلے سے متوجہ ہوتا ہوں یا محمد ﷺ! میں آپ کے وسیلے سے اپنی اس حاجت میں اپنے رب کی طرف توجہ کرتا ہوں، تاکہ پوری کر دی جائے۔ اے اللہ! میرے حق میں حضور کی شفاعت قبول فرما۔

والحاکم فی المستدرک، وقال صحیح علی شرط الشیخین وقال الترمذی: حسن صحیح الخ وقال واخرجه الطبرانی بعد ذکر طرقہ النی روی بها، والحديث صحیح و صححه ایضاً ابن خزيمة فقد صحیح الحديث هو

لا الائمة۔

علامہ شوکانی غیر مقلد اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

وفى الحديث دليل على جواز التوسل برسول الله ﷺ الى الله عز وجل مع اعتقاد ان الله فاعل هو الله سبحانه وتعالى وانه المعطى المانع ، ماشاء كان ، وما يشاء لم يكن۔ (تحفة الذاكرين صفحہ نمبر ۳۸ طبع بیروت)

مولوی نذیر احمد غیر مقلد (متوفی ۱۹۱۲ء) لکھتا ہے:

از برائے خدا رسول جلیل مجھ پہ طاری ہو حالت جہیل
رحم کیجئے کہ آپ رحمت ہیں آپ پشت و پناہ امت ہیں
(نقوش رسول نمبر ۳۸۹ جلد دوم صفحہ نمبر ۳۸۹)

مولوی حافظ محمد بن مولوی بارک غیر مقلد لکھتا ہے:

۔ بھی کبھی حج کرائیں زیارت روئے پاک نبی دے
ایہہ عرض قبول بحرمت نبیاں حرمت کل ولی دے

۔ توں رب غفور شکور رحماں بخش ظلم جو لاں
بحرمت خاص حبیب محمد حرمت کل رسولاں

(احوال الاخرت صفحہ نمبر ۱۳۰ طبع لاہور)

۔ خوف نہ رکھ رضا ذرا، تو تو ہے عبد مصطفیٰ
تیرے لئے امان ہے تیرے لئے امان ہے!

(فاضل بریلوی)

حل لغات: خوف: ڈر۔ امان: پناہ، بے خوفی۔ عبد مصطفیٰ: مصطفیٰ ﷺ کا غلام۔

جب عبد کی نسبت خداوند قدوس کی طرف ہوگی تو اس کا معنی ”خدا کا بندہ“ ہوگا اور
جب عبد کی نسبت مخلوق کی طرف ہوگی تو اس کا معنی غلام ہوگا۔

۱۔ عبد: غلام۔

۲۔ عبد: بندہ خدا۔

﴿فرہنگ عامہ صفحہ نمبر ۴۱۶﴾ ناشر مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد ﴿

﴿قرآن مجید کا عربی اردو لغت صفحہ نمبر ۳۸۱﴾ ناشر مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد ﴿

امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

۱۔ العبد: بمعنی غلام یعنی وہ انسان جس کو خریدنا اور فروخت کرنا شرعاً جائز ہو۔

﴿انچہ آیت کریمہ والعبد بالعبد (۱۷۸:۲) اور غلام کے بدلے غلام (سے ظاہر ہے)﴾

۲۔ وعبدًا مملوکًا لا یقدر علی شیء (۷۵:۲) ایک غلام ہے جو بالکل
دوسرے کے اختیار میں ہے۔ ان آیات میں عبد کا لفظ غلام کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

۳۔ العبد بالابحاد: یعنی وہ بندہ جسے اللہ نے پیدا کیا ہے، اس معنی میں عبودیت اللہ
کے ساتھ مختص ہے۔ کسی دوسرے کی طرف نسبت کرنا جائز نہیں: چنانچہ آیت کریمہ ان
کل من فی السموات والارض الا انی الرحمن عبدًا (۹۳:۱۹) تمام شخص جو
آسمان اور زمین میں ہیں خدا کے روبرو بندے ہو کر آئیں گے۔ میں اسی معنی کی طرف
اشارہ ہے۔

نیز امام راغب لکھتے ہیں: (اور عبدان بندوں کو بھی کہا جاتا ہے)۔ جو دنیا کی لالچ
اور حرص کے غلام بن کر ہر وقت اس کی پرستش میں لگے رہتے ہیں اور اسی کی طرف مائل
رہتے ہیں۔ (مفردات القرآن صفحہ نمبر ۶۶۳، ۶۶۴ طبع لاہور ۱۹۷۷ء)
چنانچہ درج ذیل احادیث اس معنی کی مؤید ہیں۔

حدیث نمبر ۱

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نَفَسَ عَبْدُ
الْبَيْتَارِ وَعَبْدُ الدَّرَاهِمِ وَعَبْدُ الْقَطِيقَةِ وَعَبْدُ الْغَمِصَةِ اِنْ اُعْطِيَ رَضِيَ وَ
اِنْ لَمْ يُعْطَ لَمْ يَفِ“۔ (سنن ابن ماجہ باب فی الکشرین صفحہ نمبر ۵۳۳ جلد ۲ طبع لاہور ۱۹۸۳ء)
ترجمہ: ”بیتار کے بندے، دراہم کے بندے، دراہم کے بندے، چادر اور شمال کے بندے کیلئے

جائی ہو، اگر یہ چیزیں انہیں ملتی رہیں تو وہ مطیع ہیں اور اگر نہ ملیں تو وہ امام کی اطاعت کریں۔“

حدیث نمبر ۲

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”تَغَسَّ عَبْدُ الْيَتِيمِ وَ عَبْدُ الذَّرَاهِمِ وَ عَبْدُ الْخِمِصَةِ تَغَسَّ وَ انْتَكَسَ وَ اِذَا شَبَكَ فَلَا انْقَاشَ“۔ (سنن ابن ماجہ باب فی الکثرین صفحہ نمبر ۵۳۳ جلد ۲ طبع لاہور ۱۹۸۳ء)

ترجمہ: ”دینار کا بندہ، دراہم کا بندہ اور چادر کا بندہ تباہ ہوا بلکہ او نہ سے منہ دوزخ میں گرے، خدا کرے اس کو کائنات کے تو کبھی نہ نکلے۔“

عبد بمعنی غلام احادیث کی روشنی میں

حدیث نمبر ۱

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”العبد اذا نضح لسيدہ و احسن عبادۃ اللہ فله اجرہ مرتین“۔

(موطا امام مالک صفحہ نمبر ۸۱۳ طبع لاہور ۱۹۸۳ء)

ترجمہ: ”غلام جب اپنے آقا کا خیر خواہ رہے اور اللہ تعالیٰ کی احسن طریقے سے عبادت کرے تو اس کیلئے دو گنا ثواب ہے۔“

حدیث نمبر ۲

”ان عمر بن الخطاب كان يذهب الى العوالي كل يوم سبت فاذا جد عبداً في عمل لا يطيقه وضع عنه منه“۔

(موطا امام مالک صفحہ نمبر ۸۱۳ طبع لاہور ۱۹۸۳ء)

ترجمہ: ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہفتے میں ایک روز ارد گرد کے دیہات میں جاتے اور کسی غلام کو اگر اس کی طاقت سے زیادہ کام کرتا، دیکھتے تو کم کر دیا کرتے تھے۔“

حدیث نمبر ۳

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے خیر کی طرف، پھر اللہ نے فتح دی ہم کو تو نہیں لوٹا ہم نے چاندی اور سونا (یعنی سونا چاندی) (لوٹ نہیں آیا) بلکہ لوٹا ہم نے اسباب اور اناج اور کپڑے، پھر ہم چلے وادی کی طرف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کا ایک غلام تھا (جس کا نام مدغم تھا) جو بخشا تھا آپ کو ایک غلام نے جذام میں سے جس کا نام رفاعہ بن زید تھا، بنی ضیب میں سے۔“

”فلما انزلنا الوادی قام عبد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يحمل رحله“۔ الخ

(مسلم صفحہ نمبر ۷ جلد اول طبع کراچی)

ترجمہ: ”جب ہم وادی میں پہنچے تو رسول اللہ کا عبد (غلام) کھڑا ہوا آپ کا کجاوہ کھول رہا تھا“

حدیث نمبر ۴

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”ہلاک ہو عورت کا عبد (یعنی غلام)“

(احیاء علوم الدین از امام محمد غزالی صفحہ نمبر ۷۳ جلد ۲)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

ازلۃ الخفا میں بحوالہ روایت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ بن بشر و ”کتاب مستطاب“ الریاض النضرہ فی مناقب عشرہ (الریاض النضرہ فی فضائل عشرہ: محدث محبت الدین ابو جعفر احمد بن عبداللہ ابن محمد طبری کی شافعی (متوفی ۶۹۳ھ) کی تصنیف ہے۔ مطبع حسیہ مصر سے ۱۳۲۷ھ میں دو جلدوں میں شائع ہو چکی ہے)

ناقل ہیں کہ امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبے میں برسر منبر فرمایا: قد كنت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فكننت عبده و خادمه۔ الخ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تھا۔ پس میں حضور کا بندہ اور خدمت میں تھا۔ کنز العمال صفحہ نمبر ۱۳۷ جلد ۳ امام سخاوی (متوفی ۹۰۲ھ) رحمۃ اللہ علیہ ایک شاعر کا شعر لکھتے ہیں:

ترانی ارانی عند قبرک واقفا
بنا دیک عبد مالہ غیر کم مولیٰ

(القول البدیع صفحہ نمبر ۲۹۲ طبع لاہور ۱۹۹۸ء)

آپ کی قبر انور کے پاس کھڑا ہو کر آپ کو ایسا غلام پکار رہا ہے جس کا تیرے سوا کوئی مددگار نہیں۔ آپ مجھے دیکھ رہے ہیں۔

اس شعر میں عبد کا لفظ بمعنی غلام استعمال ہوا ہے۔ مگر علامہ سخاوی نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ جیسا کہ امیر حمزہ نے لفظ عبد پر جاہلانہ تبصرہ کیا ہے۔ سچ فرمایا مگر صادق علیہ السلام نے قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ بھی بیان کی ہے ”أَنَّ يُؤْفَقَ الْعِلْمُ وَيُثْبِتَ الْجَهْلُ“ ”اے“ ”کہ علم اٹھ جائے گا اور جہل قائم ہو جائے گا۔“

(بخاری کتاب العلم باب رفع العلم وظہور الجہل صفحہ نمبر ۱۲۲، ۱۲۳ جلد اول طبع لاہور ۱۹۷۷ء)
حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ ”أَنَّ يُقِلَّ الْعِلْمُ وَيَظْهَرَ الْجَهْلُ“ ”اے“ ”کہ علم کم ہو جائے گا اور جہل غالب آجائے گا۔“

(بخاری کتاب العلم باب رفع العلم وظہور الجہل صفحہ نمبر ۱۳۱ جلد اول فرید بک شال لاہور)
شیخ عبدالرحمن بن حسن نجدی (متوفی ۱۲۸۵ھ) لکھتا ہے:
جس کا خلاصہ یہ ہے کہ غیر اللہ کی طرف عبد کی نسبت سے مراد اگر غلامی ہو تو اس میں کوئی قباحت نہیں کیونکہ اس کا تعلق عبدیت سے نہیں۔

(قرۃ عیون الموحدین صفحہ نمبر ۵۷۹ جلد ۲ طبع لاہور)

تو زیر بحث شعر کا مطلب یہ ہوگا اے رضا تو تو رسول اللہ ﷺ کا غلام ہے تجھے تو ذرا برابر بھی خوف نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ دنیا و آخرت میں تیری جائے پناہ رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس ہے اور جو آپ کے دامن سے لگ گیا وہ نجات پا جائے گا۔ نیز غلام کا اولین فرض آقا کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا ہے اور رب کائنات ارشاد فرماتا ہے: ”قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ“ ”اے“ ”(پارہ نمبر ۳)

(کراچی ۱۲) ”اے محبوب فرما دیجئے کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ، اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔“ تو اللہ جل شانہ کے ارمان کے مطابق تیرے لئے تو امن ہے اور اللہ تجھے جائے امن عطا فرمائے گا۔

حضور پر نور ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ بندے کو سنت پر عمل کرنے پر جنت (راحت کی جگہ) میں داخل فرمائے گا۔ (الشفاء صفحہ نمبر ۱۸ جلد ۲ طبع لاہور)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ“۔ (پ ۲۲ سورۃ فاطر آیت نمبر ۱۰)
”اور جو نیک کام کرے وہ اسے بلند کرتا ہے۔“

قاضی عیاض مالکی اندلسی لکھتے ہیں کہ اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ (نیک کام کرنے سے مراد) رسول اللہ ﷺ کی پیروی ہے۔ (الشفاء صفحہ نمبر ۲۲ جلد ۲ طبع لاہور)

عبدالنبی، عبدالرسول اسماء گرامی

(۱)۔ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۱۳ھ) لکھتے ہیں:

العلامة عبدالنبی المغربي عالم شام فی زمانہ۔ اے الخ (المشروعات الکبریٰ صفحہ نمبر ۸۶ طبع کراچی)
(۲)۔ صاحب ہدیۃ العارفین لکھتے ہیں:

عبدالنبی بن خلف القزوينی المتخلص بزلالی الشیمیر حجر الزمان توفی ۱۰۳۱ھ۔

عبدالنبی بن النالی (متوفی ۱۱۵۴ھ) (ہدیۃ العارفین صفحہ نمبر ۶۳۲ جلد ۵ طبع دار الفکر ۱۹۸۲ء)

(۳)۔ مولانا عبدالحلیم چشتی ابوطاہر مدنی (استاذ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی) کے تذکرہ میں لکھتے ہیں۔

موصوف ۲۱ رجب ۱۶۷۱ء/ ۱۰۸۱ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ اپنے پدر بزرگوار اور دیگر ارباب کمال سے علم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل کی۔ نیز محدث محمد بن عبدالرسول برزنجی، ابوالسرا حسن بن علی وغیرہ سے حدیث کا سماع کیا۔

(فوائد جامعہ برجالہ نافعہ صفحہ نمبر ۲۹۸ طبع کراچی)

(۳) الف) ملا عبدالنبی احمد گری مصنف ”دستور العلماء“ بارہویں صدی کے عالم

(پاک و ہند میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت صفحہ نمبر ۱۴۸ از مناظر احسن گیلانی طبع لاہور)
(ف) اگر عبدالرسول نام رکھنا حرام و ممنوع ہوتا تو لازماً محدث محمد ﷺ اپنے والد ماجد کا اسم گرامی تبدیل کر دیتے۔

(۴) شیخ عبدالنبی ﷺ مشہور بزرگ ہیں حضرت باباجی کے ہاتھوں پر بہت سے ہندوؤں اور سکھوں نے اسلام قبول کیا۔ آپ نے کفرستان میں توحید کے ڈنکے بجائے۔ آپ کا فیض ہر ایک کیلئے اب تک جاری و ساری ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنی عزت و شان بخشی ہے کہ آپ کا نام نامی زندہ رہے گا۔ آپ نے ۱۱۴۶ھ میں انتقال فرمایا۔ اور علاقہ شام چوراسی میں دفن ہوئے۔ (سیارۃ النجست، مولیائے کرام نمبر جلد سوم صفحہ نمبر ۸۵، لاہور)
(۵) شیخ محمد داؤد بن شیخ محمد صادق گنگوہی چشتی صابری ﷺ (متوفی ۱۱۲۹ھ) کے خلفاء میں سے ایک خلیفہ کا نام یہ تھا۔ حضرت سید غریب اللہ ابن سید عبدالرسول کیرانوی ﷺ۔ (اقتباس الانوار صفحہ نمبر ۸۴۳ از محمد اکرم قدوسی زمانہ تالیف ۱۱۳۰ھ)

(۶) حضرت سید عبدالنبی بن حضرت سید شاہ علی صابر ﷺ۔ آپ قدوة السالکین حضرت شاہ بدر دیوان (قصبہ مسانیاں تحصیل پٹالہ ضلع گورداسپور) کے پوتے ہیں۔ طالبان راہ سلوک کو تمام عمر درس دیا۔ ۱۰۹۰ھ میں وصال ہوا۔

(تذکرۃ العلم والعرفان صفحہ نمبر ۱۵۷ طبع لاہور ۱۹۸۵ء)
(۷) شیخ عبدالنبی گنگوہی صدر الصدور ابن شیخ احمد ابن عبدالقدوس گنگوہی (متوفی ۱۰۹۲ھ)
(تذکرہ علمائے ہند از رحمن علی صفحہ نمبر ۳۲۵ طبع کراچی)
(۸) عبدالرسول بن خواجہ محی الدین قصوری (متوفی ۱۲۹۳ھ)۔

(تذکرہ اکابر اہل سنت از علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری صفحہ نمبر ۲۲۷)
معلوم ہوا یہ اسم گرامی رکھنے جائز ہیں اور ان کو شرک سے تعبیر کرنے والے خود ہی حقیقت شرک سے نا آشنا ہیں۔

تجھ سے جنت اور جنت سے کیا مطلب وہابی دور ہو
ہم رسول اللہ کے، جنت رسول اللہ کی

(فاضل بریلوی)

علم لغات: جنت: باغ، بوستان جمع جنان ایمانداروں کو نیک اعمال کے بدلہ میں
ہر امن کی جگہ اللہ رب العزت کی طرف سے عطا ہوگی اسے جنت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس کے بہت سے درجات ہیں۔ وہابی: خارجیت کا دوسرا نام وہابی یا وہابیت ہے۔ کتب احادیث میں منقول احادیث سے اس فرقہ کا باطل ہونا اظہر من الشمس ہے اور ان کی نشانیاں بھی منقول ہیں۔

حدیث نمبر ۱

علامہ ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ) امام داؤد بن ابی ہند بصری (م ۱۴۰ھ) کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: مجھے اپنی سند سے داؤد بن ابی ہند کی ابو نصرہ عن ابی سعید خدری کے واسطے سے یہ حدیث ملی ہے: ”آنحضرت ﷺ نے فرمایا، میری امت دو حصوں میں بٹ جائے گی اور ان میں سے خارجی (باغی) جماعت پیدا ہوگی اور دونوں جماعتوں میں سے جو جماعت حق پر ہوگی وہ اسے قتل کرے گی۔“

(تذکرۃ الحفاظ از ذہبی صفحہ نمبر ۱۳۲ جلد اول طبع لاہور ۱۹۸۱ء)

حدیث نمبر ۲

علامہ ذہبی، امام مفید برزالی اشعری (م ۶۳۶ھ) کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: ”مجھے ان کے واسطے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ملی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، آخر زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے اور وہ ان کے حلقوں سے نیچے نہیں ہوگا وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے ہر مسلمان پر ان سے لڑنا واجب ہے۔“

(تذکرۃ الحفاظ صفحہ نمبر ۹۶۸ جلد ۲ طبع لاہور ۱۹۸۱ء)

اور کفار و مشرکین کے رد میں نازل شدہ آیات قرآنی کو مسلمانوں پر چسپاں کرنا فرقہ و ہابیہ خارجہ میں یہ دونوں صفات بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔ دلائل کی ضرورت نہیں ان کی مجالس اور جمعہ کے خطبات میں شمولیت کر کے انصاف پسند حضرات خود شاہدہ کر سکتے ہیں۔

وہابی سے اہل حدیث

پروفیسر محمد ایوب قادری لکھتے ہیں.....

مولوی محمد حسین بیالوی نے لفظ ”وہابی“ کی منسوخی کیلئے جو کوششیں کی ہیں وہ سارا تحریری مواد ہمارے پیش نظر ہے۔ طوالت کے خوف سے ہم اس کو نقل نہیں کر سکتے، صرف اشارات پر اکتفا کرتے ہیں۔ انہوں نے ارکان جماعت اہل حدیث کی ایک دستخطی درخواست لیفٹیننٹ گورنر پنجاب کے ذریعے وائسرائے ہند کی خدمت میں روانہ کر دی اس درخواست پر سرفہرست شمس العلماء میاں نذیر حسین کے دستخط تھے۔ گورنر پنجاب نے وہ درخواست اپنی تائیدی تحریر کے ساتھ گورنمنٹ آف انڈیا کو بھیج دی۔ وہاں سے حسب ضابطہ منظوری آگئی کہ آئندہ ”وہابی“ کے بجائے ”اہل حدیث“ کا لفظ استعمال کیا جائے۔ لیفٹیننٹ نے باقاعدہ اس کی اطلاع وصولی محمد حسین کو دی۔ اسی طرح گورنمنٹ مدراس کی طرف سے ۱۵ اگست ۱۸۸۸ء کو بذریعہ خط نمبر ۱۲، گورنمنٹ بنگال کی طرف سے ۲ مارچ ۱۸۹۰ء کو بذریعہ خط نمبر ۱۵۶ اور گورنمنٹ یوپی کی طرف سے ۲ جولائی ۱۸۸۸ء کو بذریعہ خط نمبر ۳۸۶، گورنمنٹ سی پی کی طرف سے ۲ جولائی ۱۸۸۸ء کو بذریعہ خط نمبر ۳۰ اور گورنمنٹ بمبئی کی طرف سے ۲ اگست ۱۸۸۸ء کو بذریعہ خط نمبر ۳۲، اس امر کی اطلاع مولوی محمد حسین بیالوی کو ملی۔

(جنگ آزادی ۱۸۵۷ء از پروفیسر محمد ایوب قادری صفحہ نمبر ۶۵، ۶۶ طبع کراچی ۱۹۷۶ء)

”مولانا احمد رضا فاضل بریلوی رحمہ اللہ صحیحانہ لہجے میں فرماتے ہیں، اے وہابی (خارجی) تجھے جنت نصیب ہوا تجھے جنت سے کیا واسطہ، کیونکہ تو اہل بیت کرام کا دشمن ہے اور ان کا دشمن کبھی جنت میں نہیں جاسکتا۔ امام الانبیاء علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

حدیث نمبر ۳

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ ایک بار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم فرما رہے تھے کہ عبد اللہ بن ذی الجوشن نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! عدل سے کام لیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ تیری خرابی ہو جب میں عدل نہ کروں گا تو اور کون عدل کرے گا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، مجھے اجازت دیجئے کہ اس کی گردن اڑا دوں۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو، اس کے ایسے ساتھی ہیں کہ تم میں سے ایک شخص ان کی نماز کے مقابلہ میں اپنی نماز کو اور اپنے روزے کو ان کے روزے کے مقابلہ میں حقیر سمجھتا ہے وہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ (بخاری، عربی، اردو) صفحہ نمبر ۶۷۸ جلد ۳ طبع لاہور ۱۹۷۷ء)

حدیث نمبر ۴

حضرت اہل بن حنیف سے پوچھا گیا کہ کیا تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خارج کے متعلق کچھ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اپنا ہاتھ آپ نے عراق کی طرف بڑھاتے ہوئے فرمایا کہ وہاں سے ایک قوم نکلے گی۔ وہ لوگ اس طرح قرآن پڑھیں گے کہ ان کے حلقوں سے نیچے نہیں اترے گا وہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔

(بخاری، عربی، اردو) صفحہ نمبر ۶۷۸ جلد ۳ طبع لاہور ۱۹۷۷ء)

حدیث نمبر ۵

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان خارجی لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی بدترین مخلوق خیال کرتے تھے اور کہا کہ یہ لوگ ان آیتوں کو جو کفار کے حق میں نازل ہوئی ہیں ان کو مسلمانوں کے حق میں استعمال کرتے ہیں۔ (بخاری، عربی، اردو) صفحہ نمبر ۶۷۶ جلد ۳ طبع لاہور ۱۹۷۷ء)

حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ کمالات و مقامات پر تنقید کرنا،

”اللہ تعالیٰ اس شخص پر سخت ناراض ہے جس نے میری عزت (اہل بیت) کے بارے مجھے اذیت دی۔“ (مکتوبات امام مہد دالف ثانی دفتر دوم حصہ اول مکتوب نمبر ۳۶)

نیز جنت، رب کائنات کی عطا سے رسول اللہ ﷺ کی ملکیت (جس کو چاہیں اللہ تعالیٰ کی رضا اور مشیت کے تحت عطا فرمائیں) ہے اور ہم اہلسنت رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اہل بیت کے مداح ہیں اس لئے (اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے) ہمیں جنت نصیب ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے میرے اہل بیت سے نیک سلوک کیا قیامت کے روز میں اسے بدلہ دوں گا۔“

❖ رواہ ابن عساکر عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ مکتوبات امام ربانی دفتر دوم حصہ اول مکتوب نمبر ۳۶

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے ہر صراط پر زیادہ ثابت قدم وہ ہوگا جو میرے اہل بیت اور میرے صحابہ سے زیادہ محبت رکھتا ہوگا۔“

❖ رواہ ابن ہدی فی الکامل عن علی رضی اللہ عنہ مکتوبات امام ربانی دفتر دوم حصہ اول مکتوب نمبر ۳۶

امام شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۳ھ)

اہل بیت کرام سے آپ کو والہانہ محبت تھی۔ یہاں تک کہ بعض کم فہموں نے آپ پر رافضی ہونے کی تہمت لگائی تو آپ نے ان مفتریوں اور کذابوں کو اپنے ایک شعر میں اس طرح جواب دیا۔

لو کان رافضاً حب آل محمد (ﷺ)

فلیشهد الثقلان انی رافضی

یعنی اگر تم لوگوں کے فاسد گمان میں آل پاک حضرت محمد ﷺ سے محبت رکھنے ہی کا نام رافضی ہے تو تمام انس و جن گواہ ہو جائیں کہ اس معنی کے اعتبار سے میں رافضی ہوں کہ میں اہل بیت سے عشق و محبت رکھتا ہوں۔ (اولیاء رجال الحدیث صفحہ نمبر ۳۶ طبع لاہور)

امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (متوفی ۱۱۷۶ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جزی اللہ اصحاب النبی محمد (ﷺ) جمیعاً کما کانوا لہ خیر صاحب
وآل رسول اللہ لا زال امر ہم قویماً علی ارقام انف النواصب

ترجمہ: نمبر ۱..... اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کے ساتھیوں (صحابہ کرام) کو جزائے خیر دے، سب کے سب بہترین ساتھ دینے والے ہیں۔

نمبر ۲..... اور آل رسول (ﷺ) کو جزا دے، جن کی عظمت ہمیشہ سے قائم ہے، لہذا ”خارجیوں“ کی ناک خاک آلودہ ہو (یعنی ان کو کتنا ہی برا لگے)۔

(نقوش رسول نمبر صفحہ نمبر ۲۷ جلد دوم شمارہ ۱۳۰ جنوری ۱۹۸۴ء)

غیر مقلدین (وہابیہ) مثل دیگر فرقہ ضالہ

روافض و خوارج و معتزلہ و جبریہ و قدریہ کے ہے

فی الحقیقت یہ گروہ غیر مقلدین اور لاندہب خارج ہیں اہلسنت سے ان کو اہلسنت و جماعت میں سمجھنا بڑی قلعی کی بات ہے۔ اس واسطے کہ اہلسنت و جماعت منحصر ہیں مذہب اربعہ میں اور جمیع اہلسنت حنفی ہیں یا مالکی یا شافعی یا حنبلی پس جو کوئی بالکلیہ چار مذہبوں میں سے اس زمانے میں ایک کا بھی مقلد اور پیرو نہ ہو اور اپنے تئیں ان میں سے ایک کی طرف منسوب نہ کرے، وہ اہلسنت سے نہیں بلکہ وہ خارج مذہب اہلسنت و جماعت سے ہے اور مثل دیگر فرقہ ضالہ روافض و خوارج و معتزلہ و جبریہ و قدریہ کے ہے

قال الطحطاوی فی شرح الدر المختار فعلیکم یا معشر المؤمنین اتباع

الراستخین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ الی یوم الدین..... الخ

❖ فتح المؤمن از مولانا منصور علی مراد آبادی صفحہ نمبر ۳۵۵ تا ۳۵۷ طبع گوجرانوالہ

قاله تزييد فهو مقتضى وعلماء ووقع اتفاق اهل السنة والجماعة

[illegible]

مولانا محمد الیاس قادری مدظلہ کے اشعار کی مختصر اور جامع شرح

عرش علی سے اعلیٰ بیٹھے نبی کا روضہ

ہے ہر مکاں سے بالا بیٹھے نبی کا روضہ

حل لغات: عرش: تجلی گاہ الہی۔ علی: بلند۔ اعلیٰ: بڑا بلند۔ بالا: اونچا، بلند۔

مولانا محمد الیاس قادری مدظلہ فرماتے ہیں میرے نبی ﷺ کا روضہ مقدس ہر مکاں

بلکہ عرش علی سے بھی زیادہ بلند و بالا اور رفعتوں والا ہے۔

مدینہ منورہ کی وہ زمین جو حضور اقدس ﷺ کے جسم مبارک سے متصل ہے وہ

بالا اتفاق سب علماء کے نزدیک سب جگہوں سے افضل ہے۔ (الشفاء صفحہ نمبر ۱۱۶ جلد ۲) ابن

عساکر، قاضی عیاض وغیرہ حضرات نے اس پر ساری امت کا اتفاق اور اجماع نقل کیا

ہے کہ یہ حصہ زمین کا بیت اللہ شریف سے بھی افضل ہے۔ بلکہ قاضی عیاض نے لکھا ہے

کہ عرش معلیٰ سے بھی افضل ہے جس کی وجہ علماء نے یہ لکھی ہے کہ آدمی جس جگہ دفن ہوتا

ہے اس جگہ کی مٹی سے ابتداء میں پیدا کیا جاتا ہے۔ (ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک

جنتی مدینہ منورہ میں دفن ہوا۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس زمین سے یہ پیدا ہوا اسی میں دفن ہوا)

(شرح الصدور از علامہ سیوطی (م ۹۱۱ھ) صفحہ نمبر ۱۰۲ طبع کراچی ۱۹۶۹ء)

تو گویا حضور اقدس کا بدن مبارک بھی اسی مٹی سے بنا ہے۔ (شرح مناسک نودی)

(ف) جب حضور پر نور ﷺ کی ذات اقدس اللہ کے بعد تمام مخلوق سے افضل و

اعلیٰ ہے تو وہ حصہ زمین جس سے آپ کا وجود مبارک تخلیق ہوا ہے تو وہ بھی ساری مخلوق

سے اعلیٰ ہوگا۔

مواہب الدنیہ (کتاب کا اصل نام "المواہب اللدنیہ بالروح المحمدیہ" ہے شیخ شہاب الدین

احمد بن محمد قسطلانی التتوی ۹۲۳ھ کی مشہور تصنیف ہے۔ حامی خلیفہ لکھتے ہیں: یہ بلند پایہ اور نہایت

مفید کتاب ہے، اور اپنے موضوع پر بے نظیر ہے۔ شیخ ابوسلم عیاشی مغربی نے "مسائل الہدایہ" میں

لکھا ہے: مواہب الدنیہ بے نظیر کتاب ہے اور کس قدر جامع ہے۔ اگر کوئی نادان فہم کہے کہ اس جیسی

کتاب ہے تو خلق خدا تجھ سے کہے گی کہ تیری یہ بات نہیں سنی جاسکتی۔

(فوائد جامعہ از عبدالحلیم چشتی صفحہ نمبر ۱۵۳ طبع کراچی ۱۹۶۴ء)

میں لکھا ہے کہ یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ جو زمین کا حصہ حضور اقدس ﷺ کے جسم

مبارک سے ملا ہوا ہے۔ وہ ساری دنیا کی زمین سے افضل ہے حتیٰ کہ کعبہ کی زمین سے

بھی افضل ہے، بلکہ عقیل حنبلی (ابن عقیل نے ۷۶۹ھ میں وفات پائی۔ اور امام شافعی رضی اللہ عنہ کے

قرب قاہرہ میں دفن ہوئے) سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ جگہ عرش سے بھی افضل ہے۔ شرح

مواہب (شرح مواہب: محدث محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ نے "موہب الدنیہ"

کی نہایت مبسوط شرح لکھی ہے۔ جو مصر سے ۱۲۸۰ھ میں ۸ جلدوں میں شائع ہو چکی ہے)۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۰۵۲ھ) فرماتے ہیں:

بزرگ ترین شہروں میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ ہیں، زاد اللہ تشریفاً و تعزیراً لیکن

ان دونوں شہروں میں سے کسی ایک کو دوسرے پر نہ اہمیت اور ترجیح دینے میں علماء کا

اختلاف ہے بعد اجماع تمام علماء نے اس مقام کو ترجیح دی ہے۔ جو اعضاء شریفہ سید

کائنات ﷺ کو موضع قبر مکرم سے ملائے ہوئے ہے تمام اجزائے زمین سے افضل ہے

یہاں تک کہ خانہ کعبہ سے بھی (افضل) اور بعض علماء نے تو یہاں تک کہا کہ تمام سلطنت

حتیٰ کہ عرش سے بھی..... الخ (جذب القلوب الی دیار المحبوب صفحہ نمبر ۴ طبع کراچی)

امام جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

حضور ﷺ جس قطعہ زمین میں مدفون ہیں وہ کعبہ و عرش سے افضل ہے۔

(خصائص الصغریٰ صفحہ نمبر ۲۲ طبع لاہور ۱۳۰۶ھ)

ملا علی قاری حنفی (متوفی ۱۰۱۳ھ) فرماتے ہیں:

یہ ایک اجماعی مسئلہ ہے کہ جو زمین کا حصہ حضور ﷺ کے اعضاء شریفہ کو موضع

قبر شریف سے ملائے ہوئے ہے تمام اجزائے زمین سے افضل ہے یہاں تک کہ خانہ

کعبہ سے بھی افضل۔ بلکہ عقیل حنبلی سے نقل کیا گیا ہے کہ عرش سے بھی افضل ہے۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ صفحہ نمبر ۱۹۰ جلد ۲ ناشر مکتبہ امدادیہ لبنان)

عرش سے افضل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ مکان سے بے نیاز ہے اور زمین کے اس حصہ میں حضور اقدس ﷺ کا جسم مبارک موجود ہے۔

(اسلام میں صحابہ کا مقام از سید نور الحسن صفحہ نمبر ۱۳۷)

خدا تعالیٰ عرش پر مقیم نہیں

یہ تصور کہ اللہ تعالیٰ عرش معلیٰ پر تشریف فرما ہے غلط ہے کیونکہ:

۱۔ اللہ خالق ہے عرش مخلوق، اگر اللہ کا مقام عرش ہے تو عرش کی تخلیق سے پہلے کہاں تھا؟

۲۔ اللہ غیر محدود ہے اور عرش محدود، غیر محدود، محدود میں کیسے ساکتا ہے؟ ارض و سما کی وسعتیں بھی یہاں پہنچ ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ رب سبحان جہت و مکان اور قہود و قیام سے پاک ہے وہ عرش و کرسی کیا، کہیں بھی موجود نہیں مگر ہر جگہ اس کی جلوہ گری ہے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ (شاعر بارگاہ نبوی) فرماتے ہیں:

فبورکت یا قبر الرسول وبورکت

بلاد ثوی فیہا الرشید المسدود

ترجمہ: اے قبر رسول تجھ پر برکتیں شب و روز نازل ہوں اور وہ حصہ زمین پابورکت رہے جس میں ستودہ صفات، توفیق بخشی، توفیق یافتہ ذات کا جسم اقدس رکھا گیا ہے۔

(نقوش رسول نمبر صفحہ نمبر ۲۵ جلد دوم شمارہ ۱۳۰ جنوری ۱۹۸۳ء)

حافظ ابن قیم (متوفی ۷۵۱ھ) اور مولوی محمد داؤد غزنوی (غیر مقلد وہابی) کا عقیدہ

پروفیسر ابو بکر غزنوی اپنے والد "مولانا محمد داؤد غزنوی" سابق صدر جمعیت

الحدیث مغربی پاکستان کی سوانح عمری میں لکھتے ہیں:

"(والد گرامی) مقام رسالت بیان کرتے ہوئے حافظ ابن قیم کا یہ قول مزے لے

لے کر سنایا کرتے تھے۔ کسی شخص نے حافظ ابن قیم سے پوچھا کہ روضہ اطہر افضل ہے یا

کہہ؟ تو حافظ ابن قیم نے فرمایا: اگر تمہاری مراد محض حجرہ نبوی ہے تو کعبہ افضل ہے اور اگر تمہاری مراد جسد اطہر سمیت روضہ انور سے ہے تو خدا کی قسم وہ عرش سے افضل ہے، جہاں عرش سے افضل ہے، جنت عدن سے افضل ہے گردش کرنے والے افلاک سے افضل ہے، اس لئے کہ روضہ میں ایک ایسا جسد اطہر ہے کہ اگر دونوں جہانوں کے ساتھ ملے اسے تو لا جائے وہ بھاری ہے۔

ابوالقاسم (م ۸۳۶ھ) فرماتے ہیں:

مرسل لو یؤذن الناس فی النبی والبرشا والواجع

وہ ایسے فرستادہ پیغمبر ہیں کہ اگر دنیا کے سارے انسانوں کو ایک پلے پر رکھا جائے اور ان کو ایک دوسرے پلے پر، تو ان کا (یعنی حضور پر نور امام الانبیاء علیہ السلام کا) پلہ اٹھاری رہے گا، دنیا کا پلہ اٹھانے والا ہوگا۔ (نقوش رسول نمبر ۲۳۶ جلد دوم صفحہ ۱۹۸ء)

امیر حمزہ کے چچا زاد بھائی مولوی محمد زکریا (مقلد وہابی) لکھتے ہیں:

مدینہ منورہ کی وہ زمین جو حضور اقدس ﷺ کے جسم مبارک سے متصل ہے اس میں کوئی اختلاف علماء میں نہیں ہے۔ وہ بالاتفاق سب علماء کے نزدیک سب جگہوں سے افضل ہے۔ ابن عساکر، قاضی عیاض وغیرہ حضرات نے اس پر ساری امت کا اتفاق اور اجماع نقل کیا ہے کہ یہ حصہ زمین کا بیت اللہ شریف سے بھی افضل ہے بلکہ قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ عرش معلیٰ سے بھی افضل ہے۔ الخ

(فضائل حج از مولوی محمد زکریا صفحہ نمبر ۱۸۸ طبع لاہور)

کھولئے!..... امیر حمزہ صاحب اپنی شریکہ توپ کا رخ پروفیسر ابو بکر غزنوی، مولوی محمد داؤد غزنوی اور حافظ ابن قیم کی طرف، تاکہ آپ کی حقانیت کا پتہ چل سکے۔

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام

وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

نہ کیوں آج جموں میں کہ سرکار آئے

خدا کی خدائی کے بخار آئے

حل لغات: جموئیں: خوشی کا اظہار کرنا۔ سرکار: سردار، آقا۔ خدا: اس کے عقل لغوی معنی موضوع لہ ہیں، خود بخود ہونے والا یعنی جو اپنی ذات سے خود بخود موجود ہو۔ معنی ہرگز ذات باری تعالیٰ کیلئے عیب و نقص نہیں، لہذا اللہ تبارک و تعالیٰ کو خدا کہا جائز ہے کہ یہ اس کے کمال قدیم دو وصف الوہیت ازلیت و وجوب وجود پر دلالت کرتا ہے۔ خدائی: مخلوق، دنیا۔ مختار: اختیار دیا ہوا، کارندہ مجاز، کرتا دھرتا۔

مولانا محمد الیاس قادری، حضور ﷺ کے میلاد کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم آج کیوں نہ جموئیں یعنی خوشیاں منائیں۔ کہ آج وہ ذات گرامی تشریف لائی ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں مختار بنا کر بھیجا ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اذن و رضا کے تحت خزان الہیہ اور احکامات میں تصرف فرماتے ہیں۔

قادری صاحب کے اس دعویٰ پر اکثر احادیث نبویہ دلالت کرتی ہیں۔ طوالت کے پیش نظر ہم فقط ۲ احادیث نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔
انواب صدیق حسن بھوپالی دہلی لکھتا ہے: جس کو حضرت کے میلاد کا حال سن کر فرحت حاصل نہ ہو اور شکر خدا کا حصول پر اس نعمت کے نہ کرے وہ مسلمان نہیں۔ (المندۃ العمریہ صفحہ ۱۲ طبع بھوپال ۱۳۰۵ھ)

حدیث نمبر ۱

حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور ﷺ کیلئے وضو کا پانی اور جس چیز کی آپ کو ضرورت ہو کر تھی (مسواک، مصلیٰ وغیرہ) لایا کرتا تھا (ایک بار دریا سے رحمت جوش میں آیا) آپ ﷺ نے فرمایا: اے ربیعہ! مجھ سے مانگ لو کیا مانگتے ہو (جو جی میں آئے مجھ سے مانگ لو) میں تجھے عطا کروں گا۔ انہوں نے کہا! حضور میں آپ سے یہی مانگتا ہوں کہ جنت میں آپ کی رفاقت نصیب ہو۔ آپ نے فرمایا، کچھ اور بھی مانگتے ہو؟ حضرت ربیعہ نے کہا میں حضور میں مانگتا ہوں۔ آپ نے فرمایا پس تم کثرت بخود سے میری مدد کرو۔

﴿مکتوۃ صفحہ نمبر ۲۸۸ شرکتیہ امدادیہ ملتان﴾ مسلم شریف جلد اول صفحہ نمبر ۱۹۳ طبع کراچی

﴿بلوغ المرام از حافظ ابن حجر صفحہ نمبر ۹۶ حصہ اول﴾

حضور ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کیا مانگ، کیا نہ مانگ، کیا دے سکتا ہوں اور کیا نہیں دے سکتا، سرکارِ دو عالم ﷺ نے سب کا معمول ذکر نہیں فرمایا۔ اسی لئے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے صاف صاف فرمایا کہ سرکار کا سب فرماتا اس بات کی دلیل ہے کہ جو مرضی آئے مانگ لے، سب کچھ میرے دستِ کرم میں ہے۔

(ابوہ المذہبات جلد اول صفحہ نمبر ۳۹۶)

لامعلی قاری حنفی (متوفی ۱۰۱۳ھ) اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی حضور ﷺ نے جو مانگنے کا مطلق حکم فرمایا، اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو قدرت بخشی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے جو کچھ چاہیں عطا فرمائیں۔ (مرقات شرح مشکوٰۃ صفحہ نمبر ۳۲۳ جلد ۳ شرکتیہ امدادیہ ملتان)

انواب صدیق الحسن خان بھوپالی غیر مقلد وہابی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

”گفت مرا آنحضرت ﷺ سب طلب ہر چہ می خواہد از خیر دنیا و آخرت و از اطلاق

اس سوال کہ فرمودہ بخواد و تخصیص نہ کرو یہ مطلوبی خاص معلوم میشود کہ کار ہمہ بہ دست بہمت کرامت اوست ﷺ ہر چہ خواہد ہر کرا خواہد ہا زن پروردگار خود بدہد۔“

(مسک الختام شرح بلوغ المرام صفحہ نمبر ۵۲۱ جلد اول طبع بھوپال ۱۳۰۶ھ)

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

حضرت ربیعہ کو جنت کثرت بخود سے ملے گی نہ کہ حضور ﷺ کی عطاء سے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اے ربیعہ! تجھے جنت میں میری رفاقت تو نصیب ہوگئی۔ اب اگر تو رکوع و سجود چھوڑ دے گا تو لوگ بھی رکوع و سجود چھوڑ دیں گے۔ اس طرح میرے دین میں خلل آئے گا اور میرے دین کو نقصان پہنچے گا۔ لہذا سجدے کرتے رہو اور نمازیں پڑھتے رہو۔ فاعنی کا مطلب یہ ہے ”فاعنی دینی“ میرے دین کی مدد کرو۔ پروردگار عالم کا ارشاد ہے ”ان لنصور واللہ ینصورکم“ اگر تم (اللہ کے دین) کی مدد کرو گے (تو) وہ تمہاری مدد کرے گا۔ یعنی اللہ تعالیٰ بھی دین کی مدد طلب کر رہا ہے اور اللہ کا رسول بھی دین کی مدد طلب کر رہا

ہے اگر "فَاعْنِي عَلَى نَفْسِكَ بِكُنُوتِ السَّجُودِ" سے رسول اللہ کی کمزوری ثابت ہوتی ہے تو پہلے اللہ تعالیٰ کو کمزور ثابت کرو۔ یقیناً اللہ جل جلالہ کمزوری سے پاک ہے اور اس کا رسول (ﷺ) بھی۔ ﴿اِذَا قُلْتُمْ فَارْتَدُّوا﴾

حدیث نمبر ۲

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "مدینہ کے دونوں سنگ لاغ میدانوں کا درمیانی حصہ میری زبان سے حرام کیا گیا ہے اور نبی اکرم ﷺ اپنی حارش کے پاس آئے، تو فرمایا کہ اسے اپنی حارش میں سمجھتا ہوں کہ تم حرم کے باہر ہو گئے، پھر آپ نے ادھر ادھر دیکھا تو فرمایا نہیں! بلکہ تم حرم کے اندر ہو۔"

(بخاری شریف (عربی، اردو) صفحہ نمبر ۶۶۹ جلد اول طبع لاہور ۱۹۷۷ء)

محمد جبار اللہ السہودی فرماتے ہیں:

کنز الکرم، مولی النعم

ہادی الامم بشریعتہ

ذات گرامی (ﷺ) ہے خزانہ شرافت و سیر چشمی کا اور مالک و وارث ہے تمام نعمتوں کی اور آپ ساری امتوں کو اپنی شریعت کے ذریعے ہدایت دینے والے ہیں۔

(نقوش رسول نمبر ۲۳۹ جلد دوم طبع لاہور)

محدث دار قطنی (متوفی ۱۳۸۵ھ) ایک حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"لَقَدْ تَبَوَّأَ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ بِكَلْبِهِ عَلَى النَّبِيِّ الْمُخْتَارِ" (الموضوعات الکبریٰ صفحہ نمبر ۳۵)

حضرت فرید الدین عطار نیشاپوری (متوفی ۶۷۷ھ) فرماتے ہیں:

توئی سلطان مطلق در دو عالم !

کہ خط دا دند انس و جان و وحشی

(نقوش رسول نمبر صفحہ نمبر ۳۰۸ جلد دوم طبع لاہور)

سید شاہ سراج الدین سراج (متوفی ۶۷۳ھ) فرماتے ہیں:

حبیب خدا والی روزگار

دو عالم کی اقیم کا تاجدار

(نقوش رسول نمبر صفحہ نمبر ۳۸۴ جلد دوم طبع لاہور)

نظیر اکبر آبادی (متوفی ۱۸۳۰ء) فرماتے ہیں:

تم شاہ دنیا و دیں ہو یا محمد مصطفیٰ ﷺ

سرگودہ مسلمیں ہو یا محمد مصطفیٰ ﷺ

حاکم دین متین ہو یا محمد مصطفیٰ ﷺ

قبلہ اہل یقین ہو یا محمد مصطفیٰ ﷺ

رحمۃ للعالمین ہو یا محمد مصطفیٰ ﷺ

(نقوش رسول نمبر صفحہ نمبر ۳۹۳ جلد دوم طبع لاہور)

مولوی حکیم محمد علی مصصام غیر مقلد (وہابی) لکھتے ہیں:

اودہ بولدا دنگا سرور خلقی نہ لیاوندے

خلق عظیم صفت احمد عیار دی

جھوک حبیب والی سینے نوں شمار دی

(کلیات مصصام صفحہ نمبر ۵ طبع کشمیر یک ڈپریٹل آباد)

بقول امیر حمزہ کے، کیا قادری صاحب کی طرح مولوی مصصام وہابی رسول اللہ ﷺ

کو "اللہ کے اختیارات نبی ﷺ کو سونپ رہے ہیں کہ نہیں، کچھ مصصام کے بارے میں

بھی قلم کو جنبش دیں، جبکہ جرم دونوں کا ایک ہے۔

نیز اپنے چچا زاد بھائی مولوی اشرف علی تھانوی اور مولوی محمد قاسم بانی دارالعلوم

دیوبند کے متعلق بھی کچھ ارشاد فرمائیں۔ جو کہ حضور ﷺ کو مختار مان رہے ہیں۔

عاشقانِ نبی مختار و حجابِ حبیب پروردگار کی خدمت میں عرض رسا ہے کہ ایک مدت

سے بہت سے احباب کی فرمائش تھی کہ حضور پر نور ﷺ کے کچھ حالات قبل نبوت و بعد

نبوت کے صحیح روایات سے تحریر کئے جاویں..... الخ۔ (فتراطیب صفحہ نمبر ۱۸۱ کتب طبع کراچی)

علامہ وحید الزماں غیر مقلد کی تالیف کا نام ”نزل الابرار فی فضاء النبی المختار“۔

مولوی محمد قاسم (مقلد وہابی) ہابی دارالعلوم دیوبند لکھتا ہے:

فلک پہ عیسیٰ و اورلیں ہیں تو خیر سہی

زمیں پہ جلوہ نما ہیں محمد مختار

(قصائد قاسمی صفحہ نمبر ۵ طبع ملتان)

میں مدینے کی گلی کا کوئی کتا ہوتا

کاش ہوتا نہ میں انسان مدینے والے

(مغیلاں مدینہ صفحہ نمبر ۳۳)

قادری صاحب کا شعر نقل کرتے وقت امیر حمزہ کا داغ اس قدر مفلوج ہوا کہ شعر

کے پہلے مصرعہ سے لفظ ”ہوتا“ شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گئے، لکھتے ہیں:

میں مدینے کی گلی کا کوئی کتا..... (شاہراہ بہشت صفحہ نمبر ۱۰۶)

جبکہ مصرعہ یوں ہے:

میں مدینے کی گلی کا کوئی کتا ہوتا

حل لغات: مدینہ: وہ شہر جہاں پر حضور ﷺ نے ہجرت فرمائی اور ۱۰ سال مقیم

رہنے کے بعد رفیق اعلیٰ کی طرف لوٹ گئے۔ اور ائمہ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ فاطمہ

کے حجرہ مبارکہ میں مدفون ہوئے۔ کتا: سگ، کلب۔ انسان: بشر، آدمی۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر خوف خدا کا اس درجہ غلبہ تھا کہ ایک مرتبہ ایک چڑیا کو

درخت پر بیٹھے ہوئے دیکھا تو اس کو خطاب کر کے کہنے لگے۔ واہ واہ، اے چڑیا تو کتنی خوش

نصیب ہے۔ اے کاش! میں بھی تیرے جیسا ہوتا تو درخت پر بیٹھتی ہے پھل کھاتی ہے اور پھراڑ

جاتی ہے، تجھ سے نہ کوئی حساب ہے اور نہ کتاب، آہ کاش! میں ایک رہگور عام درخت ہوتا،

اونٹ وہاں سے گزرتا، مجھ کو پکڑتا، اپنا منہ مجھ میں مارتا، مجھ کو چباتا اور اس طرح میری حقیر کرتا

اور پھر بیٹگی کی صورت میں مجھ کو خارج کر دیتا۔ یہ سب کچھ ہوتا، مگر میں بشر نہ ہوتا۔

❖ منتخب کثر اعمال بر مسند امام احمد صفحہ نمبر ۳۶۱ جلد ۴ ❖

❖ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ از سعید احمد اکبر آبادی پروفیسر مسلم یونیورسٹی (اغلیا) طبع کراچی ❖

جس طرح اس عبارت سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر خوف الہی کا اظہار ثابت

ہوتا ہے، اسی طرح قادری صاحب کے شعر میں قرب حضور (ﷺ) کا اظہار پایا جاتا

ہے اور قرب محبوب کی لذتوں کو محبت ہی سمجھ سکتا ہے، جس سے فرقہ نجدیہ وہابیہ قالیہ نا آشنا

ہے۔ ظاہری الفاظ کو مد نظر رکھتے ہوئے اس شعر پر تنقید کرنا سراسر جہالت ہے۔

مولوی عبدالسلام مبارکپوری غیر مقلد وہابی لکھتا ہے:

من نہ ہمیں مدح سرائے شہم

شاہ جہانم کہ سب در گہم

(سیرۃ بخاری از عبدالسلام مبارکپوری صفحہ نمبر ۲۵، طبع فاروقی کتب خانہ ملتان ۱۹۸۸ء)

میں نہ صرف رسول اللہ ﷺ کا مدح سرا ہوں، میں شاہ جہان ہوں، کیونکہ میں

رسول اللہ (ﷺ) کی درگاہ کا کتا ہوں۔

نیز سنئے!

مولوی ابراہیم میر سیالکوٹی نے اپنی کتاب ”سراجا منیرا“ کے صفحات ۱۹، ۲۵ اور ۱۰۲

پر حضرت جابی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کیا ہے اور پھر ان کا یہ شعر لکھا ہے۔

تاب و صلت کار پا کاں، من ازیشاں ہستم

چوں سگانم جائے وہ، در سایہ دیوار خویش

صفحہ نمبر ۱۰۲ پر اپنے متعلق یوں لکھا ہے:

میں اس نسبت (سگ) سے بھی کم تر (چھوٹا کتا) نسبت والا ہوں۔

خدا کیلئے اب تو حقارت آمیزی، توہینی اور تحقیری انداز فکر اپنانا چھوڑ دیں۔ ابھی

توبہ کا دروازہ کھلا ہے، کل بروز محشر رب کبریٰ کو کیا جواب دو گے؟

مولانا احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ اور مولانا محمد الیاس قادری مدظلہ پر تو جارحانہ حملے

کرتے ہو، ذرا درج ذیل افراد قدسیہ کے متعلق بھی لب کشائی فرمائیں اور قلم کو حرکت

دیں تاکہ آپ کی حقیقت پسندی، اور حقانیت کھل کر عوام الناس کے سامنے آسکے۔

مولانا عبدالرحمن جامی (متوفی ۸۹۸ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سکت را کاش جائی نام بودے
کہ آمد برزبانہ گاہے گاہے
تاب و صلت کارپا کاں، من ازیشاں میستم
چوں سگام جائے وہ، در سایہ دیوار خویش

عمر رضا کمالہ لکھتے ہیں:

عبدالرحمن بن احمد بن محمد الشیرازی بالجای نورالدین ابوالبرکات عالم شارک فی
العلوم العقلیہ والفقہیہ الخ (مجموع المؤلفین صفحہ نمبر ۱۲۲ جلد ۵ طبع بیروت)

مولانا عبدالحی کھنوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

لم یات فی سرقندہ مقام بناؤہ مثل عبدالرحمن الجای فی جودۃ الطبع۔ الخ

(فوائد البیہ فی تراجم الفقہ صفحہ نمبر ۸ طبع کراچی)

اسماعیل پاشا بغدادی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

نورالدین الجای شیخ الاسلام الہروی الادیب الصوفی الخ۔

(ہدیۃ العارفین صفحہ نمبر ۵۳۳ جلد اول طبع بیروت)

مولانا فقیر محمد چلمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

آپ علوم ظاہری میں عالم فاضل تھے، ویسے ہی صوفی و ولی کامل ہوئے۔
۸۷۷ھ میں حج کیا اور دمشق و حلب وغیرہ بلا و شام میں پھرے جہاں کے علماء و فضلاء نے
آپ کی بڑی تعظیم و تکریم کی الخ (حدائق الفقہ صفحہ نمبر ۳۷ طبع لاہور)

خواجہ محمد سیف الدین (متوفی ۱۰۹۸ھ) بن خواجہ محمد معصوم سرہندی (متوفی ۱۰۷۹ھ)
بن حضرت مجدد الف ثانی (م ۱۰۳۵ھ) فرماتے ہیں:

من کیستم کے با تو دم دوستی زلم
چندیں سگان کوئے تو یک کمترین

(مقامات خیر، سوانح ابوالخیر شاہ دہلوی مرتبہ ابوالحسن زید فاروقی)

صاحب حدائق الفقہ لکھتے ہیں:

خواجہ محمد سیف الدین: عالم، فاضل جامع علوم عقلیہ و نقلیہ، صاحب کمالات
ظاہری و باطنی و کرامات الخ (حدائق الفقہ صفحہ نمبر ۳۳۲)

صاحب علمائے ہند کا شاندار ماضی لکھتے ہیں:

آپ کے عم محترم محمد سعید رحمہ اللہ نے آپ کی ولادت کے وقت ہاتھ کی بشارت
سنی، سلام علیہ یوم ولاد یوم یسوت و یوم یحی۔ حافظہ آپ کا نہایت قوی تھا، دماغ
سچیدہ، طبیعت سلیس، صلاحیت اور استعداد اعلیٰ، فطرت نہایت سلیم، انتہائیہ کہ گیارہ سال
کی عمر میں والد ماجد نے ”فتا قلب“ کی بشارت دی۔ علوم ظاہری میں کمال حاصل تھا۔

(علمائے ہند کا شاندار ماضی، صفحہ نمبر ۳۰۲ جلد اول طبع کراچی ۱۳۱۲ھ)

آرزو دارم کہ برخاک درش چوں اوحدی!

جان و دل پیش سگ آں و بر با سازم خدا

(دیوان اوحدی صفحہ نمبر ۱۴ فارسی)

آپ کی عظمت کیلئے انتہائی کافی ہے کہ آپ پنجاب کے مشہور صوفی بزرگ خواجہ
خواجگان حضرت خواجہ غلام فرید (متوفی ۱۳۱۹ھ) کے پیر و مرشد ہیں۔

سید محمد اکرام الدین بخاری خلیفہ مجاز مولانا شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی (متوفی
۱۳۱۲ھ) رحمہ اللہ:

سگ درگاہ جیلاں مجھ کو حق کردے تو شاہوں سے

کہوں دنیا کے کوتا بادشاہت اس کو کہتے ہیں

(تذکرہ اکابر اہل سنت از علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری صفحہ نمبر ۷ طبع لاہور ۱۹۷۶ء)

مولانا شاہ بخش چشتی نظامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ایں سگ سگان خویش را کمتر گرا دل ریش را

بہ تو از ہر دم با عطا بالفقہائے بے کراں

(خواجہ محمد شاہ بخش، شخصیت اور شاعری صفحہ نمبر ۶۳ طبع خانیوال ۱۹۹۸ء)

امیر حمزہ کے چچا زاد بھائی مولوی محمد قاسم بانی دارالعلوم دیوبند مقلد وہابی لکھتے ہیں

امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی ہے یہ
کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شمار
جیوں تو ساتھ سگانِ حرم کے تیرے پھروں
مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو مرغ و مار
جو یہ نصیب نہ ہو اور کہاں نصیب میرے
کہ میں ہوں اور سگانِ حرم کی تیرے قطار

(قصائد قاسمی صفحہ نمبر ۸ طبع ملتان)

رب کائنات ارشاد فرماتا ہے:

”کَالِهَن بِيضُ مَكُون“ (سورۃ صافات آیت نمبر ۴۹)۔

ترجمہ: ”گویا کہ وہ (حوریں) پوشیدہ اٹھ رہی ہیں۔“

مندرجہ بالا آیت میں حوروں کو جو اٹھوں سے تشبیہ دی گئی ہے اس سے فقط ان کا حسن ظاہری بیان کرنا مقصود ہے نہ کہ وہ حوریں اٹھ رہی ہیں۔

حضور پر نور ﷺ نے واقعہ معراج بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”كَمْ رَفَعْتُ اِلَى سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى لِاِذَا بَقِيَهَا مِثْلُ قِلَاقِلٍ هَجَرَ“..... الخ

(مشکوٰۃ شریف باب فی المعراج پہلی فصل (عربی، اردو) صفحہ نمبر ۱۵۵ جلد ۳ طبع لاہور)

ترجمہ: ”پھر میں سدرۃ المنتہی کی طرف لے جایا گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ اس کے ہیر جگر شہر کے منکوں کی مانند ہیں۔“

اس حدیث مبارک میں بیروں کو شہرِ حجر کے منکوں سے تشبیہ دینا فقط بیروں کی جماعت بیان کرنا مقصود ہے نہ کہ جگر شہر کے منکے ہیر بن گئے۔

علامہ ذہبی: حضرت معاذ بن جبل بن عمرو بن اوس رضی اللہ عنہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

”قال ابن مسعود: كنا نشبه معاذًا بآبراهيم الخليل عليه السلام، كان امة

قانتا لله حنيفًا“۔ (تذکرۃ الحفاظ صفحہ نمبر ۱۹ جلد اول طبع احیاء التراث العربی)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم معاذ رضی اللہ عنہ کو ابراہیم خلیل اللہ (علیہ السلام) سے تشبیہ دیا کرتے تھے، کان امة قانتا لله حنيفًا۔“

تو کیا؟ تشبیہ دینے سے حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے مرتبہ پر فائز ہو جائیں گے۔ نہیں نہیں، یہ ناممکن ہے۔

علامہ ذہبی (م ۷۴۸ھ) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں

”قال ابو البختري سائلنا عليا عن ابي موسى قال: صبغ في العلم

صبغة ثم خرج منه“۔ (تذکرۃ الحفاظ صفحہ نمبر ۲۳ جلد اول)

ترجمہ: ”ابو البختري کہتے ہیں ہم نے ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ابو موسیٰ

اشعری کے متعلق پوچھا تو فرمایا: جس طرح کپڑے کو رنگ میں ڈبو کر نکالا جاتا ہے انہیں علم میں ڈبو کر نکالا گیا ہے۔“

یہاں تشبیہ سے مراد حضرت ابو موسیٰ اشعری کو ایک تجر عالم ثابت کرنا مقصود ہے۔

اس لئے علماء نے لکھا ہے:

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تشبیہ اور استعارہ سے مشبہ اور مشبہ بہ سے برابری سمجھنا پرلے درجے کی حماقت

(بیوقوفی) ہے۔ (تحدیثا مشربہ (فارسی) صفحہ نمبر ۲۱۳ طبع رابع لاہور ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۲ء)

حافظ ابن قیم جوزی (متوفی ۷۵۱ھ) لکھتے ہیں:

”انه لا يلزم من تشبيه الشئ بالشئ مساواته له“۔

(النار المہج صفحہ نمبر ۴ طبع بیروت)

کاش! دشتِ طیبہ میں بھگ کے مرجاتا

پھر سگانِ طیبہ کا بن نوالہ تر ہو جاتا

حل لغات: دشت: جنگل۔ طیبہ: مدینہ منورہ۔ بھگ کر: بھول کر۔ سگانِ طیبہ:

مدینہ منورہ کے کتے۔ نوالہ: لقمہ۔

مولانا محمد الیاس قادری مدظلہ فرماتے ہیں، کاش! میں مدینہ منورہ کے جنگل میں

راستہ بھول جاتا اور اسی پریشان کے عالم میں مجھے موت آ جاتی، اور میں طیبہ کے کتوں کا نوالہ ہو جاتا (یعنی وہ مجھ کو کھا جاتے)۔

اس شعر میں حبِ مدینہ کا اظہار کرنا مقصود ہے جس کو فرقہ و ہابیہ سمجھنے سے قاصر ہے کیونکہ محبت کے دستور ہی نرالے ہیں۔

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۵۰۵ھ) فرماتے ہیں:

کہ جو شخص محبت کا پیالہ پی لیتا ہے وہ مخمور ہو جاتا ہے..... الخ

(احیاء علوم الدین جلد ۳، بحوالہ فضائل حج از مولوی محمد زکریا صفحہ نمبر ۲۸)

پروفیسر ابو بکر غزالی (غیر مقلد) لکھتے ہیں:

جس نے عشق کی سوزش کا مزہ نہیں چکھا وہ محبت کی ان کیفیتوں کو کیا جانے؟

من لم یذق حرق الہوی

لم یدر ما جہد البلاء

(ابتداءً ایہ اولیائے بہادور پور صفحہ نمبر ۱۳ طبع لاہور ۱۹۸۳ء)

مولوی محمد قاسم بانی دارالعلوم دیوبند (مقلد وہابی) لکھتے ہیں:

جیوں تو ساتھ سگانِ حرم کے تیرے پھروں

مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو مرغ و مار

(قصائد قاسمی صفحہ نمبر ۸ طبع ملتان)

اسی شعر میں مولوی محمد قاسم خواہش ظاہر کرتے ہیں کہ اگر میں جیوں تو مدینہ منورہ کے کتوں کے ساتھ پھروں کیونکہ ان کو میرے محبوب کے شہر سے نسبت ہے اور اگر مرجاؤں تو مدینہ منورہ کے مرغ اور سانپ مجھ کو کھا جائیں۔

مولوی محمد قاسم نے قصیدہ بہار یہ ۱۳۰۹ھ میں لکھا تھا جس کا ایک شعر نقل کیا گیا ہے۔ قصیدہ مذکور کو لکھے ہوئے تقریباً ۱۱۶ سال گزر چکے ہیں مگر آج تک کسی مقلد یا غیر مقلد وہابی نے اس شعر پر تنقید و تشفیغ نہیں کی۔ (ہاتوا برہانکم ان کتتم صادقین)

قادری صاحب اور مولوی محمد قاسم (مقلد وہابی) کے شعر کا ایک ہی مفہوم ہے۔ مگر

امیر حمزہ نے مولوی محمد قاسم کے شعر پر کوئی جرح نہیں۔ آخر کیوں.....؟ اس معرکہ کو ہموں ہی حل کریں گے۔ کیا! قادری صاحب اور مولوی محمد قاسم کیلئے شریعت محمدیہ کا الگ الگ حکم ہے جبکہ دونوں کا جرم ایک ہی ہے۔

اعتراض

امیر حمزہ درج ذیل عنوان کے تحت لکھتا ہے:

روٹیوں، بوٹیوں، تھالیوں، کتوں اور گدھوں کو سلام

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور وہ وہی سلام ہے کہ نماز کے تشہد میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیجنے کا حکم ہے یہ الفاظ نبی نے خود سکھا دیئے اسی طرح درود ابراہیمی بھی سکھا دیا گیا۔ یہ سب مسنون صلوٰۃ و سلام قرآن و حدیث میں سکھا دیئے گئے۔ یہ بھی بتا دیا گیا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آئے تو صلی اللہ علیہ وسلم کہنا چاہیے۔ مگر یار لوگوں نے مسنون صلوٰۃ و سلام چھوڑ کر کتنے ہی من گھڑت اور جعلی درود ایجاد کر لئے۔ امیر رضا بریلوی نے اپنا سلام ایجاد کیا۔ اور اب الیاس قادری صاحب جو کہ بریلوی حضرات کی نئی جماعت ”دعوتِ اسلامی“ کے سرپرست ہیں، نے ایک تازہ نیا سلام ایجاد کیا ہے جو کہ حد درجہ مضحکہ خیز ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کی آڑ میں آپ کے ادب کو بڑے مزاحیہ انداز میں بیان کرنے کی جسارت کی گئی ہے..... اس کے بعد ”مغیلان مدینہ“ سے چند اشعار نقل کئے ہیں۔ (جن میں تفصیل طور پر مدینہ منورہ کی ہر شئی پر سلامتی کی دعا کی گئی ہے)۔ (شاہراہِ بہشت صفحہ نمبر ۱۰۹-۱۱۰)

جواب

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اہلسنت نماز میں رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے الفاظ ہی میں درود و سلام بھیجتے ہیں۔

مولانا امجد علی رضوی (خلیفہ مجاز مولانا احمد رضا خان بریلوی نور اللہ مرقدہ) لکھتے

ہیں: التَّحِيَّاتُ مِثْلُ ذَٰلِكَ الْفَاطِطُ پڑھے جائیں۔

”اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوٰتُ وَالطَّیِّبٰتُ اَکْسَلَامٌ عَلَیْکَ اَیُّہَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَکْسَلَامٌ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ“..... ارح

(بہار شریعت صفحہ نمبر ۱۸۹ جلد اول طبع لاہور)

اور یہی الفاظ تشہید میں پڑھنا رسول اللہ ﷺ سے منقول ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو یوں کہے:

”اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوٰتُ وَالطَّیِّبٰتُ اَکْسَلَامٌ عَلَیْکَ اَیُّہَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَکْسَلَامٌ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ“..... ارح

(بخاری شریف صفحہ نمبر ۳۲۵ جلد اول طبع لاہور ۱۹۷۷ء، مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب التَّحْمِیدُ پہلی فصل)

نیز درودِ ابراہیمی ہی نماز میں پڑھنا ضروری سمجھتے ہیں دیکھیے بہار شریعت صفحہ نمبر ۱۸۹ جلد اول طبع لاہور۔

محدث کوٹلوی مولانا محمد شریف رحمہ اللہ (خلیفہ مجاز مولانا احمد رضا بریلوی نور اللہ مرقدہ) لکھتے ہیں۔ لیکن نماز والا درود شریف پڑھنے سے درود کی تعمیل تو ہوگی، لیکن سلام رہ گیا، سلام کے حکم کی تعمیل نہ ہوئی۔ اس لئے نماز والا درود (یعنی درودِ ابراہیمی) نماز میں پڑھنا افضل ہے۔ (دلائل المسائل طبع لاہور از مولانا محمد شریف کوٹلوی قدس سرہ)

درودِ ابراہیمی

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰہِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰہِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰہِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰہِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

(بخاری صفحہ نمبر ۹۳۰ جلد ۲، مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ وعلیٰ آلہ وعلیٰ اصحابہ پہلی فصل صفحہ نمبر ۸۶ جلد اول)

علامہ شوکانی غیر مقلد (متوفی ۱۲۵۰ھ) کا فیصلہ

(حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں) اس حدیث میں نبی پاک ﷺ پر درود

ابراہیمی پڑھنے کو نماز کے ساتھ مقید کیا گیا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ روایت کردہ درود ابراہیمی نماز ہی سے خاص ہے۔ ارح (تحفۃ الذاکرین از شوکانی صفحہ نمبر ۱۱ طبع بیروت) امیر حمزہ: یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جب آپ ﷺ کا نام آئے تو ﷺ کہنا چاہیے۔

(شاہراہِ بہشت صفحہ نمبر ۱۰۹)

﴿جواب﴾

حدیث مبارکہ میں فقط آپ کا نام مبارک سن کر درود شریف پڑھنے کا ذکر ہے اب کون سا درود شریف پڑھا جائے یہ منقول نہیں۔ اور امیر حمزہ کا یہ کہنا کہ یہ بھی بتادیا گیا ہے کہ جب آپ کا نام آئے تو صلی اللہ علیہ والہ وسلم کہنا چاہیے۔ درود پاک کے یہ الفاظ کسی حدیث سے ثابت نہیں اور رسول اللہ ﷺ کی طرف ان کی نسبت کرنا کذب بیانی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”مَنْ يَقُلْ عَلٰی نَأْمِ اَقْلٍ فَلْيَتَجَبَّوْا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ“۔ (بخاری کتاب العلم باب العلم من کذب علی النبی ﷺ صفحہ نمبر ۱۱ جلد اول طبع لاہور ۱۹۷۷ء)

ترجمہ: ”جو کوئی میری نسبت وہ بات بیان کرے جو میں نے بیان نہیں کی تو اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ آگ میں تلاش کرے۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”لَا تُكْذِبُوا عَلٰی لَآئِنَہٗ مَنْ كَذَبَ عَلٰی فَلْيُجْلِجْ النَّارَ“۔

(بخاری کتاب العلم باب العلم من کذب علی النبی ﷺ صفحہ نمبر ۱۳۲ جلد اول طبع لاہور ۱۹۷۷ء)

ترجمہ: ”میرے اوپر جھوٹ نہ بولا، کیونکہ جو شخص مجھ پر جھوٹ بولے، اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔“

بلکہ یہ درود شریف (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) فقہاء و محدثین کی اختراع ہے۔ اگر امیر حمزہ اور اس کے حواری خط کشیدہ الفاظ درود کسی حدیث سے ثابت کر دیں تو انعام حاصل کریں۔

اب ہم چند احادیث مبارکہ نقل کرتے ہیں جن میں آپ کا نام نامی سن کر آپ کی ذات اقدس (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) پر درود شریف پڑھنے کا حکم ہے اور درود شریف کے

رسول اللہ ﷺ کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا: ائین (صحابہ کرام) نے عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ) آپ نے ائین کس پر کہا؟ آپ نے فرمایا، جبریل علیہ السلام نے کہا: من ذكرت عنده فلم يصل عليك فابعده الله فقلت ائین۔ جس کے سامنے آپ کا ذکر کیا جائے اور آپ پر درود نہ پڑھے اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کر دے، میں نے کہا ائین (رواہ ابن حبان واطبرانی)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور فرمایا بد بخت ہے وہ شخص یا فرمایا برباد ہو وہ شخص جس کے سامنے آپ کا ذکر ہو اور وہ آپ کی ذات مبارکہ پر درود نہ بھیجے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے وہ بد بخت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور اس نے مجھ پر درود پڑھنا چھوڑ دیا تو اس نے جنت کا راستہ چھوڑ دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

یہ جفا ہے کہ میں کسی کے سامنے یاد کیا جاؤں اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا وہ آگ میں داخل ہو (یہ تمام احادیث کتاب "القول البدیع" راز امام شمس الدین سخاوی (۹۰۲ھ) صفحہ نمبر ۲۳۹ تا ۲۵۹ طبع لاہور ۱۹۹۸ء) سے نقل کی گئی ہیں۔

امیر حمزہ: یار لوگوں نے مسنون صلوٰۃ و سلام چھوڑ کر کتنے ہی من گھڑت اور جعلی درود ایجاد کر لئے۔ احمد رضا نے اپنا اسلام ایجاد کیا، اور اب الیاس قادری صاحب جو کہ بریلوی حضرات کی غنی جماعت "دعوت اسلامی" کے سرپرست ہیں ایک نیا تازہ سلام

ایجاد کیا، جو کہ حد درجہ مضحکہ خیز ہے۔ نبی ﷺ پر سلام کی آڑ میں آپ کے ادب کو بڑے مزاحیہ انداز میں بیان کرنے کی جسارت کی ہے..... الخ

﴿جواب﴾

قرآن کریم میں مطلق درود شریف پڑھنے کا حکم ہوا ہے۔ احادیث شریفہ میں بھی مطلق درود شریف پڑھنے کی فضیلت آئی ہے۔ اس لئے درود شریف کا کوئی بھی صیغہ ہو سب کے پڑھنے والا فضیلت کا مستحق ہو جائے گا۔ اگرچہ بعض صیغے بسبب ماثورہ ہونے یا بسبب احسن ہونے کے ایک دوسرے سے افضل ہوں۔ جس طرح قرآن کریم کی بعض آیات بہ نسبت بعض کے ثواب میں افضل ہیں، لیکن مطلق فضیلت میں یکساں ہیں اگر یہ بات ہوتی کہ جو درود شریف جناب رسالت مآب ﷺ نے تعلیم فرمایا ہے اس کے سوا کسی دوسرے درود شریف پڑھنے میں فضیلت نہیں تو صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور آئمہ مجتہدین علیہم الرحمۃ ہرگز درود نئے الفاظ اور نئی عبارت میں نہ پڑھتے اور نہ ہی لکھتے حالانکہ صحابہ کرام سے درود شریف کے کئی الفاظ صحیح مروی ہیں۔ جو حضور ﷺ کے الفاظ نہیں۔ اسی طرح تابعین و تبع تابعین اور آئمہ مجتہدین سے ایسے درود مروی ہیں جن کے الفاظ رسول کریم ﷺ سے ثابت نہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ درود شریف کوئی بھی پڑھا جائے فضیلت ضرور ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ السلام فرماتے ہیں:

سدی (م ۱۲۷ھ) جو علمائے تفسیر سے ہیں صحابہ وغیرہ کی ایک جماعت سے نقل کرتے ہیں کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے قوت بیان عطا فرمائیں اور وہ شخص اس قوت سے صلوٰۃ و سلام فصیح لفظوں سے ادا کرے تو وہ شخص اس حکم کا فرمانبردار سمجھا جائے گا (اذا ملین علی فاحسنوا الصلوٰۃ یعنی جب درود پڑھو مجھ پر تو عمدہ درود شریف پڑھو)۔

﴿جذب القلوب الی ديار المحبوب صفحہ نمبر ۲۸۲ مطبوعہ کراچی﴾

صحابہ کرام، تابعین اور اولیاء کرام کے خود ساختہ درود شریف
امیر حمزہ خاموشی کیوں؟

خلیفہ چہارم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا خود ساختہ درود

ان الله وملائكته يصلون على النبي الایة
”اللهم ربنا لبيك وسعديك صلوة الله ابراهيم والملائكة المقربين
والشهداء والصالحين وماسبح لك من شئ يا رب العالمين على محمد
ابن عبد الله خاتم النبيين وسيد المرسلين و امام المتقين و رسول رب
العالمين الشاهد البشير الداعي اليك باذنك السراج المنير و عليه
السلام“

﴿الشفاء﴾ (اردو) حصہ دوم صفحہ نمبر ۹۲ طبع لاہور از قاضی عیاض اعلمی ۵۵۳۳ھ

﴿مدارج النبوة﴾ از شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۰۵۲ھ) صفحہ نمبر ۷۰۶ جلد ۲

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا خود ساختہ درود

”اللهم اجعل صلواتك وبركاتك ورحمتك على سيد المرسلين و
امام المتقين و خاتم النبيين محمد عبدك ورسولك امام الخير ورسول
الرحمة، اللهم ابغضه مقاماً محموداً يغبطه في الاولون
والاخرين“۔ (الشفاء صفحہ نمبر ۹۰ جلد ۱ طبع لاہور)

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا خود ساختہ درود

”اللهم صلى على محمد وعلى آل محمد سيد العرب والعجم
المبعوث على كافة الامم و صل يا رب آل محمد برحمتك يا ارحم
الراحمين“۔ (جواہر الاولیاء صفحہ نمبر ۲۸۳ طبع اسلام آباد ۱۹۷۷ء تالیف سید یاقوت بن سید عثمان بخاری)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا خود ساختہ درود

”اللهم صلى على محمد عبدك ورسولك“ (الشفاء صفحہ نمبر ۹۰ جلد ۱ طبع لاہور)

حضرت امام حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کا خود ساختہ درود

”اللهم صلى على محمد النبي الامى وآله وسلم“

(جواہر الاولیاء صفحہ نمبر ۲۶۶ طبع اسلام آباد ۱۹۷۷ء)

حضرت امام زین العابدین بن امام حسین رضی اللہ عنہ کا خود ساختہ درود

”اللهم صلى على محمد في الاولين و صل على محمد في
الاخرين و صلى على محمد الى يوم الدين“۔

(القول البدیع از علامہ فتاویٰ (۹۰۲ھ) صفحہ نمبر ۵۰)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا خود ساختہ درود

”اللهم تقبل شفاعة محمد الكبرى و ارفع درجته العلیاء و اعطه
سؤلہ فی الآخرة والاولىٰ کما اتيت ابراهيم و موسى“ (استادہ حیدر قوی صبح)

(القول البدیع صفحہ نمبر ۳۶)

حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کا خود ساختہ درود

”اللهم صلى على محمد وعلى آلہ اصحابہ اولادہ وازواجه ذریئہ و اهل
بیتہ و اصهارہ و انصارہ و اشباعہ مجیبہ و امتہ معهم اجمعین“۔

﴿الشفاء صفحہ نمبر ۹۳ حصہ دوم القول البدیع صفحہ نمبر ۲۷﴾

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا خود ساختہ درود

”اللهم صل على ابدا الفضل صلواتك على سيدنا محمد عبدك
و رسولك النبي الامى وآله وسلم“۔ (جواہر الاولیاء صفحہ نمبر ۲۷۷)

حضرت سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا خود ساختہ درود

”اللهم صل وسلم على حبيبك و قريبك و نبيك و مظهر ربوبيتك
و مثال حضرتك و تمثال قدرتك روح القدس معطى الحياة و الفضيلة
بامرك بكثير العوالم مفيض نواطق النفوس صاحب الظفر و التعالىٰ
شموس نورك“۔ (جذب القلوب الی ديار المحبوب صفحہ نمبر ۲۸۵ طبع کراچی)

”صلی اللہ علیہ وسلم و علی الہ وصحبہ صلوٰۃ تکون عن النار نعم الجنة وسلم و شرف و کرم۔“

(بتان لکھنؤ نمبر ۱۹ طبع کراچی از شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی (۱۲۳۹ھ) (جلد ۱)

محدث لکن الامام تقی الدین عسقلانی (متوفی ۷۴۵ھ) (جلد ۱) کا خود ساختہ درود

”صلی اللہ علیہ و علی الہ و صحبہ الاتقیاء البررة صلوٰۃ ہی لنا فی القیامۃ مدخر قوسلم تسلیم کثیرا و شرف محمد و عظم و کرم۔“

(بتان لکھنؤ نمبر ۱۵ طبع کراچی)

محدث ابو نعیم عبدالقاسم بن زہیر بن طاہر اشعاش (۵۵۰ھ) (جلد ۱) کا خود ساختہ درود

”الصلوٰۃ والسلام علی المفضل علی جمیع خلقہ محمد والہ الطہیین و صحبہ الطاہرین۔“ (بتان لکھنؤ نمبر ۱۳ طبع کراچی)

محدث جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ) (جلد ۱) کا خود ساختہ درود

”صلی اللہ علی من لا نبی بعدہ سیدنا محمد والہ وصحبہ وسلم کلما ذکر الذاکرون وغفل عن ذکر الغافلون“

(الاتقان فی علوم القرآن از سیوطی نمبر ۲۰۶ جلد ۲ طبع مصر)

صاحب نجم اسماعیل (محدث) (جلد ۱) کا خود ساختہ درود

”و صلی اللہ علی نبیہ محمد نبی الرحمة او الرسالۃ و علی الہ وسلم کثیرا۔“ (بتان لکھنؤ نمبر ۱۹ طبع کراچی)

حضرت سید محمد رفائی (محدث) (جلد ۱) کا خود ساختہ درود

”اللہم صل وسلم عن سیدنا محمد بن النبی الذی جمعت بہ شحات النفوس و نیک الذی جلات بہ ظلام القلوب و حبیب الذی اخترتہ علی کل حبیب۔“ (شاہ ابوالاعلیٰ نمبر ۲۸۲)

حضرت امام شافعی (جلد ۱) کا خود ساختہ درود اور اس کی غنیمت

عبداللہ بن حکم کہتے ہیں، میں نے خواب میں شافعی (جلد ۱) کو دیکھا۔ پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا: مجھ پر رحم کیا اور مجھے بخش دیا اور مجھے بہشت کیلئے یوں آراستہ بنایا جیسے عروس (دلہن) کو آراستہ کیا جاتا ہے اور میرے اوپر یوں نچھاور کیا جیسے دلہن پر کیا کرتے ہیں، میں نے کہا کہ آپ کو یہ وجہ کیسے ملا؟ کہا کہ ”کتاب الرسالۃ“ میں جو درود نبی (جلد ۱) پر لکھا ہے اس کا عوض یہ ہے۔ میں نے پوچھا وہ کیوں کر ہے فرمایا وہ الفاظ یہ ہیں:

”صل اللہ علی محمد عدد ماذکرہ الذاکرون وعدد ماغفل عن ذکرہ الغافلین۔“ (جلد ۱)

﴿اتقول یا ربی، مؤنبر ۲۵۳ طبع یا کوٹ﴾

﴿جلال الانعام از لکن قیم مؤنبر ۲۳۸ طبع لاہور ۱۹۷۷ء﴾

﴿جذب القلوب از شیخ عبدالحق محدث دہلوی مؤنبر ۷۷ طبع کراچی﴾

علامہ محدث طبرانی (جلد ۱) کا خود ساختہ درود شریف اور اس کی غنیمت
شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اس درود شریف کو محدث طبرانی نے خود انشاء کیا ہے یعنی یہ درود ان کا خود ساختہ درود ہے۔

”اللہم لك الحمد بعد و من حمدك و لك الحمد بعد و من لم یحمدك و لك الحمد کما تحب ان تحمد اللہم صل علی محمد بعد و من صل علیہ و صل علی محمد و من لم یصل علیہ و صل علی محمد کما تحب ان نصلی علیہ۔“

علامہ طبرانی (جلد ۱) فرماتے ہیں: ان الفاظ درود پاک کو انہوں نے خواب میں نبی کریم (جلد ۱) کے سامنے پڑھا۔ حضور (جلد ۱) نے اس درود پاک کو سن کر تبسم فرمایا، حتیٰ کہ آپ کچلیاں کل گئیں اور آپ کے ثنایا مبارک سے نور ظاہر ہونے لگا۔

(جذب القلوب از شیخ عبدالحق مؤنبر ۲۸۳ طبع کراچی)

ایک خود ساختہ درود شریف اور اس کی غنیمت

”اللهم صل على محمد وعلى آل محمد صلاة انت لها اهل و
 هو اهل و بارك وسلم“۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اس درود پاک کو حسن قبول اور
 شرف قبولیت حاصل ہے۔ ایک بزرگ مدینہ منورہ میں زیارت کیلئے حاضر ہوئے اور
 اپنی مدت اقامت میں انہوں نے اس درود پاک کا درود رکھا۔ جب مدینہ منورہ سے
 رخصت ہونے لگے تو حضور ﷺ نے ان سے (خواب میں) فرمایا کہ چند دن تم یہاں
 اور ٹھہرو، کیونکہ تمہارا درود پڑھنا ہمیں بہت پسند آیا ہے۔

(جذب القلوب الی دیار الحبوب صفحہ نمبر ۲۸۵ طبع کراچی)

حضرت شاہ عبدالرحیم فاروقی (متوفی ۱۱۳۱ھ) کا خود ساختہ درود

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (متوفی ۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں:

”امرونی سیدی الوالد بھذہ من الصلوۃ عن النبی صلی اللہ علیہ
 وسلم: اللهم صل على محمد ن النبی الامی والہ وبارک وسلم، قال
 قرأها فی المنام علی النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم فاسحناها“۔

(در الثمین فی مہرات التبی الاثنین صفحہ نمبر ۱۳۵ از شاہ ولی اللہ طبع لائل پور ۱۹۷۷ء)
 ترجمہ: ”والد محترم نے مجھے حکم دیا کہ درود شریف اس صیغہ سے پڑھا کرو: اللهم

صل علی محمد النبی الامی والہ وبارک وسلم، میرے والد گرامی نے فرمایا
 کہ یہ درود شریف میں نے خواب میں پڑھا تو حضور ﷺ نے اس کو پسند فرمایا۔“

حضرت شبلی رحمہ اللہ کا خود ساختہ درود اور اس کی فضیلت

ابوبکر محمد بن عمر سے روایت ہے کہ میں ابوبکر بن مجاہد کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ شبلی
 آئے، ابوبکر کھڑے ہو گئے۔ معافہ کیا اور پیشانی پر بوسہ دیا۔ میں نے کہا اے میرے
 سردار آپ شبلی کے ساتھ یہ سلوک کرتے ہیں، حالانکہ آپ اور تمام بغداد کے باشندے
 خیال کرتے ہیں کہ وہ دیوانہ ہے، کہا میں نے اس کے ساتھ وہ کیا جو نبی ﷺ نے کیا تھا۔
 میں نے خواب میں دیکھا کہ شبلی رسول اللہ ﷺ کے سامنے آئے آپ نے ان کی پیشانی

شاہراہ اہلسنت بحواب شاہراہ بہشت

کو بوسہ دیا۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! آپ شبلی کے ساتھ ایسی عنایت فرماتے
 اور فرمایا: یہ ہر نماز کے بعد لَقَدْ جَاءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ..... آخر تک پڑھتا
 ہے اور پھر درود مجھ پر پڑھتا ہے۔ دوسری روایت میں ہے، کہا اس نے کوئی فرض نماز
 نہیں پڑھی لیکن اس کے آخر میں لَقَدْ جَاءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ..... آخر تک
 پڑھا اور تین بار صلی اللہ علیک یا محمد (ﷺ) پڑھا۔ ابوبکر محمد بن عمر کہتے ہیں کہ میں پھر شبلی
 کے پاس گیا اور پوچھا نماز کے بعد کیا ذکر کرتے ہو تو انہوں نے ایسے ہی بیان کیا۔

(علامہ امام از حافظ ابن قیم رحمہ اللہ ج ۲ ص ۵۱۴) مترجم طبع لاہور ۱۹۷۷ء، صفحہ نمبر ۲۵۸، درود ترجمہ مولوی محمد سلیمان منصور پوری

محمد شین کرام کا خود ساختہ درود شریف

(۱)۔ امام بخاری رحمہ اللہ (متوفی ۲۵۶ھ)۔

(۲)۔ امام مسلم رحمہ اللہ (متوفی ۲۶۱ھ)۔

(۳)۔ امام ترمذی رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۹ھ)۔

(۴)۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۵ھ)۔

(۵)۔ امام ابن ماجہ رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۳ھ)۔

(۶)۔ امام نسائی رحمہ اللہ (متوفی ۳۰۳ھ)۔

دو دیگر محدثین کرام کا طریقہ کار ہے کہ وہ حدیث رسول نقل کرتے وقت حضور سید
 عالم ﷺ کے اسماء گرامی کے ساتھ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھتے ہیں۔ یہ درود و سلام نبی
 کریم ﷺ سے ثابت نہیں، بلکہ یہ محدثین کا خود ساختہ درود ہے۔

درود و سلام ”صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم“ کی فضیلت

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ اپنی کتاب ”جمع الجوامع“ کے دیباچہ میں
 لکھتے ہیں کہ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حفص بن عبد اللہ سے روایت کی کہ میں نے
 ابو زرعہ (محدث) کو ان کی موت کے بعد خواب میں دیکھا کہ وہ آسمان دنیا پر فرشتوں کی
 امامت کر رہے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ تم کو یہ رتبہ کس عمل سے ملا؟ تو انہوں نے فرمایا:

کہ میں نے اپنے ہاتھ سے ہزار ہا حدیث لکھی ہیں اور میں نے ہر حدیث میں ”س
النبی ﷺ“ کہا تھا اور حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے ”من صل علی صلاة صلی اللہ
علیہ عشرًا“۔ (جذب القلوب الی دیار الحبیب صفحہ نمبر ۲۶۹ طبع کراچی)

حضرت حسن بن محمد رحمہ اللہ نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا فرمایا
اے ابوعلی! کاش تو دیکھ لے کہ جو صلوٰۃ ہم نے نبی ﷺ پر اپنی کتاب میں لکھی تھی وہ
ہمارے آگے کیسی روشن اور نورانی ہو رہی ہے۔ (جلاء الانہام ج ۱، ابن قیم جزوی صفحہ نمبر ۲۲۷ طبع لاہور ۱۹۷۷ء)

حضرت ابو الحسن بن علی میمونؒ کہتے ہیں:

کہ میں نے شیخ ابوعلی حسن بن عیینہ رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا ان کی ہاتھوں کی
انگلیوں پر کوئی چیز سبز یا زعفران سے لکھی ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا کہ استاذ! میں آپ کی
انگلیوں میں ایک شیخ تحریر دیکھتا ہوں، یہ کیا ہے؟

فرمایا اے لڑکے یہ طفیل ہے حدیث رسول صلی اللہ علیہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھنے کا اور یہ
طفیل ہے حدیث میں لفظ ”صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“ لکھنے کا۔

(جلاء الانہام صفحہ نمبر ۲۳۷)

حضرت محمد بن ابی سلیمان کہتے ہیں: میں نے اپنے والد گرامی کو خواب میں دیکھا
میں نے پوچھا پیارے باپ خدا تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ کہا مجھے بخش دیا۔ میں
نے کہا کیونکر؟ کہا نبی اکرم ﷺ پر درود لکھنے کے باعث۔ (جلاء الانہام صفحہ نمبر ۲۳۸)

حضرت سفیان بن عیینہ نے کہا مجھ سے خلف صاحب خلقان نے روایت کیا ہے
کہ میرا ایک صدیق (ساتھی) تھا، میرے ساتھ طلب حدیث کیا کرتا تھا۔ وہ مر گیا۔ میں
نے خواب میں دیکھا اس پر سبز پوشاک تھی۔ دامن کشاں چلتا تھا۔ میں نے کہا تو میرے
ساتھ حدیث طلب نہ کیا کرتا تھا؟ کہا ہاں! میں نے کہا۔ پھر تو اس درجہ پر کیوں کر پہنچ گیا
؟ کہا جو ایسی حدیث آئی جس میں نبی کریم ﷺ کا اسم گرامی ہوتا، میں اس کے اوپر ﷺ
لکھ دیا کرتا تھا اس کا بدلہ یہ ہے کہ جو تم میرے اوپر پوشاک دیکھ رہے ہو۔

(جلاء الانہام صفحہ نمبر ۲۳۸ طبع لاہور ۱۳۹۲ھ)

وہابیہ نجدیہ کے خود ساختہ (بناوٹی) درود

محمد بن عبد الوہاب نجدی کا خود ساختہ درود

”صلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین“

(کتاب التوحید صفحہ نمبر ۲۳۰ طبع کوئٹہ)

قاضی محمد سلیمان منصور پوری کا خود ساختہ درود

”الفضل صلوتہ و سلامہ و تحیاتہ الطیبات المبارک و اکرامہ علی

رسولہ و حبیبہ و صفوتہ محمد الامین خاتم النبیین و سید المرسلین و

صلی اللہ علیہ وآلہ الطیبین الطاہرین“

(شرح اسماء الحسنی صفحہ نمبر ۹ طبع لاہور ۱۹۷۳ء ۱۳۹۳ھ)

عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز مفتی اعظم سعودی عرب کا خود ساختہ درود

”صلی اللہ علی نبینا محمد وآلہ وصحبہ“

(عقیدہ اہل السنۃ والجماعۃ تالیف شیخ محمد صالح، مقدمہ عبد العزیز بن عبد اللہ صفحہ نمبر ۹ طبع راولپنڈی ۱۳۶۰ھ)

شیخ محمد الصالح العثیمین سعودی عرب کا خود ساختہ درود

”صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ و من تبعہم باحسان الی یوم

الدین“۔ (عقیدہ اہل السنۃ والجماعۃ صفحہ نمبر ۱۰)

الشیخ عبدالرحمن بن حسن آل الشیخ (متوفی ۱۲۸۵ھ) کا خود ساختہ درود

”صلی اللہ علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین“

(قرۃ العین الموحدین: صفحہ نمبر ۶۹ جلد دوم)

حافظ ابن قیم جوزی (متوفی ۷۵۱ھ) کا خود ساختہ درود

”صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا و مولانا محمد و آلہ وصحبہ وسلم“

(النار المذیبت صفحہ نمبر ۱۵۵، طبع بیروت، ۱۳۹۰ھ ۱۹۷۰ء)

ابن تیمیہ کا خود ساختہ درود

”وصلاتہ و سلامہ علی محمد خاتم النبیین وآلہ و صحبہ اجمعین“۔ (المحویۃ الکبریٰ صفحہ نمبر ۲۹ طبع لاہور)

قاضی محمد سلیمان منصور پوری کا دوسرا خود ساختہ درود
”فصلی اللہ علیہ وبارک وسلم وعلیٰ آلہ وازواجہ و خلفائہ واصحابہ صلوة دائماً سرمداً“۔

(رسالہ عشرہ از قاضی محمد سلیمان: صفحہ نمبر ۳ طبع ۱۹۷۲ء)
مولوی عبدالسلام بستی دہلوی کا خود ساختہ درود

”الصلوة والسلام علی جمیع الانبیاء وسید المرسلین“۔

(اسلامی تعلیم: صفحہ نمبر ۸۳ طبع لاہور ۱۹۸۹ء)
نواب صدیق الحسن خاں بھوپالی کا خود ساختہ درود

”الصلوة والسلام علی رسولہ و خاتم الانبیاء محمد بن النبی اصطفاه سائر العرب والعجم و علی آلہ واصحابہ“۔

(الشماتۃ العنبریہ من مولد خیر البریہ: صفحہ نمبر ۲ طبع بھوپال ۱۳۰۵ھ)
سید بدیع الدین سندھی (دہلی) کا خود ساختہ درود

”الصلوة والسلام علی سید المرسلین و علی آلہ و صحبہ اجمعین“۔ (مقدمہ ہدایۃ المستفید صفحہ نمبر ۲۹ طبع لاہور)

محمد بن عبدالوہاب نجدی کا دوسرا خود ساختہ درود

”الصلوة والسلام علی نبینا محمد الامین و علی آلہ و صحبہ والتابعین“ (تحدیثیہ: دوسرا سالہ محمد بن عبدالوہاب صفحہ نمبر ۵۶ طبع امرتسر ۱۹۲۷ء)

محمد بن عبدالوہاب کے استاذ محمد حیات سندھی کا خود ساختہ درود

”وصل وسلم علی من لہ خلق عظیم و علی آلہ واصحابہ الذین دینہم الذین القویم“۔ (درۃ فی انعماء رشید الخیرۃ از حیات سندھی صفحہ نمبر ۳ طبع کراچی ۱۳۱۳ھ)

احسان الہی ظہیر کا خود ساختہ درود

”الصلوة والسلام علی من لانی و وحدہ و علی آلہ و صحبہ“۔

(مرزائیت اور اسلام صفحہ نمبر ۱۱۲ طبع لاہور ۱۹۸۳ء)

مولوی محمد اسماعیل سلفی دہلی کا خود ساختہ درود

”الصلوة والسلام علی سید الخلق محمد خاتم النبیین و علی اصحابہ و آلہ“۔ (حجیت حدیث صفحہ نمبر ۱۵ طبع لاہور ۱۹۸۱ء/۱۳۰۱ھ)

مولوی عبدالجبار غزنوی امرتسری کا خود ساختہ درود

”اصل و اسلم علی نبیہ خیر الوری“۔

(سوانح عمری مولوی عبداللہ غزنوی از عبدالجبار غزنوی صفحہ نمبر ۱ طبع لاہور)

مولوی محمد بشیر سہوانی غیر مقلد دہلی کا خود ساختہ درود

”الصلوة والسلام علی خیر خلقہ محمد و آلہ و صحبہ اجمعین“۔

(البرہان الحجاب: صفحہ نمبر ۲ طبع ثانی کبیر والا ۱۳۰۳ھ)

مولوی عبدالسلام بستی دہلوی کا دوسرا خود ساختہ درود

”الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ“۔

کو درود شریف تسلیم کرنا (یہ علیحدہ بات ہے کہ پاکستان میں پڑھا جائے یا صرف روضہ انور پر) (موصوف لکھتے ہیں) اس کے بعد اگر کسی نے رسول اللہ ﷺ کو سلام عرض کرنے کی درخواست کی ہے تو اس کی طرف سے سلام کا پیغام پہنچا دو اگر تم عربی جانتے ہو تو عربی میں، ورنہ اردو میں، مثلاً راقم الحروف نے تم سے اپنا سلام دربار رسالت میں پہنچانے کی درخواست کی ہے تو یوں کہو: الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ من عبد السلام بن یادی علی بستی بعد معلومات اللہ تعالیٰ، آپ سلام کو سن کر جواب دیتے ہیں۔

(اسلامی تعلیم صفحہ نمبر ۸۲۶ از مولوی عبدالسلام بستی طبع لاہور ۱۹۸۹ء)

بغض رضا نے امیر حمزہ کے دماغ کو مفلوج کر کے رکھ دیا ہے اور اس کے فکر و شعور کا جنازہ نکل چکا ہے۔ مولانا احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اردو زبان میں بارگاہ نبوی میں سلام نظم کیا ہے۔ مولانا بریلوی کے جمعہ، پہلے اور بعد کے شعراء کرام نے بھی سلام کی

صورت میں بارگاہ رسالت میں نذرانہ عقیدت پیش کیا ہے۔ مگر یہ کیا وجہ ہے کہ مولانا احمد رضا پر تو تنقید کی جاتی ہے اور انہیں خود ساختہ سلام اختراع کرنے کا طعنہ دیا جاتا ہے اور دیگر شعرائے کرام پر جرح نہیں کی جاتی، معلوم ہوتا ہے کہ موصوف نے فقط سعودی ریالوں کو ہضم کرنے کا یہ شریفانہ طریقہ اختیار کیا ہے۔ مذہب حقہ اہلسنت، مولانا احمد رضا بریلوی اور مولانا محمد الیاس پر تنقید کرتے رہو اور سعودی ریال وصول کرتے رہو۔ ہم مولانا احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سلام کے ساتھ دیگر شعراء کرام کے بھی سلام تحریر کرتے ہیں۔ لاہور امیر حمزہ نجدی وہابی سے ان پر بھی حکم شرعی لگانے کی استدعا کرتے ہیں تاکہ ان کی حقانیت منظر عام پر آجائے۔

مولانا احمد رضا بریلوی کے ”سلام“ کے متعلق پروفیسر سلیم چشتی لکھتے ہیں:

مولانا احمد رضا بریلوی نے سرکار ابد قرار، زبدۂ کائنات فخر موجودات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جو منظوم سلام پیش کیا ہے اسے یقیناً شرف قبولیت حاصل ہو گیا ہے کیونکہ ہندو پاک میں شاید ہی کوئی عاشق رسول ایسا ہو جس نے اس کے دو چار شعر حفظ نہ کر لئے ہوں۔ (ندائے حق، جون پور صفحہ نمبر ۳۱)

مولانا احمد رضا بریلوی حنفی قادری نور اللہ مرقدہ

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام شیخ بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام
مہر چرخِ نبوت پہ روشن درود گل باغ رسالت پہ لاکھوں سلام
شہریارِ ارم تاجدارِ حرم نوبہار شفاعت پہ لاکھوں سلام
شبِ اسری کے دولہا پہ دائم درود نوشہ بزم جنت پہ لاکھوں سلام
عرش کی زیب و زینت پہ عرشی درود فرش کی طیب و نزہت پہ لاکھوں سلام
نورعین لطافت پہ الحف درود زیب و زینتِ نفاذت پہ لاکھوں سلام
صاحب رجعت شمس و شفق القمر نائب دست قدرت پہ لاکھوں سلام
جس کے زیرِ لوا آدم و من سوا اس سزائے سیادت پہ لاکھوں سلام

عرش تا فرش ہے جس کے زیرِ نگین اس کی قاہر ریاست پہ لاکھوں سلام
فتح باب نبوت پہ بے حد درود ختم دور رسالت پہ لاکھوں سلام
شرق انوار قدرت پہ نوری درود فتح ازہار قربت پہ لاکھوں سلام
سرفیب ہدایت پہ فیبی درود عطر حبیب نہایت پہ لاکھوں سلام
ماہِ لاہوت خلوت پہ لاکھوں درود شاہِ ناسوت جلوت پہ لاکھوں سلام
اصل ہر بود و بہبود ختم وجود قاسم کنز نعمت پہ لاکھوں سلام
مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
(نقوش رسول نمبر جلد ۱۰ طبع لاہور)

شیخ جمال الدین الصرصی (متوفی ۱۲۵۸ء)

سلام

یا نبی الہدیٰ علیک السلام کلما عاقب الضیاء الظلام
زادک اللہ رفعة و جلالاً و بہاء و عزۃ لا ترام
قد قطعنا الیک فجاً عمیقاً بقلوب بہا الیک أوام
نطلب الفضل منک یا خیر ہاد فلیدیک الاحسان والانعام
منک بذل الندی و حسن قرئ الضیف و من جودک استفاد الکرام
انت بالبشر و السماح ملی ولنا بالسری الیک ذمام
انت نعم الشفیع فی الموقف الاکبر ان طال بالامام المقام
فجدیر ان لانحیب لذلک الیوم راج شعارہ الامام
ان یکن عاقنا القضاء و طالت بالمطایا عن قصدک الایام
لنا جوتۃ الیک و منا کل وقت یهدی الیک سلام
(نقوش رسول نمبر جلد ۱۰ صفحہ نمبر ۲۱۰ طبع لاہور)

مولانا جلال الدین محمد رومی رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۰۷/۶۰۴ء.....۱۲۷۳/۶۷۰ء

سید و سرور محمد، نور جان..... مہتر و بہتر شفیع مجرمان

اے نادردہ دورانِ ازمات سلام اللہ... جسے یوسف مصر جانِ ازمات سلام اللہ
 اے محرمِ راز حق دانستہ حق از مطلق... شک نیست دورین الحق ازمات سلام اللہ
 اے داردی در دلد وے حل ہمہ مشکل... وے فاضل وے عاقل ازمات سلام اللہ
 اے آنکہ تو سلطانی وے آنکہ تو خاقانی... جسے آنکہ تو چون جانی ازمات سلام اللہ
 اے عارفِ دیرینہ وے خازنِ گنجینہ... جسے سینہ بے کینہ ازمات سلام اللہ
 اے آدمِ مشتاقان وے عیسیٰ غمناکان... وے مہدی ہر پاکان ازمات سلام اللہ
 اے مہتر شہبازان وے شاہ سرفرازان... جسے سرورِ جاہلزان ازمات سلام اللہ
 اے بخت سعید من وے وعدہ وعید من... وے روئے تو عید من ازمات سلام اللہ
 ہم صدق و صفاداری ہم عدل و وفاداری... ہم حلم و حیاداری ازمات سلام اللہ
 ہم جو دو سخا داری ہم لطف خداداری... ہم ملک بقا داری ازمات سلام اللہ
 ہم مرد خدائی تو ہم راہ نمائی تو... ہم درد و دوائی تو ازمات سلام اللہ
 ہم جان و جہانی تو ہم امن امائی تو... ہم گنج نہائی تو ازمات سلام اللہ
 ہم راحتِ روحی تو ہم فتح و فتوحی تو... ہم جام صبوحی تو ازمات سلام اللہ
 ہم آب حیات تو ہم دفع مہمائی تو... ہم قدر برائی تو ازمات سلام اللہ
 ہم مسجد و محرابی ہم ہادی اصحابی... ہم مولس احبابی ازمات سلام اللہ
 ہم سوری و ہم سرور ہم ہروی و ہم عرعر... ہم حسنی و ہم زیور ازمات سلام اللہ
 اے میر جو ان ختم دے خاکِ درت ختم... وے دولت وے ختم تو ازمات سلام اللہ
 (نقوشِ رسول نمبر جلد ۱۰ صفحہ نمبر ۳۱، طبع لاہور)

یحییٰ اعظمی التونی ۱۹۷۲ء

سلام اس پر ہوئی جس سے منور بزمِ امکانی سلام اس پر رہا اقدس تھا جس کا شمع نورانی
 سلام اس پر لقب تھا رحمتہ للعالمین جس کا سلام اس پر کہ خدا کا نام نامی تھا میں جس کا
 سلام اس پر کہ تھا ہمدردِ مخلص غم نصیبوں کا سلام اس پر کہ تھا غمخوارِ مسکینوں غریبوں کا
 سلام اس پر یتیموں کا ہمیشہ جس نے غم کھایا سلام اس پر جو دوسوزی سے بیواؤں کے کام آیا
 سلام اس پر کہ خود الفقر فخری جس نے فرمایا سلام اس پر دلوں کو سوز حق سے جس نے گرمایا
 سلام اس پر دیا عدل و اخوت کا سبق جس نے سلام اس پر سنایا دہر کو پیغام حق جس نے
 سلام اس پر حد و پر جس نے رفق و لطف فرمائے سلام اس پر عوضِ پھر کے جس نے پھول بر سائے
 سلام اس پر جو بن کر رحمتہ للعالمین آیا سلام اس پر جوازِ سر تا قدم لطف آفریں آیا
 سلام اس پر مٹایا جس نے فرق خواجہ و مولا سلام اس پر اٹھائی جس نے رسم بندہ و آقا
 سلام اس پر فقیری میں تھی جسکی شانِ سلطانی سلام اس پر ہشت بانوں کو دی جس نے جہان بانی
 سلام اس پر سبے حق کیلئے رنج و محن جس نے سلام اس پر خدا کی راہ میں چھوڑا وطن جس نے
 سلام اس پر صفت و انفس جسکے روئے انور کی سلام اس پر شہستان جہاں جس نے منور کی
 سلام اس پر کہ تھا نور قدم کا پیکر آخر سلام اس پر کہ تھا حسن ازل کا مظہر آخر
 سلام اس پر خدا تھا صاحبِ عرش بریں جس کا سلام اس پر جمالِ افروز تھا روحِ الا میں جس کا
 سلام اس پر کہ تھی جس کی صفت منزل و لیسیں سلام اس پر بتائے جس نے دیں کے حکمت و آئیں
 سلام اس پر رگِ فطرت کو بخشی زندگی جس نے سلام اس پر رخِ ہستی کو دی تابندگی جس نے
 سلام اس پر کتابِ قدس ہے نعت و ثنا جسکی سلام اس پر زبانِ وحی ہے رمزِ آشنا جس کی
 سلام اس پر ہیں جلوہ گاہیں جسکی شیرب و لحا سلام اس پر کہ جسکی خواب گاہ ہے گنبدِ خضرا
 سلام اس پر جو ا پاک جس کا رشک سینا ہے
 سلام اس پر دیا محترم جس کا مدینہ ہے

(نقوشِ رسول نمبر جلد ۱۰ صفحہ نمبر ۳۱، طبع لاہور)

حفیظ جالندھری مرحوم المتوفی ۱۹۸۲ء

سلام اے آمنہ کے لال اے محبوب سبحانی سلام اے فخر موجودات فخر نوع انسانی
 سلام اے گل رحمانی، سلام اے نور یزدانی ترا نقش قدم ہے زندگی کی لوح پیشانی
 سلام اے سر وحدت اے سراج بزم ایمانی نہ ہے یہ عزت افزائی دے تشریف ارزانی
 ترے آنے سے رونق آگئی گلزار ہستی میں شریک حال قسمت ہو گیا پھر فضل ربانی
 سلام اے صاحب خلق عظیم انسان کو سکھلا دے یہی اعمال پاکیزہ یہی اشغال روحانی
 تیری صورت، تری سیرت، ترا نقش، ترا جلوہ تبسم، گفتگو، بندہ نوازی، خندہ پیشانی
 اگرچہ فخر فخری رتبہ ہے تیری قناعت کا مگر قدموں تلے ہے فزکرائی و خاقانی
 (نقوش رسول نمبر جلد ۱۰، صفحہ نمبر ۴۱۹، طبع لاہور)

اسماعیل میرٹھی المتوفی ۱۹۱۷ء

علیک السلام اے شفیع البرایا اولوالعزم تجھ سا نہ آئے نہ آیا
 علیک السلام اے امین الہی کہا جو خدا نے وہ تو نے نہ سنایا
 علیک السلام اے رفیع المدارج کسی نے نہیں تیرے رتبے کو پایا
 علیک السلام اے ستودہ خصائل فدا خلق پر تیرے اپنا پرایا
 علیک السلام اے جمیل الشمائل جواد و رؤف و کریم السجایا
 علیک السلام اے امان دو عالم ترا دامن لطف ہے سب پہ چھایا
 علیک السلام اے جمال معانی نہ تھا تیرے جسم مطہر کا سایہ
 علیک السلام اے محبت غریباں ترے حلم نے بار امت اٹھایا
 علیک السلام اے ترا نور اقدس ہے سلطان اور جملہ عالم رعایا
 علیک السلام اے تجھے ذات حق نے جو اول بنایا تو آخر دکھایا
 علیک السلام اے شہنشاہ وحدت کہ توحید کا تو نے سکھ بٹھایا
 علیک السلام اے طیب نہانی دلوں میں جو تھے روگ سب کو مٹایا

علیک السلام اے شفاء مجسم عجب تو نے صحت کا نسخہ پلایا
 علیک السلام اے سوار سبک رو کسی نے تری گرد رہ کو نہ پایا
 علیک السلام اے رسالت پناہی خدا کا ہمیں تو نے رستہ دکھایا
 علیک السلام اے ہدایت کے مرکز تجھے حق نے انسان کامل بنایا
 درود و سلام و صلوة و تحیت

یہ لایا ہے حامد حنف اور ہدایا

(نقوش رسول نمبر جلد ۱۰، صفحہ نمبر ۳۹۰، طبع لاہور)

عبدالباری آسی (المدنی) لکھنؤی المتوفی ۱۹۳۹ء

وہی ہیں طاہر وہی مطہر وہی ہیں شافع وہی پیہر
 وہ سب سے افضل وہ سب سے بالا وہ سب کے رہبر وہ سب سے برتر
 تحیت ان پر درود ان پر صلوة ان پر سلام ان پر
 شفیق سب کے ادیب سب کے انیس سب کے خلیل سب کے
 رفیق سب کے حبیب سب کے رئیس سب کے کفیل سب کے
 تحیت ان پر درود ان پر صلوة ان پر سلام ان پر
 مہ منور ہیں وہ عرب کے نہ ابر ان پر نہ کوئی ہالا
 جہاں کے حق میں سبب طرب کے بہ لطف برتر بہ خلق اعلا
 تحیت ان پر درود ان پر صلوة ان پر سلام ان پر
 حکیم امت رحیم صورت کریم سیرت عظیم ہیبت
 شریف طینت حسین جنت دلیل ملت رفیع رفعت
 تحیت ان پر درود ان پر صلوة ان پر سلام ان پر
 شہید عالم بہ خوش کلامی عرب کے والی عجم کے حامی
 جہاں کے مولا جہاں میں نامی بہ دل مکرم بہ جاں گرامی

تحت ان پر درود ان پر صلوة ان پر سلام ان پر
 ملا نہ اب یہ طے گا درجہ ہوا ہے ایسا نہ کوئی ہوگا
 اسی سے ظاہر ہے ان کا رتبہ کہ خود شاگو ہے حق تعالیٰ
 تحت ان پر درود ان پر صلوة ان پر سلام ان پر
 وہ ساتھ شمع ہڈی جولائے تو بت ہوئے خیرہ سر جھکائے
 چراغ ملت کے یوں جلائے کہ ذرے دنیا کے جگمگائے
 تحت ان پر درود ان پر صلوة ان پر سلام ان پر
 کہاں تک آئی یہ ہرزہ کوشی کہاں تک آخر یہ سخت جوشی
 کہاں تک اتنی خن فروشی یہ کہہ کے ہوا مائل خموشی
 (نقوش رسول نمبر جلد ۱۰، صفحہ نمبر ۳۹۳، طبع لاہور)

بہزاد لکھنوی التونی ۱۹۵۵ء

آنکھ فدائے روئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 قلب ثار کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 خوشبوئے کونین سے بہتر پھولوں سے برتر کلیوں سے برتر ہر
 خوشبوئے گیسوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 دنیا میری ذکرِ مدینہ، دین مرا دیں شہ بطحا
 ایمان مرا روئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 چشم و نظر کا ذکر ہی کیا ہے ذکر ہی کیا ہے فکر ہی کیا ہے
 کہتا ہے دل چل سوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 روح ہے لرزاں دل ہے پریشاں آنکھ ہے تر چہ افسردہ
 لائی صبا پھر بوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 رنج و الم کب ہیں میرے شایاں کیوں نہ رہوں بہزاد میں شاداں

بن کے گدائے کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 (نقوش رسول نمبر جلد ۱۰، صفحہ نمبر ۳۹۳، طبع لاہور)

حسرت موہانی التونی ۱۹۵۱ء

مظہر شان کبریا صل علی محمد (ﷺ) آئینہ خدا نما صلی علی محمد (ﷺ)
 موجب ناز عارفاں، باعث فخر صادقوں سرور و خیر انبیاء صلی علی محمد (ﷺ)
 مرکز عشق دل کشا، مصدر حسن جاں فزا صورت و سیرت خدا صلی علی محمد (ﷺ)
 مونس دل شکستگان، پشت پناہ حسرتگان شافع عرصہ جزا صلی علی محمد (ﷺ)
 حسرت اگر رکھے ہے تو بخشش حق کی آرزو درود زباں رہے سدا صلی علی محمد (ﷺ)
 (نقوش رسول نمبر جلد ۱۰، صفحہ نمبر ۳۹۳، طبع لاہور)

بیدم شاہ واری التونی ۱۹۳۳ء

آئی نسیم کوئے محمد (ﷺ) کھینچنے لگا دل سوئے محمد (ﷺ)
 کعبہ ہمار کوئے محمد (ﷺ) مصحف ایمان روئے محمد (ﷺ)
 لے کے مراد دل آئیے، مرجائیے، مت جائیے پہنچیں تو ہم تا کوئے محمد (ﷺ)
 طوبی کی جانب تھے والو، آنکھیں کھولو، ہوش سنبھالو دیکھو قد دل جوئے محمد (ﷺ)
 نام اسی کا باب کرم ہے دیکھو بکی عراب حرم ہے دیکھو خم ابروئے محمد (ﷺ)
 بھینی بھینی خوشبو مکی، بیدم دل کی دنیا لکھی کھل گئے جب گیسوئے محمد (ﷺ)
 (نقوش رسول نمبر جلد ۱۰، طبع لاہور)

مقلد اور غیر مقلد وہابیوں کے سلام ماہر القادری (مقلد وہابی)

التونی ۱۹۷۸ء

سلام اسپر کہ جس نے بیکسوں کی دھیری کی سلام اسپر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی
 سلام اس پر کہ اسراہمت جس نے سمجھائے سلام اسپر کہ جس نے دھم کھا کر پھول برسائے

سلام اسپر کہ جس نے خون کے پیاسوں کو قابو نہیں دیں سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعا کیں دیں
 سلام اسپر کہ دشمن کو حیات جاوداں دے دی سلام اسپر ابوسنیان کو جس نے اماں دے دی
 سلام اسپر کہ جس کا ذکر ہے سارے صحائف میں سلام اس پر ہوا محمود جو بازار خائف میں
 سلام اس پر وطن کے لوگ جس کو بھگ کرتے تھے سلام اس پر کہ کمرہ لائے بھی جس سے بچ کر گئے
 سلام اس پر کہ جس گھر میں چاندی تھی نہ سونا تھا سلام اس پر کہ ٹوٹا بوریا جس کا کچھوٹا تھا
 سلام اس پر جو سچائی کی خاطر دکھ اٹھاتا تھا سلام اس پر جو بھوکا رہ کے اوروں کو کھاتا تھا
 (نقوش رسول نمبر جلد ۱۱، صفحہ نمبر ۳۱۵، طبع لاہور)

مولوی ثناء اللہ امرتسری

سلام اس نور رب العالمین پر ☆ سب اس کی آل و اصحاب دین پر
 (ترک اسلام صفحہ نمبر ۸۶ مصنفہ مولوی ثناء اللہ امرتسری)
 سلام اس پر جو مصطفیٰ ہو کے آیا ☆ وہ بندوں میں بندہ بڑا ہو کے آیا
 (شیخ توحید، مصنفہ مولوی ثناء اللہ امرتسری)
 اور اصحاب محمد پر سلام ☆ ہو میری جانب سے ہر دم صبح و شام
 (نور توحید، مصنفہ مولوی ثناء اللہ امرتسری)

مولوی محمد اسماعیل دہلوی کے پیر و مرشد سید احمد

السلام ای نور رب العالمین ☆ السلام اے محیط روح الامین
 السلام ای صدر بدر دو جہاں ☆ السلام ای فیض بخش انس و جاں
 السلام ای بادشاہ مرسلان ☆ السلام اے قبلہ صاحب دلان
 السلام ای نائب پروردگار ☆ السلام ای قاسم جنات و نار
 السلام اے مصطفیٰ ای مجتبیٰ ☆ السلام ای مقتدی ابتداء
 السلام اے سید عالی نسب ☆ السلام ای معدن علم و ادب
 در پندیرای شاہ دین زین متہام

صدر و دو صد نیاز و صد سلام

السلام ای فرش تو عرش عظیم السلام ای مسکن خلد و نعیم
 السلام ای شاہد رب جلیل السلام ای قاصد تو جبریل
 السلام ای آفتاب اصطفا السلام ای منبع صدق و صفا
 السلام ای ماحی کفر و فساد السلام ای سرور خیر العباد
 السلام ای ناظم اقلیم دین السلام ای وارث خلد بریں
 السلام ای سرور باغ سروری السلام ای عزت پیغمبری
 السلام ای پیشوای متقین السلام ای مرشد دنیا و دین
 السلام ای عالم علم خدا السلام ای شافع روز جزا

(نخون احمدی از سید محمد علی صفحہ نمبر ۱۰۳، طبع آگرہ ۱۲۹۹ھ)

آغا شورش کاشمیری (مقلد وہابی) التونی ۱۹۷۵ء

ام پہ ہو تیری رحمت جم جم صلی اللہ علیک وسلم
 تیرے شاخاں عالم عالم صلی اللہ علیک وسلم
 ام ہیں تیرے نام کے لیوا اے دھرتی کے پانی دیوا
 یہ دھرتی ہے ! برہم برہم صلی اللہ علیک وسلم
 تیری رسالت عالم عالم، تیری نبوت خاتم خاتم
 تیری جلالت پرچم پرچم صلی اللہ علیک وسلم
 دیکھ تیری امت کی بنفیں ڈوب چکی ہیں ڈوب رہی ہیں
 دھیرے دھیرے مدھم مدھم صلی اللہ علیک وسلم
 دیکھ صدف سے موتی پکے، دیکھ حیا کے ساغر چھلکے
 سب کی آنکھیں پُر غم پُر غم صلی اللہ علیک وسلم
 قریہ قریہ بستی بستی دیکھ مجھے میں دیکھ رہا ہوں

نوحہ نوحہ بہتی بہتی ماتم ماتم صلی اللہ علیک وسلم
اے آقا اے سب کے آقا ارض و سما ہیں زخمی زخمی
ان زخموں پر مرہم مرہم صلی اللہ علیک وسلم
(نقوش رسول نمبر جلد ۱۰، صفحہ نمبر ۴۱۳، طبع لاہور)

مولوی حکیم علی محمد مصمام (غیر مقلد وہابی)

سلام آکھاں

الحمد للہ میں آپے جا کے سرور نوں سلام آکھاں
رُخ انور دل اطہر مطہر توں سلام آکھا
ہوا کدے لے جائیگی سنیہا درد منداں دا
میں حاضر ہو کے خود اپنے پیغمبر نوں سلام آکھاں
سلام آکھاں جیہوں سرکار نے فلکیں بلایا سی
شفیع المذنبین دنیا دے جوہر نوں سلام آکھاں
سلام آکھاں جو آدم نالوں پہلاں رحمتاں بنیاں
تے آدم دی نسل ساری توں بہتر نوں سلام آکھاں
سلام آکھاں جو انگلی نال چند نوں کر گیا کلڑے
میں اس خوش رُوتے خوش خوتے خوشتر نوں سلام آکھاں
سلام آکھاں جیہدی امت زمانے تھیں نرالی ہے
اوہ سب بنیاں دے افضل نوں تے بہتر نوں سلام آکھاں
جیہدے پچھتیں نہراں بیچ مولانے چلائیاں سن
میں اس رحمت تے برکت نوں مہتر نوں سلام آکھاں
جو ماراں کھا کے دشمن تھیں ہدایت دی دعا منکدا

میں اس الفت دے پہلے بہادر نوں سلام آکھاں
کفاراں نے جیہوں مجبور کر کے کڈھ دتا ملکوں
میں اس مظلوم گھر چھڈ گئے مہاجر نوں سلام آکھاں
دے دن جس نے معافی کفر نوں بخشی
میں اس دریائے رحمت دے شتاور نوں سلام آکھا

کوئی جا دے کسے پاسے ایہہ اپنی دل پسندی اے
مگر مصمام میں تے اپنے رہبر نوں سلام آکھاں
(مکمل مصمام صفحہ نمبر ۱۲۰ طبع فیصل آباد)

قادری صاحب کے ”سلام“ پر اعتراض کا جواب

زیر بحث سلام کو قادری صاحب نے عشق رسول میں سرشار ہو کر لکھا ہے اور محبت کو محبوب
کی ہر شے سے محبت ہوتی ہے۔ بلکہ وہ اس ہر شے سے پیار کرتا ہے۔ جس کی نسبت محبوب کی
طرف ہو۔ سلام لکھتے لکھتے جب دیا محبوب پر سلام عرض کرنے کی باری آئی تو اس قدر محویت کا
عالم طاری ہوا کہ مفصل طور پر مدیۃ الرسول کی ہر شے پر سلام عرض کر دیا۔
امیر حمزہ نے اپنے مطلب کے اشعار تو لکھ دیئے مگر وہاں یہ اشعار بھی تو موجود ہیں
۱۔ زائر طیبہ روئے پہ جا کر، تو سلام میرا رو رو کے کہنا
میرے غم کا فسانہ سنا کر، تو سلام میرا رو رو کے کہنا
۲۔ جب پہنچ جائے تیرا سفینہ، جب نظر آئے بیٹھا مدینہ
با ادب اپنے سر کو جھکا کر، تو سلام میرا رو رو کے کہنا
۳۔ جب کہ آئے نظر پیارا مکہ، چوم لینا نظر سے تو کعبہ
ہو سکے گر تو ہر جا پہ جا کر، تو سلام میرا رو رو کے کہنا
۴۔ آمنہ کے دلارے کو پہلے، بعد شیخین کو بھی تو کہہ لے
پھر بیچ مبارک میں جا کر، تو سلام میرا رو رو کے کہنا

۵۔ تو نمازوں کا پابند بن جا، اور سرکار کی سنتوں کا انقلاب اپنے اندر پھا کر، تو سلام میرا رو رو کے کہنا

(مغیلان مدینہ صفحہ نمبر ۱۹۱، ۱۹۲ طبع کراچی)

قاضی عیاض مالکی اندلی (م ۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

سید المرسلین ﷺ کے قیام پذیر ہونے کے مقامات، خاتم النبیین (ﷺ) کے وہ منازل و جائے سکونت جہاں سے نبوت کے چشمے جاری ہوئے اور بکثرت فیضان رسالت جہان میں پھیلے اور وہ مکانات جہاں رسالت کے فیوض و برکات مشتمل ہیں اور وہ زمین مقدس جو سید عالم کے جسم مقدس سے مس ہو کر سرفراز ہوئی ہے ان تمام میدانوں کی تعظیم و توقیر کی جائے وہاں کے خوشبوؤں کی ہوالی جائے ان کے مکان، دیواروں کو چوما جائے۔ اس کے بعد قاضی علیہ الرحمۃ نے ۸ عربی اشعار نقل کئے ہیں۔ ہم ان کا الفا ترجمہ لکھنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

۱۔ اے سید المرسلین ﷺ کے کا شانہ اقدس کی ہر وہ چیز جو ان سے منسوب ہے جن کے باعث لوگوں نے ہدایت پائی اور معجزات کے ساتھ مخصوص ہیں۔

۲۔ میرے پاس تمہارے لئے سوزش، عشق اور ایسا شوق ہے جس میں چنگاریاں روشن ہیں۔

۳۔ خدا کی قسم میں اپنی آنکھوں کو تمہارے ان دیواروں اور میدانوں سے بھروں گا۔

۴۔ میں ان مقامات کو کثرت سے بوسہ دے کر اور لپٹ کر اپنی سیاہ داڑھی گرد آلود کروں گا۔

۵۔ اگر مجھے موانع میرے دشمن نہ ہوتے تو میں ہمیشہ ان کی زیارت کرتا اگرچہ میرے رخسار گرد آلود ہو جائیں۔

۶۔ لیکن میں جلد ان گھروں اور ان کمروں کے رہنے والوں پر صلوٰۃ و سلام کے بکثرت تحفے پیش کروں گا۔

۷۔ جو مشک سے زیادہ خوشبو کی لٹیں مارتی ہوگی جسے صبح و شام ڈھانپ لیں گی

۸۔ ان کو پاکیزہ اور زیادتی سلام و برکات سے مخصوص کرتی ہیں۔

(الانفاء از قاضی عیاض مالکی اندلی صفحہ نمبر ۶، ۷، ۸ طبع لاہور)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضور ﷺ کے منبر شریف کے اس مقام پر جہاں حضور ﷺ تشریف فرما ہوتے تھے۔ وہاں حضرت ابن عمر اپنے ہاتھ رکھتے پھر ان کو اپنے چہرے پر ملتے۔

۹۔ انفاء از قاضی عیاض مالکی اندلی صفحہ نمبر ۷، جلد طبع لاہور، التوسلہ از ابن قیمیہ صفحہ نمبر ۱۲۲ طبع لاہور ۱۹۸۳ء

محمد بن اسماعیل (۱۱۸۲ھ) نجد شہر کے متعلق لکھتے ہیں:

”سلام علی نجد ومن حل بالنجد“۔ (محمد بن عبد الوہاب از مسعود عالم ندوی صفحہ نمبر ۱۲ طبع لاہور)

اگر نجد اور اس کے بانیوں پر مجمل طور پر سلام عرض کرنا جائز ہے تو ہم پوچھتے ہیں کہ نجد میں کتے، گدھے، روٹیاں، بوٹیاں، گلڑیاں، بکریاں، کھڑکیاں اونٹ اور گھوڑے نہیں ہیں اگر نجد میں نہیں تو دلیل دو، اگر ہیں تو پھر مجمل طور پر جو سلام پیش کیا گیا ہے وہ ان میں شامل ہیں یا نہیں؟ یقیناً شامل ہیں تو پھر قادری صاحب کے سلام پر اعتراض کیا۔

حجاز میں نجدیوں کی طرف سے مشرک اندھی ہندو مشرک پر سلام

سلام اللیل یا قاعدی

و ہذا الزہر من عندی

(القرآنۃ الاعیاء الجزء الثانی صفحہ نمبر ۲۳۵ بحوالہ عیاض اصلوٰۃ صفحہ نمبر ۲۰۶ طبع لاہور)

امیر حمزہ اور اس کے حواری قرآن و سنت کی روشنی میں مشرک پر سلام پیش کرنا ثابت کریں۔

کیا یہ کام؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین کرام، آئمہ مجتہدین اور علماء اسلام نے کیا ہے؟

جبکہ رب کعبہ ارشاد فرماتا ہے: ”انما المشرکون نجس“۔ (التوبہ آیت نمبر ۲۸)

”یعنی بے شک مشرک پلید ہیں۔“

یہ لے!..... امیر حمزہ

ہم آخر میں فرقہ وادیہ نجدیہ کے مشہور شاعر مولوی حکیم محمد علی مصمام کی ایک نعت لکھنے پر اکتفا کرتے ہیں، جس میں انہوں نے مدینہ منورہ کی بھیڑوں، بکریوں، کھجوروں، تنوروں وغیرہ کا ذکر کیا ہے اگر نعت میں ان کا ذکر کرنا درست ہے تو پھر ان چیزوں کی سلامی کیلئے دعا کرنا ناجائز کیونکر ہوگا۔

ٹھنڈیاں چھاواں مدینے دیاں

اللہ مانن لوں ہن دل کردائے ٹھنڈیاں ٹھنڈیاں چھاواں مدینے دیاں
دوری دور حضور سرور لواں ذرا کچھ کھاں تھواں مدینے دیاں
دل گدا نہیں پاکستان اندر میری جان مدینے دی جان اندر
واہدا ہو جائے میرے ایمان اندر جاں زیارتاں پاواں مدینے دیاں
دے گنبد جاں ہریا ہریا دل جاگ پوے مریا مریا
تن من ہو جائے ٹھریا ٹھریا جدوں لگن ہواواں مدینے دیاں
جلدوں داغلی ہووے مدینے دی اگ بجھ جائے سڑ دے سینے دی
نالے حسد تے بغض تے کینے دی ایہہ تاثیراں پاواں مدینے دیاں
جدوں مسجد نبوی دے وچہ وڑ جاں، گویا جہاز محمدی تے چڑھ جاں
سارے فکر تکا دے ملک جاوں جدوں لے لاں لاواں مدینے دیاں
وچے روضہ پاک محمد دا، سانوں پیارا ساک محمد دا
اج سامنے ہو کے درود پڑھاں، ایسے خاطر چاواں مدینے دیاں
کی میں دساں مدینے دا کی سوہنا گھر گھر سوہنا جی جی سوہنا
دل کھچیاں واگ معشوقاں دے بھیداں بکریاں گاواں مدینے دیاں
کچے سوہنے جھنڈ کھجوراں دے، عریاں دیاں پیاریاں حوراں دے
کتیسریاں نان تنوراں دے، کئی کئی نعمتاں کھاواں مدینے دیاں

دیکھاں کھوئی باغ نجاراں دی، جتھے دوپہر کئے سرکاراں دی
کدے سلح دا تھڑا سجادیندے کی کی تھاواں دکھاواں مدینے دیاں
پھر قلع جتھے رحمت دانور دور ہے جتھے صحاباں دے پوراں دے پورے
جتھے عاصی بھی لین سرور پے، بخشش دیاں تھاواں مدینے دیاں
دو رکھتاں مسیت قبا دیکھاں کدے کھوہ عثمان دا جاو دیکھاں
کدے اُحد دے جاشہداء دیکھاں کی کی زیارتاں پاواں مدینے دیاں
کیڈی دھرتی پاک وفا والی، ایہہ زمین بے خاک شفا والی
مصمام بے اکھیاں دے وچہ پالاں، کی تاثیراں پاواں مدینے دیاں
(گلشن مصمام صفحہ نمبر ۱۵۶، ۱۵۷، طبع فیصل آباد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل..... اور امیر حمزہ کیلئے لمحہ فکریہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سنت کی بے حد اتباع کرنے والے تھے، حتیٰ کہ آپ ﷺ جہاں اترے تھے وہاں اترتے اور جہاں آپ نے نماز پڑھی تھی وہاں نماز پڑھتے تھے اور حتیٰ کہ نبی ﷺ ایک درخت کے نیچے اترے تھے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان کو پانی دیا کرتے تھے۔ تاکہ وہ خشک نہ ہو جائے۔ اور مصطفیٰ ﷺ کے آثار مدت تک قائم رہیں۔ (تاریخ فقہ از علامہ شیخ محمد خضریٰ بک صفحہ نمبر ۷۵، طبع کراچی، بار دوم ۱۹۶۲ء)

امیر حمزہ..... المیاس قادری کی ”دعوتِ اسلامی“ کا میلادی کارکن، سرپرست بزرگاری باندھے طیبہ جاپنچتا ہے۔ ویسے وہاں یہ بھی واقعہ ہو سکتا ہے کہ یہ وہاں پہنچے اور روضے کے گنبد کا رنگ سبز کی بجائے سرخ ہو جائے، تو پھر پوری جماعت جس کے لاکھوں کارکنوں کے سروں پر گنبد کے رنگ کی وجہ سے سبز پگڑیاں ہیں ان کا رنگ بدلنا پڑ جائے..... الخ (شاہراہِ بہشت صفحہ نمبر ۱۱۲)

جواب

ہم نہ سبز گنبد کی وجہ سے اور نہ ہی اپنا زہد و تقویٰ جتلانے کی غرض سے سبز پگڑی

مستحب کی تعریف

مولوی اشرف علی تھانوی (مقلد وہابی) لکھتے ہیں: مستحب وہ فعل ہے جس کو نبی کریم ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا، لیکن ہمیشہ اور اکثر نہیں بلکہ کبھی کبھی اور اس کا کرنے والا ثواب کا مستحق ہے اور نہ کرنے والے پر کسی قسم کا گناہ نہیں۔

(بہشتی زیور صفحہ نمبر ۸۳۸ گیارہواں حصہ، ناشر مکتبہ امدادیہ ملتان)

مولوی ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد وہابی کا فتویٰ

﴿سوال﴾..... مستحب پر دوام (پیشگی) کرنے سے مستحب، مستحب رہے گا یا نہیں، مثلاً صحیح مسلم و جامع ترمذی میں رسول اللہ ﷺ کا عمامہ باندھنا اور جبہ روی صوف یا طلسمان وغیرہ منقول ہے۔ تو یہ ایک یا دو تین مرتبہ استعمال کرنے سے مستحب ہے۔ اب جو علماء عمامہ یا جبہ وغیرہ پر دوام کرتے ہیں یہ دوام عند اللحد شین کیسا ہے؟

﴿جواب﴾..... مستحب کی تعریف میں جو عدم دوام داخل ہے۔ یہ دوام بہ نسبت آنحضرت ﷺ کے ہے۔ امت کی نسبت سے نہیں۔ کیونکہ فعل کی تقسیم آنحضرت ﷺ کے فعل سے ہوتی ہے۔ امت اگر مستحب کے اوپر پیشگی کرے تو وہ مستحب ہی رہے گا۔ اور فاعل (کام کرنے والے کو) ثواب ملے گا۔

(فتاویٰ ثنائیہ صفحہ نمبر ۲۰۷ جلد اول مطبوعہ بمبئی (۱۳۷۲ھ))

شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۰۵۲ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

دستار مبارک آنحضرت ﷺ کو اکثر اوقات سفید بودگا ہے سیاہ و احیاناً سبز۔ الخ

(بکشف الالباس فی استحباب اللباس (فارسی) صفحہ نمبر ۳ طبع دہلی ۱۹۱۱ء)

”آنحضرت ﷺ کی دستار مبارک اکثر اوقات سفید کبھی کبھی سیاہ اور شاذ و نادر سبز ہوتی تھی۔“

سبز عمامہ باندھنا حدیث مرفوعہ سے ثابت ہے

حدیث مرفوعہ کی تعریف

مولوی منیر احمد سلفی (غیر مقلد وہابی) لکھتا ہے:

مرفوعہ..... جو حدیث رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ہو، خواہ وہ آپ کا فرمان ہو، یا آپ کا اسوہ عمل ہو یا آپ (ﷺ) کے سامنے وہ کام کیا گیا ہو اور آپ (ﷺ) نے سکوت اختیار فرمایا ہو۔ (تقدیم، تذکرۃ اخطا (اردو) صفحہ نمبر ۲۳ طبع لاہور ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء)

حدیث مبارکہ

”حدثنا ابو بکر قال حدثنا مسہمان بن حروب قال حدثنا جریر بن حازم عن یعلیٰ بن حکیم عن سلیمہ بن ابی عبد اللہ، قال: ادرکت المهاجرین الاولین یعممون بعمائم، رابیس سود و بیض و حمرو خضر۔“ (مصنف ابن ابی شیبہ صفحہ نمبر ۲۳ جلد ۸ طبع کراچی ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء)

ترجمہ: ”سلیمان بن ابی عبد اللہ فرماتے ہیں: میں نے مهاجرین اولین کو سوتی کپڑے سیاہ اور سفید اور سرخ اور سبز عمامے باندھتے پایا۔“

راویان حدیث

(۱)..... سلیمان بن حرب مصری

مکہ کے قاضی ہیں۔ بصریوں کے جلیل القدر اور صاحب علم لوگوں میں سے ہیں۔ ابو حاتم نے ان کے بارے میں کہا کہ یہ آئمہ میں سے تھے۔ دس ہزار احادیث ان سے مروی ہیں۔ ۱۹ سال حماد بن یزید کی خدمت میں رہے۔ ۲۲۴ھ میں انتقال فرمایا، ثقہ امام حافظ ہیں۔

(۲)..... جریر بن حازم

آپ بصرہ کے رہنے والے بلند پایہ حافظ حدیث اور عظیم المرتبت عالم ہیں۔ امام

احمد فرماتے ہیں جریر بن حازم حدیث کے عالم اور تبع سنت تھے ثقہ ہیں۔

﴿ تذکرۃ الحفاظ ۱۶۹ جلد اول طبع لاہور ۱۶۹۹ تقریب التہذیب صفحہ نمبر ۱۵۸ جلد اول طبع کراچی ﴾

(۳)..... یعلیٰ بن حکیم

ثققی کی ہیں۔ حافظ ابن جریر نے ان کو ثقہ لکھا ہے۔

(تقریب التہذیب صفحہ نمبر ۳۳۰ جلد طبع کراچی)

(۴)..... سلیمان بن ابی عبد اللہ

مشہور تابعی ہیں اور انہوں نے صحابہ مہاجرین کا زمانہ پایا۔ یہ سعد بن ابی وقاص اور ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں، مقبول ہیں۔

﴿ تقریب التہذیب صفحہ نمبر ۳۸۸ جلد اول طبع کراچی ۱۶۹۹ اسماء الرجال مکتوۃ ﴾

مصنف ابن ابی شیبہ کا علمی مقام

حافظ ابن کثیر دمشقی (متوفی ۷۷۷ھ) لکھتے ہیں: اس جیسی کتاب نہ پہلے لکھی گئی

اور نہ بعد میں لکھی گئی۔ (البدایہ والنہایہ، تذکرہ مصنف ابن ابی شیبہ)

یہ ایک بہت بڑی کتاب ہے جس میں فتاویٰ تابعین، اقوال صحابہ اور احادیث نبویہ کو بطور زحمت بالاسانید جمع کر دیا ہے۔ (کشف الظنون جلد ۱۲ صفحہ ۱۲ طبع دار الفکر ۱۴۰۲ھ)

حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سبز عمامہ باندھنا

عمامہ آپ کا سفید ہوتا تھا، زعفرانی رنگ زیادہ پسند خاطر تھا، کبھی کبھی سبز بھی استعمال کرتے تھے۔ (تابعین از شاہ معین الدین ندوی صفحہ نمبر ۳۶۵ مطبوعہ اعظم گڑھ ۱۹۷۳ء)

فرائین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

(۱)۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے میری اقتداء (پیروی) کی بس وہ مجھ سے ہے اور جس نے میری سنت سے سے روگردانی کی وہ مجھ سے نہیں (یعنی میرے طریقہ پر نہیں)

(۲)۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ بندے کو سنت پر عمل کرنے

جنت میں داخل فرمائے گا۔ (الغناء صفحہ نمبر ۱۸۰، ۱ جلد ۲ طبع لاہور)

(۳)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔ ان میں سے

جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ (مکتوۃ صفحہ نمبر ۲۱۸ جلد ۳ مترجم طبع لاہور)

(۴)۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ

آپ نے فرمایا: اس شخص کو آگ نہیں لگے گی جس نے مجھ کو دیکھا یا مجھ کو دیکھنے والے کو

دیکھا۔ (مکتوۃ صفحہ نمبر ۲۱۷ جلد ۳ مترجم طبع لاہور)

(ف) یہاں سے مراد صحابہ کرام و تابعین ہیں۔

لہذا.....! سبز عمامہ باندھنے والوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنا، ان پر طعنے و مزاح

کرنا، سراسر جہالت و گمراہی اور بے دینی ہے۔ خدا کا خوف کرو..... توبہ کرو..... ابھی

توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔

امیر حمزہ..... درج ذیل عنوان کے تحت لکھتا ہے:

کیا ہم نعت کے خلاف ہیں؟

ہم نے یہ جو تفصیل سے گفتگو کی، ہمیں معلوم ہے کہ یار لوگ کہیں گے کہ ان کی کیا

بات ہے یہ تو نعت شریف کے منکر ہیں۔ حالانکہ ہم نعت کو نعت ہی نہیں سمجھتے جس میں

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رب بنا دیا گیا ہے (بزع خود) اللہ کے اختیار سوئچ دیئے گئے ہوں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اللہ کے رسول کو اللہ سے ملا دیا جائے۔ یہ اللہ کے رسول کی

نعت ہے یا اللہ کے رسول پر بہتان ہے؟ الخ..... اللہ کے بند و انعتوں کا کون منکر ہے؟

جب کفار نے اللہ کے رسول کی شان میں گستاخیاں کیں تو سیدنا حسان رضی اللہ عنہ نے

نعت پڑھی، آج جو شیطان رشدی، اللہ کے رسول کے خلاف بکواس کر رہا ہے۔ مزہ تو

تب ہے کہ اس کا مدلل جواب انگریزی کی نعتوں میں دو..... میرے بھائیو! جب تم غیر

مسلموں کو اس طریقہ پر اسلام کی دعوت دو گے تو وہ کہیں گے ہمارے پاس پہلے ہی یہ چیز

موجود ہے، بلکہ تم سے بڑھ کر..... اس کے بعد درج ذیل حدیث نقل کی ہے۔

حضرت معوذ بن عفرہ کی بیٹی رضی اللہ عنہا کہتی ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں اس وقت

وہ معبود ہے اور یہ عابد ہیں

وہ الہ ہے اور یہ بندے ہیں

نیز ہم نے باب اول میں اپنے عقائد و نظریات کی وضاحت کر دی ہے۔ دوبارہ

لکھیں:

صانع عالم جل مجدہ واجب الوجود ازیلی ابدی ہے۔ اس کا کوئی مثل نہ ذات میں

ہے نہ صفات میں۔ تمام کمالات ممکنات اس کی عظمت ذاتی کے ظل و پر تو ہیں۔

وجوب وجود، استحقاق عبادت، خالقیت با اختیار خود تدبیر کائنات کلی و جزوی اس کی

ات مقدس سے مختص ہیں۔

دشمن کے اعتراضات کا جواب، نظم یا نثر میں دیا جاتا ہے، فقط نظم میں ہونا کوئی

ضروری نہیں شیطانِ رشدی کا جواب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اسی دور میں جب اس

نے یہ ہنگامہ برپا کیا، شائع ہو گیا تھا، اگر اُمّی کو نظر نہ آئے تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے۔

عربی کتاب..... آیاتِ سماویہ فی الروعی کتاب آیاتِ شیطانیہ

مصنف..... الدکتور شمس الدین الفاسی (لندن)

اردو نام..... شیطانِ رشدی اور اس کی خرافات کا تنقیدی جائزہ

مترجم..... ڈاکٹر محمد مبارز ملک پروفیسر شعبہ عربی پنجاب یونیورسٹی لاہور

طباعت اول..... ۱۷/۱۲/۱۹۹۰ء

ناشر..... مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

علاوہ ازیں علمائے اہلسنت نے سلمانِ رشدی کے رد میں درج ذیل مقالات تحریر

فرمائے جو کہ ”تحفظ عقائد اہلسنت“ مرتبہ مولانا ظہیر الدین قادری، میں چھپ چکے ہیں

۱..... ملعونِ رشدی کے شیطانی نظریات۔ از مولانا ظہیر الدین قادری

۲..... مردِ دردِ رشدی نے انبیاء کی عظمت و عصمت کو نشانہ بنایا۔ ایضاً

۳..... مرتد سلمانِ رشدی کا قرآن مجید پر حملہ ایضاً

تشریف لائے جب میں نکاح کے بعد اپنے شوہر کے ہاں آئی تھی۔ تو آپ کا نام میرے
بچھونے پر بیٹھ گئے۔ جیسا کہ تم بیٹھے ہو۔ چنانچہ ہماری لڑکیاں دف بجائے لگیں۔ اور
میرے باپ دادا (انصاری مجاہدین) کی خوبیاں بیان کرنے لگیں۔ جو غزوہ بدر میں شہید
ہوئے تھے۔ اس دوران اچانک ایک لڑکی نے کہا:

”وفینا نبی یعلم مافی غد۔“

ترجمہ: ”ہم میں ایسا نبی موجود ہے جو کل کی باتوں کو جانتا ہے۔“

اس پر آپ نے فرمایا: ”دعی هذا و قولی بالذی كنت تقولین“

(شاہراہِ بہشت صفحہ نمبر ۱۱۵ تا ۱۱۷ غلامہ)

﴿جواب﴾

امیر حمزہ کا اہلسنت پر سراسر بہتان عظیم ہے کہ یہ لوگ نعت میں رسول اکرم ﷺ
کو اللہ جل جلالہ سے ملا دیتے ہیں۔ ہم اوراقِ گزشتہ میں صریح وضاحت کر چکے ہیں کہ
ہم علمائے اہلسنت میں سے جن کو اللہ تعالیٰ نے نعت گوئی کا ملکہ عطا فرمایا ہے اور جن کی
وجہ سے جماعت کا تشخص ہے کی نعت گوئی کو صحیح و درست مانتے ہیں۔ رہا ایرے غیرے
نعت گو شاعر تو ہم ان کی نسبت اپنی بریت کا اظہار کرتے ہیں۔ اور صوفیائے کرام کے
اشعار کا تعلق چونکہ کیفیات، واردات اور مشاہدات سے ہوتا ہے اور نہ ہی ہم ان کی نعت
سے واقف ہیں۔ اس لئے ان کے کلام کے متعلق اپنی خاموشی کا اظہار کرتے ہیں۔ اور
اسی میں انسان کی بھلائی کا راز مضمر ہے۔

ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ

خدا خدا اور رسول رسول

وہ خالق اور یہ مخلوق ہیں

وہ مجود ہے اور یہ ساجد ہیں

وہ قدیم ہے اور یہ حادث ہیں

- ۴..... مرتد سلمان رشدی کی امہات المؤمنین کی شان میں گستاخیاں ایضاً
- ۵..... بدوین سلمان رشدی کی صحابہ کرام کی شان میں گستاخیاں ایضاً
- ۶..... ملعون سلمان رشدی تختہ دار پر ایضاً
- ۷..... ملائکہ مقررین کی ذات مقدسہ پر ملعون رشدی کا حملہ ایضاً
- ۸..... سلمان رشدی کون ہے؟ از مولانا شہاب الدین
- ۹..... مرتد اعظم سلمان رشدی از علامہ قمر الزمان اعظمی
- ۱۰..... شیطان آیات کا شیطانی مصنف از ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی
- ۱۱..... ملعون رشدی کے باطل نظریات کا جواب از مولانا محمد اسلم بستوی
- ۱۲..... ملعون رشدی کی معراج مصطفیٰ ﷺ پر تنقید از مولانا احمد قادری بھیروی

(تحفظ عقائد اہلسنت صفحہ نمبر ۴ تا ۲۵۷ طبع لاہور ۱۴۳۱ھ)

الٹا چور کو تو ال کوڈانے

امیر حمزہ صاحب غور فرمائیں کہ کیا مندرجہ ذیل وہابیہ نجدیہ کے عقائد پڑھ کر یا سن کر کوئی غیر مسلم، یہودی اور عیسائی وغیرہ مسلمان ہو جائے گا۔ نہیں نہیں! بلکہ وہ بر ملا کہے گا، کہ پیغمبر اسلام سے زیادہ خوبیاں تو ہمارے پیغمبر میں موجود ہیں۔

وہابیہ نجدیہ کے عقائد

عقیدہ نمبر ۱..... اللہ کے سوا کسی کو نہ مان اور اس نہ ڈرو۔

(تقویۃ الایمان از مولوی اسماعیل دہلوی صفحہ نمبر ۱۰)

عقیدہ نمبر ۲..... ہمارا جب خالق اللہ ہے اور اس نے ہم کو پیدا کیا تو ہم کو بھی چاہیے کہ اپنے ہر کاموں میں اسی کو پکاریں، اور کسی سے ہم کو کیا کام، جیسے جو کوئی ایک بادشاہ کا غلام ہو چکا ہے۔ تو وہ اپنے ہر کام کا علاقہ اسی سے رکھتا ہے دوسرے بادشاہ سے بھی نہیں رکھتا اور کسی چوہے کے چمکا کر۔ (تقویۃ الایمان از مولوی اسماعیل دہلوی صفحہ نمبر ۱۰)

عقیدہ نمبر ۳..... اس کے دربار میں ان کا تو یہ حال ہے کہ جب وہ کچھ حکم فرماتا ہے

- ۱..... سب رعب میں آکر بے حواس ہو جاتے ہیں۔ (تقویۃ الایمان از مولوی اسماعیل دہلوی صفحہ نمبر ۶)
- عقیدہ نمبر ۴..... اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی جن اور فرشتے، جبرئیل اور محمد ﷺ کے برابر پیدا کر ڈالے۔ (ایضاً صفحہ نمبر ۱۶)
- عقیدہ نمبر ۵..... جن کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں۔ (ایضاً صفحہ نمبر ۲۲)
- عقیدہ نمبر ۶..... رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ (ایضاً صفحہ نمبر ۲۲)
- عقیدہ نمبر ۷..... جو لوگ شریعت کا علم رکھتے ہیں حدود اللہ اور احوال و انہی پر ان کی نگاہ ہے ایسے علماء میں سے ایک بھی ایسا نہیں جس نے یہ لکھا ہو کہ محض زیارت قبر مکرم یا کسی اور قبر کیلئے رخت سفر باندھنا جائز ہے بلکہ جید علمائے کرام نے ایسے سفر کو حرام قرار دیا ہے۔ جس کا سفر ہی تہنی برگناہ ہو وہ نماز میں قصر کیسے کر سکتا ہے۔

(الجواب الباہرہ فی زوار المقابر از ابن تیمیہ صفحہ نمبر ۵۲ طبع فیصل آباد)

اہلسنت و جماعت کا مذہب

۱۔ اہلسنت کے نزدیک اللہ کے سوا کسی کو نہ ماننا، یعنی یہ عقیدہ رکھنا کہ صرف اللہ پر ایمان لانا چاہیے اور کسی پر ایمان لانا ضروری نہیں، کفر خالص ہے، دیکھئے تمام امت مسلمہ کا متفقہ عقیدہ ہے کہ جب تک اللہ، ملائکہ، آسمانی کتابوں، اللہ کے تمام رسولوں، یوم آخرت اور خیر و شر کے مخائب اللہ مقدر ہونے اور مرجانے کے بعد اٹھنے پر ایمان نہ لایا جائے اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا۔

۲۔ ہر سنی مسلمان کا عقیدہ یہ ہے کہ ہمارے تمام کاموں میں متصرف حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نبیوں، رسولوں اور اس کے غریب بندوں سے ہمارا کوئی کام ہی نہ ہو۔ کتاب و سنت میں بے شمار نصوص وارد ہیں جن کا مفاد یہ ہے کہ ہمیں اپنے کاموں میں محبوبانِ خدا کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ“۔ ”اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے

معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔ (کنز الایمان) دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "فَاسْتَلُوا أَهْلَ الْبَيْتِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ"۔ "اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر سے دریافت کر لو"۔ دیکھیے ان دونوں آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مقرب بندوں سے ہمارا کام وابستہ کر دیا ہے یا نہیں؟ اس عبارت میں جو تمام ماسوئی اللہ کو چوہڑا چار سے تعبیر کیا گیا ہے اہلسنت کے نزدیک یہ مقرران بارگاہ ایزدی کی شان میں بدترین گستاخی ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

۳۔ اہلسنت کے نزدیک انبیاء کرام یا ملائکہ مقربین پر خوف و خشیت الہی کا طاری ہونا تو حق ہے مگر انہیں بے حواس کہنا ان کی شان میں بے باکی اور گستاخی ہے۔

۴۔ ہم اہلسنت کے نزدیک حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی مثل و نظیر کے پیدا کرنے سے قدرت و مشیت ایزدی کا متعلق ہونا محال عقلی ہے کیونکہ حضور ﷺ پیدائش میں تمام انبیاء سے حقیقتاً اول ہیں اور ایک حیثیت سے تمام انبیاء سے آخر اور خاتم النبیین ہیں ظاہر ہے کہ جس طرح اول حقیقی ہیں تعدد محال بالذات ہے اسی طرح خاتم النبیین میں بھی تعدد متعذر لہذا یہ ہے اور اسی بنا پر قدرت و مشیت خداوندی کا ناقص ہونا لازم نہیں آتا بلکہ اس امر محال کا قبیح و مذموم ہونا ثابت ہوتا ہے کہ وہ اس بات کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت و مشیت اس کے متعلق ہو سکے۔

۵۔ اہلسنت کا مذہب ہے، کہ ملک و اختیار بالاستقلال تو خداوندی ہے اور ملک و اختیاری و ذاتی کسی فرد کیلئے ثابت نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا اختیار اور اس کی عطا کی ہوئی ملک عام انسانوں کیلئے دلائل شرعیہ سے ثابت ہے اور یہ ایک ایسی روشن اور بدیہی بات ہے کہ جس کے تسلیم کرنے میں کوئی مجبوظ الحواس بھی تامل نہیں کر سکتا، چہ جائیکہ سمجھدار آدمی اس کا انکار کرے۔ حضور ﷺ کے حق میں علی الاطلاق یہ کہہ دینا کہ وہ کسی چیز کے مالک و مختار نہیں شانِ اقدس میں صریح تو ہیں ہے۔ اور ان تمام نصوص شرعیہ اور اولہ قطعہ کے قطعاً خلاف ہے، جن سے حضور ﷺ کیلئے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ملک اور اختیار ثابت ہوتا ہے۔

۶۔ اہلسنت کا مسلک یہ ہے کہ مقربین بادشاہ ایزدی عبودیت کے اس بلند مقام پر ہوتے ہیں کہ ان کی ذوات قدسیہ مظہر صفات ربانی ہو جاتے ہیں۔ اور بمقتضائے عبودیت قدسی و بی سمع و بی بصر ان کا دیکھنا، سننا، چلنا، بھرنا، ارادہ مشیت سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ وہ میدان تسلیم و رضا کے مرد ہوتے ہیں، ان کا چاہنا اللہ کا چاہنا اور ان کا ارادہ اللہ کا ارادہ ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں حضور سید المقررین نبی کریم ﷺ کے حق میں یہ کہنا کہ رسول اللہ ﷺ کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا، عظمت شان رسالت کے منافی ہے بلکہ مقام نبوت کی توہین و تنقیص ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ صفات الہیہ کا مظہر اتم ہیں اور ان کی مشیت، مشیت ایزدی کا ظہور ہے۔ تو اس کا پورا نہ ہونا معاذ اللہ مشیت خداوندی کی ناکامی ہوگی، یہی توہین نبوت اور کفر خالص ہے اور کمالات انبیاء ﷺ کی تنقیص، اسی لئے کفر ہے کہ کمالات نبوت قطعاً صفات الہیہ کا ظہور ہوتے ہیں۔ (الحق المبین صفحہ نمبر ۶۱ تا ۶۳، از علامہ سید احمد سعید کاشمی نور اللہم قدا)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

خیر الوری امام زسل مظہر اتم

(اخبار الاخیار صفحہ نمبر ۲۱ طبع کراچی)

ترجمہ: "آپ بہترین مخلوق، امام الانبیاء اور مظہر کامل ہیں۔"

حضرت شاہ عبدالرحیم والد گرامی مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۱۵۶ھ) فرماتے ہیں: "اور رحمت کاملہ نازل ہو اس ذات پاک پر جو اللہ تعالیٰ کے مظہر اتم و اکمل ہیں۔" (انفاس رحیمیہ بحوالہ تسکین الخواطر صفحہ نمبر ۲۹، از علامہ سید احمد سعید کاشمی رحمہ اللہ)

حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ، مقام ولایت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں... اس کے بعد تمہیں مخلوق سے مزید دور کر دیا جائے گا۔ تمہارے باطن میں صرف اللہ رہ جائے گا پھر تمہارا یقین قوی ہوگا، سینہ کھل جائے گا، دل منور ہو جائے گا اور جب ان کیفیتوں کے ساتھ تم خدا تعالیٰ کا بہت زیادہ قرب پالو گے تو تمہیں خدائی اسرار اور امانت کی حفاظت کے باعث بارگاہ خداوندی میں تمہیں مزید عزت ملے گی، پھر تمہیں یہ

جتا دیا جائے گا کہ بزرگی اور کرامات کے باعث تمہارا خاص حصہ تمہیں کب ملے گا خداوند تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے اپنے احکام کی ہدایت کرنے والوں میں سے پیشوا بنائے جنہوں نے ہماری آیتوں پر یقین کیا اور صبر سے کام لیا، پھر فرمایا: جو لوگ ہمارے رستے میں ریاضت اور محنت سے کام لیتے ہیں ہم انہیں اپنی راہ کی ہدایت کرتے ہیں۔ ایک اور جگہ فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں تعلیم دیتا ہے۔

جب تم اس مقام پر پہنچ جاؤ گے تو تمہیں ظاہر اجازت دے کر کائنات عالم میں تصرف کرنے کی قوت عطا ہوگی، اس میں کسی شک و شبہ کا تصور نہیں، آفتاب کی طرح روشن دلیل، ولایت کلام جو سب لذائذ سے زیادہ لذیذ ہو، بلا شک و شبہ سچا الہام جو تمام نفسانی خطروں اور شیطانی وسوسوں سے پاک ہو، تمہیں عطا کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا کہ بنی آدم! میں جس چیز کو ”ہونے“ کا حکم دیتا ہوں وہ ہو جاتی ہے۔ جب تم میرے فرمانبردار و تابع بن جاؤ گے تو تمہیں بھی ایسا ہی بنادوں گا کہ تم بھی جس شے کو کہو گے ”ہو جا“ ہو جائیگی۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے اکثر انبیاء اولیاء اور خاص بندوں کو اس نعمت سے نوازا۔

(فتوح الغیب از سیدنا عبدالقادر جیلانی صفحہ نمبر ۳۳، ۳۴ طبع لاہور)
۷۔ سید المرسلین ﷺ کے دربار کی زیارت (یعنی قبر مکرم کی زیارت) علماء دین کے نزدیک بالاتفاق قولاً فعلاً بہترین سنن اور مؤکد ترین مستحبات میں سے ہے۔ قاضی عیاض مالکی اندلسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ کے قبر کی زیارت ایک فضائل علیہ سنت اور مرغوب فضیلت ہے۔

﴿جذب القلوب الی دیار المحبوب از شیخ عبدالحق محدث دہلوی صفحہ نمبر ۲۲۲ طبع کراچی﴾

﴿الشفاء صفحہ نمبر ۱۰۶ جلد ۲ از قاضی عیاض مالکی اندلسی، طبع لاہور﴾

لہذا دور دراز سے روضہ مبارکہ کی زیارت کیلئے سفر کرنا جائز ہے اور اس کو سہل معصیت سے تعبیر کرنے والے خود بدعتی، ضال اور مضل ہیں۔ جس حدیث مبارکہ سے ممانعت ثابت کی جاتی ہے اس کا تعلق مساجد حرام (مسجد بیت الحرام، مسجد بیت المقدس،

مکہ نبوی) سے ہے، نہ قبور انبیاء و اولیاء سے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل

جب امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ملک شام کو فتح کیا اور بیت المقدس کے باشندوں سے صلح کر لی اور کعب احبار آ کر مشرف باسلام ہوئے تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو ان کے اسلام لانے سے بے حد مسرت ہوئی۔ واپسی کے وقت ان سے فرمایا کہ اے کعب اگر چاہو تو ہمارے ساتھ مدینہ منورہ چلو اور سرورِ دو عالم ﷺ کی (قبر) کی زیارت کر لو۔ کعب احبار نے کہا بہت خوب! اے امیر المؤمنین، میں ایسا ہی کروں گا۔ مدینہ منورہ میں آنے کے بعد سب سے پہلا کام جو امیر المؤمنین نے کیا وہ پیغمبر ﷺ کی قبر مکرم پر حاضر ہو کر (سلام تھا۔

(جذب القلوب الی دیار المحبوب از شیخ عبدالحق محدث دہلوی صفحہ نمبر ۲۳۱ طبع کراچی)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا عمل

ابن عساکر، ابوداؤد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ آپ (ﷺ) فرماتے ہیں کہ اے بلال رضی اللہ عنہ! یہ کیا ظلم ہے کہ کبھی ہماری زیارت کو نہیں آئے۔ اسی وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ اپنی سواری کے ذریعہ مدینہ منورہ کے قصد سے روانہ ہو گئے۔ جب قبر شریف پر پہنچے تو اشکبار ہو کر عاجزی کے ساتھ روئے..... الخ (جذب القلوب الی دیار المحبوب از شیخ عبدالحق محدث دہلوی صفحہ نمبر ۲۳۰ طبع کراچی)

ثانی عمر حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا عمل

قاضی عیاض مالکی اندلسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز صرف (روضہ مبارک پر) سلام عرض کرانے کیلئے مستطلاً شام سے قاصد بھیجا کرتے تھے۔

(الشفاء صفحہ نمبر ۱۰۹ جلد ۲ طبع لاہور مترجم)

ابن تیمیہ کے پجاریوں سے ایک سوال

کیا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ۔
فصل حرام کا ارتکاب کیا تھا اور اسلام میں اس کی سزا کیا ہے؟

فرقہ وہابیہ کی حدیث دانی اور حدیث مسلم کا جواب

فرقہ وہابیہ فقہت سے بالکل کورا ہے اور خالق کائنات نے ان کو یہ نعمت عطا نہیں فرمائی اس لئے ان کو فرقہ قالیہ وہابیہ کہنا بجا ہوگا۔

حاجی امداد اللہ مہاجر کی فرماتے ہیں:

اور غیر مقلد لوگ کہ فی زمانہ دعویٰ حدیث دانی و عمل بالحدیث کرتے ہیں۔ حاشا! کلا کہ حقانیت سے بہرہ نہیں رکھتے تو اہل حدیث کے زمرے میں کب شامل ہو سکتے ہیں بلکہ ایسے لوگ دین کے راہزن ہیں ان کے اختلاط سے احتیاط کرنا چاہیے۔

(شام امدادیہ صفحہ نمبر ۲۸ طبع پاکستان)

حضرت مجدد الف ثانی (متوفی ۱۰۳۳ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جو لوگ اکابرین دین کو اصحاب رائے کہتے ہیں، اگر مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ نصوص شرعیہ کو نظر انداز کر کے اپنی رائے کے مطابق فتویٰ دیا کرتے تھے تو (افتراء اور بہتان کے علاوہ) یہ بھی لازم آتا ہے کہ اہل اسلام کا سواد اعظم گمراہ اور مبتدع ہو بلکہ جرمہ اسلام سے خارج ہو۔ کوئی جاہل یا زندقہ ہی اس قسم کا عقیدہ رکھ سکتا ہے جو دین کے ایک بڑے حصہ کو برباد کرنا چاہے۔ یہ لوگ (یعنی غیر مقلد) چند حدیثیں یاد کر کے سمجھتے ہیں کہ دین کے تمام احکام انہیں میں منحصر ہیں، جو ان کو معلوم نہیں وہ گویا موجود ہی نہیں۔ ان تعصب پرستوں کے تعصب پر، اور ان کی نظر کوتاہی پر افسوس صد افسوس، ہانی فقہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہیں۔ اور تسلیم ہے کہ فقہ کے تین حصے امام اعظم کیلئے مخصوص ہیں اور ایک چوتھائی میں امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رضی اللہ عنہ وغیرہ جملہ آئمہ وغیرہ شریک

ہیں۔ (علمائے ہند کا شاندار ماضی حصہ اول صفحہ نمبر ۱۴ طبع کراچی ۱۹۹۱ء)

حدیث مسلم کا جواب

حضرت معوذ بن عفرہ کی بیٹی رضی اللہ عنہا کہتی ہیں نبی کریم ﷺ ہمارے ہاں اس وقت تشریف لائے جب میں نکاح کے بعد اپنے شوہر کے ہاں آئی تھی۔ تو آپ ﷺ میرے بچہ کو پر پیٹھ گئے۔ جیسا کہ تم پیٹھے ہو۔ چنانچہ ہماری لڑکیاں دف بجانے لگیں۔ اور میرے باپ دادا (انصاری مجاہدین) کی خوبیاں بیان کرنے لگیں۔ جو غزوہ بدر میں شہید ہوئے تھے۔ اس دوران اچانک ایک لڑکی نے کہا:

”ولینا نبی یعلم ما فی غد“

ترجمہ: ”ہم میں ایسا نبی موجود ہے جو کل کی باتوں کو جانتا ہے۔“

اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ”دعی هذا و قولی بالذی کنت تقولین“

(اے بچی) اسے رہنے دو اور اسی طرح کہہ جس طرح کہہ رہی تھی۔

مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

اولاً تو غور کرنا چاہیے کہ یہ مصرعہ خود ان بچیوں نے تو بنایا ہی نہیں تھا، کیونکہ بچیوں کو شعر بنانا نہیں آتا تھا۔ اور نہ کسی کافر مشرک نے بنایا، کیونکہ وہ حضور ﷺ کو نبی نہیں مانتے تھے۔ لامحالہ یہ کسی صحابی کا شعر ہے۔ بتاؤ وہ شعر بنانے والے صحابی معاذ اللہ! مشرک ہیں یا نہیں؟ پھر حضور ﷺ نے نہ تو اس شعر بنانے والے کو برا کہا نہ شعر کی مذمت کی بلکہ ان کو گانے سے روکا۔ کیوں روکا، چار وجہ سے، اولاً تو یہ کہ اگر کوئی ہمارے سامنے ہماری تعریف کرے تو بطور انکسار کہتے ہیں، ارے میاں یہ باتیں چھوڑ دو، وہی باتیں کرو، یہاں بھی انکسار فرمایا۔ دوم یہ کہ کھیل کود، گانے بجانے کے درمیان نعت کے اشعار پڑھنے کی ممانعت فرمائی اس لئے ادب چاہیے۔ تیسرے یہ کہ غیب کی نسبت اپنی طرف کرنے کو ناپسند فرمایا۔ چوتھے یہ کہ مرثیہ کے درمیان نعت ہونا ناپسند فرمایا، جیسا کہ نعت خواں حضرات کرتے ہیں کہ نعت و مرثیہ کو ملا کر پڑھتے ہیں۔ (جامع الحق صفحہ نمبر ۱۱۱ طبع لاہور)

ماہی قاری خنی (متوفی ۱۰۱۳ھ) رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
منع فرمایا علم غیب کی نسبت اپنی طرف کرنے کو، کیونکہ علم غیب خدا کے سوا کوئی نہیں
جانتا اور رسول وہ ہی غیب جانتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بتائے بطور کرامت، یا یہ ناپند کیا
کہ آپ کا ذکر دف بجانے میں یا مقتولین کے مرثیہ کے درمیان کیا جاوے کہ آپ کا
درجہ اس سے اعلیٰ ہے۔ (مرقات صفحہ نمبر ۲۱۰ جلد ۶ ناشر مکتبہ امدادیہ ملتان)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۰۵۲ھ) رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

شارحین نے کہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کو منع کرنا اس لئے ہے کہ اس میں علم
غیب کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے، لہذا آپ کو ناپسند آئی اور بعض نے فرمایا کہ اگر
ذکر شریف کھیل کود میں مناسب نہیں۔ (احیاء المذات، صفحہ نمبر ۱۱، جلد ۳، طبع ملتان)

حجۃ الاسلام حضرت امام محمد غزالی (متوفی ۵۰۵ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

آپ کا فرمانا کہ اس کو ترک کر دو اور جو کچھ پہلے کہتی تھی وہی کہو، اس کی وجہ یہ تھی کہ
نبوت کی شہادت تھی اور راگ کھیل ہے اور شہادت نبوت کھیل نہیں تو اس کو ایسی چیز سے
ملانا نہ چاہیے..... الخ (احیاء علوم الدین صفحہ نمبر ۷۵ جلد ۴ طبع لاہور)

امام احمد رضا بریلوی خنی (متوفی ۱۲۳۱ھ) رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ممکن ہے کہ لہو و لعب کے وقت اپنی نعت اور وہ بھی زنانے گانے اور دف بجانے
میں پسند نہ فرمائی۔ لہذا ارشاد ہوا اسے رہنے دو اور وہی پہلے گیت گاؤ، ارشاد الساری،
لمعات و مرقاۃ وغیرہا میں اس احتمال کی تصریح ہے۔ (الامن والاعلیٰ صفحہ نمبر ۱۹۹ طبع لاہور)

امیر حمزہ صاحب!

ذرا اس حدیث کو بھی پڑھیے اور وہابیت سے توبہ کیجئے۔

ابن اسحاق سے روایت ہے کہ جب (غزوہ خنین میں) مشرکین بھاگ گئے۔
مالک ابن عوف (کہ اس لڑائی میں سردار کفار ہوازن تھے) بھاگ کر طائف میں پناہ
گزین ہوئے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ ایمان لا کر حاضر ہو تو ہم اس کے اہل

واپس دے دیں گے۔ یہ خبر مالک بن عوف کو پہنچی۔ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے
جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مقام حیرانہ سے نہضت فرما چکے تھے۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے
اہل و مال انہیں واپس دیئے اور ۱۰۰ اونٹ بھی عطا کئے۔ فقال مالک بن عوف رضی اللہ
عنه یخاطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قصیدۃ۔

ما ان سمعت ولا رأیت بمثلہ

فی الناس کلہم کمثل محمد

اولی و اعطی للجلیل اذا اجتدی

واذا تشاء بجزک عما فی غد

یعنی میں نے تمام جہانوں کے لوگوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل نہ کوئی دیکھا، نہ سنا۔
سب سے زیادہ وفا فرمانے والے اور سب سے زیادہ فزوں تر سائل کو نفع کثیر عطا بخشنے
والے اور جب تو چاہے تجھے آئندہ کی خبریں بتا دیں۔

﴿مختصر سیرت الرسول از عبداللہ بن محمد بن عبد الوہاب صفحہ نمبر ۳۶۸ طبع لاہور ۱۳۹۹ھ﴾

سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ نمبر ۳۰ ناشر مکتبہ فاروقیہ ملتان ۱۳۹۷ھ

﴿سیرت رسول پاک بروایت ابن اسحاق تابعی صفحہ نمبر ۶۸۶ طبع لاہور ۱۳۲۱ھ﴾

۱۔ امام محمد غزالی (م ۵۰۵ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یعنی نبوت وہ چیز ہے، جو نبی کے
ساتھ خاص ہے اور نبی اس کے سبب اوروں سے ممتاز ہے اور وہ کئی قسم کے خاصے ہیں
جن سے نبی مختص ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ جو امور اللہ جل جلالہ کی ذات و صفات اور ملائکہ و
آخرت سے متعلق ہیں نبی ان کے حقائق ۲ کا ایسا علم رکھتا ہے اوروں کے علم زیادت
معلومات و فزونی تحقیق و انکشاف میں ان سے نسبت نہیں رکھتے۔ دوم یہ کہ نبی کیلئے اس
کی ذات میں ایک ایسا وصف ہوتا ہے جس سے افعال خلاف عادت (جنہیں معجزہ کہتے
ہیں) انصرام پاتے ہیں جس طرح ہمارے لئے ایک صفت ہوتی ہے، جس سے وہ ملائکہ
کو دیکھتا ہے جس طرح اکھیا رے کے پاس ایک صفت ہے جس کے باعث وہ اندھے
سے ممتاز ہے۔ چہارم یہ کہ "ان له صفة بها یلذک ما سیکون فی الغیب" نبی

کیلئے ایک صفت ہوتی ہے جس سے وہ آئندہ غیب کی باتیں جان لیتا ہے۔ (شرح
مصابہ از علامہ ذرقانی رحمہ اللہ)

حضور ﷺ کی دعائیں کرتے تھے۔ ”اللہم اربنا الاشیاء کما
ہی“۔ (کشف المحجوب صفحہ نمبر ۱۵۲ تا مدارج النبوة صفحہ نمبر ۹۹ جلد ۲)

مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث اور اس کا جواب

ایک مرتبہ آپ ﷺ کو وضو فرما رہے تھے۔ صحابہ کرام نے وضو کا بچا ہوا پانی جسموں پر ملانا
شروع کر دیا۔ امام الانبیاء نے پوچھا، کوئی چیز تمہیں اس پر ابھار رہی ہے؟ انہوں نے کہا،
اللہ اور اس کے رسول کی محبت، تو آپ ﷺ نے فرمایا، جسے یہ بات اچھی لگتی ہے کہ وہ اللہ
اور اس کے رسول سے محبت کرے یا اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کریں، تو وہ جب
بھی بولے سچی بات کرے امانت میں خیانت نہ کرے اور ہمسائیوں سے اچھا سلوک
کرے۔ (شاہراہِ بہشت صفحہ نمبر ۱۱۸) (مشکوٰۃ صفحہ نمبر ۴۲۳ کتاب الادب باب الشفۃ والرحمۃ علی الخلق)
اس حدیث مبارکہ سے یہ اخذ کرنا کہ رحمت عالم ﷺ نے صحابہ کرام کے اس فعل
یعنی آپ کے وضو سے بچے ہوئے پانی کو جسموں پر ملنے کے فعل کو ناپسند کیا، کم فہمی کے
علاوہ کچھ نہیں بلکہ آپ نے صحابہ کرام کے اس فعل کو پسند فرماتے ہوئے دیگر تین نیک
امور کی طرف توجہ دلائی۔ جن میں مخلوق کے ساتھ نیک برتاؤ کا حکم فرمایا اس لئے
صاحب مشکوٰۃ نے اس حدیث کو ”باب الشفۃ والرحمۃ علی الخلق“ میں نقل کیا ہے ہمارے
اس دعویٰ کی درج ذیل احادیث مؤید ہیں۔

ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک دن) نبی اکرم ﷺ دو پہر کے وقت ہمارے پاس
تشریف لائے، تو وضو کا پانی آپ کے پاس لایا گیا۔ آپ ﷺ نے وضو فرمایا (اور جب آپ
وضو فرما چکے) لوگ آپ کے وضو کا بچا ہوا پانی لے کر اس کو (اپنے چہرے اور آنکھوں پر) ملنے
لگے۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے ظہر کی دو رکعتیں اور عصر کی دو رکعتیں پڑھیں۔ اور آپ کے سامنے
سترہ (گڑا ہوا تھا) ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ نے ایک قدر چمکایا جس میں پانی تھا

❖ شاہراہِ اہلسنت بجاواب شاہراہِ بہشت ❖
پہلے آپ نے دونوں ہاتھ اور اپنا منہ اسی میں دھویا اور اس میں کھلی کی پھر دونوں (ابوموسیٰ اور
بلال) سے کہا یہ پانی کچھ پی لو اور کچھ اپنے چہروں پر اور اپنے سینوں پر ڈال لو۔

حضرت علی بن عبد اللہ، یعقوب بن ابراہیم بن سعد، ابراہیم بن سعد، صالح ابن
شہاب کہتے ہیں، مجھ سے محمود بن ربیع نے بیان کیا کہ محمود بن ربیع وہ شخص ہے کہ رسول
خدا ﷺ نے ان کے منہ میں بچپن کی حالت میں کھلی کی تھنی کی انہی کے کنوئیں سے (پانی لے
کر) عروہ نے (اس حدیث کی) مسور وغیرہ سے روایت کی ہے اور یہ دونوں روایتیں
ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضو فرماتے، تو
آپ کے وضو سے بچے ہوئے پانی پر صحابہ کرام ٹوٹ پڑتے۔

(بخاری صفحہ نمبر ۱۶۰ جلد اول (مترجم) طبع لاہور ۱۹۷۷ء)

حضرت حون بن ابی جحیفہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا
کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ سرخ چری قبہ میں تھے اور
میں نے بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ کے وضو کا پانی لیا اور دوسرے لوگ بھی پانی لینے میں
سبقت کر رہے تھے جس کو اس میں سے مل جاتا، تو اس کو اپنے منہ پر مل لیتا اور جس کو نہ ملتا
تو وہ اپنے ساتھی کے ہاتھ کی تری سے لیتا۔ (بخاری صفحہ نمبر ۳۲۳ جلد ۲ (مترجم) طبع لاہور ۱۹۷۷ء)
حضرت طلق بن علی یمامی کا بیان ہے کہ ہم اپنے وطن سے رسول اللہ ﷺ کی طرف نکلے
۔ حاضر خدمت ہو کر ہم نے آپ سے بیعت کی اور آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور عرض کیا
کہ ہمارے وطن میں ہمارا ایک گرجا ہے، پھر ہم نے آپ سے درخواست کی کہ آپ اپنے
وضو کا بچا ہوا پانی عنایت فرمائیں آپ نے پانی طلب فرمایا اور وضو کر کے بقیہ آپ نے
ایک کھلی ہمارے چھاگل میں ڈالی اور روانگی کی اجازت دے کر فرمایا کہ جب تم اپنے وطن
میں پہنچ جاؤ تو اپنے گرجا کو توڑ ڈالو اور اس کی جگہ اس پانی کو چھڑک دو اور گرجا کی جگہ مسجد
بنالو۔ ہم نے عرض کیا کہ شہر مدینہ منورہ سے بہت دور ہے، گرمی سخت ہے، یہ پانی خشک
ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ اس میں اور پانی ڈال لینا، برکت زیادہ ہو جائے گی۔

(بخاری صفحہ نمبر ۳۲۳ جلد ۲ (مترجم) طبع لاہور ۱۹۷۷ء مشکوٰۃ صفحہ نمبر ۱۶۹ تا شریعت امدادیہ ص ۱۶۹)

ماؤذیقعدہ ۶ ہجری میں جب آنحضرت ﷺ حدیبیہ میں تھے، تو بدیل ابن ورقہ غزاعی کے بعد عروہ بن مسعود جو اس وقت تک ایمان نہ لائے تھے۔ رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کرنے کیلئے حاضر خدمت اقدس ہوئے، وہ واپس جا کر قریش سے یوں کہنے لگے۔

اے میری قوم، اللہ کی قسم! البتہ بادشاہوں کے درباروں میں حاضر ہوا ہوں اور قیصر و کسریٰ و نجاشی کے ہاں گیا ہوں۔ اللہ کی قسم! میں نے کبھی بھی کوئی ایسا بادشاہ نہیں دیکھا کہ جس کے اصحاب اس کی ایسی تعظیم کرتے ہوں۔ جیسا کہ محمد ﷺ کے اصحاب محمد ﷺ کی کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم! اس (محمد ﷺ) نے جب کھنکار پھینک دیا ہے تو وہ اصحاب میں سے کسی نہ کسی کے ہاتھ میں گرا ہے۔ جسے انہوں نے اپنے منہ اور جسم پر مل لیا ہے۔ جب وہ اپنے اصحاب کو حکم دیتے ہیں تو وہ اس کی تعمیل کیلئے دوڑتے ہیں۔ اور جب وضو کرتے ہیں تو ان کے وضو کے پانی کیلئے باہم جھگڑنے کی نوبت پہنچنے لگتی ہے۔ اور جب وہ کام کرتے ہیں تو اصحاب ان کے سامنے اپنی آوازیں دہشی کر دیتے ہیں۔ اور از روئے تعظیم ان کی طرف تیز نگاہیں نہیں کرتے۔ انہوں نے تم پر ایک نیک امر پیش کیا ہے اسے قبول کرلو۔ (صحیح بخاری، کتاب الشریعہ صفحہ نمبر ۳۷۷ جلد اول طبع لاہور ۱۹۶۱ء)

محبت رسول (ﷺ) اور اس کی علامات

محبت رسول کا دار و مدار فقط اتباع پر ہی نہیں بلکہ اس کے علاوہ اور بھی علامات کا ہونا اشد ضروری ہے جن کے بغیر دعویٰ محبت باطل ہوگا۔

قاضی عیاض مالکی اندکی فرماتے ہیں: اس بات کو خوب جان لو کہ جو شخص کسی کی محبت کا دم بھرتا ہے۔ وہ اس کو اختیار کر لیتا ہے اور اسی کی موافقت کرتا ہے۔ ورنہ وہ اس کی محبت میں صادق نہیں جس کی محبت کا وہ دعویٰ کرتا ہے۔ لہذا حضور نبی کریم ﷺ کی محبت میں وہ سچا ہے جس پر اس کی علامتیں ظاہر ہوں۔

پہلی علامت

یہ ہے کہ آپ کی پیروی کرے اور آپ کی سنت کا عامل ہو۔ آپ ﷺ کے افعال و

افعال کا اتباع کرے۔ آپ کے حکم کو بجالائے اور نواہی سے اجتناب کرے، عسرت، عسرت و کربت یعنی ہر حال میں آپ کے آداب سے موعظت و نصیحت حاصل کرے۔ اس علامت کی حجت و دلیل یہ آیت کریمہ ہے۔

”قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ“

(سورۃ آل عمران آیت نمبر ۳۱)

ترجمہ: ”اے محبوب! تم فرما دو، اگر تم، اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ۔“

دوسری علامت

یہ ہے کہ جس کو آپ نے مشروع فرمایا اس پر عمل کی ترغیب و تنبیہ فرمائی اس کو اپنی خواہشات پر ترجیح دو۔ رب کائنات ارشاد فرما ہے۔

”وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قُلُوبِهِمْ“..... الخ

(سورۃ الحشر آیت نمبر ۹)

اور جنہوں نے پہلے سے اس شہر اور ایمان میں گھر بنا لیا..... یہ لوگ دوست رکھتے ہیں انہیں جو ان کی طرف ہجرت کر گئے اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز کی جو دیئے گئے اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں، اگر انہیں شدید محتاجی ہو، اور بندوں کو خدا کی رضامندی کے حاصل کرنے میں ناراض کر دیتے ہیں۔

تیسری علامت

یہ ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کا ذکر جیسا، بکثرت کرے اس لئے کہ جو شخص جس چیز کو محبوب رکھتا ہے اس کا ذکر بکثرت کیا کرتا ہے۔

چوتھی علامت

یہ ہے کہ آپ کے لقاء و دیدار کا زیادہ شوق رکھتا ہے۔ کیونکہ ہر محبت اپنے محبوب

کے دیدار کی تمنا رکھتا ہے۔ اشاعرہ نے ایک حدیث بیان کی ہے کہ جب حضور ﷺ منورہ میں رونق افروز ہوئے تو وہاں کے لوگ یہ جڑ پڑھتے تھے۔

”غد اللق الاحبة + محمد و صحبه“

ترجمہ: ”ہم کل پیاروں سے ملیں گے یعنی آپ حضور اور آپ کے صحابہ سے۔“

پانچویں علامت

یہ ہے کہ کثرت کے ساتھ آپ کا ذکر جمیل کرے اور ذکر کے وقت انتہائی محروم افساری کا اظہار کرے۔ ابن اسحاق بھی جب نبی کریم ﷺ کا ذکر کرتے تو انتہائی عاجزی و فروتنی سے کرتے اور ان کے بال کھڑے ہو جاتے اور رونے لگتے۔ یہی حال اکثر تابعین و تابعات کا تھا۔

چھٹی علامت

یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی محبت کی وجہ سے کسی سے محبت رکھے اور اسی علاقہ کے سبب وجہ سے آپ کے اہل بیت اور آپ کے صحابہ (مہاجرین و انصار) سے محبت رکھے اور جو ان سے عداوت رکھے ان سے عداوت رکھے اور جو ان سے بغض و فساد رکھے ان سے بغض رکھے۔ جو شخص جس سے محبت رکھتا ہے وہ اس کو محبوب جانتا ہے جن سے ان کا محبوب محبت کرے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا، جو شخص امام حسن و امام حسین علیہما السلام سے محبت رکھتا ہے۔ بے شک وہ مجھ سے محبت رکھنے کی وجہ سے رکھتا ہے اور جو مجھ سے محبت رکھتا ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ بھی اس کو محبوب رکھتا ہے اور جو شخص ان دونوں سے بغض و عداوت رکھتا ہے، بلاشبہ وہ مجھ سے بغض و عداوت رکھتا ہے اور جو مجھ سے بغض و عداوت رکھتا ہے یقیناً اللہ تعالیٰ بھی اس کو مبغوض رکھتا ہے۔

اور فرمایا، اللہ اللہ فی اصحابی: ہوشیار خبردار میرے صحابہ کے بارے میں، میرے بعد ان کو اپنی اغراض کا نشانہ نہ بنانا۔ جو ان سے محبت رکھتا ہے وہ مجھ سے محبت رکھنے کی بنا پر ہے اور جو ان سے دشمنی رکھتا ہے۔ وہ مجھ سے دشمنی رکھنے کی بنا پر ہے جس نے ان کو

تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی یقیناً اس نے اللہ کو تکلیف دی، جس نے اللہ کو تکلیف دی، بہت جلد اللہ تعالیٰ اس کو اپنی پکڑ میں لے گا۔

ساتویں علامت

یہ ہے کہ اس چیز سے دشمنی رکھے جس سے اللہ اور اس کے رسول نے دشمنی رکھی اور اس سے عداوت رکھے جس سے آپ ﷺ نے عداوت رکھی اور اس شخص سے کنارہ کشی کرے جو آپ کی سنت کا مخالف ہو اور دین میں نئے نئے عقائد و نظریات کا اختراع کرے۔ (جیسے کہ اوراق گزشتہ میں آپ دہاویہ کے عقائد و نظریات کا مطالعہ کر چکے ہیں)۔

آٹھویں علامت

یہ ہے کہ آپ کے لائے ہوئے قرآن سے محبت رکھے کیونکہ آپ نے اس سے ہدایت فرمائی اور اسی کے مطابق آپ کے اخلاق کریمہ تھے۔ قرآن سے محبت کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اس کی تلاوت کرے، اس پر عمل کرے اور اس کو خوب سمجھے اور اس کے طریقہ کو پسند کرے اور اس کی حدود سے تجاوز نہ کرے۔

حضرت سہل بن عبد اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ سے محبت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن سے محبت کرے اور قرآن سے محبت کرنے کے معنی یہ ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے محبت کرے اور آپ سے محبت کرنے کی پہچان یہ ہے کہ آپ کی سنت سے محبت کرے اور آپ کی سنت سے محبت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آخرت سے محبت کرے اور آخرت سے محبت کی علامت یہ ہے کہ دنیا سے بغض رکھے اور دنیا کا بغض یہ ہے کہ قوت لا بہوت اور توشہ آخرت کے سوا کچھ جمع نہ کرے، تاکہ آخرت میں فلاح سے ہمکنار ہو۔

نویں علامت

یہ ہے کہ آپ کی امت کے ساتھ شفقت و مہربانی سے پیش آئے اور ان کو اچھی بات بتائے اور ان کے نقصانات کو دور کرے، جیسے حضور ﷺ مسلمانوں پر رؤف اور رحیم تھے۔

دسویں علامت

یہ ہے کہ اس مدعی دنیا میں زاہد ہو اور فقر کا خوگر ہو کر فقراء سے ترجیحی سلوک کرے۔ حضور ﷺ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جو شخص تم میں سے مجھ سے محبت رکھے گا اس کی طرف فقر اس رو سے زیادہ دوڑ کر آئے گا۔ جیسے کہ پہاڑ کی بلندی کی طرف سے پہاڑ سے نیچے کو آتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مغفل کی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے ایک شخص نے کہا! یا رسول اللہ، میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، غور کر کیا کہہ رہا ہے؟ عرض کیا ”واللہ! میں آپ سے محبت کرتا ہوں، اس طرح تین مرتبہ کہا، آپ ﷺ نے فرمایا، اگر مجھ سے محبت کرتے ہو تو فقر کیلئے سامان (صبر) کی تیاری کرو۔“

(الشفاء صفحہ نمبر ۳۲۳ تا ۳۸۲ (تلفیظاً) جلد ۲ طبع لاہور)

لہذا.....! جو شخص ان صفات سے متصف ہوگا تو وہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں کامل ہوگا اور جو شخص ان میں سے بعض امور کی مخالفت کرے گا، اس کی محبت اتنی ہی ناقص ہوگی اور وہ محبت کے نام سے خارج نہ ہوگا۔ اس کی دلیل حضور ﷺ کا اس شخص کے بارے میں فرمانا ہے کہ جس کو شراب پینے پر حد جاری کی گئی اور اس وقت بعض لوگوں نے اس پر لعنت کی تھی اور کہا تھا تعجب ہے اس کو ایسی حالت میں لایا گیا۔ تب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس پر لعنت نہ کرو، کیونکہ یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔

﴿الشفاء صفحہ نمبر ۳۳ جلد ۲ طبع لاہور﴾ کیلئے سعادۃ از امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ طبع لاہور﴾

امیر حمزہ

”نسائی شریف“ کے حوالے سے لکھتے ہیں: کہ بعض لوگوں نے آپ ﷺ کی تعریف میں مبالغہ آرائی کی تو آپ نے فرمایا، مجھے یہ بالکل پسند نہیں کہ تم مجھے اس مقام سے جو مجھے اللہ نے عنایت فرمایا ہے بڑھاؤ۔ (شاہراہِ بہشت صفحہ نمبر ۱۱۸)

حدیث کا جواب حدیث سے

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میری تعریف میں اس قدر مبالغہ نہ کرنا جتنا عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں نصاریٰ نے کیا (یعنی مجھے لایا خدا کا بیٹا نہ کہنا) میں تو خدا کا بندہ ہوں میرے متعلق یہی کہنا کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ (کتاب الشفاء صفحہ نمبر ۲۰۰ جلد اول طبع لاہور ۱۹۸۰ء)

اس حدیث سے واضح ہوا کہ مبالغہ سے مراد حضور ﷺ کو عیسائیوں کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا یا خدا کا بیٹا کہنا مراد ہے اور ہمارا نبی کریم ﷺ کے متعلق ہرگز عقیدہ نہیں۔ جیسا کہ ہم ہر سال محافل میلاد النبی ﷺ منعقد کر کے عیسائیوں کے عقیدہ کی بڑیں کاٹتے ہیں کہ جو ہستی پیدا ہوئی ہے وہ خالق نہیں اور نہ ہی خدا تعالیٰ کی اولاد کیونکہ ذات باری تعالیٰ اولاد سے مبرا ہے۔ قارئین کرام قرآن کریم کی سورۃ اخلاص کا مطالعہ کریں۔

اہلسنت وجماعت کا عقیدہ

(۱)۔ نبی اس بشر کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کیلئے وحی بھیجی ہو۔

(۲)۔ انبیاء سب بشر تھے اور مرد نہ کوئی جن نبی ہوا نہ عورت۔

(۳)۔ حضور ﷺ تمام رسولوں کے سردار اور سب سے افضل ہیں۔

﴿بہار شریعت صفحہ نمبر ۲۲۵ تا ۲۲۸ جلد اول طبع لاہور﴾

(۴)۔ حضور ﷺ کی تین حیثیتیں ہیں اول ظاہر باعتبار صورت بشر، دوم ملک، سوم وہ مرتبہ جس کو خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

﴿عقائد اہلسنت وجماعت صفحہ نمبر ۷۷ از مولانا شمس علی خاں رحمتی طبع کانپور﴾

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں (محمد ﷺ) جملہ اولین و آخرین سے زیادہ بزرگ ہوں اور یہ میں فخر نہیں کہتا۔ (مشکوٰۃ صفحہ نمبر ۱۲۰ جلد ۳ (مترجم) طبع لاہور)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں (محمد ﷺ) حضرت آدم علیہ السلام کی ساری

کوئی یہ نہ کہے کہ اللہ تعالیٰ چاہے اور فلاں چاہے بلکہ یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں چاہے۔ (یعنی واؤ عاطفہ کی جگہ تم ہونا چاہیے)

ان احادیث مبارکہ میں سرورِ دو عالم ﷺ نے مسلمانوں کو یہ ادب سکھایا ہے کہ یوں نہ کہو اللہ اور فلاں چاہے گا، بلکہ یوں کہو کہ: اللہ چاہے گا، پھر فلاں چاہے گا، کیونکہ عاطفہ کے ذریعے اشتراک پایا جاتا ہے۔ اور خدا کی مرضی کے ساتھ دوسرے کی مرضی کو مشترک نہ کہا جائے۔ بلکہ دوسرے کی مرضی کو علیحدہ بیان کیا جائے یعنی یوں کہہ سکتا ہے کہ اللہ چاہے گا اگر پھر اس کا رسول چاہے گا تو فلاں کام ہو جائے گا۔

قاضی عیاض مالکی اندلیسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خطابِ ﷺ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے بارگاہِ خداوندی کا ادب سکھایا ہے کہ مشیتِ ایزدی کو دوسروں کی مشیت پر مقدم رکھا کریں۔ ہاں دوسروں کی مشیت کو تم کے ساتھ ملا سکتے ہیں۔ جو ترتیب اور تراکیب کیلئے آتا ہے جبکہ واؤ عاطفہ اشتراک کیلئے موضوع ہے۔

﴿ کتاب النقاء صفحہ نمبر ۵۲، ۵۱ جلد اول طبع لاہور ۱۹۸۰ء ﴾

حدیث نمبر ۴

حضرت طفیل بن سخرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہیں خواب میں کچھ یہودی ملے انہوں نے اہیت عزیز علیہ السلام ماننے کا اعتراض کیا انہوں نے کہا تم خالص کامل لوگ ہو اگر یوں نہ کہو کہ جو چاہے اللہ اور جو چاہیں محمد ﷺ پھر کچھ نصاریٰ ملے ان سے بھی اہیت کا کہ جواب میں یہی سنا۔ حضور اکرم ﷺ سے خواب بیان کیا۔ حضور ﷺ نے خلیفہ میں بعد حمد و ثناء الہی فرمایا، تم لوگ ایک بات کہا کرتے تھے، مجھے تمہارا لحاظ روکتا تھا کہ تمہیں اس سے منع کر دوں یوں نہ کہو جو چاہے اللہ اور جو چاہیں محمد۔ (اور نسائی کی روایت میں اس کے آگے یہ الفاظ موجود ہیں کہنے والا یوں کہے: جو چاہے اللہ پھر چاہو تم)۔ یہ حدیث سنن بیہقی، طبقات ابن سعد اور طبرانی کبیر میں بھی موجود ہے۔ (مسند احمد سند صحیح)

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام میں یہ قول کہ اللہ و رسول! چاہیں تو

یہ کام ہو جائے گا۔ اور تم چاہو تو یوں ہوگا، کا عام رواج تھا اور حضور ﷺ اس پر مطلع تھے اور انکار نہ فرماتے تھے۔ (امام ابویہ مولوی محمد اسماعیل نے بھی ان الفاظ کو شرک سے تعبیر کیا ہے دیکھیے ”تقویۃ الایمان“ باب شرک فی العادۃ“)

امیر حمزہ سے چند سوال

امیر حمزہ نے ان الفاظ کو شرک سے تعبیر کیا ہے، موصوف لکھتے ہیں:

”مسلمانو یاد رکھو! آج جو تم اللہ کے رسول ﷺ کی نعمتوں میں جو غلو اختیار کر رہے ہو، اس سے قیامت کے روز اللہ کے رسول ﷺ بیزاری کا اظہار کریں گے۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عیسائیوں کے مشرکانہ اور مبتدعانہ کاموں سے بیزاری کا اظہار کریں گے۔۔۔۔۔ الخ

سوال نمبر ۱..... کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (نعوذ باللہ) شرک کرتے تھے اور سید عالم ﷺ منع نہ فرماتے تھے؟

سوال نمبر ۲..... حدیث طفیل رضی اللہ عنہ کے لفظ دیکھو کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا، اس لفظ کا خیال مجھے بھی گزرتا تھا مگر تمہارے لحاظ سے منع نہ کرتا تھا، تو معاذ اللہ نبی نے دانستہ شرک کو گوارہ کیا اور اس ممانعت پر اپنے یاروں کے لحاظ پاس کو غلبہ، جواب دیں؟

سوال نمبر ۳..... ایک یہودی نے (خواب میں آکر) اعتراض کیا اس کے بعد حکم ممانعت ہوا تو کیا تمہارے نزدیک صحابہ کرام بلکہ سید عالم ﷺ کو سچی توحید اور اس پر استقامت کی تاکید ایک یہودی نے سکھائی؟ تفصیلی جواب دیں۔

حدیث ”بل ما شاء اللہ وحدہ“ کا جواب

صاحب مشکوٰۃ نے اس حدیث کو یوں نقل کیا:

”وفی رواية منقطعة قال لا تقولوا ما شاء الله وشاء محمد ﷺ و قولوا ما شاء الله وحدہ“۔ (رواہ فی شرح السنۃ) ﴿ مشکوٰۃ صفحہ نمبر ۳۰۰ ناشر مکتبۃ المدینہ لبنان ﴾

امیر حمزہ کی نقل کردہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

”بل ماشاء اللہ وحدہ“۔ (شاہراہ بہشت صفحہ نمبر ۱۱۹)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۰۵۲ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”دریں جاغایت بندگی و تواضع و توحید است زیرا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر غیر خود استاد مشیت اگرچہ بطریق تاخرو جمعیت باشد تجویز کرد و اما در حق خود باں نیز راضی نشد بلکہ اس کرد با سند مشیت بہ پروردگار تعالیٰ عبتائے بے تو ہم شرکت“۔

﴿اورد المصنوعات صفحہ نمبر ۵۳ جلد ۲ طبع لبنان﴾

یعنی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تواضعاً اپنی مشیت کا ذکر کرنے کو منع فرمایا۔ اوروں کو ذکر مشیت کی اجازت دے دی۔ اگر شرکت ہو تو معاذ اللہ یہ ٹھہرے گی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کریم کو شریک خدا کرنے سے منع فرمایا اور زید عمر کو شریک کر دینا جائز رکھا

﴿نیز دیکھیے حاشیہ مشکوٰۃ صفحہ نمبر ۳۰۸ حاشیہ نمبر ۱۱﴾

علامہ طیبی رحمہ اللہ نے ایک اور توجیہ لطیف و دقیق کی طرف اشارہ کیا ہے: کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سردار موحدین ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مشیت اللہ جل جلالہ کی مشیت میں مستغرق و گم ہے۔ ﴿مشکوٰۃ صفحہ نمبر ۳۰۹ حاشیہ نمبر ۱﴾

ہندوستان کے مشہور حنفی عالم مولانا احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ امام طیبی رحمہ اللہ کے قول کی شرح میں لکھتے ہیں: عطف واؤ سے ہو خواہ ثم، خواہ کسی اور حرف سے، معطوف و معطوف علیہ میں مغایرت چاہتا ہے بلکہ ثم، بوجہ افادہ فصل و تراخی زیادہ مفید مغایرت ہے اور سید الموحدين صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے کوئی مشیت جدا گانہ اپنے رب عزوجل کی مشیت سے رکھی ہی نہیں۔ ان کی مشیت بعینہ خدا کی مشیت ہے۔ اور مشیت خدا بعینہ ان کی مشیت اور عطف کر کے کہے تو دوئی سمجھی جائے گی کہ اللہ کی مشیت اور ہے اور رسول کی مشیت اور، لہذا عطف کیلئے ارشاد نہ فرمایا، فقط مشیت اللہ وحدہ کا ذکر بتایا کہ اس میں خود ہی مشیت الرسول کا ذکر آجائے گا۔ ﴿الامن والاعلیٰ صفحہ نمبر ۲۲۵ طبع لاہور﴾

اور حدیث مشکوٰۃ جس کے الفاظ یہ ہیں ”وقولوا ماشاء اللہ وحدہ“، منقطع ہے۔ جیسا کہ صاحب مشکوٰۃ نے لکھا ہے: ”وفی رواۃ منقطعاً قال لا تقولوا ماشاء اللہ

وما شاء محمد و قولوا ماشاء اللہ وحدہ“۔ ﴿مشکوٰۃ صفحہ نمبر ۳۰۹﴾ بشرکتہ اعدایہ لبنان ﴿یہ کہاں کا انصاف ہے کہ مرفوعہ صحیح احادیث مبارکہ کو چھوڑ کر منقطع حدیث پر عمل کیا جائے۔

امیر حمزہ کی جہالت

سورۃ مائدہ کی آیت نمبر ۱۱۵، ۱۱۶ کو اہلسنت کے خلاف پیش کرنا سراسر جہالت ہے۔ (شاہراہ بہشت صفحہ نمبر ۱۲۰)

جبکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا بیٹا مانتے ہی نہیں، بلکہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول اور تمام مخلوق سے افضل و اکمل، کامل و مکمل اور خیر البشر ہیں۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

حدیث بخاری اور اس کا جواب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری تعریف میں مبالغہ نہ کرو، جس طرح عیسیٰ ابن مریم کی تعریف میں عیسائیوں نے مبالغہ کیا تھا۔ پس میں اس کا بندہ ہوں لہذا مجھے اس کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔ (شاہراہ بہشت صفحہ نمبر ۱۲۰)

اجاب

جبکہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بیٹے نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور تمام کائنات سے افضل و اکمل ہیں۔ تو خواہ

خواہ اس حدیث مبارکہ کو اہلسنت و جماعت کے خلاف پیش کرنا کہاں کا انصاف ہے۔ امیر حمزہ لکھتے ہیں: اب جو کوئی اس فصاحت کے باوجود باز نہ آئے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حق رکھل، حاضر و ناظر، عالم الغیب، کہتا پھرے اور دیگر خدائی صفات آپ میں مانتا پھرے، میلا دمناتا پھرے۔ آپ کو اللہ کے نور میں سے نور کہہ کر فلو کرتا پھرے۔ تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق ”پھر قیامت کے روز جو جواب میرے بھائی

عسیٰ (علیہ السلام) دیں گے وہی جواب میں اپنی امت کے ان لوگوں کے بارے میں دوں گا جو ایسے کچھن اختیار کریں۔ (شاہراہِ بہشت صفحہ نمبر ۱۲۰، ۱۲۱)

﴿جواب﴾

مندرجہ بالا عبارت میں جن عقائد و نظریات کی نسبت اہلسنت و جماعت کی طرف کی گئی ہے ہم ان کی وضاحت کرتے ہیں تاکہ امیر حمزہ پر حق روشن ہو جائے اور دوسروں پر بہتان تراشی سے باز آجائیں۔ اور بروز محشر کوئی عذر پیش نہ کر سکیں۔

۱۔ مسئلہ علم غیب

مشہور حنفی عالم مولانا احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”علم غیب بالذات اللہ عز و جل کیلئے خاص ہے۔ کفار اپنے معبودان باطل و غیر ہم کیلئے مانتے تھے، لہذا مخلوق کو عالم الغیب کہنا مکروہ اور یوں کوئی حرج نہیں کہ اللہ کے بتائے سے امور غیب پر انہیں (انبیاء و اولیاء کو) اطلاع ہے۔ (عوام الناس کو پیش نظر رکھ کر کراہت کا قول کیا ہے)۔ (الاسن والعلیٰ صفحہ نمبر ۲۰۳ طبع لاہور)“

پنجاب کے مشہور عالم پیر طریقت حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب، حسب نصوص قرآنیہ اور علم ماکان و مایکون از روئے احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم من جانب اللہ عطاء ہوا ہے۔ علم غیب کل اور بالذات علی سبیل الاستمرار خاصہ خدائی ہے اور علم غیب علی قدر الاعلام والاعطاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطاء ہوا، اور آپ کو عالم الغیب بہ علم و عطائی و وہی کہا جاسکتا ہے۔

﴿تجلیات مہر انور صفحہ نمبر ۱۸۸ اشاہ حسین گردیزی طبع کراچی ۱۹۹۲ء﴾

یہ نسبت علوم اولین و آخرین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اعلیٰ و اکمل ہے۔ اور آخر عمر شریف تک ملکوت السماوی وارضی و تمام مخلوقات و جملہ اسمائے حسنہ و آیات کبریٰ و امور آخرت و شرائط ساعت و احوال سعد و اشتیاء و علم ماکان و مایکون پر آپ کا علم محیط ہو چکا ہے۔ تمام علوم بشریہ و ملکویہ سے آپ کا علم اشمال و اکمل ہے۔ جمیع جزئیات خمسہ کا علم جس میں

خاص وقت قیامت کا بھی علم شامل ہے۔ آپ کو حاصل تھا۔ علم الہی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں امور ذیل فارق ہیں:

- (۱)۔ اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی اور اس کے رسول کا علم مستفاد اسے بالواسطہ بالعرض عطائی اور وہی کہتے ہیں:
- (۲)۔ اللہ تعالیٰ کا علم واجب ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ممکن۔
- (۳)۔ اللہ تعالیٰ کا علم ازلی، سرمدی اور ابدی حقیقی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم حادث۔
- (۴)۔ اللہ تعالیٰ کا علم غیر متناہی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم متناہی ہے۔
- (۵)۔ اللہ تعالیٰ کا علم غیر مخلوق اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم مخلوق ہے۔
- (۶)۔ اللہ تعالیٰ کا علم کسی کے زیر قدرت نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدور۔
- (۷)۔ اللہ تعالیٰ کا علم متعین الثبوت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ممکن التبدل۔
- (۸)۔ اللہ تعالیٰ کا علم واجب البقاء اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم جائز الفناء۔
- (۹)۔ تمام مخلوقات کے علم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں وہ نسبت ہے جو قطرے کو سمندر سے ہے۔ یعنی تمام مخلوقات کا علم بمنزلہ قطرہ ہے۔ اور ان کے مقابلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم بمنزلہ سمندر ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ ایسی بھی نہیں جیسے قطرے کو سمندر سے ہوتی ہے۔
- (۱۰)۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کلی کا یہ مطلب نہیں کہ خدا کا کل علم آپ کو حاصل ہے بلکہ مخلوق کا کل علم آپ کو عطا کیا گیا ہے۔ اور اس کی تکمیل نزول قرآن کے ضمن میں تدریجاً ہوئی۔
- (۱۱)۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی بات جاننے کیلئے توجہ کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ توجہ کا محتاج نہیں۔

مسئلہ حاضر و ناظر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں، جسمانیات اور بشریت کے ساتھ نہیں، بلکہ بایں طور

کہ عالم کا ذرہ ذرہ روحانیت و نورانیت نبی ﷺ کی جلوہ گاہ ہے اور روحانیت و نوریت محمدیہ ﷺ کیلئے قرب اور بعد مکان یکساں ہے۔ کیونکہ عالم خلق زمان و مکان کی قید سے مقید ہے لیکن عالم امر ان قیود سے پاک ہے۔ لہذا بیک وقت متعدد مقامات پر رسول اللہ ﷺ کا تشریف فرما ہونا اور ایک ہی وقت میں دور دراز مقامات کثیرہ اور امکانہ متعدد میں حضور ﷺ کو اہل اللہ کا دیکھنا اور کھلم کھلا بیداری میں حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہونا دلائل کی روشنی میں ایسا واضح امر ہے کہ جس کا انکار کوئی مسلمان نہیں کر سکتا۔

مسئلہ نور و بشر

قرآن کریم وحدیث میں رسول اللہ ﷺ کیلئے لفظ نور بھی وارد ہے۔ اور لفظ بشر بھی، مثلاً قرآن مجید ہے: ”قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ“ (سورۃ المائدہ آیت نمبر ۱۵) یہاں نور سے مراد حضور ﷺ ہیں۔ نیز قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”قُلْ مُبَشِّرَانِ رَبِّي هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا مَّسْئُولًا“ (پ ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر ۹۳) آپ کہہ دیجئے، میرا رب پاک ہے میں بشر رسول ہی ہوں۔

لہذا قرآن وحدیث پر ایمان رکھنے کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان رسول اللہ ﷺ کو نور بھی مانے اور بشر بھی تسلیم کرے۔

لیکن رسول اللہ ﷺ کو ایسا بشر نہ مانے جس میں بشریت کا کوئی عیب ہو کیونکہ حضور ﷺ حقیقی معنی میں محمد ﷺ ہیں اور اس لفظ کے معنی ہیں ”بے عیب“ اسی طرح حضور ﷺ کے بارے میں یہ بھی ضروری ہے کہ آپ کو ایسا نور تسلیم کرے کہ بے عیب بشریت اس کے منافی نہ ہو۔

کیا حضور ﷺ کا نور اللہ تعالیٰ کے نور کا کوئی حصہ یا ٹکڑا ہے؟

اگر کسی نادانفہم شخص کا یہ اعتقاد ہے تو اسے توبہ کرنا فرض ہے۔ اس لئے کہ ایسا ناپاک عقیدہ خالص کفر و شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے، بلکہ اس حدیث (من نور) کے معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی ذاتی تجلی فرمائی جو حسن الوہیت کا ظہور

الہی بغیر اس کے ذات خداوندی نور محمدی کا مادہ یا حصہ اور جز قرار پائے۔ یہ کیفیت کشابہات میں سے ہے، جس کا سمجھنا ہمارے لئے ایسا ہی ہے جیسا کہ قرآن وحدیث کے دیگر کشابہات کا سمجھنا۔

مولانا احمد رضا بریلوی (م ۱۹۲۱ء) رحمہ اللہ ”من نور“ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عین ذات الہی سے پیدا ہونے کے یہ معنی نہیں کہ معاذ اللہ، ذات الہی، ذات رسالت کیلئے مادہ ہے، جیسے انسان مٹی سے پیدا ہوا۔ یا عیاذ باللہ، ذات الہی کا کوئی حصہ یا مکمل ذات نبی ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ حصے اور ٹکڑے اور کسی کے ساتھ متحد ہونے یا کسی شے میں محلول فرمانے سے پاک و منزہ ہے۔ ﴿مسئوۃ السفانی نور المصطفیٰ ﷺ ص ۱۷ نمبر ۷۷﴾

پروفیسر مولانا نور بخش توکلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں..... اور یہ جو مشہور ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے نور سے پیدا کئے گئے ہیں اس سے یہ مراد نہیں، کہ نور الہی، نور محمدی کیلئے مادہ ہے، بلکہ اس میں اضافت تشریفی ہے جیسا کہ کتبہ کوہیت اللہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ کہا جاتا ہے، چونکہ نور محمد تمام نبیوں کے نور سے پہلے پیدا ہوا اور اس وقت مشغول عنایت ربانیہ تھا اس لئے کہا گیا کہ وہ اللہ کے نور سے ہیں۔ ﴿نور محمد ﷺ ص ۹ نمبر ۷۹﴾ از مولانا نور بخش توکلی طبع لاہور ۱۴۱۷ھ

علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ

اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔ اس حدیث میں نورہ کی اضافت بیان یہ ہے اور نور سے مراد ذات ہے (ذرقانی جلد اول) حدیث کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے نور پاک یعنی ذات مرسہ کو اپنے نور یعنی ذات مقدس سے پیدا فرمایا اس کے یہ معنی نہیں کہ معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ کی ذات حضور ﷺ کی ذات کا مادہ ہے۔ (نور باللہ) حضور کا نور اللہ کے نور کا کوئی حصہ یا ٹکڑا ہے۔ (تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا)۔

﴿رسالہ میلاد النبی ﷺ ص ۹ نمبر ۹﴾

مولانا عبدالحی حنفی لکھنوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”قال الزرقانی فی شرح المواہب عند شرح قولہ من نورہ اضافۃ

مسئلہ مختارِ کل وقاسم خزانِ الہیہ

اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے حضور ﷺ کو تمام کائنات عالم کا مالک و مختار اور قاسم خزانِ الہیہ کا منصب عطا فرمایا ہے۔ اور آپ کی حاکمیت و قاسمیت اللہ تعالیٰ کی مشیت، رضا اور اذن کے تحت ہے اور آپ کے یہ تمام کمالات حادث ہیں۔ حضور ﷺ جس کو جس قدر چاہیں عطا فرمائیں اور جس کیلئے چاہیں احکام شرعیہ میں تخفیف فرمائیں، احادیث نبویہ میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔

حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے اذن سے قاسم خزانِ الہیہ ماننا ان مسائل مبہمہ سے ہے کہ جن کا تعلق عظمت نبوت و رسالت سے ہے۔ اس عقیدہ کو شرک کہنے والے اتنی بات بھی نہیں سمجھ سکتے کہ اذن الہی اور عطائے خداوندی کے ساتھ شرک کا تصور ہی جمع نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے خزانِ نعمت اپنے حبیب ﷺ کو عطا فرمانے، اور ان میں اپنی حکمتوں کے مطابق تصرف کا اذن دینے پر قادر ہے اور ہر مقدور ممکن ہے اور امر ممکن کا اعتقاد کسی حال میں شرک نہیں ہو سکتا۔ شرک جب ہوگا ان امور میں محال ذاتی کا اعتقاد ہو، جیسا کہ عطاء الوہیت تمتع اور محال بالذات ہے۔ لیکن نعمتوں کے تقسیم کرنے کا اذن دنیا تو محال نہیں بلکہ امر واقع ہے۔

حضور ﷺ سے اختیارات کی لمبی جن دلائل سے لوگ ثابت کرنے کی سعی مذموم کرتے ہیں، انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ان سب کا مفاد یہ ہے کہ حکم خداوندی کے خلاف اور مشیت الہیہ کے منافی حضور ﷺ کیلئے قطعاً کوئی حکم یا اختیار نہیں ہے۔ اور عطائے الہی سے کل اختیارات حضور ﷺ کیلئے حاصل و ثابت ہیں۔

اہلسنت و جماعت کے اس قدر واضح اور شفاف عقائد و نظریات کے ہوتے ہوئے انہیں مشرک و کافر کہنا سراسر دین میں زیادتی ہے۔ اور ایسے افراد کو حضور پر نور شافع یوم النور ﷺ کا درج ذیل فرمان مبارک بار بار پڑھنا چاہیے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”ایما امرء

تشریف و اشعار ہانہ خلق عجیب وان له شأنا له مناسبہ ما الى الحضرة الربوبیۃ علی حد قوله تعالیٰ و نفخ فی من روحہ وہی بیانۃ ای من نور ہودانہ لا بمعنی انہ مادہ خلق نورہ بل بمعنی تعلق الارادۃ بہ بلا واسطۃ شئی فی وجودہ انتہی“ ﴿اَلَا تَارُ الْمُرُوءَہُ مِنْ نَبْرِہٖۤ اَطْلُجَ کَوْکَبُہَا﴾
یاد رہے کہ حضور ﷺ کی بشریت کا انکار کرنا کفر ہے اور آپ کی نورانیت کا منکر گمراہ ہے۔ ﴿تَادِیْ رَضِیَہُ وَغَیْرَہُ﴾

مسئلہ محفل میلاد

اس محفل کا انعقاد افضل ترین مندوبات اور اعلیٰ ترین مستحبات سے ہے۔ ۱۲ ربیع الاول کو غرباء و مساکین میں خیرات کرنا، دوستوں اور عزیزوں کی دعوت کرنا، قرآن خوانی کرنا، محفل نعت خوانی منعقد کرنا اور رات کو چہ افعال کرنا، ان تمام افعال سے رسول اللہ ﷺ کی پیدائش کی خوشی کا اظہار ہوتا ہے۔ اس لئے ان افعال محمودہ کا کرنے والا رحمت خداوندی سے سرشار ہوگا۔ البتہ احکام شرعیہ ہر وقت پیش نظر رہیں۔ اور منکرات سے حتی المقدور بچنے کی کوشش کریں۔ اور ان امور کو ناجائز کہنے والوں کے پاس ممانعت کی کوئی شرعی دلیل نہیں اور یہ کہنا کہ صحابہ کرام نے نہ کبھی اس طور سے میلاد کیا، ممانعت کی دلیل نہیں بن سکتی، کہ کسی جائز امر کو کسی کا نہ کرنا اس کو ناجائز نہیں کر سکتا۔

تقریباً ۱۱۰۰ برس سے مسلمانانِ عالم محافل میلاد النبی ﷺ منعقد کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اور بڑے بڑے علماء اسلام مثلاً محدث ابن جوزی، علامہ قسطلانی، علامہ ابن حجر مکی، ملا علی قاری حنفی کی، علامہ جلال الدین سیوطی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ عبدالرحیم دہلوی، مولانا عبدالحق لکھنوی حنفی، مولانا سید ویدار علی شاہ محدث الوری لاہوری، مولانا محمد عالم آسی امرتسری اور مولانا احمد رضا حنفی بریلیوی وغیرہم رحمہم نے اس کے مستحب و مستحسن ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔

قال لا خيه كافر لقد بآء بها“ ﴿مؤطا امام محمد صفحہ نمبر ۳۲۲ طبع کراچی﴾

جس نے اپنے بھائی کو کافر کہا تو وہ کفر اس کی طرف لوٹ آتا ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

”کہ کسی مسلمان کیلئے جائز نہیں کہ کسی مسلمان کو کافر کہہ دے اگرچہ بہت بڑا گناہ

کیا ہو“۔ ﴿مؤطا امام محمد صفحہ نمبر ۳۲۲ طبع کراچی﴾

ڈرو!..... محشر کے روز سے، جب زمین بدل دی جائے گی، خالق کائنات کے

حضور پیش ہو کر کیا جواب دو گے، ابھی توبہ کا دروازہ کھلا ہے، توبہ کیجئے، اور مسلک حق

الہست کو اپنائئے!

الہست و جماعت کا عقیدہ ہے کہ صالح عالم جل جلالہ واجب الوجود، ازلی، ابدی

ہے اس کا مثل نہ ذات میں ہے نہ صفات میں ہے۔ تمام کمالات ممکنات اس کی عظمت

ذاتی کے ظل و پر تو ہیں۔ رب کائنات نے اپنے بندوں (انبیاء و اولیاء) کو اپنی بعض

صفات کا مظہر بنایا ہے۔ اس لئے خداوند قدوس کی اس نعمت کا انکار کرنا گمراہی و بے دینی

ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رضی اللہ عنہم عظام کی نعمتیں

خلیفہ اڈل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

فصل الملک ولی العباد ○ ورب العباد علی احمد

ترجمہ: ”مالک الملک بادشاہ عالم، بندوں کا والی، اور پروردگار، احمد بختمی صلی اللہ علیہ وسلم پر

سلام و رحمت بھیجئے۔“

فکیف الحیاة لفقد الحبيب ○ وزین المعاشر فی المشهد

ترجمہ: ”اب کیسی زندگی، جو حبیب ہی محو کر گیا اور وہ نہ رہا جو زینت وہ یک عالم

تھا۔“

خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

واسلبہ من اهل مكة بعدما ○ تداعوا الی امر من الغی فاسد

ترجمہ: ”اور اللہ نے اہل مکہ کو محروم کر دیا حضور سے جب ان لوگوں نے گمراہی کے خیال فاسد یعنی قتل پر کمر باندھی۔“

فامسى رسول الله قد عزز نصره ○ وامسى عداہ من قتيل و شارد

ترجمہ: ”پس رسول اللہ کو اللہ کی نصرت نے غلبہ بخشا، اور ان کے دشمن قتل ہوئے اور شکست کھا کر بھاگ گئے۔“

خلیفہ ثالث حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

فبما عینی ابکی ولا تسامی ○ وحق البكاء علی السید

ترجمہ: ”تو اے میری آنکھ آنسو بہا اور نہ تھک، اپنے سردار پر آنسو بہانا تو لازم آچکا۔“

خلیفہ چہارم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

وكان لنا كالحصن من دون اهلہ ○ له معقل حرز حرز من الروی

ترجمہ: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے ایک مضبوط قلعہ تھے کہ ہر دشمن سے پناہ اور حفاظت حاصل ہوتی تھی۔“

وكننا بمرآه نرى النور والهدی ○ صباحاً مساءً راح فبما اغتدی

ترجمہ: ”ہم جب ان کو دیکھتے تو سراپا نور و ہدایت کو دیکھتے، صبح بھی اور شام بھی جب وہ ہم میں چلتے پھرتے یا صبح کو گھر سے نکلتے۔“

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

متی بيد فی الداجی البهيم جبينہ ○ يلح مثل مصباح الدجی المتوقد

ترجمہ: ”اندھیری رات میں انکی پیشانی نظر آتی ہے۔ تو اس طرح چمکتی ہے جیسے روشن چراغ۔“

لمن كان او من قد يكون كاحمد ○ نظام لحق اونكال لملحد

ترجمہ: ”احمد بختمی جیسا کون تھا اور کون ہوگا۔ حق کا نظام قائم کرنے والا اور ملحد کو

سراپا عبرت بنادینے والا۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ

واحسن منك لم ترقط عيني ○ واجمل منك لم تلد النساء
ترجمہ: ”اے اللہ کے محبوب! کسی آنکھ نے آج تک تجھ سے زیادہ حسین نہ دیکھا
ہے نہ دیکھے گی۔ آپ جیسا حسین و جمیل کسی ماں نہ جنا ہی نہیں۔“

خلقت مبرا من كل عيب ○ كانك قد خلقت كما تشاء
ترجمہ: ”تجھے ہر عیب سے پاک اور مبرا پیدا کیا گیا۔ گویا آپ کو خود آپ کی منشاء
کے مطابق پیدا کیا گیا ہے۔“

هجوت محمد أبرأء وفأ ○ رسول الله شيمته الوفاء
ترجمہ: ”اے رسول خدا کے دشمن تو نے برائی کی ہے کس کی! محمد کی وہ جو اللہ کے
رسول ہیں جس کی خصلت میں وفا شعاری ہے۔“

﴿ششماںِ اعلیم سایہ اہل اختیار انتخاب نمبر﴾

حضرت مالک بن عوف رضی اللہ عنہ

ما ان سمعت ولا رأيت بمثله ○ في الناس كلهم كمثله محمد
او في واعطى للجزيل اذا اجتدئ ○ واذا تشاء بنخبرك عما في غد
ترجمہ: ”یعنی میں نے تمام جہانوں کے لوگوں میں محمد ﷺ کی مثل نہ کوئی دیکھا نہ
سنا، سب سے زیادہ وفا فرمانے والے اور سب سے فزوں تر سائل کو نفع کثیر بخشنے والے
اور جب تو چاہے تجھے آئندہ کی خبر بتا دیں۔“

﴿مختصر سیرت رسول اللہ بن محمد بن عبد الوہاب صفحہ نمبر ۳۶۸ طبع لاہور ۱۳۹۹ھ﴾

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

ان نلت بشاروح الصبا يوم ما الى ارض الحرم
بلغ سلامي روضة فيها النبي المحترم
ترجمہ: ”جو گزر رہا ہے صبا تیرا کسی دن دیار حجاز میں، تو میرا سلام نیاز کہنا حرمِ بندہ

نور میں۔“

من وجهه شمس الضحى من نخده بدر الدجى
من ذاك نور الهدى من كفه بحر الهمم
ترجمہ: ”وہی جن کے روئے منیر پر کسی مہر و مدہ کا گمان ہے، تو ہم کا اک یم پیکر اس
ہے کرم کے دست دراز میں۔“

قرانه برهاننا فسحا لاديان مضت
اذ جاءنا احكامه كل الصحف صار العدم
ترجمہ: ”ہوئے منہج عہد کہن کے دیں وہ جولائے قرآن میں و
دلیل روشن و آخریں کہ ہے دین حق کے جواز میں۔“
اکبادنا مجروحة من سيف هجر المصطفى
طوبى لاهل بلدة فيها النبي المحشم
ترجمہ: ”میں نے ساکنانِ حرم جہاں شدہ دو جہاں کا قیام ہے، بڑا دل نگار ہوں میں
یہاں غم بھر سیدہ گداز ہے۔“

يا مصطفیٰ يا مجتبیٰ ارحم علی عصياننا
مجبورة اعمالنا طمعا و ذنبا والظلم
ترجمہ: ”کرم اے شدہ الاشم کہ ہیں آج منظرِ کرم، وہ اسیرِ غم کہ شکستہ پر ہیں گنہ کے
دامن آڑ میں۔“

يا رحمة للعالمين انت شفيع المذنبين
اکرم لنا يوم الحزین فضلا و جودا و الکرم
ترجمہ: ”سرِ حشر آپ کے ہاتھ ہے مرے حشر و نشر کی آمرو، کہ
کلیدِ رحمت دو جہاں ہے نبی کے دستِ مجاز میں۔“
يا رحمة للعالمين ادرك لزين العابدين
محبوس ابدی الظالمين فی الموكب والمزدحم

آپ کے حسن و جمال کی مدح و ثنا کی اور آپ کے رتبہ بلند کی خبر دی۔

و كذلك موسى لم يزل متوسلاً بك في القيامة محتماً بحماك

ترجمہ: ”اور اسی طرح حضرت موسیٰ بھی آپ کا وسیلہ اختیار کرتے رہے، اور قیامت

میں بھی آپ ہی کی حمایت کے طالب رہیں گے۔“ (شما ہی اہم ساہیوال نعتیہ انتخاب نمبر)

امیر حمزہ! بتائیں کیا یہ تمام صحابہ کرام اور تابعین غالی تھے، سوچ بچو کر جواب دیں۔

فرقہ وہابیہ قالیہ نجدیہ کی نعتیں

امیر حمزہ کیلئے لمحہ فکریہ!

۱۔ واہ سبحان اللہ رب عالم ایسا کرم کیا

اتھے رہبر اوتھے رہبر شانی مددگار بنایا

(اکرام محمدی از مولوی عبدالستار وہابی صفحہ نمبر ۱۶ طبع لاہور)

کیا آپ کے مذہب میں رسول اللہ ﷺ کو مددگار ماننا شرک نہیں؟

کیا مولوی عبدالستار شرک تھے یا مسلمان؟

۲۔ جیوں کر عزت شان نبی نوں ناہیں حد بیان!

باجہ خدا کوئی ہو نہ جانے وچہ زمین آسماناں

(اکرام محمدی از مولوی عبدالستار وہابی صفحہ نمبر ۱۶ طبع لاہور)

مولوی اسماعیل دہلوی کہتا ہے: سو وہ بڑے بھائی ہوئے اور ہم چھوٹے، سوان کی

بڑے بھائی جیسی عزت کرنی چاہیے۔ (تقویۃ الایمان صفحہ نمبر ۳۳ تلخیص)

۳۔ جو دل حب نبی دیوں خالی سب درجاں توں خالی

مولوں اوّل حاضر دیکھن شکل جہنم والی!

(اکرام محمدی از مولوی عبدالستار وہابی صفحہ نمبر ۱۶ طبع لاہور)

مولوی غلام خاں مقلد وہابی کی مرنے کے بعد اسی لئے شکل نہ دکھائی گئی۔ روزنامہ

لوائے قنٹ راولپنڈی رقبہ راز ہے:

ترجمہ: ”اللہ زین العابدین پہ بھی نگہ لطف حضور ہو کہ تم نصیب رہیں غم ہے صد کی
قید و راز میں۔“ (شما ہی اہم ساہیوال نعتیہ انتخاب نمبر)

امام ابو حنیفہ کو فی تابعی (۱۵۰ھ) رحمہ اللہ

یا صید السادات جنتک قاصداً ○ ار جور ضاک و احتمی بحماک

ترجمہ: ”اے سرداروں کے سردار! میں آپ کے حضور آیا ہوں، آپ کی خوشنودی

کا امیدوار آپ کی پناہ کا طلبگار۔“

واللہ یا خیر الخلاق ان لی قلباً مشوقاً لا یروم سواک

ترجمہ: ”اللہ کی قسم اے بہترین خلاق! میرا دل صرف، آپ کی محبت سے لبریز

ہے وہ آپ کے سوا کسی کا طالب نہیں۔“

انت الذی لولاک ما خلق امرء کلا ولا خلق الوری لولاک

ترجمہ: ”اگر آپ نہ ہوتے تو پھر کوئی شخص ہرگز پیدا نہ کیا جاتا، اور اگر آپ مقصود نہ

ہوتے تو یہ مخلوقات پیدا نہ ہوتیں۔“

انت الذی لما توصل آدم من ذلک ہک فإز وهو اباک

ترجمہ: ”آپ وہ ہیں کہ حضرت آدم نے آپ کا توصل اختیار کیا، اپنی لغزش پر تو

کامیاب ہوئے حالانکہ وہ آپ کے جد بزرگوار ہیں۔“

وبک الخلیل دعا لعداوت نارہ بردا وقد خمدت بنور سناک

ترجمہ: ”اور آپ ہی کے وسیلے سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے دعا کی تو، ان کی

آگ سرد ہو گئی، وہ آگ آپ کے نور کی برکت سے بجھ گئی۔“

ودعاک ایوب لضر مسہ فإز یل عنه الضرحین دعاک

ترجمہ: ”اور حضرت ایوب نے اپنی بیماری میں آپ کے وسیلے سے دعا کی، تو ان کی

دعا مقبول ہوئی اور بیماری دور ہو گئی۔“

وبک المسیح اتی بشیراً منجراً بصفات حسنک مادحا لعلاک

ترجمہ: ”اور آپ ہی کے ظہور کی خوشخبری لے کر حضرت مسیح آئے، انہوں نے

”مولانا غلام اللہ خاں کی میت حسن ابدال ہسپتال کے راستے بعد دو پہر لائی گئی۔۔۔۔۔ راستے میں جگہ جگہ لوگوں کی بڑی تعداد سڑک کے دور دور تک موجود تھی۔ انہوں نے مولانا کی میت کا آخری دیدار کرنے کی کوشش کی لیکن انہیں کامیابی نہ ہوئی۔“۔ الخ

(روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی ۲۹ مئی ۱۹۸۰ء)

۳۔ زرداراں سرداراں اپر حاکم دو ہیں جہانیں
خود مسکین سدا دے سوہنا شملے والا

(اکرام محمدی از مولوی عبدالستار وہابی صفحہ نمبر ۳۱ طبع لاہور)

اس شعر میں مولوی عبدالستار رسول اللہ ﷺ کو دونوں جہانوں کا حاکم تسلیم کر رہے ہیں۔ جو کہ فرقہ و ہابیہ کے نزدیک شرک ہے۔

۵۔ بخشی سرور عالم تائیں عالم دی سرداری
وقت حیاتی بعد مماتی حکم برابر جاری

(اکرام محمدی از مولوی عبدالستار وہابی صفحہ نمبر ۳۱ طبع لاہور)

مولوی اسماعیل دہلوی کہتا ہے جن کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں اور اس شعر میں مولوی صاحب رسول اللہ ﷺ کیلئے دونوں جہان کی سرداری تسلیم کر رہے ہیں۔ بتائیں کون جھوٹا کون سچا؟

۶۔ وچہ کتاب اپنی دے حضرت سنج بخش فرمایا
اسرا میلیاں تھیں ہک زاہد زہد کمال کمایا

(اکرام محمدی از مولوی عبدالستار وہابی صفحہ نمبر ۱۱ طبع لاہور)

اس شعر میں مولوی عبدالستار نے حضرت سید علی ہجویری رحمہ اللہ کو حضرت داتا گنج بخش کے نام سے یاد کیا ہے۔ تو کیا مولوی صاحب مشرک تھے یا مسلمان، سوچ سمجھ کر جواب دیں۔

۷۔ ہو یا سی جس روز تولد پاک رسول غفاری
گولی آن مبارک مینوں دتی خبر پیاری

میں ہتھ نال اشارہ کیجا بھٹیا گولی تینوں
سرد ہوئے سہدوزخ قہروں ہر ہر سوار دیہاڑے
سر صدقہ سردار نبی دا اسدن اک نہ ساڑے

(اکرام محمدی از مولوی عبدالستار وہابی صفحہ نمبر ۲۵۸ طبع لاہور)

جب ابولہب جیسے کافر کو رحمت عالم کی پیدائش کی خوشی منانے پر اجڑ مل سکتا ہے۔ تو ایک مسلمان کو حداس سے کیونکر محروم رہ سکتا ہے۔

۸۔ براق جو چالاک لے کے چڑھ گیا افلاک تے

قاب قوسین دا درجہ میرے بدر منیر دا

(گلشن مصمام از مولوی علی محمد مصمام وہابی صفحہ نمبر ۹ طبع فیصل آباد)

امیر حمزہ بتائیں، مولانا احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کے شعر

کہ ہے عرش حق زیر پائے محمد (ﷺ)

اور مولوی عبدالستار کے شعر کے دوسرے مصرعے میں کیا فرق ہے قاب قوسین عرش پر ہی تو وقوع میں آیا۔

۹۔ اوسن جوڑے فلکاں تے چڑھ جان والا

میں نبیاں دی اوستوں رسائی وار دیواں

(گلشن مصمام از مولوی علی محمد مصمام وہابی صفحہ نمبر ۹ طبع فیصل آباد)

امیر حمزہ بتائیں کس حدیث مبارکہ سے سرور عالم ﷺ کا ہمراہ طفیلین شریف، افلاک پر جانا ثابت ہے؟

۱۰۔ اللہ بھل بھلے میرے گھر بھی آوے

او سالار تے شاہکار مدینے دا

(گلشن مصمام از مولوی علی محمد مصمام وہابی صفحہ نمبر ۸ طبع فیصل آباد)

جبکہ مولوی اسماعیل دہلوی لکھتا ہے (یعنی حضور ﷺ نے فرمایا) یعنی میں بھی ایک دن مرکز مٹی میں ملنے والا ہوں۔ (تقریبہ ایمان صفحہ نمبر ۳۳)

تو پھر شعر کے پہلے مصرعہ کا کیا مفہوم ہے۔

اللہ بھل بھلے میرے گھر بھی آوے

کیا بقول آپ کے یہ مبالغہ آرائی نہیں ہے؟

۱۱۔ وہی ہے سید وہی ہے شافع وہی ہے رحمت جہا کی خاطر

حمید گر گنجائے کا مالک ادھر محمد تسلیم بھی ہے

وہی منزل وہی مدثر وہی محمد وہی مطہر

ولا تحظ کا بھی مخاطب جہاں میں سب سے علیم بھی ہے

کیا علیم رب العزت کی صفت نہیں، تو پھر مخلوق کی طرف اس کی نسبت کرنا بقول آپ کے شرک ہے، تو مولوی مصصام صاحب مشرک ہوئے یا نہیں، جبکہ آپ نے خود لکھا ہے:

”اور دیگر خدائی صفات آپ میں مانتا پھرے“

(وہ عیسائیوں کی طرح مشرک ہے)۔ ﴿شاہراہِ بہشت صفحہ نمبر ۱۲﴾

۱۲۔ جے سستی فلاح مولا تھیں منکدے ہو

تاں کلمہ پڑھو پھر کیوں سنگدے ہو

محمد سوا بخشوا کوئی نہیں سکدا

﴿محسن مصصام از مولوی علی محمد مصصام دہابی صفحہ نمبر ۷۷ طبع فیصل آباد﴾

جبکہ اسماعیل دہلوی کہتا ہے کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔

﴿تقویۃ الایمان صفحہ نمبر ۲۲﴾

۱۳۔ سلام آکھاں جو آدم نالوں پہلاں رحمتاں بنیاں

تے آدم دی نسل ساری توں بہتر نوں سلام آکھاں

امیر حمزہ: الفاظ کی شرح کریں اور بتلائیں کہ ان رحمتوں سے کیا مراد ہے؟

جو آدم نالوں پہلاں رحمتاں بنیاں

۱۳۔ دسے پندراں میلاں تو ہر اروضہ تے نھر جاوے

اکھاں بھی نظر بھی دل بھی جگر بھی روح بھی سینہ بھی

﴿کلشن مصصام از مولوی علی محمد مصصام دہابی صفحہ نمبر ۵۶ طبع فیصل آباد﴾

میرا جی کردا میرا دل گھر دا

ساوا گنبد اکھیاں دے وچ پھر دا

﴿کلشن مصصام از مولوی علی محمد مصصام دہابی صفحہ نمبر ۷۷ طبع فیصل آباد﴾

عبداللہ بن محمد عبدالوہاب نجدی لکھتا ہے:

آج کل انبیاء و صالحین کی قبور اور ان پر جو گنبد اور قبے بنائے گئے ہیں وہ بھی بطور

الحکمت کے ہیں۔ ﴿دوسرا سالہ معنفہ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدی صفحہ نمبر ۱۹۲ امرتسر ۱۹۲۷ء﴾

(نعوذ باللہ) جب تمہارے نزدیک گنبد خضر اہل بیت ہے تو بت کو دیکھ کر آنکھوں میں

لٹک پیدا ہونے کیا مطلب؟ اور یہ کیسی منافقت!

۱۵۔ مولو مصصام غیر مقلد دہابی ”مدینے دیا گلیاں“ کے عنوان سے ایک نعت لکھتے

ہیں جس کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

جگ دے شہراں دے بازار وڈے

تے اتار کلیاں سارے شہراں دیاں

تو ہاڈے کوڑے دی لپ تو وارشاں

سونے ریڈیم، ہیریاں تھیں بھلیو

جتنے عالم فاضل عہد آون

شاہ گدا امیر فقیر آون

آکے آکے تہانوں چم دے نے

خوش نصیبو تے قسمت دیو دیو

﴿کلشن مصصام از مولوی علی محمد مصصام دہابی صفحہ نمبر ۷۵ طبع فیصل آباد﴾

مدینہ منورہ کی گلیوں کو چومنا کس حدیث مبارکہ سے ثابت ہے۔

اور مدینہ منورہ کی گلیوں کے چومنے والوں کیلئے شرعی حکم کیا ہے؟

۱۶۔ مولوی مصصام اپنی ایک نظم ”ایک آرزو“ میں لکھتا ہے۔

اللہ مدت گزری آسکدیاں نوں ○ ہن جوگی ساگ بنان نوں جی کدا
تیرے گھر دے دیوالے نچ نچ کے ○ مجرا دکھان نوں جی کدا
﴿گلشن مصصام از مولوی علی محمد مصصام وہابی صفحہ نمبر ۱۶، ۱۶۸ طبع فیصل آباد﴾

تیرے گھر دے دیوالے نچ نچ کے ○ مجرے دیاں موجاں مار لیاں
خانہ کعبہ کے ارد گرد ناچ کرنا اور مجرا کرنا کس حدیث صحیح مرفوعہ سے ثابت ہے۔ کیا
خلفائے راشدین، صحابہ کرام اور تابعین وغیرہم سے ثابت ہے؟ (ہا تو ابراہیم ان لکھ
صادقین)

نیز خانہ کعبہ میں ناچنے اور مجرا کرنے والوں کیلئے شرعی حکم کیا ہے؟

۱۷۔ مولوی مصصام اپنی نعت بعنوان ”مدینے دیاں گلیاں“ میں لکھتے ہیں:

ایہہ بجا او گنہاراں دانالے ماوی بدکاراں دا.....!

ایہہ دارالشفایا راندا، اچیاں ہوں اتھے گلیاں پھلیاں

﴿کلیات مصصام صفحہ نمبر ۳۷ طبع فیصل آباد﴾

کیا! تمہارے عقیدہ کے مطابق یہ شرکیہ شعر نہیں اگر نہیں تو کیوں؟

اگر شرکیہ ہیں تو مولوی مصصام مسلمان ہے یا مشرک؟

۱۸۔ او بولدا ونگا سرور تلخی نہ لیاندے

خلق عظیم صفت احمد مختار دی

﴿کلیات مصصام صفحہ نمبر ۵۷ طبع فیصل آباد﴾

مولوی اسماعیل دہلوی لکھتا ہے کہ جن کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک و مختار

نہیں۔ (تقویۃ الایمان صفحہ نمبر ۲۲)

مولوی اسماعیل دہلوی کے اس فتویٰ کے مطابق مولوی مصصام پر شرعی حکم نافذ

کریں۔

۱۹۔ مولوی حافظ محمد بن مولوی بارک اللہ (غیر مقلد وہابی) لکھتا ہے:

توں رب غفور شکور رحیماں بخش ظلوم جھولاں

بحرمت خاص حبیب محمد، حرمت کل رسولان

بھی کعبے حج کرائیں زیارت روئے پاک نبی دی

ایہہ عرض قبول بحرمت نبیاں حرمت کل ولیاں دی

﴿احوال الآخرت صفحہ نمبر ۱۴۰ طبع لاہور﴾

شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدی لکھتا ہے:

جب کوئی کہے کہ خدا یا بجاء نبی، یا بحق نبی یا بجاء عبادک الصالحین یا بحق تیرے

فلاں بندے کے میں چاہتا ہوں تو بدعت مذمومہ ہے۔ الخ

﴿دوسرا سالہ از عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب صفحہ نمبر ۱۱۱ طبع امرتسر ۱۹۲۷ء﴾

امیر حمزہ! اس بیان کی روشنی میں مولوی حافظ محمد بن مولوی بارک اللہ پر بدعتی ہونے

کا حکم صادر فرمائیں۔ دیکھتے ہیں اونٹ کس کروٹ بدلتا ہے۔

۲۰۔ ہے اول ہی پیدا ہوا ان کا نور

بہ ظاہر کیا گو کہ آخر ظہور

﴿مولوی اسماعیل دہلوی (نقوش رسول نمبر جلد دوم، صفحہ نمبر ۲۸۵)﴾

امیر حمزہ! سے پڑ زور التماس ہے کہ اس شعر کے پہلے مصرعہ کی تشریح کریں اور

بتائیں کہ کیا اس مصرعہ سے حضور ﷺ کی نورانیت ثابت نہیں ہوتی۔

وہ انسان اکمل ہے سنتے ہو کون ○ ہوئے مفتخر جس سے یہ دونوں کون

نبی البریا، رسول کریم ○ نبوت کے دریا کا در یتیم

حبیب خدا، سید المرسلین ○ شفیع الوری، ہادی راہ دیں

﴿مولوی اسماعیل دہلوی (نقوش رسول نمبر جلد دوم، صفحہ نمبر ۲۸۵)﴾

مولوی اسماعیل دہلوی کے ان اشعار سے رسول اللہ ﷺ کی بشریت ثابت ہو رہی

ہے۔

امیر حمزہ! بتائیں کہ جو شخص حضور ﷺ کی نورنیت اور بشریت کا قائل ہو وہ راہ

ہدایت پر ہے یا گمراہ؟

مولوی ڈپٹی نذیر احمد

یہی ماویٰ ہے اور یہی مامن ○ میرے دو ہاتھ آپ کا دامن
کون پڑساں ہے مجھ سے ناقص کا ○ کس کو طوقاں میں پاس ہو خُش کا

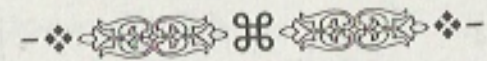
تم بچالو عذابِ آتش سے ○ سخت عاجز ہوں نفسِ سرکش سے
از برائے خدا رسولِ جلیل ○ مجھ پہ طاری ہو حالتِ تہلیل

رحم کیجئے کہ آپ رحمت ہیں ○ آپ پشت و پناہ امت ہیں
(فتوحِ رسول نمبر جلد ۵م، صفحہ نمبر ۳۸۹)

لیجئے امیرِ حمزہ..... فرقہ وہابیہ کے شعراء کے اشعار کی نشاندہی کرنا ہمارا کام تھا،

اب فتویٰ نویسی..... آپ کا منصب ہے۔

اور مفتی کا کام ہے کہ اپنے اور پرانے کی پاسداری بالائے طاق رکھتے ہوئے،
کتاب و سنت کی روشنی میں..... جواب تحریر کرے۔



باب ہفتم

جشنِ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اور..... متحدہ عرب امارات کے چیف جسٹس کا..... فتویٰ.....

ہمارے نزدیک حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے یومِ پیدائش پر مسرت و انبساط کا
اظہار کرنا، دکانوں اور مکانات کو حتی المقدور سجانا، صاف ستھرے کپڑے پہننا، غرباء و
مساکین کو کھانا کھلانا، رشتہ داروں اور دوستوں کو تحائف بھیجنا، محافلِ ذکر و فکر اور محافلِ
میلاد منعقد کرنا، جن میں آپ کی ولادت باسعادت کے واقعات و معجزات اور آپ کی
سیرت طیبہ بیان کرنا اور آپ کی ذاتِ بابرکات پر کثرت سے درود پڑھنا تاکہ مسلمانوں
کے دلوں میں آپ کی محبت اور سنت نبوی پر عمل کرنے کا جذبہ بیدار ہو مستحب و مستحسن
امور ہیں۔ جن پر عمل کرنے سے رب العزت جل شانہ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا و
خوشنودی حاصل ہوگی۔ اور اس دن کو لغوی معنوں میں ”لفظ عید“ سے تعبیر کرنا صحیح و
درست ہے۔ یاد رہے کہ شرعی عیدین کے احکام اس عید پر نافذ نہیں ہوں گے۔

امامِ راغب (حسین بن محمد) اصفہانی (متوفی ۵۰۲ھ) فرماتے ہیں.....

(عید کے لغوی معنی) ہر وہ دن جس میں کوئی شادمانی حاصل ہو اس پر عید کا لفظ

بولا جانے لگا ہے۔ (مفردات القرآن صفحہ نمبر ۳۶ طبع لاہور ۱۹۷۷ء)

صاحبِ قاموس امام محمد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی (متوفی ۸۱۷ھ) لکھتے ہیں۔

جحد امت محمدیہ کی عید ہے جو ہر ہفتہ ہوتی ہے۔ (سفر سعادت صفحہ نمبر ۸۲ طبع لاہور)

کتاب اللہ سے ایک مثال

”رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا“۔

(سورۃ المائدہ آیت نمبر ۱۱۴)

ترجمہ: ”اے رب ہمارے ہم پر آسمان سے ایک خوان اتار کہ وہ ہمارے لئے عید

ہو۔ (ترجمہ کنز الایمان صفحہ نمبر ۲۰۳ طبع تاج کتب لاہور)

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں.....

(آیت مذکورہ میں) عید سے شادمانی (خوشی) کا دن مراد ہے۔

(مفردات القرآن صفحہ نمبر ۷۳۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مومنوں کیلئے پانچ عیدیں ہیں۔

۱۔ مومن پر دن گزرے اور اس کے گناہ نہ لکھے جائیں۔ وہ اس کیلئے عید کا دن ہے۔

۲۔ دنیا سے ایمان اور شہادت کے ساتھ اور شیطان کے کمر و فریب سے محفوظ روانہ ہو، وہ بھی اس کیلئے عید کا دن ہے۔

۳۔ پل صراط سے گزرنے اور قیامت کے ڈر سے دشمنوں کے ساتھ ہاتھ اور زبان سے مامون ہے وہ دن اس کیلئے عید ہے۔

۴۔ جنت میں داخل ہو اور جہنم سے مامون ہو وہ دن اس کیلئے عید ہے۔

۵۔ جس میں رب کائنات کا دیدار کرے وہ دن اس کیلئے عید ہے۔

(درۃ الناصحین ۱ صفحہ نمبر ۲۶۳ زمانہ تالیف ۱۲۲۳ھ)

نیز مولوی عبدالقادر روپڑی غیر مقلد کی زیر نگرانی نکلنے والے رسالہ "نہضت روزہ تنظیم"

المحدث" لاہور ۱۹۶۳ء میں بھی یہ حدیث منقول ہے۔

"عَنْ عُبَيْدِ بْنِ السَّاقِ مَرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِي جُمُعَةٌ مِّنَ الْجُمُعِ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ إِنَّ هَذَا يَوْمٌ جَعَلَهُ اللَّهُ عِيدًا فَأَغْتَسِلُوا"..... الخ

﴿ابن ماجہ صفحہ نمبر ۷ طبع کراچی، پاکستان﴾

﴿شرح سفر السعادت صفحہ نمبر ۸۸ طبع سکھر ۱۹۷۸ء رواہ ابی ہریرہ﴾

﴿مکتوۃ کتاب اصولۃ باب العظیف والتکیر تیسری فصل صفحہ نمبر ۱۲۳ ناشر مکتبہ امدادیہ بلقان﴾

یہ شیخ عثمان بن حسن بن احمد شاہ الخویذی الروی، محدث، مفسر، واعظ کی تصنیف ہے (مجم

المؤلفین صفحہ نمبر ۲۵۳ جلد ۶ طبع بیروت

اس حدیث مبارکہ میں لغوی طور پر لفظ عید کا استعمال ہوا ہے۔ کیونکہ عیدین کے احکام جمعہ کے دن پر نافذ نہیں ہوتے۔

خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا.....

"وکل يوم لا يعصى الله فيه فهو عيد"

(نسخ البلاغ صفحہ نمبر ۹۴۲ ارشاد نمبر ۲۲۸ طبع لاہور)

ترجمہ: "یعنی ہر وہ دن جس میں بندہ اللہ کی نافرمانی نہ کرے وہ اس کیلئے عید ہے

"(غنیۃ الطالبین از سید عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ صفحہ نمبر ۴۱ طبع لاہور ۱۳۹۳ھ)

پروفیسر ابو بکر غزنوی بن مولوی محمد داؤد غزنوی (غیر مقلد) لکھتے ہیں.....

عید وہ ہے جو بار بار آئے، قرآن مجید میں لفظ عید مسرت (خوشی) کے معنوں میں

استعمال ہوا ہے: "أَنزَلْنَا عَلَيْكَ مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَكَ عِيدًا"

(۷: نامہ کوہستان لاہور یکم شوال ۱۳۸۳ھ)

ڈاکٹر محمد میاں صدیقی لکھتے ہیں:

عید: عید خوشی کا دن، عید جو بار بار لوٹ کر آئے..... الخ

(قرآن مجید کا عربی اردو لغت صفحہ نمبر ۴۰ طبع راولپنڈی)

معلوم ہوا کہ جس روز اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت کا نزول ہو، اس دن کو عید بنانا، خوشی

منانا، عبادت و خداوندی کرنا، اور شکر الہی کا بجالانا، اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ افراد قدسیہ

اور صالحین و کاملین کا طریقہ ہے۔ اور اس میں ذرہ برابر بھی شک نہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی

اس جہان رنگ و بو میں تشریف آوری اللہ تعالیٰ کی نعمت عظمیٰ ہے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

ولادت مبارکہ کے دن عید منانا یعنی خرنی و مسرت کا اظہار کرنا، میلاد شریف اور سیرت

نبوی کا وعظ کرنا اور لوگوں کا اس میں شریک ہونا، شکر الہی کا بجالانا اور حدود و شریعہ میں

رہتے ہوئے اظہار فرح و سرور کرنا مستحسن و محمود فعل ہے اور مقرران الہی کا طریقہ ہے،

اور یہ کہنا کہ صحابہ کرام نے کبھی اس طور سے میلاد خوانی کی نہ جلوس نکالا، ممانعت کیلئے

دلیل نہیں بن سکتی، کہ کسی جائز کام کو کسی کا نہ کرنا اس کو ناجائز نہیں کر سکتا۔

تقریباً گیارہ سو (۱۱۰۰) سال سے مسلمانان عالم اس دن (یعنی ولادت باسعادت کے یوم) خوشی و مسرت کا اظہار کرتے چلے آ رہے ہیں۔ شیخ محمد رضا سابق مدیر مکتبہ جامعہ فوادقاہرہ (مصر) رقمطراز ہیں:

امام ابو شامہ رحمۃ اللہ علیہ شیخ نووی (امام ابو زکریا محی الدین بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ) فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانے کا نیا مگر بہترین اختراع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت کا جشن منانے کا عمل ہے۔ جس میں اس مبارک خوشی کی مناسبت سے صدقہ و خیرات، محفلوں کی زیبائش و آرائش، اور اظہار مسرت کیا جاتا ہے۔ یہ مبارک تقریبات فقراء سے حسن سلوک کے علاوہ امتیوں کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عقیدہ و محبت اور اہل محفل کے دل میں آپ کی فضیلت و عظمت کی پختگی اور آپ کو رحمتہ للعالمین بنا کر بھیجے کے قلبی شکر و امتنان کا احساس دلاتی ہے۔

امام سخاوی (م ۹۰۲ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میلاد شریف کا رواج تین صدی بعد ہوا ہے (یعنی آج سے ۱۱۰۰ سال پہلے) اس کے بعد سے تمام ممالک و امصار میں مسلمانان عالم عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم مناتے چلے آ رہے ہیں وہ ان دنوں میں خیرات و صدقات کرتے ہیں اور میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس منعقد کرتے ہیں جن کی برکتوں سے ان پر حق تعالیٰ کا عام فضل و کرم ہوتا ہے۔

علامہ محدث عبدالرحمن (متوفی ۵۹۷ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میلاد شریف کے فوائد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس سے سال بھر امن و عافیت رہتی ہے۔ یہ مبارک عمل ہر نیک مقصود میں فوری کامیابی کی بشارت کا موجب ہے۔

سلاطین اسلام میں سے اس طریقہ کو رائج کرنے والے سب سے پہلے شاہ اربل سلطان مظفر ابو سعید تھے۔ جن کی فرمائش پر حافظ ابن دجیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر ایک کتاب ”التعویذ فی مولد المہدیہ“ تالیف کی تھی۔ اس پر شاہ نے خوش ہو کر مؤلف رحمۃ اللہ علیہ کو ایک ہزار دینار انعام عطا فرمایا تھا۔ اسی سلطان نے سب سے پہلے جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منعقد فرمایا تھا۔ وہ ہر سال ماہ ربیع الاول میں یہ جشن انتہائی اہتمام

کے ساتھ بہت اعلیٰ پیمانے پر منایا کرتا تھا وہ طبعاً نہایت سخی جواں مرد، شیر دل، فیاض طبع، لہارت زیرک و دانا اور مصنف مزاج تھا۔

سلطان ابو محمد موسیٰ شاہ تلسمان بھی عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم جشن منایا کرتا تھا، جیسا کہ ان کے زمانہ میں اور ان سے قبل مغرب اقصیٰ و اندلس کے سلاطین بھی منایا کرتے تھے۔

ہمارے زمانہ میں بھی مسلمانان عالم اپنے اپنے شہروں میں میلاد کی محفلیں منعقد کرتے ہیں۔ مصر کے علاقہ میں یہ محفلیں مسلسل منعقد کی جاتی ہیں۔ خاص کر شہر قاہرہ میں اس روز ظہر کے بعد ایک پیادہ جلوس کشنر آفس کے سامنے سے گزرتا ہوا عباسیہ میدان کی طرف روانہ ہوتا ہے، جو پولیس کے حفاظتی دستوں کے ساتھ سڑکوں سے گزرتا ہے۔ یہ جلوس مقامات غوریہ اشراقیہ، کوئٹہ بازار اور حسینہ گزرتا ہوا، عباسیہ میدان میں ختم ہوتا ہے..... اس دن تمام دفاتر میں تعطیل ہوتی ہے نیز بمقام مشہد حسینی کشنر مصر کی موجودگی میں سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ہوتا ہے۔ الخ (تخصیص)۔

﴿محمد رسول اللہ، صفحہ نمبر ۳۲ تا ۳۵ طبع کراچی﴾

علامہ ابن حجر قسطلانی (م ۹۲۳ھ) شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے مہینے میں اہل اسلام ہمیشہ سے محفلیں منعقد کرتے چلے آ رہے ہیں اور خوشی کے ساتھ کھانے پکانے اور دعوتِ طعام کرتے رہے ہیں اور ان راتوں میں انواع و اقسام کی خیرات کرتے رہے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مولد کریم کی قرآن کا خاص اہتمام کرتے رہے ہیں جن کی برکت سے ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل ظاہر ہوتا ہے..... اللہ تعالیٰ اس شخص پر بہت رحمتیں نازل فرمائے جس نے ماہ میلاد مبارک کی ہر رات کو عید بنایا تاکہ یہ عید (خوشی) میلاد سخت ترین علت و مصیبت ہو جائے اس شخص پر جس کے دل میں مرض و عناد ہے۔ ﴿مواہب اللدیہ صفحہ نمبر ۲۷ جلد اول طبع مصر﴾

محدث ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں.....

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ترغیب میں کلام کو بہت کچھ طول دیا گیا ہے اور یہ عمل حسن ہمیشہ

سے حرمین شریفین یعنی مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، مصر، یمن، شام، تمام عرب اور مشرق و مغرب کے رہنے والے مسلمانوں میں جاری ہے۔ اور میلاد النبی ﷺ کی محفلیں قائم کرتے اور لوگ جمع ہوتے ہیں اور ماہ ربیع الاول کا چاند دیکھتے ہی خوشیاں مناتے ہیں..... الخ (المیلاد النبی از محدث ابن جوزی علیہ الرحمۃ صفحہ نمبر ۳۵ طبع لاہور)

نیز فرماتے ہیں: جو حضور ﷺ کے میلاد کی خوشی میں حضور کی محبت کی وجہ سے اپنی قدرت اور طاقت کے موافق خرچ کرتا ہے۔ قسم ہے میری عمر کی اس کی جزاء یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل عیم سے جنات نعیم میں داخل کرے۔ (مواہب الدینیہ جلد اول)

علامہ جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) رحمہ اللہ لکھتے ہیں.....

میلاد شریف دراصل ایک ایسی تقریب مسرت ہے جس میں لوگ جمع ہو کر بقدر سہولت قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں۔ اور حضور ﷺ کے ظہور سراپا نور کے سلسلہ میں جو خوشخبریاں احادیث و آثار میں آئی ہیں اور جو خوارق عادات اور نشانیاں ظاہر ہوئی ہیں، بیان کی جاتی ہیں۔ پھر شرکاء محفل کے سامنے دسترخوان بچھایا جاتا ہے۔ اور وہ حسب طلب اور بقدر کفالت ماحضر تناول کرتے ہیں اور دعائے خیر کے اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جاتے ہیں۔ میلاد النبی ﷺ کے سلسلے میں منعقد کی جانے والی تقریب عید، بدعت حسنہ (ایک نیا کام ہے) جس کا اہتمام کرنے والے کو ثواب ملے گا۔ اس لئے کہ اس میں حضور ﷺ کی تعظیم شان اور آپ کی ولادت باسعادت پر فرحت و انبساط کا اظہار پایا جاتا ہے۔ (حسن المقصد فی عمل المولد، صفحہ نمبر ۲۵ طبع سیالکوٹ)

نیز فرماتے ہیں: ہمارے لئے مستحب ہے کہ ہم میلاد شریف منعقد کر کے حضور ﷺ کی ولادت پر اظہار شکر کریں، جس میں دعوت طعام ہو اور اس طرح کے دیگر امور خیر سرانجام دیئے جائیں اور خوشیاں منائی جائیں۔

(حسن المقصد فی عمل المولد، صفحہ نمبر ۲۵ طبع سیالکوٹ)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۰۵۲ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں.....

اور اہل اسلام ہمیشہ سے محفلیں منعقد کرتے رہے ہیں حضور ﷺ کے میلاد مبارک

کے مہینے میں..... الخ (اس کے بعد آپ نے علامہ قسطلانی رحمہ اللہ کی عبارت نقل فرمائی ہے جس کو ہم ”مواہب لدنیہ“ کے حوالے سے اوراق گزشتہ میں نقل کر آئے ہیں)۔

(ماہیت بالنسب صفحہ نمبر ۷۹)

ملا علی قاری حنفی (متوفی ۱۰۱۳ھ) رحمہ اللہ لکھتے ہیں.....

ہمیشہ سے اہل اسلام ہر سال (ربیع الاول کے مہینے میں) محفل میلاد منعقد کرتے ہیں اور حضور ﷺ کی میلاد خوانی کرتے ہیں جس کی برکت سے ان پر فضل خداوندی کی بارش ہوتی ہے..... (تخصیص)۔ (المورد الروی فی میلاد النبی)

علامہ طاہر پٹنی حنفی رحمہ اللہ

نے اپنی کتاب مجمع البحار کو جب ربیع الاول میں اخیر تک مکمل کر لیا تو خاتمہ پر یہ عبارت لکھی۔

ترجمہ: ”خدا کے فضل و توفیق سے کتاب مجمع البحار کا آخر ٹکٹ پایہ تکمیل کو پہنچ گیا ہے ماہ ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ کی رات کو خوشی اور کامرانی کا مہینہ ہے اور انوار و رحمت کا سرچشمہ ہے اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہر سال اس موقع پر اظہار مسرت کیا کریں۔“

(مجمع البحار جلد ۳)

حضرت مجدد الف ثانی (متوفی ۱۰۳۳ھ) رحمہ اللہ لکھتے ہیں.....

(مولود شریف) میں اچھی آواز کے ساتھ قرآن شریف، نعتیہ قصائد اور مناقب و فضائل پڑھنے میں کیا مضائقہ ہے۔ (مکتوبات جلد ۲، مکتوب نمبر ۷۷، بنام خواجہ حسام الدین)

مولانا عبدالحق کنھوی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں.....

کہ میلاد صرف اس امر کا نام ہے کہ آیات قرآنیہ اور احادیث پڑھی جائیں اور ان کی تشریح کرتے ہوئے کچھ معجزات نبوی، حسب و نسب نبویہ اور حالات پیدائش معہ خوارق و نشانہائے آسمان بیان کئے جائیں جیسا کہ علامہ ابن حجر مکی نے اپنی کتاب ”النعمة الکبریٰ علی العالم“ میں بیان کیا ہے اس میلاد کا وجود عہد نبوت اور عہد صحابہ میں تھا۔ اگرچہ اس وقت اس مجلس کو میلاد نہیں کہتے تھے۔ پھر اسی سلسلہ بیان کو جاری رکھتے ہوئے

لکھتے ہیں۔ کہ خلاصہ یہ ہے کہ میلاد شری مستحسن شرعی ہے۔ یا تو اس وجہ سے کہ اس کا جو (خواہ کسی عنوان سے ہو) قرون ثلاثہ میں تھا اور یا اس وجہ سے کہ اس کا جواز سند شرعی میں درج ہے اور کسی نے اس کے مستحب ہونے سے انکار نہیں کیا۔ سوائے چند اشخاص کے جن کا سر کردہ تاج الدین مالکی ہے مگر اس کا قول معتبر نہیں ہے۔ پھر اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۱۳۳ پر لکھتے ہیں کہ علمائے حرمین شریفین قیام بھی کرتے ہیں۔ الخ۔

﴿مجموعہ فتاویٰ صفحہ نمبر ۱۱ جلد ۲ طبع فرنگی محل (لکھنؤ)﴾

کرم ہی کرم

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (متوفی ۱۱۷۶ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والد گرامی شاہ عبدالرحیم فاروقی قادری حنفی (متوفی ۱۱۳۱ھ) رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی..... فرمایا کہ میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روز کھانا پکوا کر رکھتا تھا، میلاد پاک کی خوشی میں، ایک سال میں اتنا تنگدست تھا کہ میرے پاس کچھ نہ تھا مگر چنے بھنے ہوئے وہ میں نے لوگوں میں تقسیم کر دیئے تو کیا دیکھتا ہوں (یعنی خواب میں) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو وہ بھنے ہوئے چنے رکھے ہوئے ہیں۔ اور آپ بہت شاد و بشارت ہیں۔

(درشین فی مہرات النبی الامین از مولانا شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ صفحہ نمبر ۴۰ طبع لاکل پورہ ۱۹۷۰ء)

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابولہب جب مر گیا تو میں نے ایک سال بعد خواب میں دیکھا کہ وہ بہت ہی برے حال میں ہے اور کہہ رہا ہے کہ مرنے کے بعد مجھے کوئی راحت نصیب نہ ہوئی، لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ ہر چیز کے دن مجھ سے عذاب کی تخفیف کر دی جاتی ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ اس وجہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے دن پیدا ہوئے اور ثویبہ نے ابولہب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی خوشخبری سنائی تو ابولہب نے اسے آزاد کر دیا۔

(فتح الباری شرح بخاری صفحہ نمبر ۱۱۸ جلد ۱ از ابن حجر عسقلانی شافعی (۸۵۴ھ)

علامہ محی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ میں نے حضرت محمد بن احمد عجلی (متوفی ۱۰۱۱ھ)

رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی ایک تحریر دیکھی جس میں عبارت یہ ہے کہ شیخ صالح بن جم الدین بن قیولی مصری نے مجھے بتایا کہ انہوں نے عید الفطر کے دن اونگھ کی حالت میں ۱۰۰۰ھ میں دیکھا کہ گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر انور کی جگہ پر سامنے تشریف رکھتے ہیں اور آپ کے سارے جسم پاک سے نور نکل رہا ہے لیکن سینہ اقدس سے جو نور نکل رہا ہے وہ تو ایسی کیفیت کئے ہوئے ہے۔ جو جسمانی ہے اور اس کی مقدار اتنی تھی یہ کہ آپ نے انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کا حلقہ بنایا اور یہ نور اپنی جگہ سے پھیل کر سید محمد عجلی تک پہنچتا ہے اور وہ محفل میلاد و اگر اپنی مسجد میں اس وقت قائم کئے ہوئے تھے اور یہ نور ان کے سینہ میں لگا تا داخل ہوتا چلا جاتا ہے۔ (جامع کرامات اولیاء از علامہ بیہانی صفحہ نمبر ۹۸ طبع لاہور ۱۹۸۲ء)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۱۷۶ھ) نے فرمایا.....

قدیم طریقہ کے مطابق بارہ ربیع الاول کو میں نے قرآن مجید کی تلاوت کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیاز (کچھ) تقسیم کی، اور آپ کے بال مبارک کی زیارت کرائی علامت قرآن پاک کے دوران ملاء الاعلیٰ کا ورود ہوا۔ (فرشتے نازل ہوئے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پرفورج نے اس فقیر اور اس سے محبت کرنے والوں کی بہت التفات فرمائی اس وقت میں نے دیکھا کہ ملاء الاعلیٰ (فرشتوں کی ٹولی) ان کے ساتھ مسلمانوں کی جماعت نیاز مندی اور عاجزی کی بنا پر بلند (عروج کر رہی ہے) ہو رہی ہے۔ (اوپر اٹھ رہی ہے) اور اس کی کیفیت کی برکتیں اور لپٹیں نازل ہو رہی ہیں۔

(القول الخلی فی ذکر آثار الاولیٰ (مترجم اردو) صفحہ نمبر ۱۸۲ طبع لاہور ۱۳۲۰ھ)

فرقہ و ما بہ نجد یہ کے گھر کی تین اہم شہادتیں

۱۔ ابن تیمیہ لکھتا ہے۔ ”واللہ قد ینبہہم علی هذا المحبة والاجتهاد“۔

(اتقاء الصراط، صفحہ نمبر ۲۹۴ طبع دارالکتب العلمیہ بیروت)

یعنی حب رسول اور تعظیم نبی کے تحت جو لوگ میلاد مناتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اس بہت اور کوشش و سعی کا ثواب دے گا۔

مطلب چیز حاصل کر لینا ضروری ہے۔ اس اصل پر حجاج بن یوسف کی کوشش سے قرآن شریف کے حرکات و سکنات اور دیگر اجزاء حاصل کئے گئے ہیں۔ اسی طرح آج کل بھی یورپ سے کئی مفید امور حاصل کئے جا رہے ہیں۔

(المیادنی القرآن صفحہ نمبر ۱۸، ۱۹ از مولانا محمد عالم آسی طبع لاہور ۲۰۰۱ء)

اعتراض

رسول اللہ ﷺ کا مجلس میلاد کے انعقاد کو ترک کرنا اس کی حرمت اور ناجائز ہونے کی واضح دلیل ہے۔

جواب

اگر رسول اللہ ﷺ نے کسی شے کو ترک فرمایا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں لیا جاسکتا کہ وہ فعل ناجائز یا حرام ہے۔ رب کائنات ارشاد فرماتا ہے.....
”وَمَا إِلَاكُمْ الرُّسُولُ فَخُذُوا حُكْمًا وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا“۔

(سورۃ الحشر آیت نمبر ۷)
ترجمہ: ”اور جو کچھ رسول تمہیں دیں لے لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے رک جاؤ۔“

اس میں یہ تو نہیں فرمایا: ”وَمَا تَنْهَوْنَ عَنْهُ فَانْتَهُوا“ جسے آپ نے ترک فرمایا اس سے رک جاؤ۔“

رسول خدا ﷺ کا فرمان عالیشان ہے: جس کا میں تمہیں حکم دوں اسے اپنی طاقت کے مطابق بجالاؤ اور جس سے میں منع کروں اس سے بچو۔

آپ نے یہ تو نہیں فرمایا: جسے میں ترک کروں اس سے بچو۔
اسی طرح اسلاف کا کسی عمل کو ترک کرنا یعنی اسے بجا نہ لانا اس کے ممنوع ہونے پر دلالت نہیں کرتا

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں.....

♦ شاہراہ المسکت بجاواب شاہراہ بہشت ♦

ہر وہ فعل و عمل جس کی سند شرع میں ہو بدعت نہیں ہوا کرتا اگرچہ اس پر کسی سلف نے عمل نہ کیا ہو۔ کیونکہ ان کا اس وقت بجا نہ لانا کسی عذر کی وجہ سے ہو سکتا ہے یا وہ اس سے افضل پر عمل پیرا ہوں۔

ترک کی مثالیں

کچھ ایسے اعمال ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا: (۱) مروجہ محفل میلاد۔ (۲) محفل شب معراج۔ (۳) شب بارات کے موقع پر شب بیداری۔ (۴) جنازہ کے ساتھ ذکر۔ (۵) گھر میں میت پر تلاوت قرآن۔ (۶) قبر کے پاس تلاوت قرآن۔

جو شخص ان کو یا ان کی ہم مثل اشیاء کو اسی دعوئی کی بنا پر حرام کہے گا کہ حضور ﷺ نے انہیں نہیں کیا اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان فٹ آئے گا۔ ”اللَّهُ أَذِنَ لَكُمْ أَمْ عَلَى اللَّهِ تَفْتَرُونَ“ (سورۃ یونس آیت نمبر ۵۹) کیا اللہ نے تمہیں اس کی اجازت دی ہے یا اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو۔ اس لئے جب تک کسی شے کے بارے میں کوئی نئی وارد نہ ہو جو ان کے حرام یا مکروہ ہونے کا تقاضا کرے تو اصل اباحت ہی ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

”وَمَا مَسَكْتُ عَنْهُ فَهُوَ عَفْوٌ“۔ جس سے رب تعالیٰ خاموش ہے وہ معاف ہیں (یعنی انکی اجازت ہے)۔

(مسئلہ ترک از امام عبداللہ محمد بن الصدیق النعمانی (مترجم) تلخیص طبع لاہور ۱۹۹۷ء)

امام جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) رحمہ اللہ لکھتے ہیں.....
میلاد شریف کو مروجہ اہتمام کے ساتھ منعقد کرنے کی ابتداء (بادشاہوں میں) اربل کے حکمران سلطان مظفر نے کی..... اس کا شمار عظیم المرتبت سلاطین اور فیاض امراء میں ہوتا ہے۔ اس نے کئی اور نیک کارنامے انجام دیئے اور یادگاریں قائم کیں۔
کوہ تاسلیون کے دامن میں جامع مظفری تعمیر کرائی۔
ابن کثیر اس کے بارے میں لکھتے ہیں.....

سلطان مظفر ریح الاول کے مہینے میں میلاد شریف کا نہایت شان و شوکت اور ترک و احتشام سے اہتمام کرتا تھا اس سلسلے میں ایک عظیم الشان جشن منعقد کرتا تھا۔ وہ ایک ذکی القلب، دلیر، بہادر، زیرک، عالم اور عادل حکمران تھا اللہ تعالیٰ اس پر رحمت کرے۔۔۔۔۔ اس کی وفات ۶۳۰ھ میں شہر مکہ میں ہوئی اس وقت اس نے فرنگیوں کا محاصرہ کر رکھا تھا مختصر یہ کہ انتہائی نیک سیرت اور پاک طینت آدمی تھا۔

(حسن المقصد فی عمل الملوك صفحہ نمبر ۲۲، ۲۳ مترجم مطبوعہ راولپنڈی ۱۹۸۲ء)

نیز عیاشی اور فضول خرچی یہ ہوتی ہے جس سے نہ دنیا کا فائدہ ہونہ آخرت کا۔ اور کیا رعایا اس کے دور میں تنگ اور پریشان تھی کہ حقوق العباد ترک کر کے محفل میلاد پر ایک کثیر رقم خرچ کرتا تھا جب ایسا ثابت نہیں تو خواہ مخواہ ایک مسلمان پر بدظنی کرنا گناہ ہے۔ رب کائنات ارشاد فرماتا ہے: اے ایمان والو! کٹر گمانوں سے بچو بے شک بعض گمان گناہ ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا: بدگمانی سے بچو، بدگمانی بدترین جھوٹ ہے۔

اور وہ فقط عید میلاد النبی ﷺ کی خوشی میں ہر سال محفل منعقد کرتا تھا جس میں وقت کے علماء و مشائخ، سرکاری ملازمین اور ہزاروں دیگر افراد شمولیت کرتے تھے۔ پھر قرآن خوانی، نعت خوانی، درود شریف پڑھا جاتا تھا۔ پھر آپ کی سیرت، معجزات اور میلاد کا بیان ہوتا تھا۔ لوگوں کو گناہوں سے برگشتہ کر کے عبادت و اطاعت کی طرف راغب کرتے تھے۔ اس کے بعد حاضرین کو کھانا کھلایا جاتا تھا۔ اور ان کو انعامات دیئے جاتے تھے۔ اور سخاوت کی فضیلت حدیث مبارکہ سے ثابت ہے نخی اللہ تعالیٰ کے قریب جنت کے قریب ہے۔ اور لوگوں کے قریب ہوتا ہے۔

(ترمذی ابواب البر والصلاہ صفحہ نمبر ۹۱۶ جلد اول)

اس لئے شاہ اربل کو عیاش اور مسرف سلطان کہنا الزام تراشی کے سوا کچھ نہیں۔

شیخ احمد عبدالعزیز المبارک چیف جسٹس عدالت

شرعیہ متحدہ عرب امارت کا فیصلہ کن فتویٰ

حضور اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کے موقع پر جمع ہونے کے بارے میں مجھ سے مسئلہ پوچھا گیا ہے، ان اجتماعات کے موقع پر مساجد میں آنحضرت ﷺ کی سیرت طیبہ، واقعات و غزوات بیان کئے جاتے ہیں، اور اکثر حضور انور ﷺ کی تعریف میں قصیدے پڑھے جاتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ایسے اجتماعات کو جن میں رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت کا ذکر کیا جاتا ہے اور اس پر خوشی اور مسرت کا اظہار ہوتا ہے، نیز ان کی مبارک زندگی اور غزوات کے واقعات سے عبرت حاصل کرنے کیلئے ان کو بیان کیا جاتا ہے۔ اور آپ کی سیرت و اخلاق سے لوگوں کو رغبت دلانے کیلئے اور ہدایت حاصل کرنے کیلئے ان کا انعقاد عمل میں آتا ہے، ایک مباح (جائز) عمل قرار دیا گیا ہے۔ اگرچہ ”بعض کو“ یہ مرغوب نہ ہو، کیونکہ اس تقریب نے لوگوں کے کردار بنانے اور جذبات (محبت رسول ﷺ) کے ابھارنے میں بڑا تاثر بخیر کردار دیا ہے۔ اگر وہ تقریب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اور صحابہ کے زمانے میں نہ منائی گئی ہو تو اس کو ناپسندیدہ بدعت قرار نہیں دیا جاسکتا، کیونکہ بدعت یا تو قابل مذمت ہے یا مستحسن یا جائز۔ بخاری اور مؤطا میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ترغیب کیلئے جمع کیا اور فرمایا ”نعت البدعۃ ہذہ“ یہ بدعت اچھی ہے۔

فتح الباری میں اس کی شرح میں لکھا ہے کہ بدعت کی اصل یہ ہے کہ سابق میں اس کی مثال نہ ہو اور اگر اس کو سنت کے مقابل عمل قرار دیا جائے تو وہ قابل مذمت ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ اس عمل کو شرع میں اگر مستحسن قرار دیا جائے تو وہ اچھی ہے یعنی وہ بدعت حسنہ ہے اگر اس کو شرع میں عمل قرار دیا جائے تو بری ہے ورنہ مباح ہے اور احکام خمسہ میں ایک ہے، اور اسی میں ایک حدیث ہے کہ ”بے شک سب سے اچھا کلام اللہ کی

کتاب ہے اور بہترین ہدایت حضور اکرم ﷺ کی ہدایت ہے اور کاموں میں برے کام وہ ہیں جو بعد میں نکالے گئے ہوں۔“ کے ذیل میں امام شافعی رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ بدعت دو قسم کی ہے، ایک محمود (اچھی)، دوسری مذموم (بری) جو سنت کے موافق ہو وہ محمود ہے اور جو اس کے مخالف ہو وہ مذموم۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ ہی کا قول ہے جو نبی نے اپنے مناقب میں نقل کیا ہے کہ بدعتیں دو قسم کی ہیں، ایک جو کتاب و سنت، اثر اور اجماع کے خلاف ہو، وہ گمراہ بدعت ہے۔ جو خیر کیلئے نکالی اور ان کے خلاف نہ ہو وہ قابل قبول بدعت ہے۔ بعض علماء نے بدعت کو اعمالِ خمسہ میں شمار کیا ہے۔ وہ واضح ہے۔

الباجی حنفی میں فرماتے ہیں کہ ”یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے صراحت ہے کہ انہوں نے رمضان کے قیام کو ایک امام کے تابع کیا اور مساجد میں اس کو قائم کیا، حالانکہ بدعت وہ ہے جس کی بدعت نکالنے والا ابتداء کرے اور اس سے قبل کسی نے ایسا نہ کیا تھا، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بدعت کو جاری کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی اتباع کی اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ عمل صحت پر مبنی تھا۔

شہاب الدین قرانی نے کتاب الفروق میں لکھا ہے کہ بدعت احکام خمسہ میں شامل ہے، یہ قسمیں شرع کی قسمیں ہیں۔ واجب، حرام، مستحب، مکروہ اور مباح، انہوں نے اس کو طوالت سے فرق ثانی (۲۵۰) میں تفصیل سے بیان کیا ہے اور یہ بات فتح الباری سے اوپر نقل کردہ تحریر کے مانند ہے۔

بعض مالکی فقہاء نے آنحضرت ﷺ کی پیدائش کے دن روزہ رکھنے کو عید کی مشابہت میں مکروہ قرار دیا ہے۔ یعنی جیسے عید کے دن روزہ رکھنا درست نہیں، ویسا ہی ولادت یا سعادت کے دن بھی روزہ رکھنا درست نہیں کیونکہ وہ دن عید کے مانند ہے۔ (مترجم) ان کی رائے میں اس دن خوشی اور فرحت کا اظہار شرع کے لحاظ سے درست ہے، اس پر اعتراض نہ کرنا چاہیے۔

منوہب جلیل علی مختصر غلیل میں عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن المعروف بہ خطاب مالکی (م ۹۵۳ھ) نے لکھا ہے کہ شیخ زروق شرح قرطبیہ میں فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی

پیدائش کے دن روزہ رکھنے کو ایسے لوگوں نے جو ان کے زمانے کے قریب تھے اور تقویٰ میں بہت اونچا مقام رکھتے تھے۔ مکروہ قرار دیا ہے۔ چونکہ وہ مسلمانوں کی عیدوں میں سے ایک عید کا دن ہے چاہیے کہ اس دن روزہ نہ رکھیں۔ اور ہمارے شیخ قوری اس کثرت سے ذکر کیا کرتے اور اس کو اچھا سمجھتے۔ میں کہتا ہوں کہ ابن عباد نے اپنے رسائل کبریٰ میں بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ کی پیدائش کا دن مسلمانوں کی عیدوں میں سے ایک عید ہے اور تقاریب میں سے ایک تقریب ہے اور وہ چیز جو فرحت و سرور کا باعث ہو آپ کی ولادت کے دن مباح اور جائز ہے، مثلاً روشنی کرنا اچھا لباس پہننا، جانوروں کی سواری کرنا، اس کا کسی نے انکار نہیں کیا۔ ان امور کے بدعت ہونے کا حکم اس وقت ہے جبکہ کفر و ظلمت اور خرافات وغیرہ ظاہر ہونے کا خوف ہو، اور یہ دعویٰ کرنا کہ عید میلاد اہل ایمان کی مشروع تقریبوں میں نہیں مناسب نہیں ہے۔ اور اس کو نیروزو مہرجان سے ملانا ایک ایسا امر ہے جو سلیم الطبع انسان کو منحرف کرنے کے برابر ہے عرصہ قبل میں ایک دفعہ حضور ﷺ کی ولادت یا سعادت کے دن سمندر کے ساحل کی طرف جا نکلا، وہاں میں نے الحاج ابن عاشر کو ان کے ساتھیوں کے ساتھ پایا۔ وہاں ان میں سے بعض نے کھانے کیلئے مختلف قسم کی چیزیں نکالیں اور مجھے بھی اس میں بلایا، میں اس روز روزہ سے تھا، اس لئے میں نے کہا میں روزہ سے ہوں۔ ابن عاشر نے میری طرف ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا اور کہا اس کا کیا مطلب ہے۔ آج خوشی اور مسرت کا دن ہے، اس میں روزہ رکھنا ایسا ہی ناپسندیدہ ہے جیسا کہ عید کے دن، میں نے ان کے کلام پر غور کیا اور میں نے اس کو حق پایا۔ گویا کہ میں سورہا تھا پس انہوں نے بیدار کر دیا۔

حاشیہ کنون میں ابن عباد کے کلام ”تاج الفا کہانی کا یہ ادعا کہ حضور انور ﷺ کی ولادت کی تقریب منانا مذموم بدعت ہے۔“ یہاں تک کہ انہوں نے اس پر ایک رسالہ بھی لکھ دیا۔ صحیح نہیں ہے۔ ان کے اس بیان پر زین العرائی اور علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اعتراض کیا ہے اور لکھا ہے کہ مالکی فقیہوں میں سے اکثر نے ابن عباد، ابن عاشر و زروق اور کنون کا مسلک اختیار کیا ہے، ان میں قابل ذکر محمد الباقی نے حاشیہ زرقانی پر اور

الرسول نے حاشیہ شرح الکبیر مؤلفہ دروہ پر اور صادی نے اپنے حاشیہ شرح صغیر پر اور علیش نے اپنی شرح غلیل پر اور برہان الدین طبری نے اپنی سیرت حلبیہ میں (ایسا ہی بیان کیا ہے)۔

ابن حجر العسقلانی نے لکھا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ بدعت حسنہ کے مستحب ہونے پر سب متفق ہیں اور حضور ﷺ کی ولادت کی تقریب منانا اور اس میں حج ہونا ایسا ہی ہے یعنی بدعت حسنہ ہے اسی وجہ سے امام ابو شامہ فرماتے ہیں، کیا ہی اچھا ہے وہ شخص جس نے ہمارے زمانہ میں حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کے دن صدقات دینے اچھے کام کرنے اور زینت اختیار کرنے اور مسرت کا اظہار کرنے کا طریقہ اپنایا اس میں غریبوں کی مدد کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کی محبت کا اظہار بھی ہے۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجا۔

علامہ سخاوی نے فرمایا کہ ”عید میلاد“ کو اسلاف میں کسی تین قرن (یعنی بہ زمانہ رسالت مآب و صحابہ و تابعین) میں نہیں منایا۔ بلکہ اس کے بعد اس کا سلسلہ جاری ہوا۔ لیکن اس کے بعد سے برابر تمام ملکوں اور شہر میں اہل اسلام عید میلاد مناتے رہے ہیں۔ اس رات میں لوگ مختلف صدقات دیتے ہیں اور حضور انور ﷺ کی ولادت باسعادت کے واقعات سناتے ہیں جس کے برکات عامہ ان پر ظاہر ہوتے آئے ہیں۔ علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ عید میلاد کی تقریب منانا سال بھر امان سے رکھتا ہے۔ اور بہت جلد مقصد کے حاصل ہونے اور اس میں کامیاب ہونے کی بشارت دیتا ہے، اسی طرح ابن حجر العسقلانی کے نوازل حدیثیہ میں اس کو زیادہ تفصیل سے بیان کیا گیا۔ انہوں نے اپنے مضمون میں جواباً کہا ہے کہ ”عید میلاد کا اجتماع اگر خیر و شر پر مشتمل ہو تو اس کا چھوڑنا واجب ہے کیونکہ فسادگار و کنا اچھائیوں کے حاصل کرنے سے بہتر ہے۔ خیر یہ ہے کہ صدقہ دیا جائے اور حضور انور ﷺ پر درود بھیجا جائے اور برائی یہ ہے کہ عورتیں اور مرد ہا ہم غلط ہو جائیں۔ لیکن اگر یہ تقریب اس برائی سے پاک ہے اور وہ صرف حضور کے ذکر درود و سلام اور اسی قسم کی باتوں پر مشتمل ہے تو وہ سنت ہے۔ پھر انہوں نے دو حدیثوں

سے استدلال کیا ہے جس میں سے ایک انہوں نے نوازل میں بیان کی ہے۔ کہ ”جب تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کیلئے بیٹھتی ہے تو ملائکہ ان کو گھیر لیتے ہیں۔ اور رحمت ان کو احاطہ لیتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے دربار میں ان کا ذکر کرتا ہے۔“ جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے اور دوسری حدیث بھی اس کی مثل بیان کی ہے۔ پھر فرمایا ہے کہ ان دونوں حدیثوں سے خیر کیلئے جمع ہونے اور بیٹھنے کی فضیلت ظاہر ہے۔

ہم نے حافظ ابن حجر کی کتاب ”فتح الباری صفحہ نمبر ۱۲“ سے اور انہوں نے امام شافعی سے اور ابو نعیم اور بیہقی کے طریق سے نقل کیا ہے اور ہم نے باہجی سے اور انہوں نے فروق القرانی سے جو نقل کیا ہے۔ اس کے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جو حدیث ہم نے پیش کی ہے اس پر غور کرنے سے واضح ہو جاتا۔ کہ بدعت کا مدار اس کے ہونے والے اچھے اور برے امور پر منحصر ہے۔ اگر وہ اچھے ہیں وہ پسندیدہ ہیں اور اگر وہ برے ہیں تو قابل مذمت۔

اور ایسا ہی مالکی فقہاء اور شافعی فقہاء مثلاً زین العراقی، علامہ سیوطی، ابن حجر العسقلانی، علامہ سخاوی پھر ابن جوزی، حنبلیوں میں سے رسول اکرم ﷺ کی ولادت کی تقریب منانے اور اس پر جمع ہونے کو بہتر عمل قرار دیتے ہیں۔ لیکن جو لوگ اس میں غلو کرتے ہیں اور اس کو نصرانیوں کی طرح عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کی تقریب سے مشابہہ قرار دیتے ہیں۔ وہ قیاس مع الفارق کرتے ہیں (اور غلط مثال دیتے ہیں) کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کا یوم (نعوذ باللہ) ان کے خدا ہونے یا خدا کا بیٹا ہونے یا تیسرا خدا ہونے کے لحاظ سے منایا جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”ہنک کفر کیا ان لوگوں نے جنہوں نے کہا کہ بے شک اللہ وہی مسیح ابن مریم ہے“ اور ”مارئی نے کہا کہ عیسیٰ اللہ کا بیٹا ہے۔ اور کفر کیا ان لوگوں نے جنہوں نے کہا کہ اللہ تین میں کا تیسرا ہے۔“ اللہ تعالیٰ وہ جو کچھ کہتے ہیں اس سے اعلیٰ وارفع ہے۔ لیکن مسلمان حضور ﷺ کی ولادت پر خوشی مناتے ہیں اور مسرت کا اظہار کرتے ہیں کہ وہ اللہ کے بندے ہونے سے آپ کیلئے شرف ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی شان میں فرماتا ہے۔ ”پاک ہے وہ پروردگار جو اپنے بندے کو

رات کے تھوڑے حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے گیا۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کیلئے کافی نہیں ہے۔" پس آپ ایسے بشر ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی بندگی اور رسالت سے مشرف کیا ہے اور آپ کو تمام انسانوں میں افضل بنایا اور آپ کو وہ سب کچھ عطا فرمایا جو کسی اور کو نہیں دیا گیا۔

جامع ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں تمام لوگوں میں سب سے پہلے قیامت میں اٹھایا جاؤں گا۔ میں ان کا خطیب ہوں، جب وہ خاموش ہوں رہیں گے۔ میں ان کا شفیع ہوں جب وہ گرفتار ہوں گے، اور میں ان کو خوشخبری سنانے والا ہوں، جب وہ مایوس ہوں گے۔ بزرگی اور (جنت کی) کنجیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی اور لواء الحمد (حمد کا جھنڈا) میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اور میں یہ اللہ کے پاس تمام اولادِ آدم میں سب سے زیادہ بزرگ ہوں مگر مجھے اس پر فخر نہیں۔"

﴿مکتوٰۃ مطبوعہ نمبر ۱۱۱ جلد ۲ مطبوعہ لاہور﴾

دوسری حدیث جس کو ابن اسحاق رحمہ اللہ اور اسحاق مشہور تابعی، ۱۵۰ھ میں بغداد میں انتقال فرمایا، نے اپنی سیرت میں دو فرشتوں کے شوق صدر کرنے کے واقعہ میں بیان کیا ہے کہ ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا ہے کہ ان کو وزن کرو ان کی امت کے دس آدمیوں میں سے۔ پس انہوں نے میرا وزن کیا اور میں ان سب سے زیادہ وزن میں ہوا۔ پھر کہا کہ سو کے ساتھ وزن کرو، میرا وزن کیا گیا اور میں ان سب سے وزنی ہوا۔ پھر کہا کہ ان کی امت کے ہزار آدمیوں کے ساتھ وزن کرو، میرا وزن کیا گیا اور میں ان میں سے بھی زیادہ وزن دار رہا۔ پھر انہیں فرشتوں نے کہا ان کو چھوڑ دو، اگر ان کا وزن ساری امت سے بھی کیا جائے تو وہی زیادہ نکلیں گے۔ سیرت ابن ہشام میں بھی ایسا ہی ہے پس بے شک وہ بشر ہیں مگر سارے انسانوں میں افضل ترین، اللہ تعالیٰ نے ان کو تمام عالموں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے، تاکہ لوگوں کو اللہ کے حکم سے اندھیروں سے نور کی طرف نکالیں اور عزت والے اور حمد کے قابل پروردگار کے راستے کی طرف بلائیں۔

مساجد میں درس کیلئے جمع ہونا جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے مسلمانوں میں کوئی حدید بات نہیں اس پر سینکڑوں سال سے مالکی اور دیگر فقہاء نے عمل کیا ہے اور اس کے بارے میں کافی لکھا ہے۔ اور ہم نے اس کے بارے میں دلیلیں بیان کی ہیں، لہذا اس مسئلے میں اب کوئی اعتراض باقی نہیں رہا۔ خصوصاً جب کہ ہمارے شہروں (متحدہ عرب امارات) میں مسجدوں میں اجتماعات ہوتے ہیں، اور وہاں عورتوں کو داخلے کی اجازت نہیں دی جاتی۔

اگرچہ بعض مقامات پر اس خوشی میں کھیل کود کے مظاہرے بھی ہوتے ہیں لیکن اگر اس میں حرام اور خلاف شرع امر نہ ہوں تو مباح ہیں۔ جیسا کہ حبشیوں نے مسجد نبوی میں حضور انور ﷺ کے سامنے کیا ہے جس کی صحیح مسلم میں تصریح موجود ہے اگر ان کھیلوں میں حرام اور خلاف شرع حرکتیں مل جائیں تو وہ ناجائز اور حرام ہیں جیسا کہ ہمارے زمانے میں بعض مقامات پر ہوتا ہے، ایسا ہی حبشی نے ذکر کیا ہے۔

بہتر یہی ہے کہ ان اجتماعات کو مساجد تک ہی محدود رکھیں تاکہ منکرات کا دروازہ نہ کھلنے پائے، بعض جرائمکند اخبارات نے لکھا ہے کہ (عرب ممالک) کے بعض ہوٹل اس موقع پر اجتماع کرتے ہیں، اور ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔ مگر حضور انور ﷺ کی ولادت کی محفل منکرات کے ساتھ منانا مسلمانوں کی پیشانی پر کلنگ کا داغ ہے اور اس میں عجیب و غریب خرافات رقص و سرود کی محفلیں منعقد کرنا یہ سب فساد پر مشتمل ہے، میں شدت کے ساتھ اس کو روکنے کی خواہش رکھتا ہوں، اور میں (تمام مسلمانوں سے) درخواست کرتا ہوں کہ وہ ایسے عمل بند کر دیں اور ایسے لوگوں کا محاسبہ کریں جو کھلم کھلا منکرات پر عمل کر رہے ہیں اور ارض اسلام میں اسلام کے معاملات میں مکر سے کام لے رہے ہیں۔

لاکھنویہ (ماہنامہ مدار الاسلام مجادی الآخر ۱۴۰۱ھ، اپریل ۱۹۸۱ء) (روزنامہ جنگ ۲۹ دسمبر ۱۹۸۱ء)

عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر جلوس نکالنا

کسی عظیم المرتبت شخصیت کی آمد پر جلوس نکالنا حدیث مرفوعہ سے ثابت ہے۔

جس سے آنے والے کی تعظیم و توقیر اور اس سے اپنی والہانہ محبت کا اظہار کرنا مقصود ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۰۵۲ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔۔۔

جب انصار محبت شعار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کی خبر سنی تو روزانہ مدینہ منورہ کی چوٹیوں پر آتے اور آفتاب جمال باکمال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے طلوع کے منتظر رہتے، جب سورج گرم ہو جاتا اور دھوپ سخت ہو جاتی تو گھروں کو لوٹ جاتے تھے۔ اچانک ایک یہودی نے جو اس مقام پر کھڑا تھا، ایک جماعت پر نظر پڑی اس نے جان لیا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لارہے ہیں۔ تو قبیلہ انصار کو جو کہ اس کے قریب ہی تھے آواز دی کہ آ رہے ہیں تمہارا مقصد و مقصود۔ تمام مسلمان اپنے اپنے ہتھیاروں سے لیس ہو کر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کیلئے نکل پڑے۔ انہوں نے ”بالائے حرہ“ (کے مقام پر) ملاقات کی۔ مرحبا ہلا وسہلا کہتے ہوئے مبارک بادی و خوشی و مسرت کا اظہار کرنے لگے۔ ان کا ہر جوان بچہ، عورت و مرد اور چھوٹا بڑا کہنے لگا ”جاء رسول اللہ و جاء نبی اللہ“ ”اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور اللہ جل جلالہ کے نبی نے قدم مسنت لزوم فرمایا: اور اپنی عادت کے مطابق خوشی و مسرت میں اچھلنے لگے۔

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ہجرت کے موقع پر بریدہ اسلمی اور ان کے قبیلہ کے ستر افراد نے اسلام قبول کیا۔ اس پر بریدہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! مدینہ منورہ میں داخل ہوتے وقت آپ کے ساتھ ایک جھنڈا ہونا چاہیے۔ اس کے بعد بریدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے سر سے عمامہ اتار کر نیزے پر باندھ دیا اور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے آگے چلے گئے۔

آمد مدینہ منورہ کے موقع پر قبیلہ بنو نجار کی بچیاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خوشی و شادمانی میں دف بجاتی اور گاتی ہوئی نکل آئیں۔

نحن جوار من بنی النجار

یا حیلنا محمدنا من جار

نیز قبائل انصار کی پردہ نشین عورتیں اپنے اپنے گھروں کی چھتوں، دروازوں اور گلیوں میں کھڑے ہو کر یہ تہنیت گانے لگیں۔

طلع البدر علینا ○ من ثنات الوداع

وجب الشکر علینا ○ مادعا للوداع

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس زمانہ میں آٹھ یا نو سال کا تھا۔ آپ کی آمد سے درود پورا رایے منورہ روشن ہو گئے جس طرح آفتاب طلوع کے وقت کرتا ہے۔

(مدارج النبوة حصہ دوم صفحہ نمبر ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷ (طبع ۱۹۷۳ء کراچی)

حضرت براء رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔

”لصعد الرجال والنساء فوق البيوت وتفرق العلمان والخلم فی الطرق ینادون یا محمد یا رسول اللہ یا محمد یا رسول اللہ“۔

(مسلم شریف جلد ۲ صفحہ نمبر ۲۱۹ طبع کراچی)

ترجمہ: ”تو عورتیں اور مرد گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور بچے اور غلام گلی کوچوں میں متفرق ہو گئے، نعرے لگاتے پھرتے تھے یا محمد یا رسول اللہ، یا محمد یا رسول اللہ“۔ مزید احمد التستلی (غیر مقلد وہابی) لکھتے ہیں۔۔۔۔۔

حدیث مرفوع: جو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو، خواہ وہ آپ کا فرمان ہو یا آپ کا اسوۂ عمل ہو یا آپ کے سامنے وہ کام کیا گیا ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا۔

(تقدیم، تذکرۃ الخطا (اردو) از علامہ ذہبی (م ۷۴۸ھ) صفحہ نمبر ۲۳ جلد اول طبع لاہور ۱۹۸۱ء)

مولوی سلطان محمود آف جلالپور رحیمہ والدہ (شجاع آباد) غیر مقلد وہابی لکھتا ہے:

المرفوع: جو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو۔ اس کی تین قسمیں ہیں

قولی۔۔۔۔۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہو۔

فعلی۔۔۔۔۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہو۔

تقریری..... وہ قول جو آپ کے سامنے کہا گیا ہو یا وہ فعل جو آپ کی موجودگی میں کیا گیا ہو اور آنحضرت ﷺ سے اس پر انکار منقول نہ ہو۔

(اصطلاحات الحدیثین از مولوی سلطان محمود صفحہ نمبر ۶ طبع ملتان ۱۹۸۶ء)

حافظ ابن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں.....
المرفوع: جو (رسول اللہ ﷺ) سے منقول ہوگا وہ صریحاً یا حکماً (آپ کا) قول بالفعل یا تقریر ہے، اسے حدیث مرفوع کہا جاتا ہے۔ (تقریر سے وہ قول و فعل مراد ہے جو کہ آپ کے سامنے ادا ہوا آپ نے منع نہ فرمایا)۔ (شرح النجۃ صفحہ نمبر ۳۲ طبع کراچی)
معلوم ہوا کہ مدینہ منورہ میں حضور ﷺ کی آمد پر خوشی اور محبت کے اظہار کیلئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جلوس نکالنا اور آپ ﷺ کا صحابہ کرام کے اس فعل پر خاموشی اختیار فرمانا، اس بات کی واضح دلیل ہے، کہ قیامت تک جو مسلمان بھی کسی خوشی و مسرت یا کسی نعمت کے حصول کے موقع پر حدود و شرعیہ کے اندر رہ کر جلوس نکالیں گے وہ جائز و مستحسن امر ہوگا اور حضور ﷺ سے بڑھ کر اللہ جل جلالہ کی کون سی نعمت ہوگی جسکی اس جہاں آب و گل میں آمد کے موقع پر مسرت و شادمانی کیلئے جلوس نکالنا امر ممنوع قرار پائے گا۔

نیز اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو آپ ﷺ کی تعظیم و توقیر کا حکم دیا ہے.....
رب العزت ارشاد فرماتا ہے.....

۱۔ "وَتَعْبَرُوهُ وَتُقَرِّبُوهُ"۔ (سورۃ فتح آیت نمبر ۹)

ترجمہ: "اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔"

۲۔ "لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ"۔

(آل عمران آیت نمبر ۱۶۴)

ترجمہ: "بے شک اللہ تعالیٰ کا اہل ایمان پر احسان ہوا کہ ان میں ان کا رسول بھیجا۔"

اس آیت مبارکہ میں آپ کی بعثت پر، اللہ تعالیٰ ہم پر احسان عظیم جتلا رہا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے کسی بھی اپنی نعمت پر احسان نہیں جتلا یا۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپ

شاہراہ المسکت بجواب شاہراہ بہشت

اللہ تعالیٰ کی سب نعمتوں سے بڑی نعمت بلکہ ہر نعمت کے حصول کیلئے وسیلہ عظمیٰ ہیں۔

۳۔ "الَّذِينَ بَدَّلُوا النِّعْمَةَ اللَّهُ كُفْرًا"۔ (سورہ ابراہیم آیت نمبر ۲۸)

ترجمہ: "وہ لوگ کہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو کفر کر کے تبدیل کر ڈالا۔"

حضرت عطاء بن یسار تابعی (متوفی ۹۷ھ) تلمیذ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کے تحت فرمایا: الذین سے مراد قریش اور نعمت سے مراد محمد ﷺ ہیں۔

(تفسیر درمنثور صفحہ نمبر ۸۵ جلد ۲ طبع ایران از امام جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ))

۴۔ "يَعْرِفُونَ نِعْمَتَ اللَّهِ ثُمَّ يَنكُرُونَهَا"۔ (سورہ نحل آیت نمبر ۸۳)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو جاننے پہچاننے کے باوجود منکر ہو جاتے ہیں۔"

(ف) سدی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ: نعمت اللہ سے حضور ﷺ

مراد ہیں یعنی کفار آپ کے معجزات دیکھ کر آپ کو نبی مانتے ہیں پھر عناداً انکار کرتے ہیں۔

(تفسیر درمنثور صفحہ نمبر ۱۲۷ جلد ۲ طبع ایران از امام جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ))

(ف) ان کا پورا نام یہ ہے: اسماعیل بن عبدالرحمن سدی (متوفی ۱۱۲۷ھ) رحمہ اللہ۔

(تاریخ تفسیر صفحہ نمبر ۹۶ طبع لاہور از پروفیسر صارم)

نیز صاحب معانی القرآن معروف بہ تفسیر الزجارج از شیخ ابوالفتح ابراہیم بن سری

(متوفی ۳۱۰ھ) نے بھی "نعمت اللہ" سے مراد حضور ﷺ کی ذات اقدس کو ہی لیا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّمَا آتَاكُمْ حِمَّةً مِّنْهُدَاةٍ

(رواہ الدارمی والبیہقی فی شعب الایمان مشکوٰۃ کتاب الفتن باب اسما النبی ﷺ و صفاتہ)

تیسری فصل) (تذکرۃ الحفاظ از علامہ ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ) صفحہ نمبر ۱۱۶۱ جلد ۳)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "بے شک میں رحمت اور تحفہ ہوں۔"

علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پاک ایک دوسری سند کے ساتھ

زیادہ بن یحییٰ کے واسطے سے بھی ملی ہے۔ اس میں انہوں نے "يَا أَيُّهَا النَّاسُ" کا اضافہ

کیا ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ از علامہ ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ) صفحہ نمبر ۷۶۷ جلد ۳)

ان آیات قرآنی اور حدیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ، اللہ تعالیٰ کی دی

ہوئی سب سے بڑی نعمت و رحمت ہیں۔

اور اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے

”وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ“۔ (سورۃ النحل آیت نمبر ۱۱)

ترجمہ: ”اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔“

عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر جلوس نکالنا فقط اللہ تعالیٰ کی نعمت عظمیٰ حضرت رسول اللہ ﷺ کا چرچا کرنا مقصود ہے۔ اور لوگوں کا اس میں شمولیت کر کے حضور ﷺ کے ساتھ اپنی محبت و عقیدت کا اظہار اور خداوند قدوس کے احسان کا شکر یہ ادا کرنا ہے۔

اس لئے عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر جلوس نکالنے کو شرک و بدعت منکرانہ تعبیر کرنا سراسر جہالت و بدعتی ہے۔ اور مسلمانوں کو دارین کی سعادتوں سے محروم رکھنے کا باعث ہے۔

خانوادہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے چشم و چراغ، شیخ الطریقۃ حضرت علامہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی (م ۱۹۹۳ء، ۱۴۱۴ھ) رحمہ اللہ کا جشن ولادت باسعادت کے متعلق۔

شرعی فیصلہ

سرورِ دو عالم ﷺ کی ولادت باسعادت کا مبارک دن اللہ تعالیٰ کے کمالات کے اظہار کا عظیم دن ہے۔ مسلمانوں کو جو بھی سعادت دینی یا دنیوی ملی ہے وہ اس دن کے طفیل ہی ملی ہے۔ یہ مبارک دن تمام عالم اسلام کے واسطے مسرت و شادمانی و خوشی کا دن ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

”لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ“

﴿سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۶۴﴾

ترجمہ: ”ایمان والوں پر اللہ نے احسان کیا کہ ان ہی میں کا رسول ان میں بھیجا۔“

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ قَبِذْ لَكَ فَلْيَفْرَحُوا“۔ ﴿سورۃ یونس آیت نمبر ۵۷﴾

ترجمہ: ”اے حبیب کہہ دو اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے ان کو چاہیے کہ خوشی منائیں۔“

رسول اللہ ﷺ سراسر اپا اللہ کا فضل و رحمت ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و رحمت پر خوشی کے اظہار کا حکم دیا ہے، مسلمانوں کی خوش نصیبی ہے کہ وہ اس مبارک دن میں اپنی خوشی کا اظہار کریں۔

اظہار مسرت کے واسطے ہر اس طریقے کو کہ اس میں شرعی قباحت نہ ہو استعمال کیا جاسکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ دنیوی کاموں کو تم خوب جانتے ہو۔ لہذا اس سلسلہ میں علماء سے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں، اتنا خیال رہے کہ غیر شرعی کام ہرگز شامل نہ ہو، مثلاً طوائف کا ناچ، شراب پینی یا پیلانی۔

ایسے مباح کاموں میں شرعی بدعت اور غیر بدعت کا اور ثواب و عذاب کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ کوئی بچے کو گھوڑے پر سوار کر کے گھماتا ہے کوئی دولہا لنگھی ہوئی موٹر میں بھراتا ہے، کوئی پھول بچھا کر کرتا ہے، کوئی روپیہ لٹاتا ہے اور اس میں قباحت نہیں اگر اسراف کا پہلو نہ نکلے۔ ایسے مقام پر بدعت اور غیر بدعت کی بحث بیکار ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک انصاریہ لڑکی تھی۔ انہوں نے اس کا نکاح اس کے کسی رشتہ دار سے کر دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کیا تم نے کسی گانے والی کو ساتھ بھیجا؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں نہیں کہا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: انصاریہ کی برادری غزل پسند کرتی ہے اگر تم لڑکی کے ساتھ کسی کو بھیج دیتیں کہ وہ ”التیساکم التیساکم فحیاناً و حیاکم“ (خ پڑھتا ساتھ جاتا۔) (مشکوٰۃ)

یہ امر مباح تھا اور اہل مدینہ میں اس کا رواج تھا اور خوشی کے اظہار کا ایک طریقہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو برقرار رکھا۔ ثواب و عذاب سے بحث نہیں فرمائی۔

سردار دو عالم ﷺ کی جشن ولادت کے موقع پر اتنا خیال ضرور رہے کہ مسرت اور شادمانی کی تقریب اس مبارک ذات کی ہے جس کے ذکر کو رب العزت نے رفعت دی ہے وہ فرماتا ہے: "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ"۔ ﴿سورۃ الم نشرح آیت نمبر ۲۶﴾
ترجمہ: "اے حبیب تیرا ذکر اونچا کیا۔"

کیا انبیاء کیا فرشتے سب میں آپ کا نام بلند ہے۔ سب سے آپ کا ذکر ارفع ہے۔ اس مبارک جشن کے منتظمین کو چاہیے کہ اس رفعت ذکر کی جھلک ان کے کردار میں پائی جائے۔ کسی کی زبان پر درود شریف جاری ہے، کوئی اپنی آنکھوں سے عقیدت و محبت کے موتی برسائے۔

اے نیک بخت! اللہ تعالیٰ تم کو توفیق دے کہ تم اس کے حبیب ﷺ کے اسم گرامی کو خوب رفعت دو۔ آپ کی ولادت باسعادت کا دل کھول کر چرچا کرو۔ اور اس بات کی کوشش کرو کہ اس مبارک دن کی خوشی میں ہماری حکومت بھی شریک ہو اور وہ اس دن کو تمام ہندوستان میں خوشی کا دن تسلیم کر کے چھٹی کا اعلان کر دے۔ ابوالحسن زید فاروقی ۱۳ فروری ۱۹۷۸ء

﴿مولانا محمد اسماعیل اور تقویۃ الایمان از علامہ ابوالحسن زید فاروقی صفحہ نمبر ۱۱۹، ۱۲۰ طبع لاہور﴾

بمقام امرتسرانڈیا میں عید میلاد النبی ﷺ کے جلوس کا اجراء

مولوی محمد داؤد غزنوی وہابی اور مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری نے کیا ۱۹۳۷ء تک اس برصغیر میں مسلمان محسن انسانیت ﷺ کے یوم ولادت کی اہمیت سے بالکل غافل تھے۔ خال خال لوگ ۱۲ روفاات کے نام سے کچھ حلوہ، کبیر پر ختم شریف پڑھ کر بچوں یا غرباء میں تقسیم کر دیتے تھے۔ مولانا داؤد غزنوی مرحوم کے ایما پر مجلس احرار اسلام کی ورکنگ کمیٹی سے ایک ایجنڈا جاری ہوا جس کا متن "احیائے یوم ولادت سردار عالم" تھا مجلس کے ایک شاعر ورکر جناب غلام نبی جانہاز نے ایجنڈا تقسیم کیا اور مقررہ تاریخ پر مجلس احرار کے دفتر میں جویشنل بینک کے سامنے والی بلڈنگ کی اوپر والی منزل

مجلس میں تھا اجلاس منعقد ہوا۔ اختتامی تقریر مولانا داؤد غزنوی کی تھی۔ انہوں نے اجلاس کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا "صاحبزادوں تو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رہبری کیلئے کثیر تعداد میں پیغمبر مبعوث فرمائے۔ لیکن غرضہ دراز سے دو امتیں قابل ذکر پائی آرہی ہیں، مسیحی اور مسلم۔ مسیحی دنیا بھر میں اپنے نبی کا یوم ولادت بڑے تزک و احتشام سے مناتے ہیں لیکن افسوس کا مقام ہے کہ اسلامی دنیا محسن انسانیت کے جشن ولادت کا کوئی اہتمام نہیں کرتی۔ آج کا اجلاس اسی غرض سے بلایا گیا ہے۔ میں مولانا عہد الکریم صاحب مہبلہ سے عرض کرتا ہوں کہ وہ اس ضمن میں کوئی طریقہ تجویز فرمائیں اس پر مہبلہ صاحب نے ۱۲ ربیع الاول کے دن ایک جلوس کی تجویز پیش کی جس پر مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری صاحب نے فرمایا کہ اس سلسلے میں دو چار دن پہلے کچھ علاقوں میں سیرت پاک پر جلسے منعقد کئے جائیں تاکہ لوگ شامل جلوس ہونے پر آمادہ و تیار ہوں۔ شیخ حسام الدین نے فرمایا کہ اس کیلئے پوسٹر شائع کرنے اور لاؤڈ سپیکروں اور دریوں وغیرہ کیلئے ایک اچھی خاصی رقم درکار ہے ایک صاحب غالباً اصفریٹھ تھا، کہنے لگے چندہ وغیرہ مانگنے کو تیار نہیں، لوگ پہلے ہی ہم کو "گنڈخور" کہتے ہیں۔ آخر چوہدری فضل حق کی تجویز پر ایک ایک روپے کی رسید کی ایک ایک صدی کا پیاں بنوا کر خاص خاص درکروں میں تقسیم کرنے کی تجویز منظور ہوئی۔ بینک کے چیک کے طریقے پر ان خوبصورت رسیدوں پر لکھا تھا برائے جشن عید میلاد النبی ﷺ۔ اجلاس کی کارروائی سے لاہور، سیالکوٹ، گوجرانوالہ، پنجاب کے بڑے بڑے شہروں کے دفاتر کو مطلع کیا گیا اور ایسا ہی عمل اختیار کرنے کو لکھا گیا، چنانچہ پورے پنجاب میں سیرت پاک پر جلسے ہوئے، بڑے بڑے علماء دین نے مسلمانوں کے دلوں کو حب رسول سے گرمادیا، مولانا داؤد غزنوی پھولے نہ سائے تھے۔ بغل میں سینل شدہ کلہاڑی ہاتھ میں رسید بک کی کاپی ادھر ادھر دوڑے پھر رہے تھے۔ عید میلاد النبی (ﷺ) کا سب سے پہلا جلوس امرتسرانجمن پارک سے نکلا۔ آگے آگے ایک کار میں حفیظ جاندھری کا سلام لاؤڈ سپیکر میں گونج رہا تھا اس کے بعد ٹولیوں کی ٹولیاں ٹرکوں، گھوڑوں اور سائیکلوں پر لٹری بکیر

اور نعرہ رسالت بلند کرتی جا رہی تھیں۔ کفار بیت زدہ تھے۔

اللہ تعالیٰ مولانا داؤد غزنوی مرحوم کو ان کی اس سعی جمیل کا اجر عطا فرمائے۔

﴿روزنامہ جنگ لاہور، اتوار ۲۷ جمادی الاول ۱۴۰۲ھ، ۱۳ مارچ ۱۹۸۳ء﴾

امیر حمزہ سے ایک سوال

کیا درج ذیل محافل کا انعقاد اور جلوس کا نکالنا سنت ہے یا بدعت؟

اگر سنت ہے تو ثابت کرو، اگر بدعت ہے تو لب پہ مہر خاموشی کیوں؟

نیز جن علماء دیوبند اور غیر مقلدین نے ۱۹۳۷ء میں جلوس میلاد النبی (ﷺ) کا

اہتمام کیا تھا، وہ مسلمان تھے یا بدعتی؟

۱۔ ربوہ میں عید میلاد النبی (ﷺ) کا جلوس نکالا گیا

لاہور ۱۱ جنوری (پ ر) تحریک طلباء اسلام اور تحریک تحفظ ختم نبوت کے

زیر اہتمام ربوہ شہر میں قیام پاکستان کے بعد پہلی مرتبہ عید میلاد النبی (ﷺ) کا جلوس نکالا

گیا۔ جلوس کی قیادت تحریک کے مرکزی قائدین محمد عباس نجمی، شاہد محمود کاشمیری اور

تحریک ختم نبوت کے قاری یاشین گوہر، قاری اللہ یار ارشد، سید خنی سرور، میاں مشتاق اور

جمیل رانجھانے کی، جلوس ربوہ کے مختلف بازاروں سے چکر لگاتا ہوا مسجد احرار ربوہ میں

جا کر ختم ہوا۔ جلوس کے شرکاء شان رسالت زندہ باد، ختم نبوت زندہ باد، رہبر درجہ نما مصطفیٰ

شہدائے ختم نبوت، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری زندہ باد، اور جشن عید میلاد النبی

(ﷺ) زندہ باد کے نعرے لگا رہے تھے جلوس کے دوران مختلف مقامات پر قائدین نے

سیرۃ النبی (ﷺ) کے موضوع پر تقاریر کیں۔

﴿روزنامہ جنگ لاہور، بدھ ۱۶ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ، ۱۳ جنوری ۱۹۸۲ء﴾

۲۔ ۱۲ ربیع الاول کو ربوہ میں سیرۃ النبی (ﷺ) کا جلوس نکلے گا

پنپلز پارٹی نے قادیانیت نوازی کی انتہاء کر دی۔ سید عطاء الحسن بخاری۔

کسو وال (نامہ نگار) تحریک تحفظ ختم نبوت کے قائد اور مجلس احرار کے سیکرٹری

جنرل سید عطاء الحسن بخاری نے کہا ہے کہ پنپلز پارٹی کی حکومت میں قادیانیوں کی

سرپرستی بند نہ ہوئی تو ہم بغیر کسی مصلحت کے ملک گیر پیمانے پر راست اقدام پر مجبور ہوں

گے۔ یہاں ایک پریس کانفرنس سے انہوں نے کہا کہ پنپلز پارٹی کی حکومت نے اقوام

متحدہ میں متعدد پاکستانی سفارتخانوں اور اندرون ملک نہایت حساس عہدہ پر قادیانیوں کو

تعینات کر کے مرزائیت کا ریکارڈ قائم کر دیا ہے..... حسب سابق ۱۲ ربیع الاول کو ربوہ

میں سیرت النبی (ﷺ) کا عظیم الشان جلوس نکالا جائے گا، جو مسجد احرار ربوہ سے شروع ہو

کر بخاری مسجد میں جا کر اختتام پذیر ہوگا۔ ﴿روزنامہ جنگ لاہور، ۲۳ ستمبر ۱۹۸۹ء بروز ہفتہ﴾

ربوہ میں عید میلاد النبی (ﷺ) کا جلوس نکالا گیا

لاہور ۱۱ جنوری تحریک طلباء اسلام اور تحریک تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام ربوہ شہر

میں قیام پاکستان کے بعد پہلی مرتبہ عید میلاد النبی (ﷺ) کا جلوس نکالا گیا۔

﴿روزنامہ جنگ لاہور، بدھ ۱۶ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ، ۱۳ جنوری ۱۹۸۲ء﴾

حسن البنا شہید کی ڈائری سے، ایک ایمان افروز واقعہ

یہ کتاب جماعت اسلامی پاکستان کے ایک ادارہ ”اسلامک پبلی کیشنز پرائیویٹ

لیمیٹڈ لاہور سے شائع ہوئی ہے۔ اس میں حسن البنا مصری صدر جماعت اخوان المسلمون

مصر نے عید میلاد النبی (ﷺ) میں شامل ہونے کا ایک واقعہ لکھا ہے قارئین کرام ملاحظہ

فرمائیں

ایک مثالی کردار

مجھے یاد ہے کہ جب ربیع الاول کا مہینہ آتا تو یکم ربیع الاول سے لے کر ۱۲ ربیع

الاول تک معمولاً ہر رات ہم حصانی اخوان میں سے کسی ایک کے مکان پر محفل ذکر منعقد

کرتے اور میلاد النبی (ﷺ) کا جلوس بنا کر ہم باہر نکلتے۔ اتفاق سے ایک رات برادر دم شیخ

حسن الہنا شہید کی ڈائری صفحہ نمبر ۱۹۶، ۱۹۷ مترجم غلیل احمد حامدی طبع لاہور۔
مقلدین وہابیوں کی طرف سے ڈیرہ اسماعیل خاں میں جلوس عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم
امیر حمزہ! خاموش کیوں! کیا چچا زاد بھائیوں کی پاسداری ہے۔

[illegible]

آل انڈیا الہمدیٹ کانفرنس کا آغاز

مولوی محمد داؤد راز (غیر مقلد) لکھتے ہیں:

مسلم الہمدیٹ کی جو خدمات (مرحوم) مولوی ثناء اللہ امرتسری نے انجام دیں ہیں وہ ایسی نہیں ہیں جن کو بھلایا جاسکے۔ بلکہ یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ مرحوم کی ساری زندگی الہمدیٹ مسلک اشاعت و تقویت میں گزری۔ آپ نے حالات زمانہ کے پیش نظر جماعتی تنظیم کیلئے ”ایک کل ہند الہمدیٹ جمعیت“ قائم کرنے کی تحریک چلائی۔ بالآخر ماہ دسمبر ۱۹۰۶ء میں بمقام آرمہ الہمدیٹ کا جلسہ منعقد ہوا اور اکابر علمائے الہمدیٹ کی موجودگی میں ”آل انڈیا الہمدیٹ کانفرنس“ کو قائم کیا گیا۔ اور باتفاق رائے کانفرنس مذکور کے صدر فقین حضرت عارف باللہ حضرت مولانا حافظ محمد عبداللہ غازی پوری (التمنی ۲۱ صفر المظفر ۱۳۳۷ھ ۲۶ نومبر ۱۹۱۸ء) قرار پائے اور ناظم اعلیٰ حضرت مولانا ابوالوفا (ثناء اللہ امرتسری) مرحوم مقرر کئے گئے۔ اور صدر دفتر قائم کرنے کیلئے شہر دہلی کو منتخب کیا گیا۔ اس کانفرنس کا پہلا سالانہ جلسہ ۱۹۱۲ء میں منعقد ہوا۔ پھر دوسرا جلسہ امرتسری میں ہوا۔ اور بعد ازاں ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں اس تبلیغی کانفرنس کے اجتماعات ہوئے۔ جن میں پشاور، علی گڑھ، کلکتہ، کانپور، مدراس، آگرہ، بنارس، ملتان، گوجرانوالہ، چمپرا، منو، شکرادہ، فتح گڑھ وغیرہ کے اجتماعات تاریخی حیثیت رکھتے ہیں۔..... الخ (دیباچہ فتاویٰ ثنائیہ صفحہ نمبر ۱۸ جلد اول طبع بمبئی (انڈیا))

پروفیسر محمد ایوب قادری لکھتے ہیں:

مولوی محمد حسین بٹالوی کی پوری پالیسی شمس العلماء و شیح النکل میاں نذیر حسین کے مدد و معاون بلکہ سرپرست و سرخیل رہے اور صادق پوری کی بجائے مرکز قیادت دہلی و لاہور منتقل ہو گیا۔ پھر بیسویں صدی کے آغاز پر دسمبر ۱۹۰۶ء میں بمقام آرمہ (بہار) آل انڈیا الہمدیٹ کانفرنس وجود میں آئی جس کے سب سے فعال کارکن مولوی ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری تھے۔ (جنگ آزادی ۱۸۵۷ء صفحہ نمبر ۶۸ طبع کراچی ۱۹۷۶ء)

بانی الہمدیٹ کانفرنس

مولوی ثناء اللہ امرتسری ”فیصلہ مکہ“ کی روشنی میں

مسودہ اور درخواست

محضرۃ الامام عبدالعزیز ابن سعود (ایده اللہ بنصرہ) السلام علیکم!

نعرض علی جلالہ ان بیننا (اہل حدیث) اختلافاً شدیداً منذ سنین
للملتمس من حضرتکم ان تہدونا الی سواء السبیل و ففکم اللہ لخدمتہ
دینہ۔

الملتسمان

اس خط کے جواب میں مولانا عبدالواحد صاحب غزنوی نے مندرجہ ذیل خط
مولوی ثناء اللہ صاحب کو لکھا۔

”تمہارے خط کے جواب میں عرض ہے“

بسم اللہ الرحمن الرحیم

برادر عزیز مولوی ثناء اللہ جان موفی مرضیات حق تعالیٰ و تقدس باشند، بعد السلام
اسون

ہم ہر دو آج الٰہی در رحمت (بیت اللہ) پر حاضر ہیں۔ اور اللہ ہی عزوجل نے حرمین
شریفین کے تظہیر کو امام عبدالعزیز (ایده اللہ بروح القدس) کو بھیج دیا ہے۔ سو ہمارے
درمیان جو یہ گفتگو مدتوں سے چلی آتی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ تمہاری تفسیروں اور کلام مبین
وغیرہ تالیفات میں یہ مسائل اُمت باللہ کے برخلاف ہیں تم ان سے تابع ہو کر
موافق حکم الا الدین تاسوا و اصلحوا و امینوا لہا و لک اتوب علیہم
و السالتواب الرحیم۔ تو یہ نصوح کر لو، اللہ عزوجل معاف کر دے گا، اور اس میں
(بھائی جان) تمہاری بھی خیر خواہی ہے۔ اللہ تعالیٰ، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)، اسلام اور
مسلمانوں کی بھی خیر خواہی ہے۔

اور تم مخالفت کرتے رہے اور نہیں مانتے تھے۔

سو آج جو ہم ہر دو فریق میں بر طریق حج حاضر ہوئے ہیں۔ یا تو آپ ہی اسباب رب عزوجل کو حاضر کر کے خود ہی نائب ہو جاؤ اور کہہ دو کہ میں اپنی غلطیوں کی اصلاح کر لوں گا۔ پھر تو کسی کو کہنے کھلوانے کی سننے سنانے کی حاجت نہ رہے گی۔ نہیں تو تمہارے اغلاط نمبر وار لکھ کر سمیت تفسیر وغیرہ کے سلطان صاحب (ایده اللہ بروا القدس) کے پیش کئے جائیں گے۔ پھر وہ جو کچھ دیکھ کر فیصلہ شرعی فرمائیں گے اس کو منظور کر لیں۔

اس صورت میں کسی کو بولنے کی حاجت نہیں۔

بھائی جان ہمارے درمیان جو اختلاف ہے اس سے اسلام اور مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچ رہا ہے۔ سو برائے خداوند تعالیٰ اب اسلام اور مسلمانوں پر رحم کر لو۔ اور اختلاف کو لکھ کر رفع کر لو، تاکہ ہم یہاں سے پاک ہو کر بھائی بن کر وطنوں کو جاویں۔ اور مل کر خدمت کرتے جاویں اور لوگ بھی درطہ حقیر سے نکل آویں۔

میں نے خواب میں بھی دیکھا تھا کہ ثناء اللہ جان کا ہاتھ میرے ہاتھ میں ہے۔ ہذا واللہ اعلم۔ عبدالواحد عفی عنہ، مکہ معظمہ، ۱۸ ذی الحج ۱۳۳۳ھ

اس کے جواب میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے اغلاط سے رجوع کرنے کا کوئی اطمینان نہ دلایا۔

مکہ معظمہ میں مجلس کا فیصلہ

اس کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب موصوف نے جلالتہ الملک سے درخواست کی کہ اس اختلاف میں فیصلہ فرمائیں کیونکہ موتمر کے بعد جلالتہ الملک نے ایک مجلس علماء نجد سے طلب کی جس میں قاضی القضاۃ الشیخ عبداللہ بن سلیمان آل بلید، الشیخ محمد بن عبداللطیف آل، شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب قاضی ریاض (نجد)، الشیخ عبدالعزیز بن بشر قاضی وشم (نجد)، الشیخ عبداللہ بن حسن آل شیخ خطیب کعبۃ اللہ اور دوسرے مقتدر علماء تشریف فرما تھے۔ اس مجلس میں مولانا عبدالواحد صاحب غزنوی،

مولوی اسماعیل صاحب غزنوی اور مولوی ثناء اللہ صاحب بھی بلائے گئے۔ جلالتہ الملک نے سب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ:

آپ حضرات کا اختلاف سن کر مجھ کو بہت صدمہ ہوا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کا مناسب تصفیہ ہو جائے۔ آپ حضرات کا اس کے متعلق کیا خیال ہے، اس کے جواب میں ہر دو فریق نے نحن علی امرک اور سمعنا و طاعة کہہ کر اپنا معاملہ جلالتہ الملک کے سپرد کر دیا۔

اس کے بعد کی کارروائی بال تفصیل بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ کیونکہ علمائے کرام کا فیصلہ سامنے آ جاتا ہے۔ اس سے ہر شخص آسانی کے ساتھ نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے۔ صرف اس قدر ذکر کر دینا مناسب ہوگا کہ کارروائی اس طرح شروع ہوئی۔ حضرت امام نے فرمایا کہ اختلافی مسائل کو ایک ایک کر کے لے لو۔ اس کے بعد الاہم فالاہم کے مطابق اربعین میں سے و یحمل عرش ربک فوقہم یومئذ لعمانیہ پر بحث شروع ہوئی اور حضرت قاضی القضاۃ صاحب نے عرش کی بحث کے سلسلہ میں امام کی توجہ تفسیر القرآن بکلام الرحمن سورہ اعراف آیت ثم استوی علی العرش کی طرف مبذول کرائی۔ اور اس کی ساری تفسیر پڑھ کر سنائی جس میں مولوی صاحب نے استواء بمعنی استیلا کے کیا تھا۔ اس پر حضرت امام نے فرمایا اسی کو پہلے لے لو۔ چنانچہ اس پر گفتگو شروع ہوئی۔

حضرت امام: آپ نے ایسی تفسیر کیوں کی؟

مولوی ثناء اللہ: میں نے امام رازی اور دوسرے متکلمین سے نقل کیا ہے۔

حضرت امام: امام رازی کا قول حجت نہیں ہے۔

مولوی ثناء اللہ: امام رازی کے سوا شاہ ولی اللہ صاحب جو تمام اہلحدیث ہند کے سلسلہ حدیث میں استاد ہیں وہ بھی استواء علی العرش کے متعلق مفوضین اور متکلمین میں سے کسی کو ترجیح نہیں دیتے۔

حضرت امام: آپ ہمیں تو امام احمد کی تقلید سے منع کرتے ہیں اور خود رازی اور شاہ

مولوی ثناء اللہ: مجھے آریہ سے مناظرہ کرنا پڑتا ہے اس لئے ایسا لکھ دیا گیا، میرا عقیدہ یہ نہیں ہے۔

مولوی اسماعیل غزنوی: یہ تفسیر عربی میں ہے۔ آریہ کی زبان عربی نہیں ہے۔

حضرت امام: نہیں! آریہ کے ساتھ مناظرہ کرنے سے پہلے اپنے نفس سے مناظرہ کرو جس شخص کے کپڑے گندے ہوں وہ کہے مجھے زمین سے بو آتی ہے، اس کو چاہیے کہ زمین سے پہلے اپنے کپڑوں کو صاف کرے۔

مولوی ثناء اللہ: (غزنویوں کے متعلق کچھ فرمانے ہی لگے تھے کہ)

حضرت امام: (نے فرمایا کہ) یہ جھگڑا تمہارا اور غزنویوں کا نہیں بلکہ تمہارا اور اللہ کا جھگڑا ہے۔

شیخ محمد بن عبداللطیف: غزنویوں نے جو کچھ کیا ہے وہ دین کی حفاظت و صیانت کیلئے کیا ہے۔

آل شیخ محمد بن عبد الوہاب، جراح المسلمین احسن الجراء۔

مولوی ثناء اللہ: اربعین میں بہت سی باتیں مجھ پر بطور الزام کے لگائی گئی ہیں۔

مولوی اسماعیل غزنوی: اربعین میں کوئی بات غلط نہیں لکھی گئی نہ الزام لگایا گیا ہے۔

قاضی القضاۃ عبداللہ بن بلیہد: میں نے اربعین کی نقل کردہ عبارتوں کا مقابلہ تفسیر (ثنائی) سے کیا کوئی چیز غلط نہیں لکھی گئی۔

شیخ عبداللہ بن حسن امام حرم: میں نے بھی مقابلہ کر کے دیکھا ہے کوئی بات زیادہ نہیں پائی۔

حضرت امام: مولوی ثناء اللہ صاحب کو مخاطب کر کے آپ کی خیر خواہی اور بھلائی کیلئے کہتا ہوں کہ آپ توبہ کریں آپ کے توبہ کر لینے کے بعد میں غزنویوں سے کہوں گا کہ وہ اربعین کی اشاعت بند کر دیں۔ اور قاضی القضاۃ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ان کی

مولوی اسماعیل غزنوی: (حضرت امام کو مخاطب کر کے) آیت تَابُوا وَأَصْلَحُوا
(تَابُوا فَأُولَٰئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ لَطُوفٌ رَّبِّي) چاہیے۔

حضرت امام: ہاں! انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔

مولوی ثناء اللہ: سمعنا و طاعة۔

حضرت امام: (قاضی القضاۃ عبداللہ بن بلیہد کو مخاطب کر کے) توبہ اور رجوع کا مسودہ لکھو۔ چنانچہ قاضی عبداللہ بن بلیہد نے توبہ کا مسودہ لکھا جس میں (۱)

مولوی ثناء اللہ سے یہ اعتراف کرایا گیا تھا کہ میں اغلاط تفسیر سے رجوع اور توبہ کرتا ہوں اور اب میرا ان کے متعلق وہی عقیدہ ہے جو سلف صالحین کا ہے۔ (۲) چونکہ مولوی ثناء اللہ نے رجوع کر لیا ہے اس لئے اب وہ

ہمارا بھائی ہے، ہم اب اربعین کی اشاعت بند کر دیں گے۔

نمبر (۱) پر مولوی ثناء اللہ کے دستخط اور نمبر (۲) پر مولوی عبدالواحد کے دستخط لینے کو قاضی القضاۃ نے حکم دیا۔

ہر دو فریق سے دستخط کے متعلق دریافت کیا گیا جواباً مولوی اسماعیل نے کہا ہمیں شکور ہے لیکن اس چیز کو پیش نظر رکھا جائے کہ مولوی ثناء اللہ نے کئی ایک بار توبہ کی مگر

وقت نل جانے پر یہ فرما دیتے رہے کہ انسان سے غلطیاں ہوتی رہتی ہیں ہمیشہ استغفر اللہ والتوبہ الیہ پڑھتا ہوں۔ اس لئے اغلاط بالتفصیل لکھ لینی چاہئیں، قاضی القضاۃ نے فرمایا۔ اس اجمالی اقرار کے بعد میں نمبر وار اغلاط پر رجوع لے لوں گا۔ لیکن

مولوی ثناء اللہ نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔

حضرت امام اور دوسرے علماء نے قریباً تین گھنٹے تک بہ اصرار سمجھایا مگر ایک نہ سنی۔ حضرت امام اس سے بہت ملول و حزین ہوئے اور اُنھ کو چلے گئے۔ حضار مجلس سمجھاتے

رہے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت امام پھر تشریف لائے مولوی موصوف بدستور اپنی ضد اور ہمت پر قائم تھے۔

حضرت امام نے بایں ہو کر فرمایا اس کو چھوڑ دو کہ چلا جائے یہ تو بہ کرنا دکھائی گئی دیتا۔ چنانچہ مولوی صاحب حیدر آبادی سلام کر کے مجلس سے باہر تشریف لے آئے۔ حضرت امام نے نہ مصافحہ کیا نہ سلام۔

غرض اس طرح یہ مجلس ومصالحت ومفاہمت مولوی ثناء اللہ کے تاریخی انکار و منکر وجہ سے ختم ہو گئی اس کے بعد قاضی القضاۃ اور دوسرے مقتدر علماء نجد نے جو رائے مولوی ثناء اللہ اور ان کی تفسیر کے متعلق لکھی ہے اسے بالتفصیل ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ (م) طوالت کے پیش نظر مختصر طور پر تحریر کرتے ہیں۔

الشیخ العلامة عبداللہ بن سلیمان آل بلید رئیس القضاۃ لاقطار الحجازیہ والنجدیہ دلتھا تھا مولوی ثناء اللہ امرتسری کی تفسیر قرآن مجید کو میں نے دیکھا۔ اس میں کئی ایک آیات کی تفسیر میں مولوی ثناء اللہ متکلمین کے نقش قدم پر چلے ہیں۔ ”جیسے استوی علی العرش“ کی تاویل اور علاوہ ازیں دوسرے مسائل جو طریقہ اہلسنت اور طریقہ اہلحدیث کے خلاف ہیں اور میں جانتا ہوں کہ ارباب علم و فضل کا یہ فرض ہے کہ ایسے شخص کو صحیح کریں تاکہ عوام جہال اس کے دھوکے میں نہ آجائیں۔..... الخ

شیخ محمد بن عبداللطیف آل شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب قاضی الریاض (دارالحدیث مملکت نجد)

مولوی ثناء اللہ کی تفسیر دیکھی اس کو میں نے پڑھا اور آیات صفات الہی کے متعلق جو کچھ انہوں نے لکھا اس کو بھی میں نے دیکھا اور عبدالحق غزنوی نے اس کی تفسیر میں جو کچھ نقل کیا ہے اور اس کو بھی میں نے دیکھا۔ صفات الہی کے متعلق اس کی تفسیر کو دیکھنے کے بعد میں اس رائے پر پہنچا ہوں کہ یہ ایک بدعتی اور گمراہ کا کلام ہے۔ اور مذہب اہلسنت والجماعت اور اہلحدیث کے خلاف ہے اور مولوی ثناء اللہ نے اپنی تفسیر میں حلوئیہ، اتحادیہ، جمہیہ اور معتزلہ کے مذاہب کو جمع کر رکھا ہے۔ الخ

حضرت الشیخ حسن بن یوسف الدمشقی مدرس حرم..... یہ تقریر (جو) مولوی ثناء اللہ کی طرف منسوب ہے، اور وہ ایک بڑا آدمی ہے

الہامی اشاعت کا غلام ہے اپنے نفس کا قیدی اور بدعتی ہے۔..... الخ
سلیمان بن محمد بن جمہور النجدی

میں نے مولوی ثناء اللہ کی تفسیر القرآن بکلام الرحمن دیکھی۔ میں نے اس کو سلف صالحین اور آئمہ خلف کے مسلک کے خلاف پایا۔..... اس کا مفسر خود بھی گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والا ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ جہمی ہے۔ مگر بایں وہ تو بہ نہ کرے تو نہ تو اس کو سلام کیا جائے اور نہ اس کے ساتھ نشست برخاست کی جائے اور نہ اس کے پیچھے نماز پڑھی جائے اور نہ اس کی قبر پر دعا کیلئے کھڑا ہو۔

شیخ عبدالعزیز بن عبدالرحمن آل بشر (مولوی ثناء اللہ) کی تفسیر کلام الہی، صحیح احادیث نبویہ، اہلحدیث اور مسلمانوں کی اہم بڑی جماعت کی تفسیر کے خلاف ہے اور اس قابل ہے کہ اس کا مقاطعہ کیا جائے لکہ دید کی غرض سے دیکھنے کے سوا اس کا دیکھنا بھی حرام ہے۔..... الخ
(فیملکہ مؤرخہ ۱۲۱۱ھ تخمیس) شائع کردہ عبدالعزیز بن عبدالحق بن جمہور (بندہ لاہور)

فتنہ ثنائیہ سے چند اقتباسات

۱۔ مولوی ثناء اللہ کی تلمیس، حق کو چھپانے کی ناکام کوشش، مولوی ثناء اللہ کی فتنہ ہدائی، افتراق انگیزی اور باطل پرستی کے مظاہرے، تہذیب، شرافت اور انسانیت کے حیا سوز مناظر۔..... الخ (فتنہ ثنائیہ صفحہ نمبر طبع امرتسر)

۲۔ مولوی ثناء اللہ کا شرمناک حملہ

یہ مولوی ثناء اللہ ہی کیلئے زیبا ہے کہ وہ خاندان غزنویہ پر ذاتی حملے کرے، ان کے مردوں کو برائی سے یاد کریں۔ ان کیلئے تو ہیں آمیز الفاظ استعمال کر کے اپنی شرافت نفس کا ثبوت دیں۔ ارباب بصیرت اس چیز کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ جب کسی شخص کی بات دلائل کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور عقل و فہم کا کام تمام ہو جاتا ہے۔ تب وہ ذاتی حملوں اور کالی گلوچ پر اتر آتا ہے۔ مولوی ثناء اللہ اب مجبور ہیں سوائے اس کے اور کیا کریں

۲۳ جولائی ۱۹۸۷ء کو جامع مسجد محمدیہ الہدیث محلہ فیصل آباد کو جراثیم میں شہداء الہدیث کانفرنس منعقد ہوئی جس میں مندرجہ ذیل علماء نے خطاب کیا۔

(۱)۔ مولانا شمشاد احمد سلفی۔

(۲)۔ مولانا معین الدین لکھوی۔

(۳)۔ مولانا حافظ محمد عبداللہ شیخوپوری۔

(۴)۔ مولانا محمد حسین شیخوپوری۔

(۵)۔ مولانا محمد رفیق سلفی۔

(۶)۔ مولانا شہباز سلفی۔

(۷)۔ شفیق پسروری۔

(۸)۔ مولانا محمد اعظم۔

(۹)۔ حافظ عبدالقادر روپڑی۔

﴿رسالہ "میں دہائی سے سنی کیسے ہوا؟" بحوالہ میٹھی میٹھی سنتیں اور دعوت اسلامی ۲۸۵﴾

بدعاتِ الہدیث

برسی

علامہ ظہیر کی برسی پر ملک بھر میں احتجاجی اجتماعات منعقد ہوں گے۔ الہدیث یوتھ فورس کے قائم مقام جنرل سیکرٹری پونس چوہدری نے کہا ہے کہ مارچ میں علامہ احسان ظہیر اور ان کے رفقاء کی شہادت کا ایک سال گزر جانے پر ملک بھر میں احتجاجی جلسے اور اجتماعات منعقد کئے جائیں گے۔ ۲۳ مارچ سے ۳۱ مارچ تک ہفتہ تجدد عزم منانا جائے گا۔ روزنامہ مرکز اسلام آباد ۲۹ فروری ۱۹۸۸ء

۲۱ مارچ

روزنامہ "مرکز" کی مذکورہ رپورٹ کے مطابق مختلف مقامات پر شہداء

الہدیث کانفرنس اور احسان کانفرنس کے انعقاد کے علاوہ ۲۱ مارچ کو بم کے دھماکہ کی مقررہ جگہ پر بالخصوص شہداء الہدیث کانفرنس منعقد کی گئی اور اس سلسلہ میں دیگر اشتہارات کے علاوہ یوتھ فورس لاہور کی طرف سے ایک سرخ رنگ کا با تصویر خونی اشتہار شائع کیا گیا جس میں بم کے دھماکہ میں ہلاک و زخمی ہونے والے الہدیث مولویوں اور لہروں کے فوٹو شائع کئے گئے اور ۲۳ مارچ کے اخبار جنگ، نوائے وقت وغیرہ میں اس کانفرنس کی رپورٹ شائع ہوئی۔

۲۳ مارچ

۲۳ مارچ کو بھی بالخصوص تاریخ، جگہ، دن اور ایک بجے دوپہر کے وقت تعین کے ساتھ مرنے والوں کی یاد میں خاص اہتمام سے کانفرنس کی گئی اور اشتہارات میں قاتل کے روحانی بیٹوں لاہور چلو کے الفاظ سے اس کانفرنس میں شرکت کی ترغیب دی گئی اور قلعہ پھمن سنگھ لاہور کی ان دونوں کانفرنسوں میں "الہدیث" نے بھرپور شرکت کی (پریس رپورٹ)۔

پتھر پر دُعا

۲۹ مارچ ۱۹۸۸ء کے نوائے وقت اور ۳۱ مارچ ۱۹۸۸ء کے جنگ اخبار میں ایک تصویر شائع ہوئی ہے جس کے نیچے لکھا ہے کہ "امیر جمعیت الہدیث مولوی محمد عبداللہ یزدانی روڈ کا سنگ بنیاد رکھنے کے بعد دعا مانگ رہے ہیں" کیا کوئی غیر مقلد وضاحت کرے گا کہ: کسی روڈ پر غیر اللہ کا نام متعین کر کے ایسے اہتمام سے تقریب کا انعقاد، پھر پتھر نصب کرنے کے بعد اسے سامنے رکھ کر اس پر دعا کرنا بدعت ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس کا کوئی ثبوت حدیث صحیح و صریح سے پیش کیا جائے۔

جلوس و مزار و فاتحہ

۱۳ اگست ۱۹۸۸ء بروز جمعہ کاموگی منڈی میں یوم آزادی کی بجائے یوم احتجاج

منایا گیا۔ بعد نماز جمعہ الہدیث کی مساجد سے لوگ جلوسوں کی شکل میں مرکزی جامع مسجد الہدیث پہنچے۔ جہاں سے ایک بڑا جلوس مولوی حبیب الرحمن یزدانی کے (مرامی) گیا۔ اور وہاں قاتحہ خوانی کے بعد پر امن طور پر منتشر ہو گیا (اس کی تشہیر کیلئے روزنامہ جنگ لاہور ۱۲ اگست ۱۹۸۸ء کو یہ خبر شائع کرائی گئی تھی)

شہدائے الہدیث کی دوسری برسی

۲۳ مارچ ۱۹۸۸ء کو قلعہ پچمن سنگھ والا کے جلسہ میں بم کے دھماکے میں ہلاک ہونے والے مولوی احسان الہی ظہیر، مولوی حبیب الرحمن یزدانی وغیرہ کی یاد میں ان کی دوسری برسی کے موقع پر بھی مقررہ تاریخ و مقررہ جگہ پر ۱۷ مارچ بروز جمعہ جمعیت الہدیث یقینہ فورس کے زیر اہتمام انتظامات کے ساتھ دوسری شہدائے الہدیث کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس سلسلہ میں اخباری بیانات کے علاوہ وسیع اخراجات سے بڑے سائز کے رنگین اشتہارات بہت کثرت سے چھپوائے اور لگوائے گئے اور رسائل و اشتہارات میں قلعہ پچمن سنگھ چلوکا..... نعرہ لکھوایا گیا اور الہدیث مساجد میں جمعہ بند کر کے قلعہ پچمن سنگھ میں مشترکہ جمعہ کا اعلان کیا گیا۔ نماز جمعہ سے پہلے امیر جمعیت الہدیث مولوی محمد عبداللہ اور دیگر علماء الہدیث کے بیانات ہوئے اور نماز جمعہ کے بعد قلعہ پچمن سنگھ سے لے کر چوک آزادی تک جلوس بھی نکالا گیا۔ اس موقع پر دیگر علاقوں کے وہابیوں نے بھی بڑے زور شور سے شہر حال کیا اور بسوں کے ذریعے قافلوں کی صورت میں قلعہ پچمن سنگھ کے پروگرام میں حاضری دی۔ (پریس نوٹ، ۱۸ مارچ ۱۹۸۹ء)

امیر حمزہ (وہابی نجدی) سے ایک سوال

امیر حمزہ صاحب اگر بقول تمہارے میلاد النبی ﷺ کی ابتداء کرنے والا بادشاہوں میں اربل کا بادشاہ تھا جو کہ بڑا عیاش تھا اس لئے ہم میلاد النبی ﷺ نہیں مناتے تو کیا وجہ ہے کہ ۱۹۱۲ء سے الہدیث کانفرنس کا برصغیر پاک و ہند میں ابتداء کرنے والا مولوی ثناء اللہ امرتسری ”فیصلہ مکہ“ کی روشنی میں گمراہ، گمراہ کرنے والا اور بدعتی تھا تو پھر اس

دور سے لے کر اب تک الہدیث کانفرنس کیوں منعقد کر رہے ہو جو کہ ایک گمراہ اور بدعتی کی اجراء ہے

☆☆☆☆☆

جب انگریز برصغیر پاک و ہند میں قابض ہو گیا تو عیسائی مشنریاں کھلم کھلا عیسائیت کے پرچار کیلئے میدان میں کود پڑیں۔ مولانا شاہ حسین گردیزی نے اس کی عکاسی یوں کی ہے: انگریز نے مسلمانوں کو عیسائی بنانے کیلئے ملک کے طول و عرض میں مشن سکول، مشن ہسپتال، مشن فنڈ قائم کئے۔ برطانیہ سے پادریوں کی ایک پوری کھیپ ہندوستان آئی اور اپنے مشن کا آغاز کیا..... الخ

(تجلیات مہر انور، ترجمہ مولانا رحمت اللہ کیرانوی صفحہ نمبر ۳۱ طبع کراچی ۱۹۹۲ء)

ہندو اپنی جگہ، اپنے مذہب کی نشر و اشاعت کیلئے سیدہ سپر ہو گئے۔

حب رسول (ﷺ) جو کہ ایک مسلمان کا سرمایہ حیات ہے انگریز نے سوچا کہ جب تک مسلمانوں کے قلوب سے اس کو محو نہ کیا جائے گا، ہمارے قدم پوری طرح یہاں نہیں جم سکیں گے۔ اس مقصد کیلئے انہوں نے خانوادہ شاہ ولی اللہ (رحمۃ اللہ علیہ) جس کو اس دور میں بڑی عزت و تکریم کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا، کے ایک فرد مولوی محمد اسماعیل دہلوی کو اس مقصد کیلئے تیار کیا، جس نے ”تقویۃ الایمان“ نامی کتاب تصنیف کی، جس میں انبیاء و اولیاء کو ایک عام انسان کی صورت میں پیش کیا گیا۔ جس کے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔ اور سوچیں کہ کیا ان کو پڑھ کر کوئی غیر مسلم، اسلام کو قبول کر سکتا ہے۔ اس کتاب کا چھپ کر منظر عام پر آنا تھا کہ مسلمانوں میں افتراق و انتشار کی فضاء پیدا ہو گئی اور انگریز اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔

اقتباسات

اللہ کے سوا کسی کو نہ مان اور اس سے نہ ڈر۔ (تقویۃ الایمان صفحہ نمبر ۹)

ہمارا جب خالق اللہ ہے اور اس نے ہم کو پیدا کیا تو ہم کو بھی چاہیے کہ اپنے ہر

کاموں پر اس کو پکاریں اور کسی سے ہم کو کیا کام، جیسے کوئی ایک بادشاہ کا غلام ہو چکا تو وہ اپنے ہر کام میں علاقہ اسی سے رکھتا ہے، دوسرے بادشاہ سے بھی نہیں رکھتا اور کسی چوہڑے اور چمار کا تو کیا ذکر۔ (تقویۃ الایمان صفحہ نمبر ۱۰)

اس کے دربار میں ان کا تو یہ حال ہے کہ جب وہ کچھ حکم فرماتا ہے تو وہ سب رعب میں آکر بے حواس ہو جاتے ہیں۔ (تقویۃ الایمان صفحہ نمبر ۶)

اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں چاہے تو کروڑوں نبی اور رسول جن اور فرشتے، جبرائیل اور محمد ﷺ کے برابر پیدا کر ڈالے۔ (تقویۃ الایمان صفحہ نمبر ۱۶)

جن کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں۔ (تقویۃ الایمان صفحہ نمبر ۲۲)

رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ (تقویۃ الایمان صفحہ نمبر ۲۲)

یعنی (حضور ﷺ نے فرمایا) میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔

(تقویۃ الایمان صفحہ نمبر ۳۳)

سب انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ جو بڑا بزرگ وہ بڑا بھائی، سواس کی بڑے بھائی کی تعظیم کیجئے (یعنی حضور ﷺ کی تعظیم بڑے بھائی کی سی کرنی چاہیے)۔

(تقویۃ الایمان صفحہ نمبر ۳۳)

اور یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔ (تقویۃ الایمان صفحہ نمبر ۸)

مولوی اسماعیل دہلوی کے نزدیک نماز میں رسول اللہ ﷺ کا خیال مبارک دل میں لانا تمل اور گدھے کے تصور میں غرق ہو جانے سے بدرجہا بدتر ہے۔ چنانچہ موصوف لکھتے ہیں: ”از وسوسہ زنا خیال مجامعت زوجہ خود بہتر است و صرف ہمت بسوئے شیخ را مثال آں معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچہ یں مرتبہ از استغراق در صورت گاد و خر خود است“۔ (مراط مستقیم صفحہ نمبر ۸۶ مطبوعہ مجتہائی دہلی)

اہل اللہ کا عقیدہ

حضرت امام عبدالوہاب شمرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”میں نے سید علی خواص سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ شارع (حقیقی) نے (تعدہ) تشہد میں نمازی کو رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا حکم صرف اس لئے دیا کہ اللہ کے دربار میں بیٹھنے والوں غافلوں کو اس بات پر تنبیہ فرمادے کہ جہاں وہ بیٹھتے ہیں اس بارگاہ میں اس کے نبی ﷺ تشریف فرما ہیں اس لئے کہ وہ دربار خداوندی سے کبھی جدا نہیں ہوتے۔ پس نمازی نبی کریم ﷺ کو بالمشافہ (روبرو) سلام کے ساتھ خطاب کرتے ہیں“۔ (المیزان صفحہ نمبر ۱۴۵ طبع مصر) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں.....

اہل عرفان کے طریقہ پر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ جب نمازیوں نے التحیات کے ساتھ ملکیت کا دروازہ کھلویا تو انہیں ”حی لا بورت“ کی بارگاہ میں داخل ہونے کی اجازت مل گئی، ان کی آنکھیں فرحت مناجات سے نہنڈی ہوئیں تو انہیں اس بات کی تنبیہ کی گئی کہ بارگاہ خداوندی میں جو انہیں شرف باریابی حاصل ہوا ہے، یہ سب نبی رحمت ﷺ کی برکت و متابعت کا طفیل ہے، اس لئے نمازیوں نے اس حقیقت سے باخبر ہو کر بارگاہ خداوندی میں جو نظر اٹھائی تو دیکھا کہ حبیب کے حرم میں حبیب حاضر ہیں یعنی دربار خداوندی میں نبی کریم ﷺ حاضر ہیں۔ حضور کو دیکھتے ہی ”السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ“ کہتے ہوئے حضور ﷺ کی طرف متوجہ ہوئے۔

(فتح الباری شرح بخاری صفحہ نمبر ۲۵ جلد ۲ طبع مصر)

یہی عبارت درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

عمدة القاری شرح صحیح بخاری صفحہ نمبر ۱۱۱ جلد ۶۔

مواہب اللدیہ جلد ثانی صفحہ نمبر ۲۲۔

زرقانی شرح مواہب جلد ۷ صفحہ نمبر ۳۲۹۔

زرقانی شرح موطا امام مالک صفحہ نمبر ۱۷۔

سعیہ راز مولانا عبدالحی لکھنوی صفحہ نمبر ۲۲ جلد ۲۔

شیخ شہاب الدین سہروردی (متوفی ۶۳۲ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں.....
نمازی کو یہ ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے وہ جس سے گفتگو کر رہا ہے
اس کے ساتھ ادب اختیار کرے اور گفتگو کرنے کا طریقہ معلوم کرے، اس کے بعد نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھیجے اور آپ کو اپنے قلب مبارک کے پیش نظر رکھے۔
(عارف المعارف صفحہ نمبر ۳۷۰ مترجم) طبع لاہور ۱۹۶۲ء

حضرت امام محمد غزالی (متوفی ۵۰۵ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
واحضر فی قلبک النبی صلی اللہ علیہ وسلم وشخصہ الکریم وقل
سلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ..... الخ

(احیاء علوم الدین صفحہ نمبر ۱۶۹ جلد اول طبع مصر)
ترجمہ: ”اور حاضر کرو اپنے قلب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کریم ذات ہے اور کہو سلام
علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ“..... الخ

علاوہ ازیں امیر حمزہ کے چچا زاد بھائی مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی محمد قاسم
نانوتوی اور مولوی خلیل احمد انبٹھوی نے اپنی اپنی تالیفات میں درج ذیل کفریہ عبارات
کو جگہ دی ہے ہم ان کو مختصر تبصرہ کے ساتھ لکھنے پر اکتفا کرتے ہیں۔
مولوی اشرف علی تھانوی (دیوبندی)

پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت
طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد
ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ
جج حیوانات و بہائم کیلئے بھی حاصل ہے۔ (حفظ الایمان صفحہ نمبر ۸)
اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم تمام کائنات کے علم سے ممتاز ہے اور
اس قسم کی تشبیہ نبوت کی شدید ترین توہین و تنقیص ہے۔

مولوی محمد قاسم نانوتوی (بانی دارالعلوم دیوبند)
۱۔ بعد حمد و صلوة کے قبل عرض جواب یہ گزارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم

کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ
کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد ہے اور آپ
سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ
اہمیت نہیں پھر مقام مدح میں لکن رسول اللہ و خاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر
صحیح ہو سکتا ہے۔ (تذیر الناس صفحہ نمبر ۳)

اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ قرآن کریم میں جو لفظ خاتم النبیین وارد ہوا ہے اس کے معنی
مقتول متواتر آخر النبیین ہی ہیں۔ جو شخص اس کو عوام کا خیال قرار دیتا ہے وہ قرآن کریم
کے معنی مقتول متواتر کا منکر ہے۔

۲۔ بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو جائے تو پھر بھی خاتمیت
محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین یا فرض کیجئے اسی
زمین میں کوئی نبی تجویز کیا جائے۔ (تذیر الناس صفحہ نمبر ۳۸)

اہلسنت کا مذہب یہ ہے کہ اگر بالفرض محال بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو
خاتمیت محمدی میں فرق ضرور آئے گا۔ جیسا کہ بالفرض محال دوسرا اللہ پایا جائے تو اللہ
تعالیٰ کی توحید میں ضرور فرق آئے گا۔ جو شخص اس فرق کا منکر ہے وہ نہ توحید باری کو سمجھا
نہ ہی ختم نبوت پر ایمان لایا۔

مولوی خلیل احمد انبٹھوی
۱۔ الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر
عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس قاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون
سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر و عالم
کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے۔ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے شرک ثابت کرنا
ہے۔ (براہین قاطعہ صفحہ نمبر ۵ طبع ساڈھورہ انڈیا)

۲۔ ”اعلیٰ علیین میں روح مبارک علیہ السلام کی تشریف رکھنا اور ملک الموت سے
افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں ملک الموت کے

برابر ہو چہ جائیکہ زیادہ۔ (براین قاطعہ صفحہ نمبر ۵۲ طبع ساڈھوہ (انڈیا)

اہلسنت کا مذہب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں شیطان کیلئے محیط زمین کا علم ثابت کرنا اور حضور ﷺ کی ذات سے اس کی نفی کرنا بارگاہ رسالت کی قطعاً توہین ہے۔ اہلسنت کے نزدیک شیطان و ملک الموت کے محیط زمین کے علم پر قرآن و حدیث میں کوئی نص وارد نہیں ہوئی جو شخص نص کا دعویٰ کرتا ہے وہ قرآن و حدیث کی نہایت ہی ناپاک بہتان باندھتا ہے۔ اس طرح حضور ﷺ کے علم کو نصوص قطعیہ کے خلاف کہنا بھی قرآن و حدیث پر افتراء عظیم ہے۔ قرآن و حدیث میں کوئی ایسی نص وارد نہیں ہوئی۔ بلکہ قرآن و حدیث کے بے شمار نصوص سے رسول اللہ ﷺ کیلئے ہر چیز کا علم ثابت ہے۔

لاہور میں جلوس عید میلاد النبی ﷺ کی ابتداء

اور اس کا پس منظر

قارئین کرام! یہ تھے وہ حالات اور تقاضے جن کے پیش نظر عشاقِ رسول، فرزندانِ توحید آف لاہور نے اپنے پیغمبر مقصود کائنات، محسن انسانیت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی عظمت و رفعت کو اجاگر کرنے، ان کا ذکر خیر بلند کرنے اور اپنی اجتماعی قوت کا مظاہرہ کرنے کیلئے عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر جلوس نکالنے کی ابتداء کی روزنامہ کوہستان لاہور کی رپورٹ ملاحظہ ہو۔

”لاہور میں عید میلاد النبی ﷺ کا جلوس سب سے پہلے ۵ جولائی ۱۹۳۳ء، ۱۲ ربیع الاول ۱۳۵۲ھ کو نکلا۔ اس کیلئے انگریزی حکومت سے باقاعدہ لائسنس حاصل کیا گیا تھا۔ اس کا اہتمام انجمنِ فرزندانِ توحید موچی دروازہ نے کیا۔ اس انجمن کا مقصد ہی جلوس کا اہتمام کرنا تھا۔ جلوس کیلئے عرضی دی گئی تو ہندوؤں کی طرف سے اس کی شدید مخالفت کی گئی۔ لیکن ملک محمد امین مرحوم کی کوششوں سے اجازت مل گئی اور انجمن لائسنس حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی۔

یہ جلوس ۱۹۴۰ء تک باقاعدہ نکلتا رہا۔ اس سال حکومت اور خاکساروں میں تصادم ہو گیا اور جلوس بطور احتجاج بند کر دیا گیا۔ ہندو اس جلوس کی روح رواں حافظ معراج الدین کے خلاف اکثر سازشیں کرتے رہتے تھے لیکن ان کا کوئی وارکارگر نہیں ہوتا تھا۔ اتفاق سے ایک دفعہ رنگ محل میں دو پارٹیوں کا تصادم ہو گیا۔ جس میں ایک نوجوان جس کا نام فیروز تھا قتل ہو گیا۔ ہندوؤں کی سازش نے اس قتل میں حافظ معراج الدین کو بھی ملوث کر لیا۔

لیکن ہندوؤں کی یہ چال بھی کارگر نہ ہوئی۔ حافظ معراج الدین کی عدم موجودگی میں مہر معراج الدین، ملک لال دین، قیصر اور فیروز دین احمد نے جلوس کا اہتمام کیا اور جلوس اسی شان سے نکلا۔

قیام پاکستان کے بعد حافظ صاحب، سردار عبدالرب نشتر گورنر پنجاب سے ملے اور انہیں اس بات پر رضامند کر لیا کہ جلوس حکومت کے اہتمام میں نکلے۔ چنانچہ اس سال سرکاری اہتمام میں انتہائی تزک و احتشام کے ساتھ جلوس نکلا۔ شاہی قلعہ لاہور میں فوج کی پریڈ ہوئی اور سلامی دی گئی۔ (روزنامہ کوہستان ۲۲ جولائی ۱۹۶۳ء)

امر تسر میں جلوس عید میلاد النبی ﷺ کی ابتداء

مولانا محمد داؤد غزنوی اور مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری

کی کوششوں سے عمل میں آئی

مولانا (غزنوی) مرحوم کے ایماء پر مجلس احرار کی ورکنگ کمیٹی سے ایک ایجنڈا جاری ہوا، جس کا متن ”احیائے یوم ولادت سرور عالم (ﷺ) تھا اور مقررہ تاریخ پر مجلس احرار کے دفتر میں جویشل بینک کے سامنے والی بلڈنگ کی اوپر والی منزل بیٹھک میں تھا اجلاس منعقد ہوا۔ اختتامی تقریر مولانا داؤد غزنوی کی تھی۔ انہوں نے اجلاس کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا ”صاحبو! یوں تو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رہبری کیلئے

کثیر تعداد میں پیغمبر مبعوث فرمائے۔ لیکن عرصہ دراز سے دو امتیں قابل ذکر چلی آرہی ہیں، مسیحی اور مسلم۔ مسیحی دنیا بھر میں اپنے نبی کا یوم ولادت بڑے تزک و احتشام سے مناتے ہیں لیکن افسوس کا مقام ہے کہ اسلامی دنیا محسن انسانیت کے جشن ولادت کا کوئی اہتمام نہیں کرتی۔ آج کا اجلاس اسی غرض سے بلایا گیا ہے۔ میں مولانا عبدالکریم صاحب مہابلہ سے عرض کرتا ہوں کہ وہ اس ضمن میں کوئی طریقہ تجویز فرمائیں، اس مہابلہ صاحب نے ۱۲ ربیع الاول کے دن ایک جلوس کی تجویز پیش کی جس پر مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری صاحب فرمایا کہ اس سلسلے میں دو چار دن پہلے کچھ علاقوں میں سیرت پاک پر جلسے منعقد کئے جائیں تاکہ لوگ شامل جلوس ہونے پر آمادہ و تیار ہو سکیں۔ (اجلاس کی مکمل کارروائی اور اوراق گزشتہ پر ہم نقل کر آئے ہیں)

(روزنامہ جنگ لاہور، اتوار ۲۷ جمادی الاول ۱۴۰۳ھ، ۱۳ مارچ ۱۹۸۳ء)
روزنامہ کوہستان لاہور ۲۳ جولائی ۱۹۹۳ء اور روزنامہ جنگ لاہور ۱۳ مارچ ۱۹۸۳ء کی رپورٹس کے مطابق درج ذیل نتائج کھل کر سامنے آتے ہیں۔
۱۔ عید میلاد النبی ﷺ کی ابتداء کرنے والے فرزند ان تو حید تھے۔

۲۔ مولوی محمد داؤد غزنوی (غیر مقلد وہابی) اور مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری نے امرتسر میں عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر جلوس نکالنے کی ابتداء کی اور شاہ صاحب کے فرزند ان اب بھی ربوہ میں عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر جلوس نکالتے ہیں۔ (یاد رہے کہ مولوی فضل الرحمن ڈیرہ اسماعیل خاں میں ہر سال عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر جلوس نکالتے ہیں)۔

۳۔ مولانا محمد داؤد غزنوی نے امرتسر میں جلوس نکالنے کی وجہ بتائی خود ان کی زبانی کیے۔

صاحبو! یوں تو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رہبری کیلئے کثیر تعداد میں پیغمبر مبعوث فرمائے۔ لیکن عرصہ دراز سے دو امتیں قابل ذکر چلی آرہی ہیں، مسیحی اور مسلم۔ مسیحی دنیا بھر میں اپنے نبی کا یوم ولادت بڑے تزک و احتشام سے مناتے ہیں لیکن افسوس کا مقام

ہے کہ اسلامی دنیا محسن انسانیت کے جشن ولادت کا کوئی اہتمام نہیں کرتی۔ اس معلوم ہوا.....! کہ یوم ولادت منانے اور جلوس نکالنے میں عیسائیوں کی مشابہت کا کوئی جرم نہیں۔ ورنہ مولانا محمد داؤد غزنوی جیسے مشہور غیر مقلد عالم دین جو کہ قرآن و حدیث کا علم امیر حمزہ سے زیادہ رکھتے تھے ہرگز ایسا نہ کرتے اور نہ ہی کتاب و سنت میں اس کی مخالفت پر کوئی نص وارد ہے فقط یہ حکم دیا گیا ہے کہ عیسائیوں کی طرح عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا اور مریم علیہا السلام کو خدا کی بیٹی مت کہو۔
نیز محفل میلاد النبی ﷺ منعقد کرنے والوں کو بدعتی قرار دینا خود جنہی ہونے کی دلیل ہے۔

حضرت محدث ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں
میلاد النبی ﷺ کی ترغیب میں کلام کو بہت طول دیا گیا ہے۔ ہمیشہ سے حرمین شریفین یعنی مکہ و مدینہ، مصر و یمن و شام، تمام بلاد عرب اور مشرق و مغرب ہر جگہ کے رہنے والے مسلمانوں میں جاری ہے اور میلاد النبی ﷺ کی محفلیں قائم کرتے اور لوگ جمع ہوتے ہیں اور ماہ ربیع الاول کا چاند دیکھتے ہی خوشیاں مناتے، غسل کرتے، عمدہ عمدہ لباس پہنتے، زیب و زینت اور آرائشی کرتے، صر و گلاب چھڑکتے، سرمہ لگاتے اور ان لوگوں میں خوب خوشی و مسرت کا اظہار کرتے ہیں۔ اور جو کچھ میسر ہوتا ہے نقد و جنس وغیرہ میں خوب دل کھول کر لوگوں پر خرچ کرتے ہیں اور میلاد پاک کے سننے اور پڑھنے پر زیادہ تزک و احتشام کرتے ہیں اور اس اظہار خوشی کی بدولت خوب اجر و ثواب اور ثمر و برکت، سلامتی و عافیت، کثادگی رزق، مال دولت، اولاد اور پوتوں میں زیادتی ہوتی ہے۔ اور آبادی و شہروں میں امن و امان اور سلامتی اور گھروں میں سکون و قرار، نبی کریم ﷺ کی محفل میلاد کی برکت سے رہتا ہے۔

(میلاد النبی از محدث ابن جوزی صفحہ نمبر ۵۸، ۵۹، طبع لاہور)
اور اہل اسلام ہمیشہ سے حضور ﷺ کی پیدائش کے مہینہ میں محفلیں کرتے ہیں اور

کھانے پکاتے ہیں اور اس مہینہ کی راتوں میں طرح طرح کے صدقات دیتے ہیں اور خوشیاں مناتے ہیں اور اچھے کاموں میں زیادتی کرتے ہیں اور حضور ﷺ کا مولود پڑھتے ہیں۔ اور ان (میلا د پڑھنے والوں پر) ہر ایک فضل عیم کی برکتیں ظاہر ہوتی ہیں اور اس کا مجرب خاصہ یہ ہے کہ وہ لوگ اس سال امان پاتے ہیں اور (میلا د کی برکت) حاجت روائی اور مقصد برابری کی عاجل بشارت ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو میلا و مبارک کے مہینہ کی راتوں کو ”عیدیں“ بنائیں تاکہ (میلا د کو عید بنا) اس پر بڑی سخت تکلیف کا باعث ہو جس کے دل میں مرض اور عناد ہے۔

(ماہیت بالنسب صفحہ نمبر ۸۲ طبع کا پتہ ۱۹۲۳ء از امام احمد شین عبدالحق محدث دہلوی (۱۰۵۲ھ) مقصود کائنات امام الانبیاء ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”ما راہ المسلمون حسناً فهو عند اللہ حسن و ما راہ المسلمون قبیحاً فهو عند اللہ قبیح“۔ (موطا امام محمد صفحہ نمبر ۱۳۰ طبع کراچی) ترجمہ: ”جس کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھی ہے اور جس کو وہ برا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی بری ہے۔“

محدث ابن جوزی علی رحمہ اللہ کا مقام

آپ کے پوتے کا بیان ہے میں نے دادا صاحب کو منبر پر کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے اپنے قلم سے دو ہزار احادیث لکھیں ہیں، میرے ہاتھ پر ایک لاکھ انسان تائب ہوئے۔ اور ۲۰ ہزار غیر مسلم اسلام لائے ہیں۔

(تذکرۃ الحفاظ از ذہبی علیہ الرحمۃ صفحہ نمبر ۹۰ جلد ۳ طبع لاہور ۱۹۸۱ء (مترجم)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کا مقام

جب موصوف مدینہ منورہ میں حدیث ختم کر چکے تو سرور کائنات ﷺ نے خواب میں ارشاد فرمایا کہ تم ہندوستان جا کر علم حدیث کو شائع کرو تاکہ لوگ فیض یاب ہوں۔ الخ (تذکرہ: شیعہ صفحہ نمبر ۳۸۹ طبع لاہور)

بعض اولیاء اللہ ایسے بھی گزرے ہیں کہ خواب میں یا حالت غیبت میں روزِ مرہ ان کو دربار نبوی میں حاضری کی دولت نصیب ہوتی تھی، ایسے حضرات صاحبِ حضوری کہلاتے ہیں۔ انہیں میں سے ایک شیخ عبدالحق محدث دہلوی ہیں کہ یہ بھی اس دولت سے مشرف تھے اور صاحبِ حضوری تھے۔

﴿فوائد جامعہ از مولانا عبدالحلیم چشتی صفحہ نمبر ۲۲ طبع کراچی ۱۹۶۳ء﴾

﴿الافاضات الیومیہ صفحہ نمبر ۶ جلد ۶ طبع تھانہ بمون ۱۹۳۱ء﴾

ان نفوس قدسیہ کے بیانات سے ثابت ہوا کہ محفل میلاد النبی ﷺ منعقد کرنے والے مسلمان ہیں ان کو بدعتی اور عیسائیوں کی مثل مشرک کہنے والے خود مشرک و بدعتی ہیں۔

حضور پر نور سید عالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

جس نے اپنے بھائی (مسلمان) کو کافر کہا تو وہ کفر اس کی طرف لوٹ آتا ہے۔

(موطا امام محمد صفحہ نمبر ۳۲ طبع کراچی)

اہلسنت پر ایک بہتان اور اس کا جواب

امیر حمزہ لکھتا ہے: عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیتے ہیں جبکہ آج کے مسلمانوں نے اپنے نبی علیہ السلام کو اللہ کے نور میں سے نور قرار دے دیا۔ یعنی عیسائیوں نے اپنے نبی کو اللہ کا حصہ کہہ ڈالا تو آج کے بعض مسلمانوں نے بھی اپنے نبی کو اللہ کا حصہ قرار دے ڈالا یوں مقابلہ جاری ہے۔ (شاہراہِ بہشت صفحہ نمبر ۱۳۲)

﴿جواب﴾

خدا کا خوف کرو، اہلسنت و جماعت کی کسی معتبر و مستند کتاب سے یہ الفاظ دکھا دو کہ اہلسنت نبی کو اللہ کا حصہ مانتے ہیں تو منہ مانگا انعام حاصل کرو۔ جب یہ عقیدہ رکھنے والے بقول تمہار مشرک ہیں تو پھر ان کو مسلمان کہنے کا کیا مطلب؟ معلوم ہوتا ہے کہ بعض اہلسنت میں ہوش و حواس بھی خیر باد کہہ چکے ہیں۔

ہمارا عقیدہ

علامہ سید احمد کاظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کیا حضور کا نور، اللہ کے نور کا کوئی حصہ ہے؟ (تعالیٰ اللہ عن ذلک علوا کبیرا)

اگر کسی ناواقف کا یہ اعتقاد ہے تو اسے توبہ کرنا فرض ہے اس لئے کہ ایسا نا پاک عقیدہ خالص کفر و شرک ہے۔ (رسالہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۰۰ طبع ملتان)

مولانا احمد رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں:

اللہ عز و جل حصے اور ٹکڑے اور کسی کے ساتھ متحد ہونے یا کسی شے میں حل فرمانے سے پاک و منزہ ہے۔ (صلوۃ السغائی نور المصطفیٰ ص ۱۷۷ نمبر ۷۷)

امیر حمزہ کے پیش کردہ ایک شعر کا مفہوم

دم بدم پڑھو درود

حضرت بھی ہیں یہاں موجود

(شاہراہِ بہشت ص ۱۷۷ نمبر ۱۷۷)

﴿جواب﴾

بحیثیت روحانیت، نورانیت اور رحمت آپ ہر جگہ جلوہ گر ہیں اور جسم مقدس کے ساتھ روضہ مقدسہ میں رونق افروز ہیں۔ تو شعر کا مطلب یہ ہوگا، کہ اے محفل میں شریک ہونے والو! آپ کی ذات مبارکہ پر کثرت سے درود پڑھو کیونکہ آپ روحانی طور پر ہر جگہ فگن ہیں۔

حدیث ”من تشبه بقوم فهو منهم“ کا مفہوم

ہر قوم کے کچھ شعار ہوتے ہیں جن کی وجہ سے ان کی پہچان ہوتی ہے۔ مثلاً برصغیر پاک و ہند میں سکھ قوم آباد ہے۔ جو کہ داڑھی، مونچھوں اور سر کے بالوں کو تمام عمر استرھا کھینچی وغیرہ نہیں لگاتے، ہاتھ میں کڑہ وغیرہ پہنتے ہیں، اگر کوئی مسلمان ان امور کو ہاتھ لائے تو وہ بدعت مذمومہ کا مرتکب ہوگا اور مشابہت کی وجہ سے قیامت کے روز انہی کے

ساتھ اس کا حشر ہوگا۔

دوسری قوم ہندو ہے جو کہ بتوں کی پوجا کرتے ہیں۔ اور داڑھی منڈواتے ہیں۔ گنگا اور جمنہ میں عبادت کی نیت سے غسل کرتے ہیں۔ دیوالی، دسہرہ اور بسنت وغیرہ ان کے مشہور تہوار ہیں۔ اب اگر کوئی مسلمان بتوں کی پوجا نہیں کرتا، مگر داڑھی منڈواتا ہے گنگا اور جمنہ جا کر غسل کرتا ہے اور ان کے مشہور تہواروں میں شرکت کرتا ہے یا اپنے طور پر ان تہواروں کو دھوم دھام سے مناتا ہے۔ تو وہ ان افعال مذمومہ کی وجہ سے افعال حرام کا مرتکب ہوگا اور روز حشر ہندو کے ساتھ اٹھایا جائے گا، مگر وہ ان حالتوں میں کافر نہیں ہوگا۔

تیسری قوم عیسائی ہے جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتی ہے اور ان کا اعتقاد ہے کہ انہیں پھانسی پر لٹکایا گیا۔ اس مقصد کو عیاں کرنے کیلئے وہ ٹائی بطور علامت عیسائیت اپنے گلے میں باندھتے ہیں۔ نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یوم ولادت مناتے ہیں۔ جنہیں وہ کرمس ڈے کہتے ہیں تو ان تمام امور کا کرنے والا اور اعتقاد رکھنے والا کفر کا ارتکاب کرے گا۔ اگر صرف کرمس ڈے پر ان کی محافل میں جاتا ہے یا اس دن عیسائیوں کی طرح اپنے گھر پر محفل کا انعقاد کرتا ہے تو یہ بدعت سیدہ کا مرتکب قرار پائے گا۔

اس کے بعد ہم مولانا غلام رسول سعیدی مدظلہ نے جو اس حدیث کی شرح کر کے اپنا نکتہ نظر بیان کیا ہے اس کو مختصر لکھتے ہیں، علامہ موصوف لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ کفار کے ساتھ تشبیہ کی نیت سے مطلقاً کوئی کام کرنا ممنوع ہے۔ مثلاً ان سے مشابہت کی قصد سے کھانا، پینا یا سانس لینا بھی ممنوع ہے اور جب کفار کے ساتھ تشبیہ کی نیت نہ ہو بلکہ کسی اور مصلحت اور فائدہ کا حصول مقصود ہو مثلاً فوج اور پولیس، کفار کے مخصوص ہتھیاروں کو ان کی افادیت کی بنا پر استعمال کرے یا پولیس اور فوج کی وردی کو اس لئے پہنے کہ اس کو پہن کر جسم چاق و چوبند رہتا ہے اور اس لباس کے ساتھ فوجی مشقیں اور دیگر فرائض آسانی کے ساتھ انجام دیئے جاسکتے ہیں (البتہ قمیص، پتلون

سے باہر نکالیں تاکہ سرین کا ابھار دکھائی نہ دے) اس صورت میں ان چیزوں کا استعمال جائز ہے، اس طرح میز کرسی پر کھانا، چھری کاٹنے اور چھچھوں کو کھانے میں استعمال کرنا، اگر ان میں کفار کے ساتھ تشبیہ کی نیت نہ ہو، بلکہ دوسرے فوائد اور سہولتوں کی بنا پر استفادہ کرتے ہوں اور اس میں ہماری نیت کفار سے مشابہت نہیں ہوتی۔ مثلاً بجلی کی روشنی اور پنکھوں کا استعمال کرنا، موٹر کار، بس، ٹرین اور ہوائی جہاز سے سفر کرنا، ٹیلیفون پر بات کرنا، ریڈیو اور ٹی وی کے اعلانات اور جائز پروگراموں سے استفادہ کرنا اور تمام صنعتوں اور کارخانوں میں ان کا تکنیک سے استفادہ کرنا، یہ سب امور جائز ہیں اور تمام مسلمان بغیر کسی انکار کے ان پر عمل کرتے ہیں۔

کفار کے وہ اعتقادات جو اسلام کی تعلیم کے خلاف ہیں، اسی طرح ان کی وہ عبادات جو اسلام کی تعلیم کے خلاف ہیں، اسی طرح ان کی وہ تہذیب اور ثقافت جو ان کا مخصوص شعار گردانی جاتی ہے یعنی وہ چیزیں جو ان کی کسی بدعتیہ پر مبنی ہوں مثلاً عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر چڑھایا گیا اس لئے وہ گلے میں صلیب ڈالتے ہیں یا رسی کا پھندہ ڈالتے ہیں اسی کی علامت کے طور پر نائی لگاتے ہیں۔ یہ تمام چیزیں مطلقاً ممنوع اور حرام ہیں اور ان میں سے بعض چیزیں کفر ہیں۔ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ اعتقاد رکھنا کہ ان کو سولی دی گئی تھی۔

عورتوں کی بے پردگی، مردوں اور عورتوں کا آزادانہ میل جول، کلبوں میں اجنبی مردوں اور عورتوں کا ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھنا، گپ شپ کرنا، رقص و سرود میں حصہ لینا۔ ویڈیو اور سنیما کی فلمیں بنانا، ان کو دیکھنا، موسیقی سننا خواہ بھارت کی موسیقی ہو، پاکستان کی ہو یا مغربی، لڑکیوں کا چست اور نیم عریاں لباس پہننا، پیو کی وضع قطع اختیار کرنا، ان تمام امور میں مغربی تہذیب کی مشابہت ہے، بعض امور میں ہندوؤں کے طریقے اور ان کی رسوم کا رواج ہے ان چیزوں میں تشبیہ مطلقاً ممنوع ہے اور ان کاموں میں خوائی غوائی تشبیہ ہے خواہ تشبیہ کی نیت ہو یا نہ ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ کفار کے ساتھ تشبیہ ان امور میں ممنوع ہے جو امور کفار کے عقائد

فاسدہ اور اعمال باطلہ کے ساتھ مخصوص ہوں یا جو امور کتاب و سنت کی تصریحات کے خلاف ہوں اور جو امور ہمارے اور کفار کے درمیان مشترک ہوں یا جو امور نافہ ہوں ان میں اگر کفار کے ساتھ تشبیہ واقع ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ احادیث میں اس قسم کے امور کو اختیار کرنے کی بہ کثرت مثالیں ہیں، دیکھیے دفاعی جنگ میں شہر کے گرد خندق کھودنا کفار عجم کا طریقہ تھا، لیکن جب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے غزوہ اہزاب کے وقت مدینہ منورہ کے گرد خندق کھودنے کا مشورہ دیا تو نبی کریم ﷺ نے اس مشورہ کو قبول کر لیا، امام ابن سعد روایت کرتے ہیں:

جب رسول اللہ ﷺ کو کفار کے مکہ سے روانہ ہونے کی خبر پہنچی تو آپ نے مسلمانوں کو دشمن کی خبر دی اور ان سے جنگ کے متعلق مشورہ کیا، حضرت سلمان فارسی نے خندق کھودنے کا مشورہ دیا اور مسلمانوں کو یہ تجویز بہت پسند آئی۔

(طبقات ابن سعد صفحہ نمبر ۶۶ جلد ۲ طبع بیروت ۱۳۸۸ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے کہا کہ جب ہم فارس میں تھے اور ہمارا محاصرہ کیا جاتا تھا تو ہم اپنے گرد خندق کھود لیتے تھے، تب نبی اکرم ﷺ نے مدینہ کے گرد خندق کھودنے کا حکم دیا اور مسلمانوں کو رغبت دینے کیلئے آپ نے خود خندق کھودی۔ (فتح الباری صفحہ نمبر ۳۹۳ جلد ۲ طبع لاہور ۱۴۰۱ھ)

خندق کھودنا کفار کا طریقہ تھا، لیکن اس کے فائدہ مند ہونے کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ نے اس کو اختیار کر لیا۔ اس طرح خط کے اوپر مہر لگانا بھی کفار کا طریقہ تھا لیکن اس کی افادیت کی بنا پر نبی اکرم ﷺ نے مہر بنوائی۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے عجمیوں کی ایک جماعت کو خط لکھنے کا ارادہ کیا، آپ سے عرض کیا گیا کہ وہ لوگ بغیر مہر کے کسی خط کو قبول نہیں کرتے، تو نبی اکرم ﷺ نے چاندی کی ایک انگلی بنوائی جس پر محمد رسول اللہ نقش تھا۔ (بخاری)

لباس میں مشابہت کی وجہ سے ظاہری اور دنیاوی حکم لاگو ہوگا

لباس کی جو وضع یا فاسق قوم کا شعار ہو یا وہ وضع ان کی کسی بد عقیدگی پر مبنی ہو، اس لباس کو پہننا اس قوم کے ساتھ تشبہ ہے اور اس سے اجتناب لازم ہے ورنہ ظاہر طور پر یہ لباس جس گروہ کی علامت ہو، اس لباس کے پہننے والے کا ظاہری طور پر اس گروہ میں شمار ہوگا۔ مثلاً عمامہ، جبہ اور شلوار پہننا یا ٹوپی، شیروانی اور شلوار اور قمیض پہننا علماء کا لباس ہے، اس لباس کے پہننے والے کا علماء میں شمار ہوگا خواہ وہ عالم ہونہ ہو۔ لیکن اگر وہ جبہ و دستار میں ملبوس ہو تو لوگ اس کو عالم سمجھیں گے۔ اس طرح مخصوص قسم کی خاکی وردی فوجی لباس ہے۔ اگر ایک فوجی بھی اس لباس کو پہن لے تو لوگ اس کو فوجی سمجھیں گے۔ یہ صرف ظاہری اور دنیاوی حکم ہے اس کا آخرت سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی ایسے لوگ قیامت کو ان کے ساتھ ہوں گے (کہ اس نے دنیا میں ہندوؤں جیسا لباس پہنا تھا)۔

مشابہت کی وجہ سے اخروی حکم اس وقت لاگو ہوگا جب کوئی شخص کفار کے باطل عقائد کو اختیار کرے، تو پھر وہ کافر ہو جائے گا۔ اور اگر کسی قوم کی بدعات سیدہ کو اختیار کرے گا جیسے سیاہ علم اور سینہ کو بی وغیرہ تو گمراہ ہوگا اور اگر کسی قوم کے ناجائز افعال یا بد عقیدگی پر مبنی اعمال میں مشابہت کو اختیار کرے گا۔ تو حرام کا مرتکب ہوگا۔

﴿شرح صحیح مسلم ۳۸۳ تا ۳۸۶ جلد ۶ طبع لاہور (تفہیم)﴾

علامہ عبدالرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

کہ شیخ ابن تیمیہ نے کہا کہ اس حدیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص کفار کی مشابہت کرے گا وہ کافر ہو جائے گا، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: **وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَبِئْسَ مَا كَانُ يَفْعَلُ** (مائدہ) ”تم میں سے جس شخص نے یہود و نصاریٰ سے دوستی رکھی اس کا انہی سے شمار ہوگا۔“ لیکن اس حدیث کا کم از کم درجہ یہ ہے کہ کفار کی مشابہت حرام ہو۔ حضرت ابن عمر کا ارشاد ہے جس شخص نے کفار کی سرزمین میں گھر بنایا اور ان کی نیروز اور مہرجان (یعنی ان کے تہواروں) کو منایا اور مرتے دم تک ان کے مشابہ رہا تو اس کا قیامت کے دن انہی کے ساتھ حشر ہوگا، یعنی کفار سے بالکل مشابہ ہونا کفر ہے اور

بعض امور میں مشابہ ہونا حرام ہے اور ایک قول یہ ہے کہ کفر میں ان کی مشابہت اختیار کرنا کفر ہے اور معصیت میں ان کی مشابہت کرنا معصیت ہے اور ان کے شعار میں ان کی مشابہت کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

(فیض القدر شرح الجامع الصغیر جلد ۵ طبع بیروت ۱۳۹۱ھ)

مفتی احمد یار خاں عسکری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کفار سے ہر مشابہت منع نہیں بلکہ بری باتوں میں مشابہت منع ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ وہ کام ایسا ہو کہ کفار کی دینی یا قومی علامت بن چکا ہو، جس کو دیکھ کر لوگ اس کو کافر قوم کا آدمی سمجھیں، جیسے کہ چوٹی، زنا رو غیرہ ورنہ ہم بھی آپ زمرہ مکہ معظمہ سے لاتے ہیں۔ ہندو بھی گنگا سے گنگا جل لاتے ہیں، ہم منہ سے کھاتے ہیں اور پاؤں سے چلتے ہیں، کفار بھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کے روزہ کا حکم دیا تھا۔ حالانکہ اس میں مشابہت یہودی تھی، پھر فرمایا کہ اچھا ہم دو روزے رکھیں گے، کچھ فرق کر دیا، مگر اس کو بند نہ کیا۔

(جامع الحق صفحہ نمبر ۲۷۳ جلد اول طبع لاہور)

لہذا محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسا نبیوں کے کرمس ڈے پر قیاس کرنا اور اس کو ناجائز و ممنوع قرار دینا انتہائی ظلم عظیم ہے جبکہ کرمس ڈے میں اسلامی احکام کی رو سے حرام افعال مثلاً گانے بجانے، شراب نوشی اور بے پردگی کا اہتمام ہوتا ہے۔ اور محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں قرآن کریم تلاوت کی تلاوت، نعت خوانی، میلاد و سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان اور کثرت سے درود و سلام پڑھا جاتا ہے۔ آخر میں حاضرین کو حتی المقدور کھانا کھلایا جاتا ہے یا تحریک تقسیم کیا جاتا ہے۔

ایک مثال

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما خوارج کو اللہ کی بدترین مخلوق خیال کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ یہ لوگ ان آیتوں کو جو کفار کے حق میں نازل ہوئی ہیں ان کو مسلمانوں کے حق میں استعمال کرتے ہیں۔ (بخاری (مترجم) صفحہ نمبر ۶۷۶ جلد ۳ طبع لاہور ۱۹۷۷ء)

لہذا! جو علماء خوارج کی مشابہت اختیار کرتے ہیں وہ ضرور بالضرور قیامت کو ان (خوارج) کے ساتھ ہوں گے۔

اس طویل گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانانِ عالم، امام الانبیاء حضور پر نور ﷺ کی محبت اور تعظیم کیلئے یوم ولادت کے موقع پر محافل کا انتظام کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بیکراں نعمتوں کا ان پر نزول ہوتا ہے جیسا کہ ہم اوراقِ گزشتہ میں اس سلسلہ میں محدثین کے اقوال و مشاہدات نقل کر چکے ہیں۔

امام الوہاب بن تیمیہ لکھتا ہے:
جیسا کہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا دن مناتے ہیں اسی طرح ان کو دیکھا دیکھی یا حضور ﷺ کی محبت و تعظیم کے باعث بعض لوگ ولادت باسعادت کا دن مناتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو اس پیار و محبت اور اہتمام و کوشش پر جزا دینے والا ہے۔

(اختلاء الصراط المستقیم صفحہ نمبر ۲۹۴)

دوسرے مقام پر لکھتا ہے:

چنانچہ اس دن کو اہتمام سے منانا اور اس کی تعظیم کرنا، حسن نیت اور حضور ﷺ کی محبت کی وجہ سے اجر عظیم کا باعث ہو سکتا ہے۔ (اختلاء الصراط المستقیم صفحہ نمبر ۲۹۷)

جواب دیجئے

الہدیٰ کانفرنس: آغاز ۱۹۱۲ء۔ کل مدت: ۹۲ سال۔ جائز
امر تشریف میں جلوس نکالنا: آغاز ۱۹۳۷ء (مولوی محمد داؤد غزنوی وغیرہم)۔ جائز
اجتماع مرید کے، تقریباً ۱۷ سال سے شروع ہوا۔ جائز
شہدائے الہدیٰ کانفرنس: مولوی احسان الہی ظہیر کے انتقال کے بعد سے اس کا آغاز ہوا۔ جائز

محافل میلاد النبی ﷺ کا آغاز آج سے تقریباً ۱۱۰۰ برس پہلے ہوا، نا جائز
لاہور میں میلاد النبی ﷺ کے جلوس کا آغاز ۱۹۳۳ء میں ہوا۔ نا جائز

سول نمبر ۱: امیر حمزہ! بتائیں کہ شریعت مطہرہ کے وہ کون سے اصول اور قواعد و ضوابط ہیں جن کی وجہ سے سالانہ اجتماع مرید کے، الہدیٰ کانفرنس اور شہدائے الہدیٰ کانفرنس تو جائز ہوں اور محافل میلاد النبی ﷺ کے انعقاد اور جلوس نکالنے کو نا جائز و بدعت مذمومہ قرار دیا جائے؟

سوال نمبر ۲: کچھ عرصہ سے شہر ”مرید کے“ میں جو غیر مقلدین کا سالانہ اجتماع ہو رہا ہے، کیا نبی کریم ﷺ، خلفاء راشدین، صحابہ کرام اور تابعین نے ایسا سالانہ اجتماع (جنگ کے علاوہ) کیا، مقام اور تاریخ بتائیں، جواب حدیث صحیحہ سے دیں؟

سوال نمبر ۳: جنگ بدر میں ۶۶۶ مہاجرین اور ۹۰ انصاری صحابہ کرام شہید ہوئے۔

جنگ احد میں ۴۰ مہاجرین اور ۶۶۶ انصاری صحابہ کرام شہید ہوئے۔

(مدارج النبوة جلد ۲ طبع کراچی ۱۹۷۹ء)

کیا نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام اور تابعین نے مندرجہ بالا شہداء کی یاد میں کوئی شہدائے کانفرنس منعقد کی۔ اگر نہیں! تو بقول علمائے نجد کے، وہی کام بدعت ہے جو ان نفوسِ قدسیہ نے اپنے ادوار میں انجام نہ دیا ہو۔ تو آپ بدعتی ہوئے یا نہیں؟ جواب دیں، اگر شہداء کانفرنس کا انعقاد ہوا ہے تو کسی معتبر مستند کتاب کا حوالہ پیش کریں۔

سوال نمبر ۴: یہی سوال الہدیٰ کانفرنس کے انعقاد کے متعلق ہے کہ اس کا وجود

قرونِ ثلاثہ سے

ثابت کریں؟

عبداللہ بن محمد بن عبد الوہاب نجدی لکھتا ہے:

بدعت کی نسبت ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ جو مذہب میں نئی بات قرونِ ثلاثہ کے بعد پیدا ہوئی ہو وہ مطلقاً مذموم ہے، ہم بدعت کو حسن و قبح یا پانچ اقسام میں تقسیم نہیں کرتے، ہاں اس میں جمع کی صورت یہ ہے کہ کہیں حسن وہ ہے جس پر سلف صالحین کا عمل تھا اور اس میں سنت، واجب و مندوب اور مباح سب کو شامل کر لیں تو اس صورت میں بھی اس کو محض مجاز ابدعت کہا جائے گا۔ اس کے سوا جو کچھ ہوگا وہ بدعت قبیحہ میں داخل سمجھا جائے

کا۔ (تخفہ دہلیہ صفحہ نمبر ۷ طبع امرتسر ۱۹۲۷ء)

الحمد للہ.....! محافل میلاد کا انعقاد سلف الصالحین سے ثابت ہے۔

مگر!.....! الحمد للہ! کافر نس اور شہدائے الحمد للہ کافر نس کا انعقاد سلف الصالحین

سے ثابت نہیں۔ (ہاتوا برہانکم ان کنتم صادقین) (القرآن)

۱۔ چند سلف الصالحین کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں

(۱) محدث ابن جوزی رحمہ اللہ (م ۵۹۷ھ)۔ (۲) ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ

(م ۱۰۱۴ھ)۔ (۳) امام شمس الدین سخاوی رحمہ اللہ (م ۹۰۲ھ)۔ (۴) علامہ جلال

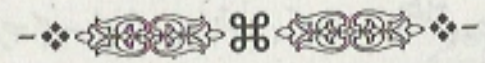
الدین سیوطی رحمہ اللہ (م ۹۱۱ھ)۔ (۵) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ (۱۰۵۲ھ)۔

(۶) امام حافظ ابوالخیر شمس الدین الجزری رحمہ اللہ (م ۸۳۳ھ)۔ (۷) علامہ ابن حجر کی

رحمہ اللہ (م ۹۷۴ھ)۔ (۸) علامہ محمد بن یوسف شامی رحمہ اللہ (م ۹۴۲ھ)۔ (۹) علامہ

شہاب الدین صاحب مواہب رحمہ اللہ (م ۹۲۳ھ)۔ (۱۰) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

رحمہ اللہ (م ۱۲۳۹ھ)۔ (۱۱) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ (۱۷۷۶ھ)



باب ہشتم

کلمہ طیبہ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ“ کی تشریح

کلمہ طیبہ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ“ کے دو جز ہیں۔

❖ ۱۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ: اس میں اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا ذکر ہے۔

❖ ۲۔ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ: اس میں حضرت محمد ﷺ کی رسالت کا بیان ہے۔

لفظ اللہ اور الہ کی تشریح، معنی و مفہوم

”اللہ“ بعض کا قول ہے کہ ”اللہ“ کا لفظ اصل میں الہ ہے۔ ہمزہ تخفیفاً حذف

کر دیا گیا ہے۔

اور اس پر الف لام (تعریف) لا کر بارؤ تعالیٰ کیلئے مخصوص کر دیا گیا ہے اسی

تخصیص کی بنا پر فرمایا:

”قُلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا“۔ ﴿پ ۱۶ سورہ مریم: ۶۵﴾

ترجمہ: ”کیا تمہیں اس کے کسی ہم نام کا علم ہے“۔

الہ: کا لفظ عام ہے اور ہر معبود پر بولا جاتا ہے (خواہ وہ معبود برحق ہو یا معبود

باطل) اور وہ (یعنی مشرک و کافر وغیرہ) سورج کو الاہہ کہہ کر پکارتے تھے کیونکہ انہوں

نے اس کو معبود بنا رکھا تھا۔

الہ: کے اشتقاق میں مختلف اقوال ہیں بعض نے کہا ہے کہ یہ الہ (ف) یا الہ

فلان و قالہ سے مشتق ہے جس کے معنی پرستش کرنا کے ہیں اس بنا پر الہ کے معنی ہوں

کے معبود اور بعض نے کہا ہے کہ یہ الہ بمعنی خیر سے مشتق ہے۔ اور باری تعالیٰ کی ذات و

صفات کے ادراک سے چونکہ عقول خیر اور در ماندہ ہیں اس کیلئے اسے ”اللہ“ کہا جاتا

ہے۔ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”کل دون صفاتہ تحبیر الصفات و ضل هناك تصاریف للغات“۔

اے بروں از وہم وقال وقیل من
خاک بر فرق من تمثیل من

اس لئے کہ انسان جس قدر صفات الہیہ میں غور و فکر کرتا ہے اس کی حیرت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس بنا پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "تفکرو فی اللہ ولا تفکرو فی اللہ"۔ اللہ تعالیٰ نعمتوں میں غور و فکر کرو اور اس کی ذات کے متعلق سوچا کرو۔

بعض نے کہا کہ اللہ اصل میں ولّٰہ ہے۔ واؤ کو ہمزہ سے بدل لالہ بنالیا اور اس ولّٰہ کے معنی عشق و محبت میں وارفتہ اور بے خود ہونے کے ہیں اور ذات باری تعالیٰ سے بھی چونکہ تمام مخلوق کو واللہانہ محبت ہے اس لئے اسے اللہ کہا جاتا ہے۔ اگرچہ بعض چیزوں کی محبت تسخیری ہے جیسے جمادات اور حیوانات اور بعض کی تسخیری اور ارادی دونوں طرح کی ہے، جیسے بعض انسان، اسی لئے بعض حکماء نے کہا ہے کہ ذات باری تعالیٰ تمام اشیاء کو محبوب ہے، اور آیت کریمہ "وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يَسْبِغْ بِحَمْدِهِ وَلَكِنْ لَّا تُفْقَهُوْنَ تَسْبِيحَهُمْ" (پ ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل ۴۳) "مخلوقات میں سے کوئی چیز نہیں ہے مگر اس کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتی ہے"۔ یہی اس معنی پر دلالت کرتی ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ اصل میں لاء بِلَوّٰہ لیساہا سے ہے جس کے معنی پردہ میں چھپ جانے کے ہیں اور ذات باری تعالیٰ بھی نگاہوں سے مستور اور محبوب ہے۔ اس لئے اس کو اللہ کہا جاتا ہے۔ اس معنی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ (سورۃ الانعام: ۱۰۳) وہ ایسا ہے کہ نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں۔ اور وہ نگاہوں کا ادراک کر سکتا ہے۔ نیز یہ آیت کریمہ: وَالْظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ (سورۃ المائد: ۳) میں الباطن کہہ کر بھی اس معنی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اللہ یعنی معبود درحقیقت ایک ہی ہے۔ اس لئے ہونا یہ چاہیے تھا کہ اس کی جمع نہ لائی جائے، لیکن اہل عرب نے اپنے اعتقاد کے مطابق بہت سی چیزوں کو معبود بنا رکھا تھا اس لئے اللہ صیغہ جمع استعمال کرتے تھے۔ قرآن میں ہے اَمْ لَهُمْ إِلَهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِنْ

فُلَانًا (سورۃ الاعیاء: ۴۳) کیا ہمارے سوا ان کے اور معبود ہیں کہ ان کو مصائب سے بچالیں۔ (مفردات القرآن از علامہ صنفہانی (م ۵۰۲) طبع لاہور ۱۹۷۷ء)

اللہ: اسم علم ہے اور ذات سبحان کیلئے خاص الخاص ہے۔ علماء راہین کا قول ہے کہ ہم کسی سے مشتق نہیں، قوی مذہب یہی ہے، بعض نے اسے مشتق بتایا ہے۔ پھر انکشاف ہے کہ کس مصدر سے مشتق ہے۔ تفسیر کبیر (میں علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ) نے چند اقوال نقل کئے ہیں۔

اَوَّلُ: اَلْهَتْ اِلَى فُلَانٍ سے مشتق ہے۔ اس کے معنی سَكُنْتُ اِلَى فُلَانٍ ہیں۔ یعنی اللہ وہ ہے جس کے نام سے تسکین ہوتی ہے۔

اللہ وہ ہے جو آرام دل عارفین ہے۔

اللہ وہ ہے جو تسکین قلب مضطربین ہے۔

اللہ وہ ہے کہ "اَلَا يَذْكُرُ اللّٰهُ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ" سے اس کی شان واضح ہوتی ہے۔

دوم: اَللّٰهُ وَلّٰہ سے مشتق ہے جس کے معنی وارفتگی کے ہیں یعنی:

اللہ وہ ہے کہ قلب اس کا والد و شیدا ہے۔

اللہ وہ ہے کہ ارواح پاک اس کی شیفہ و فریفتہ ہیں۔

اللہ وہ ہے کہ ادراک مخلوقات حیرت و دربودگی پر منتہی ہوتا ہے۔ عرفان اپنی

شناخت میں اپنے نقصان کا اقراری ہوتا ہے اور یہی معرفت نقصان اسے بلند ترین علم و عرفان تک پہنچاتا ہے۔

سوم: اللہ لاء سے مشتق ہے جس کے معنی بلند شان ہیں۔ یعنی:

اللہ وہ ہے جو لوازمات مادہ سے برتر و اعلیٰ ہے۔

اللہ وہ ہے جو زمان و مکان کے احاطہ سے ارفع و بلند ہے۔

اللہ وہ ہے ذوی العقول کے وہم و گمان، فہم و ادراک سے بالاتر ہے۔

چہارم: لاء بِلَوّٰہ لیساہا سے مشتق ہے جس کے معنی احتجاب ہیں۔ یعنی

اللہ وہ ہے جس کی ذات عقول سے مجوب ہے۔

اللہ وہ ہے جس کے نور کا انکشاف ارواح نور کیلئے سرکبریٰ ہے۔

اللہ وہ ہے جس کا کمال ہی ناقصین کیلئے حجاب ہے۔

پنجم: اَللّٰهُ الْفَصِيْل سے بنا ہے یعنی بچہ کا اپنی ماں کی طرف احتیاج مند ہوتا ہے۔

اللہ وہ ہے کہ سب اس کے محتاج ہیں۔

اللہ وہ ہے کہ آفات و مصائب میں اسی کی جانب بازگشت کی جاتی ہے۔

اللہ وہ ہے کہ تضرع ہی کے ذریعہ سے ہماری رسائی اس کے آستان تک ہو سکتی ہے۔

ششم: اَللّٰهُ (سبح) سے بنا ہے، محاورہ ہے اَللّٰهُ عَلٰی فَلَانٍ اس سے ڈرتا رہا۔

اَللّٰهُ اِلٰه:

اس کی پناہ ڈھونڈی، یعنی

اللہ وہ ہے جو خوف و ہراس کے وقت بندوں کی پناہ ہے۔

اللہ وہ ہے جو تمام عالم کا نگینہ گاہ ہے۔

اللہ وہ ہے جس کی حفاظت میں تمام مخلوق اپنے اپنے اعداء کی دستبرد سے محفوظ ہے

(شرح اسماء حسنی از قاضی محمد سلیمان منصور پوری صفحہ نمبر ۳۵، ۳۶ طبع لاہور)

اِلٰه: اللہ کا اسم جلالت اللہ ہے، لیکن اللہ بھی اس کا ذاتی نام ہے۔ بعض نے تو فقط

اللہ پر بحث کرتے ہوئے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ اس پر الف و لام تعریف داخل شدہ ہے۔ گو

اب کثرت استعمال سے وہ خود نفس کلمہ بن گیا ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ ”اِلٰه“ ہمارے

مالک کا ذاتی اسم ہے۔

کلمہ طیبہ میں اور دیگر اکثر مقامات پر اس اسم کا استعمال بحالت نفی ہوا ہے، غور کرو

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ: نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے۔

وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ: اللہ کے سوا کسی اور کو الٰہ نہ ٹھہراؤ۔ لیکن بحالت

اثبات بھی اس اسم پاک کا استعمال قرآن مجید میں بکثرت ہوا ہے۔

وَاللّٰهُمَّ اِلٰهَ وَّاحِد (بقرہ) تمہارا تو وہی واحد الٰہ ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمٰوٰتِ اِلٰهٌ وَّ فِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ (زخرف) وہی ہے جو آسمان

میں الٰہ ہے اور جو زمین میں الٰہ ہے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ: اللہ تو ہے تیرے سوا اور کوئی الٰہ نہیں۔

نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَاۡنَاكَ (بقرہ) تیرے الٰہ کی اور تیرے آباؤ اجداد کے الٰہ کی

اس مقامات کیا کریں گے۔ (شرح اسماء حسنی صفحہ نمبر ۱۷۷، ۱۷۸ طبع لاہور)

حرف لا: یہ کبھی عدم محض کیلئے آتا ہے، جیسے زید لا عالم یعنی زید جاہل ہے۔

اور کبھی نفی کیلئے ہوتا ہے۔ اس (مفردات القرآن صفحہ نمبر ۹۳۶ طبع لاہور ۱۹۷۷ء)

تو کلمہ طیبہ کے پہلے جز کے درج ذیل معنی ہوئے۔

”نہیں کوئی معبود (برحق) سوائے اللہ کے“۔

کلمہ طیب کا دوسرا جز: ”مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ“

مُحَمَّدٌ: یہ مفعول کے وزن پر (بحالت مفعول) مبالغہ کا صیغہ ہے۔ یعنی بہت ہی

زیادہ تعریف کیا گیا یا سب سے زیادہ تعریف کیا گیا

پس حمد کے مفعول کے لحاظ سے دیکھیں تو فخر و دو عالم سب سے زیادہ تعریف کئے

گئے ہیں اور اس کو تفصیل کے لحاظ سے دیکھیں تو آپ سب سے بڑھ کر خدا کی حمد و ثنا

کرنے والے ہیں علاوہ بریں لوا الحمد بھی قیامت کے روز آپ کے دست مبارک میں

ہوگا اور سارے انسان و ملائک آپ کے منصب جلیلہ و مقام رفیعہ سے مطلع ہو کر آپ کی

شایان شان تعریف کریں گے۔ آپ اس مقام پر صفت حمد کے ساتھ مشہور ہوں گے، اور

مقام محمود پر کھڑے ہو جائیں گے، جس کا آپ سے وعدہ فرمایا گیا ہے۔ اس وقت سب

الین و آخرین آپ کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان ہو جائیں گے۔

(کتاب الشفاء از قاضی عیاض مالکی اندلسی (۵۴۴ھ) صفحہ نمبر ۳۳۹ جلد اول طبع لاہور ۱۹۸۰ء)

رسول: رسول کے بہت سے معنی ہیں۔

۱۔ کبھی رسول کا لفظ پیغام پر بولا جاتا ہے جیسا کہ شاعر نے کہا:

”الا ابلاغ ابا حفص رسولاً“

ترجمہ: ”ابو حفص (رضی اللہ عنہ) کو میرا پیغام پہنچا دو۔“

۲۔ اور کبھی اس شخص پر جسے پیغام دے کر بھیجا گیا ہو اور واحد جمع دونوں کیلئے آتا ہے۔

جیسے ”لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ“ (سورۃ التوبہ: ۱۲۸)

ترجمہ: ”لوگو تمہارے پاس تمہیں میں سے ایک رسول آئے۔“ اور فرمایا

”إِنَّا رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ“ (سورۃ الشعراء: ۱۶)

ترجمہ: ”ہم تمام جہان کے پروردگار کے بھیجے ہوئے ہیں۔“

اور رسول کی جمع رسل آتی ہے اور قرآن پاک میں رسول ”رسل اللہ“ سے مراد مکی

فرشتے ہوتے ہیں۔ جیسے فرمایا: ”إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ“ (پ ۳۰ سورۃ النور: ۱۹)

یہ قرآن مجید بے شک معزز فرشتے (یعنی جبرائیل) کا پہنچایا ہوا پیغام ہے۔

اور کبھی اس سے مراد انبیاء علیہم السلام ہوتے ہیں جیسے فرمایا:

”وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ“ (حوال عمران: ۱۴۴)

ترجمہ: ”اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس سے بڑھ کر اور کیا کہ ایک رسول ہیں۔“

”يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ“ (سورۃ المائدہ: ۶۷)

ترجمہ: ”اے پیغمبر جو احکام تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل ہوئے ہیں

ان لوگوں تک پہنچا دو۔“ (مفردات القرآن صفحہ نمبر ۳۹۶ طبع لاہور ۱۹۷۱ء)

قاضی عیاض باہکی اندکی جرح فرماتے ہیں:

رسول کا معنی مرسل یعنی بھیجا ہوا ہے یہ لغت میں فحول کے وزن پر آتا ہے۔ اور

مفعول کے وزن پر شاذ و نادر ہی استعمال ہوتا ہے۔ رسالت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

اسے جن لوگوں کی طرف بھیجا ہے۔ ان تک اس کے احکام پہنچا دے۔

یہ بتایا سے مشتق ہے۔ جس کا مطلب پے در پے اور لگاتار ہے۔ اسی لئے جاء،

الساس ارسالاً کا مطلب یہ نہیں لیتے کہ ایک دوسرے کا تابع ہوا بلکہ ایک کے بعد

دوسرا آیا۔ لہذا رسول پر یہ لازم ہوتا ہے کہ وہ امت کو بار بار تبلیغ کرے اور امت کیلئے

ضروری ہے کہ اس کا اتباع کرے۔

علماء کرام کا اس میں اختلاف ہے کہ نبی اور رسول کا معنی ایک ہے یا مختلف، بعض

حضرات کا قول ہے کہ دونوں ایک ہی چیزیں ہیں ان کے نزدیک ان کی اصل النباء بمعنی

خبر ہے وہ بزرگ اس آیت کریمہ سے استدلال کرتے ہیں۔

”وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ“ (سورۃ الحج آیت نمبر ۵۲)

ترجمہ: ”اور ہم نے تم سے پہلے جتنے نبی اور رسول بھیجے۔“

پس ارسال کے ساتھ ہی ثابت ہو گیا، اسی لئے وہ کہتے ہیں کہ ہر نبی رسول نہیں

ہوتا اور ہر رسول نبی ہوتا ہے۔ رسول کے فرائض رسالت کی زیادتی کے باعث جو لوگوں کو

ارنانے اور مطلع کرنے سے تعلق رکھتے ہیں ان دونوں (نبی، رسول) کے معنی میں کچھ

فرق واقع ہو جاتا ہے۔ اگر نبی اور رسول ایک ہی چیز ہوتے تو تبلیغ کلام میں ایک ہی چیز

کی تکرار مستحسن شمار نہیں کی جاتی پس اس خیال کو پیش نظر رکھنے والے حضرات فرماتے

ہیں کہ مذکورہ آیت کا معنی یہ ہے کہ نہیں بھیجا امت کی طرف کوئی رسول یا نبی ایسا جو کسی کی

طرف ہم نے بھیجا نہ ہو۔

بعض علماء کرام کی رائے ہے کہ رسول وہ ہوتا ہے جو نبی شریعت لائے اور جو

شریعت نہ لائے وہ نبی ہوتا ہے رسول نہیں ہوتا۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کے احکام لوگوں تک

پہنچانے اور عذاب الہی سے ڈرانے کا کام کرے گا۔

سب سے صحیح نظریہ جس پر امت کا جم غفیر ہے یہ ہے کہ ہر رسول نبی ہوتا ہے لیکن

ہر نبی رسول نہیں ہوتا اور سب سے پہلے رسول ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور سب

سے آخری رسول سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی قدر ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ (متوفی ۳۲ھ) کی حدیث میں ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام

کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار (یا کم و بیش) ہے اور ارشاد فرمایا کہ ان میں تین سو تیرہ

(۳۳۳) رسول ہیں اور ان میں سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔

(کتاب الشفاء از قاضی عیاض ہامی اندلسی (م ۵۳۴) صفحہ نمبر ۳۸۸ تا ۳۹۱ جلد اول طبع لاہور ۱۹۸۸ء)

رسول اللہ ﷺ کی رسالت، رسالت عامہ ہے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

”قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا“

﴿سورة الاعراف آیت نمبر ۱۵۸﴾

ترجمہ: ”کہہ دیجئے کہ اے لوگو میں اللہ کا رسول ہوں تم سب کی طرف بھیجا ہوں۔“

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”وَأَنَّ النَّبِيَّ يَبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَيَبْعَثُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً“۔

ترجمہ: ”اور ہر نبی اپنی قوم کی طرف مبعوث فرمایا جاتا تھا لیکن مجھے تمام انسانوں کی طرف مبعوث فرمایا گیا ہے۔“

﴿بخاری صفحہ نمبر ۶۲ جلد اول ☆ مسلم صفحہ نمبر ۱۹۹ جلد اول﴾

﴿السنن الکبریٰ للبیہقی صفحہ نمبر ۲۱۲ جلد اول ☆ مسند احمد صفحہ نمبر ۳۰۳ جلد ۳﴾

﴿مکتوٰۃ باب فضائل سید المرسلین پہلی فصل صفحہ نمبر ۱۱۶ جلد ۳﴾ (عربی اردو) طبع لاہور

عقائد متعلقہ نبوت

۱۔ نبی اس بشر کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کیلئے وحی بھیجی ہو اور رسول ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ملائکہ بھی رسول ہیں۔

۲۔ انبیاء سب بشر تھے اور مرد، نہ کوئی جن، نبی ہوا نہ عورت۔

۳۔ نبی ہونے کیلئے اس پر وحی ہونا ضروری ہے خواہ فرشتہ کی صورت میں ہو

بلا واسطہ۔ (بہار شریعت از مولانا امجد علی خاں صفحہ نمبر ۱۸ طبع لاہور)

کلمہ طیب کے دوسرے جز کے یہ معنی ہوئے:

محمد ﷺ (اللہ تعالیٰ) کے رسول ہیں۔

اس لئے درج ذیل عنوانات کے تحت جو قرآنی آیات پیش کی گئی ہیں۔ وہ جھوٹے

مردوں کے حق میں نازل ہوئی ہیں۔ ان کو اہلسنت مسلمانوں پر چسپاں کرنا خارجیت

۴۔

۱۔ مشرکوں نے پیغمبر اور اس کی ماں کو (اللہ) بنا ڈالا۔ (شاہراہ بہشت صفحہ نمبر ۱۵۴)

۲۔ قوم نوح نے اولیاء کرام کو ”اللہ“ (معبود) کا مرتبہ دیا۔ (شاہراہ بہشت صفحہ نمبر ۱۵۵)

۳۔ قوم ابراہیم نے اصنام پتھر کی تصاویر کو اپنا ”اللہ“ بنا ڈالا۔ (شاہراہ بہشت صفحہ نمبر ۱۵۶)

اہلسنت کو مشرک کہنے والے خود مشرک و بدعتی ہیں اور حقیقت شرک سے ناواقف

ہیں ہمارا عقیدہ ہے:

۱۔ صانع عالم جل مجدہ واجب الوجود ازلی ابدی ہے۔ اس کا وہی مثل نہ ذات میں

ہے نہ صفات میں، تمام کمالات ممکنات اس کی عظمت ذاتی کے ظل و ہر تو ہیں۔

۲۔ وجوب وجود، استحقاق عبادت، خالقیت با اختیار خود تدبیر کائنات کلی و جزوی

اس کی ذات مقدس سے مختص ہیں۔

۳۔ کائنات کو خلعت وجود بخشے سے پیشتر ویسا ہی کامل تھا جیسا بعد میں (الآن کما

کان)

۴۔ شفاء مریض، عطاء رزق، ازالہ تکالیف و مصائب بطور استقلال و خلق اسی کے

بقیہ قدرت میں ہیں۔

حقیقت شرک اور مخالفین کے اعتراضات کا جوابات

شرک و کفر بلحاظ نتیجہ متحد ہیں۔ دونوں کا مرتکب ابدی عذاب کا مستحق ہے۔

حقیقت شرک یہ ہے کہ غیر خدا کو واجب الوجود یا مستحق عبادت مانا جائے اور اس

کے امارات سے یہ ہے کہ بندگان حق تعالیٰ کی ان قابل عظمت، صفات کو جو عام بنی نوع

میں مفقود ہیں (مثلاً کشف، بلاء، شدت، استجاب دعا، تاثیر، تسخیر وغیرہ) صفات جناب

باری (سبحنہ، سبحنہ، سبحنہ) کے برابر خیال کیا جائے۔ (نعوذ باللہ) اور بنا بریں نہا
عجز و نیاز کے افعال ان کے سامنے اسی نیت سے ادا کئے جائیں کہ معاذ اللہ وہ معبود ہیں
شریعت حقہ شرک کو رفع کرتی ہے اور صفات عبادہ، صفات ربوبیت میں مابہ الاطلاق
ظاہر فرمانا باعثِ رسل کا مہتمم بالشان مقصد ہے۔

خواص عباد کی صفات مذکورہ کو باطل نہیں کہا جاسکتا بلکہ وہ ان حقیقت و واقعہ کا اظہار
ہے جس سے کہ صفات ربوبیت کی برتری و تقدس ظاہر ہو۔

محبوبیت و شفاعت جو کہ تمام ادیان و شرائع میں خواص بشر کیلئے ثابت کی گئی ہے
اس کو ایسا منصب خیال کرنا کہ جس سے عبد خود مختار ہو کر تصرفات الہیہ کو (معاذ اللہ)
مزاحمت سے روک سکے شرک ہے اور رضائے الہی اور اس کی اجازت پر موقوف سمجھنا اور
اس میں درحقیقت عنایت الہیہ کا ظہور ماننا ایمان و توحید ہے۔

ایسا ہی خوارق و کرامات اولیاء و اشراق باطنی سے ان کو مغیبات پر بلاذریہ علیہ
الہی اس طرح تسلیم کرنا شرک ہے اور بذریعہ قوائے روحانی و ناسوتی جو انبیاء اور اولیاء کو
عطا ہوتی ہیں ان امور کا تعلیم الہی و عطاء اللہ تعالیٰ مظہر تسلیم کرنا عین ایمان ہے۔

صفات عبودیت کو صفات ربوبیت سے شریک کرنے والا شرک ہے اور ان کا مطلقاً
منکر گمراہ اور مبتدع ہے اور ہر ایک کے حقوق پر نگاہ رکھنے والا صراطِ مستقیم پر ہے۔

(عقائد اہلسنت و جماعت صفحہ نمبر ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱

استعانت، بالمشرکین تھی اس سے بھی مقصد برآری نہ ہوئی۔ واللہ الحمد۔

بیان شرک کے مسئلہ میں ہمارے مخالفین کی کجروی قابل ملاحظہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام و اولیاء عظام کیلئے عطائی علوم غیبیہ ماننے کو بھی شرک قرار دے دیا۔ اسی طرح نفع و ضرر کے اختیارات عطائے الہی سے کسی مخلوق کیلئے تسلیم کرنے کو بھی شرک صریح لکھ دیا اور بزرگان دین سے غائبانہ طور پر مافوق الاسباب امور میں عطاء الہی کا اعتقاد رکھتے ہوئے مدد طلب کرنے کو بھی شرک خالص بنادیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ جو شخص انبیاء کرام علیہم السلام کے علم غیب عطائی کو علم الہی کے مساوی نہ مانتا ہو وہ بھی مخالفین کے نزدیک کافر و مشرک ہے۔

اگر یہ عقیدہ رکھا جائے کہ انبیاء و اولیاء علیہم السلام زمین و آسمان کے غیب یا ہمارے اعمال و افعال کا علم ہر وقت تو نہیں رکھتے لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ طاقت دی ہوئی ہے کہ جس وقت جس چیز کو چاہیں جان لیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو طاقت دی ہوئی ہے کہ جب چاہیں آنکھیں کھول کر دیکھ لیں، جب چاہیں بند کر لیں تو مخالفین کے نزدیک یہ بھی کفر و شرک ہے اس سے بڑھ کر مخالفین نے اپنی کتابوں میں صاف لکھ دیا کہ اگر انبیاء کرام و اولیاء عظام کیلئے کوئی شخص عطائی علم و قدرت بھی نہ مانتا ہو بلکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صرف شفاعت کرنے والا یعنی سفارشی سمجھتا ہو وہ بھی قطعاً کافر و مشرک ہے۔

اس بیان کے تمام اجزاء مذکورہ بالا کی دلیلیں مخالفین نے اپنی کتابوں میں حسب ذیل تفصیل کے ساتھ تحریر کی ہیں۔

۱۔ چونکہ مشرکین مکہ اپنے معبودوں کو اللہ تعالیٰ کا مملوک اور متصرف بالعرض مانتے تھے لہذا ثابت ہوا کہ کسی نبی و ولی کو متصرف بالعرض بتملیک اللہ ماننا بھی شرک ہے۔

۲۔ چونکہ مشرکین عرب کا یہ اعتقاد تھا کہ ہمارے معبود علم و قدرت میں اللہ تعالیٰ کے مساوی نہیں لہذا ان کا یہ اعتقاد اس دعویٰ کی دلیل ہے کہ اگر کوئی شخص انبیاء و اولیاء کو علم و قدرت میں اللہ تعالیٰ کے مساوی نہ مانے تب بھی کافر و مشرک ہے۔

﴿جواہر القرآن صفحہ نمبر ۱۴۰﴾

۳۔ مشرکین مکہ اپنے معبودوں کو محض سفارشی سمجھ کر پکارتے تھے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ان کا قول مذکور ہے۔ ”مَانِعُهُمْ الْاَلِیْقُرْبُوْنَ اِلٰی اللّٰهِ ذَلٰلِی“ اسی طرح دوسری آیت میں ہے: ”وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَ يَقُولُوْنَ هُوَ لَاۤ اِلٰهَ غَيْرُہٗ“ (سورہ یونس آیت نمبر ۱۸)

معلوم ہوا کسی نبی و ولی کو عطائی علم و قدرت سے متصف مانے بغیر بھی انسان صرف اس وجہ سے مشرک ہو جاتا ہے کہ اس نے ان کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں اپنا سفارشی قرار دیا۔ (جواہر القرآن صفحہ نمبر ۱۴۲)

۴۔ چونکہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب سب کا یہی خیال تھا کہ حضرت عیسیٰ و مریم و عزیر و ابراہیم و اسماعیل علیہم السلام کو نفع و نقصان کے اختیارات دے دیئے ہیں۔ لہذا معلوم ہوا کہ بزرگان دین کیلئے اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے اختیارات ماننا شرک ہے

(جواہر القرآن صفحہ نمبر ۱۴۲)

اس پر مزید ستم ظریفی ملاحظہ فرمائیے کہ بزرگان دین کیلئے عطائے الہی و علم و تصرف ماننے پر کفر و شرک کا فتویٰ لگانے والوں سے جب سوال کیا گیا کہ اگر بزرگوں کے حق میں اللہ تعالیٰ کے دینے سے بھی علم و تصرف کا اعتقاد رکھنا کفر و شرک ہے تو معتبر کتابوں میں بالاستقلال وغیرہ الفاظ کی قید کیوں لگائی گئی ہے؟

اس کے جواب میں مخالفین نے لکھا ہے کہ جن کتابوں میں بالاستقلال یا بالذات وغیرہ کی قیدیں آئی ہیں، اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے پیروں فقیروں کو طاقت دے دی ہے کہ جس وقت جو چیز چاہیں جان لیں یا جس کو چاہیں نفع و نقصان پہنچادیں۔

اتجی

دعویٰ سے پہلے تفصیل دلائل کی نوعیت قابل غور ہے کہ بحث کے ہر جزو کے ثبوت کا دار و مدار مشرکین کے عقائد و اعمال کو قرار دیا ہے۔ گویا مخالفین کے نزدیک رد شرک کی دلیل مشرکین کا قول و فعل ہے۔ سبحان اللہ! کیا عجیب استدلال ہے کہ چونکہ مشرکین اپنے معبودوں کو اللہ تعالیٰ کا مملوک کہتے اور انہیں متصرف بالعرض مانتے تھے اس لئے غیر

اللہ کو متصرف بالعرض سمجھنا شرک ہے اور چونکہ مشرکین اپنے معبودوں کو سفارشی سمجھتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ کے دربار میں کسی کو سفارشی سمجھنا شرک ہے۔

ان عقل کے دشمنوں سے کوئی اتنا نہیں پوچھتا کہ ارے بے وقوف! مشرکین کا قول و فعل بھی حجت شرعیہ ہو سکتا ہے؟ پھر یہ کہ توحید جو اصل دین ہے اس کے اثبات کیلئے نہ اللہ تعالیٰ کا کوئی قول تمہیں ملانا اسکے رسول (ﷺ) کا، ایسے عظیم الشان دعویٰ پر دلیل لائے تو کہاں سے؟ مشرکین کے عقائد و اعمال سے ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“ تمہیں شرم نہیں آتی کہ ہم بزرگانِ دین کا کوئی کلام یا عمل و اعتقاد اپنے مسلک کی تائید میں پیش کرتے ہیں تو تم یہ کہہ کر رد کر دیتے ہو کہ بزرگوں کے اقوال و اعمال دلیل شرعی نہیں ہو سکتے۔ حجت شرعیہ صرف قرآن و حدیث ہے لیکن اپنی خود ساختہ توحید کے ثبوت میں مشرکین کے اقوال و افعال سے استدلال کر رہے ہیں۔

بصوتِ عقل و حجت کہ اس چہ بولالچی است

مخالفین نے اپنی کجروی میں انتہا کر دی کہ بزرگانِ دین کے اقوال کو جو بابِ فضائل میں فی الجملہ قابلِ استدلال ہیں، رد کر دیا اور مشرکین کے عقائد و اعمال کو حجت شرعیہ قرار دے دیا

ناظرہ سر یہ گریاں ہے اسے کیا کہئے

اس بحث میں بعض معاندین کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم مانتے ہیں کہ مشرکین عرب اپنے بتوں کی عبادت کرنے کی وجہ سے مشرک قرار پائے۔ لیکن عبادت کے معنی بھی تو یہی ہے کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں اپنا سفارشی سمجھے یا نفع و نقصان پہنچانے کے اختیارات اس کیلئے مانے۔ اگرچہ وہ اس کو متصرف فی الامور بالعرض بتملیک اللہ اعتقاد کرے اور اس کے علم و قدرت کو اللہ تعالیٰ کے علم و قدرت کے مساوی نہ مانے، لیکن جب وہ اسے مافوق الاسباب نفع و نقصان کا مختار جانتے ہوئے غائبانہ طور پر پکارتا اور اس سے اپنی حاجات طلب کرتا ہے تو اس کا یہی فعل غیر اللہ کی عبادت ہے اور اس سے مستقل وبالذات سمجھنے کا مفہوم بھی یہی ہے۔

اس کے جواب میں عرض ہے کہ عبادت اور استقلال ذاتی کے یہ معنی قرآن و حدیث میں قطعاً وارد نہیں ہوئے نہ سلف صالحین سے منقول ہیں بلکہ مخالفین نے امت مسلمہ کو کافر و مشرک بنانے کیلئے قرآن و حدیث کی طرف سے آنکھیں بند کر کے اپنے دل سے گھڑ لئے ہیں جن کی کوئی اصل نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن و حدیث میں اکثر و بیشتر ایسے الفاظ وارد ہوئے ہیں جن کے معنی اس قدر روشن اور ظاہر ہیں کہ ہر شخص انہیں جانتا اور سمجھتا ہے ان کے بیان کی کسی کیلئے حاجت نہیں۔ اسی واسطے ان کی تفصیل قرآن و حدیث میں وارد نہیں ہوئی مثلاً حمد، شکر، تعظیم وغیرہا بکثرت الفاظ وارد ہیں، مگر ان کے معنی کی تفصیل کتاب و سنت میں کہیں مذکور نہیں۔ اسی طرح عبادت بھی ایک ایسا لفظ ہے جس کے معنی نہایت واضح اور روشن ہیں۔ ہر شخص جانتا ہے کہ عبادت کے معنی بندگی ہیں یعنی کسی کو حقیقی بے نیاز مان کر اس کے غیر کو اس کا حقیقی نیاز مند سمجھنا۔ اسی لئے علمائے مفسرین نے عبادت کے معنی ”غلیۃ الغضوء والغشوع“ کئے ہیں جن کو ہمارے مخالفین نے بھی تسلیم کیا ہے۔

مشرکین عرب اپنے بتوں کو قطعاً اور مطلقاً بے نیاز تصور کر کے اپنے آپ کو ہر طرح کلیتاً ان کا نیاز مند سمجھتے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ بتوں کی و خضوع کی غایت یہی ہے کہ مختصر یہ کہ عبادت کے معنی صرف بندگی، غایت خشوع و خضوع ہیں اس کے سوا کچھ نہیں۔ ہمارے مخالفین نے عبادت کی تفسیر استعانت سے کر دی حالانکہ یہ دونوں الگ الگ معنی کیلئے موضوع ہیں اور ہر ایک کا مفہوم دوسرے سے مختلف اور جدا گانہ ہے جیسا کہ آیہ کریمہ ”إِيَّاكَ تَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ“ سے واضح ہے۔ اور بعض مفسرین نے استعانت سے خاص استعانت علی العبادات مراد لے کر اس بات کو خوب واضح کر دیا کہ کہ استعانت و عبادت باہم متضاد ہیں۔ البتہ اگر کسی استعانت میں غایت اور بندگی، خضوع و خشوع کا وصف بھی پایا جائے گا تو ہم اسے بھی محض اس لئے عبادت قرار دیں گے کہ اس میں غایت تذلّل کی صفت پائی جاتی ہے۔

جن آیات قرآنیہ سے مخالفین کو دھوکا لگا ہے ان میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں جس سے

یہ ثابت ہوتا ہو کہ کسی کیلئے نفع و نقصان پہنچانے کا اختیار ماننا یا حاجات میں امداد طلب کرنا عبادت ہے۔ بلکہ ان آیات میں اس امر کو بیان کیا گیا ہے کہ مشرکین اپنے بتوں سے مل وجہ العبادت استعانت کے قائل تھے یا انہیں اس بات پر تنبیہ کی گئی ہے کہ عقل سلیم کے مطابق معبود وہی ہو سکتا ہے جو فی الواقع ہر قسم کی امداد کرنے والا اور تمام حاجات بر لالے والا ہو نیز مستقل بالذات، بخار ہونا اس کی صفت ہو۔

اس مقام پر اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ہم بھی ہر استعانت کو عبادت نہیں کہتے بلکہ اسی استعانت کو عبادت قرار دیتے ہیں جس میں غایت تدلل پایا جائے مگر ایسی استعانت ہمارے نزدیک وہی ہے جو مافوق الاسباب امور میں غائبانہ دعا کے ساتھ کی جائے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ غایت تدلل اور عبادت کا تعلق نہ مافوق الاسباب امور سے ہے نہ غائبانہ دعا سے، اس کا تعلق تو محض اعتقاد سے ہے یعنی انسان اپنے آپ کو کسی کے سامنے ذلت اور پستی کے اس آخری درجہ میں سمجھے جس کے بعد عاجزی اور ذلت کا کوئی درجہ نہ ہو تو وہ انسان اس کا عابد قرار پائے گا جس کے سامنے اس نے اپنے آپ کو ذلت و عاجزی کے آخری درجہ میں سمجھا ہے۔

اس قسم کی عاجزی کرنے والا عابد ہے اور جس کیلئے یہ عاجزی کی گئی ہے وہ معبود ہے اور ایسی عاجزی عبادت ہے۔ اس مفہوم عبادت کے مافوق الاسباب امور یا غائبانہ دعا وغیرہ سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں فافہم و تدبر، سلسلہ کلام میں ایک آخری شبہ کا جواب دے کر اس بحث کو ختم کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ابن قیم نے مدارج السالکین میں عبادت کے حسب ذیل معنی لکھے ہیں:

یعنی اس اعتقاد اور شعور کا نام عبادت کہ (علم تصرف) معبود کیلئے فوق الاسباب ایسی غیبی قوت حاصل ہے جس کی وجہ سے وہ نفع و ضرر پر قدرت رکھتا ہے۔ لہذا ہر وہ دعا اور ثنا اور تعظیم جو اس اعتقاد سے پیدا ہو وہ عبادت ہے۔ (جواہر القرآن صفحہ نمبر ۱۲۹)

یہ عبارت اس مفہوم میں صریح ہے کہ فوق الاسباب امور میں کسی کو غائبانہ طور پر پکارنا اور حاجات طلب کرنا عبادت ہے۔

جواباً عرض ہے کہ اول تو ابن قیم کی عبارت ہم پر حجت نہیں۔ دوسرے یہ کہ عبادت کی یہ تعریف غلط ہے اس لئے کہ ”للمعبود سلطۃ غیبیہ“ میں لفظ معبود تعریف عبادت کا جزو ہے جو عبادت سے ماخوذ ہے جب تک کہ عبادت کے معنی معلوم نہ ہوں۔ معبود کے معنی معلوم نہیں ہو سکتے، ایسی صورت میں دور لازم آتا ہے۔

۱۔ ولا مخلص منه الا بتاویل رکیک لا یصائبہ فی التعریفات ۱۲۔
تیسرے یہ کہ یہ تعریف اپنے تمام افراد کو جامع نہیں، اس لئے کہ جو شخص کسی کو غایت تعظیم کا مستحق سمجھ کر اس کیلئے انتہائی تدلل اختیار کرتا ہے مگر وہ اس کے حق میں قدرت غیبیہ کا قائل نہیں تو اس کا یہ فعل بال اتفاق عبادت ہے، مگر ابن قیم کی تعریف اس پر صادق نہیں آتی۔ ۱۔

۱۔ اگر کہا جائے کہ عقلاً غایت تدلل اس کیلئے ہو سکتا ہے جو قدرت غیبیہ رکھتا ہو۔ لہذا غایت تدلل کیلئے معبود کیلئے معبود کی سلطۃ غیبیہ کا اعتقاد لازم ہے تو میں عرض کروں گا کہ عقلاً معبود وہی ہو سکتا ہے جو واجب الوجود وحدہ لا شریک ہو تو کیا اس قاعدہ، مطابق فلس عبادت کیلئے معبود کے واجب الوجود اور لا شریک ہونے کا اعتقاد بھی لازم ہوگا۔

چوتھے یہ کہ مخالفین نے غائبانہ طور پر کسی کو پکارنے اور مافوق الاسباب امور میں حاجات طلب کرنے کا نام عبادت رکھا ہے اور ظاہر ہے کہ طلب و دعا دونوں فعل محض ہیں ان میں سے کوئی بڑی اعتقاد نہیں حالانکہ ابن قیم نے صرف اعتقاد کو عبادت قرار دیا ہے اور مسلمہ طور پر لکھا ہے کہ کسی کے حق میں قدرت غیبیہ کے اعتقاد اور شعور کو عبادت کہتے ہیں۔ اعتقاد مذکور کے بغیر کسی قول و فعل کو ابن قیم نے عبادت نہیں کہا اور اگر مخالفین کے قول میں طلب و دعا کے ساتھ اعتقاد، قید کا لحاظ بھی کر لیا جائے تب بھی ابن قیم کے بیان کے ساتھ مطابقت نہیں ہوتی اس لئے کہ مخالفین نے صرف غائبانہ دعا اور طلب حاجات کو عبادت قرار دیا ہے اور ابن قیم کے قول کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر وہ قول و فعل جو اعتقاد مذکور سے پیدا ہو وہ عبادت ہے خواہ وہ دعایا تعظیم ہو یا ثنا۔

اس بحث سے تنگ آ کر مخالفین یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ اچھا ہم نے مان لیا کہ مافوق

الاسباب امور میں حاجات طلب کرنا اور کسی کو عاقبتانہ پکارنا عبادت نہیں مگر شرک تو ضرور ہے لہذا یہ فعل شرک فی العلم والتصرف قرار پائے گا۔ اس کے جواب میں مخالفین سے دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہاں کس چیز کو شرک سمجھتے ہیں۔

۱۔ مافوق الاسباب امور میں غیر اللہ کیلئے علم و قدرت کا اثبات شرک ہے۔

۲۔ یا محض عاقبتانہ دعا کو آپ شرک کہتے ہیں۔

۳۔ یا ان میں سے ہر ایک کو الگ الگ شرک قرار دیتے ہیں۔

۴۔ یا دونوں کے مجموعے کو شرک مانتے ہیں۔

دوسری اور تیسری صورت میں چونکہ محض دعائے عاقبتانہ کو شرک قرار دیا گیا ہے اس لئے

لازم آتا ہے کہ عاقبتانہ دعا کرنے والے تمام لوگ مشرک و کافر ہو جائیں حالانکہ یہ بات ہمارے مخالفین کے نزدیک بھی بالکل غلط ہے چنانچہ ”السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ“ دعائے عاقبتانہ ہونے کے باوجود نہ صرف جائز بلکہ بالاقفاق واجب ہے۔ اگر اسے شرک قرار دیا جائے تو معاذ اللہ عہد رسالت سے لے کر قیامت تک تمام نمازی مشرک قرار پائیں گے۔ اور چوتھی صورت میں علم و قدرت کے اعتقاد اور دعائے عاقبتانہ دونوں کے مجموعے کو شرک مانا گیا ہے۔ اس لئے اس کا واضح مفہوم یہی ہے کہ ان دونوں کا صرف مجموعہ شرک ہے۔ اگر ان دونوں اجزاء یعنی غیر اللہ کے حق میں علم و قدرت و تصرف کے اعتقاد اور ایک غیر خدا کیلئے دعائے عاقبتانہ کو ایک دوسرے سے الگ کر لیا جائے تو ان دونوں میں سے کوئی بھی شریک نہیں رہے۔ حالانکہ یہ صریح المطلان ہے ورنہ مخالفین کے نزدیک وہ تمام لوگ اصحاب توحید قرار پائیں گے۔ جو غیر اللہ کو عاقبتانہ طور پر کبھی نہیں پکارتے مگر اس کیلئے علم و قدرت اور تصرف فی الامور کے قائل ہیں۔

اب رہی پہلی صورت اور وہ یہ کہ ”غیر اللہ کیلئے مافوق الاسباب امور میں علم و قدرت اور تصرف کے اثبات کو آپ شرک کہتے ہیں یا غیر مستقل ذاتی، غیر مقید بالاذن علم و قدرت اور تصرف کا اثبات کرنا بھی آپ کے نزدیک کفر و شرک ہے بر تقدیر اول

اس سے اختلاف نہیں۔ لیکن آج تک کسی مسلمان نے کسی غیر اللہ کیلئے مستقل اور ذاتی علم و قدرت اور غیر مقید بالاذن تصرف ثابت نہیں کیا، پھر آپ خواہ مخواہ مسلمانوں کو شرک کا الزام کیوں لگاتے ہیں۔ اور دوسری تقدیر پر ہم عرض کریں گے، کہ غیر مستقل عطائی مقید بالاذن علم و قدرت اور تصرف کا اثبات غیر اللہ کیلئے اسی وقت شرک ہو سکتا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کیلئے بھی اسی قسم کا غیر مستقل، عطائی، مقید بالاذن علم و قدرت اور تصرف ثابت کیا جائے کیونکہ صفات الہیہ کا غیر اللہ کیلئے ثابت کرنا ہی شرک ہے۔ اگر غیر مستقل علم و قدرت اللہ تعالیٰ کی صفت نہیں تو شرک کیسے ہوگا؟ اور اگر اللہ تعالیٰ کیلئے ہی عطائی اور غیر مستقل صفت مانی جائے تو ایسا عقیدہ خود کفر و شرک ہے۔

ع وہ الزام ہم کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

اس کے بعد اس حقیقت کا انکشاف بھی ضروری ہے کہ معترض کے جواب میں جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس کی اصل معترض کے مسلم بزرگوں اور اکابر کی کتابوں میں مذکور ہے۔ چنانچہ مولوی اشرف علی تھانوی (امیر حمزہ کے چچا زاد بھائی) نے اپنی آخری تصنیف بوادر النوا اور حصہ سوئم صفحہ نمبر ۷۷ پر لکھا ہے: کہ مشرکین عرب اپنے آلہ کیلئے قدرت مستقلہ کے قائل تھے۔

حاصل اس اعتقاد تاثیر و عدم اعتقاد تاثیر کے معیار فرق کا یہ ہے کہ بعض کا تو یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی خاص مخلوق کو جو اس کا مقرب ہے کچھ قدرت مستقلہ نفع و ضرر کی اس طرح عطا فرمادی ہے کہ اس کا اپنے معتقد و مخالف کو نفع و ضرر پہنچانا مشیت الہیہ حق پروقوف نہیں، گو اگر روکنا چاہے تو پھر قدرت حق ہی غالب ہے، جیسے سلاطین اپنے تابعین و حکام کو خاص اختیارات اس طرح دے دیتے ہیں کہ ان کا اجراء اس وقت سالانہ اعظم کی منظوری پر موقوف نہیں آتا۔ کو روکنا چاہے، سلطان ہی کا حکم غالب رہے گا۔ سو یہ عقیدہ تو اعتقاد تاثیر ہے اور مشرکین عرب کا اپنے آلہ باطلہ کے ساتھ یہی اعتقاد تھا۔

اس کے بعد تھانوی صاحب نے تقریر شرک کے دو مقدمے مقرر کر کے انہیں عقلی

اور نقلی دلیلوں سے ثابت کیا ہے وہ دو مقدمے حسب ذیل ہیں فرماتے ہیں:

ایک یہ کہ مشرکین اس تصرف غیر مقید بالاذن کے قائل تھے، دوسرے یہ کہ تصرف مقید بالاذن کا قائل ہونا شرک اکبر نہیں۔

شرک کی تفصیل میں جتنی عبارات پائی جاتی ہیں ان میں ایک مفہوم کو متعدد مختلف عنوانات سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مثلاً کہیں شرک کے معنی اعتقادِ تائید کئے گئے ہیں اور کسی جگہ قدرتِ مستقلہ کے عقیدے کو شرک کہا گیا ہے۔ بعض مقامات پر شرک کی تفصیل کے تحت تصرف غیر مقید بالاذن بولا گیا ہے ان مختلف عنوانوں کا فائدہ یہ ہے کہ کوئی عنوان بھی اپنے مفہوم کے اعتبار سے مبہم نہیں رہا۔ لیکن بعض جہلاء نے مفہوم استقلال کے بیان میں اختلالِ حواس کا ثبوت دیتے ہوئے ایسا گول مول کلام کیا ہے جس کا کوئی واضح مفہوم متعین نہیں ہوتا۔ البتہ بطور احتمال اتنا سمجھ میں آتا ہے کہ مستقل ہونے کا مفہوم معترض کے نزدیک صاحب اختیار ہونا ہے جس کا قول علماء امت میں سے آج تک کسی نے نہیں کیا۔ بلکہ بلغۃ الحیر ان کی عبارت کے پیش نظر معترض شرک قرار پاتا ہے۔ اس لئے کہ بلغۃ الحیر ان صفحہ نمبر ۱۵۷ میں صاف مذکور ہے کہ انسان خود مختار ہے جب مختار ہونا استقلال کا مفہوم ٹھہرا تو ثابت ہو گیا کہ صاحب بلغۃ الحیر ان بندے کو مستقل فی الاعمال مانتا ہے اور اس کا شرک ہونا معترض کے نزدیک ہی مسلم ہے۔ اس لئے صاحب بلغۃ الحیر ان کا شرک ہونا لازمی امر ہے۔

اب مولوی اشرف علی تھانوی کی تصریحات اسی مسئلہ میں ملاحظہ فرمائیے۔

تھانوی صاحب نے کہیں قدرتِ مستقلہ کا لفظ بولا جیسا کہ ان کی عبارت منقولہ میں آپ ابھی پڑھ چکے ہیں اور کسی جگہ تصرف غیر مقید بالاذن تحریر فرمایا۔ اس اختلافِ تعبیر سے ہر عنوان کے معنی واضح ہو گئے۔ یعنی اعتقادِ تائید اور قدرتِ مستقلہ کا عقیدہ سب کا خلاصہ یہ ہے کہ تصرف غیر مقید بالاذن کا اعتقاد پایا جائے۔ معلوم ہوا کہ استقلال کے جو معنی معترض کے کلام سے مفہوم ہوتے ہیں وہ قطعاً باطل ہیں۔ بلکہ اس کا صحیح مفہوم غیر مقید بالاذن ہونا ہے اور بس۔

لیجئے بوادر النواور سے تھانوی صاحب کی اور عبارت بھی ہمارے بیان کی تائید اور معترض کے ردِ بلغ میں ملاحظہ فرما لیجئے۔ تھانوی صاحب بوادر النواور حصہ سوم صفحہ نمبر ۷۷ پر لکھتے ہیں:

اور جاہلانِ عرب کا مشرک ہونا نص سے ثابت ہے پس لامحالہ وہ تصرف غیر مقید بالاذن کے قائل تھے۔ (مقالات کاظمی حصہ سوم، طبع ملتان ۱۹۹۵ء)

چونکہ دیوبندی حضرات فقط فروعی مسائل میں ہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کرتے ہیں اور عقائد و نظریات میں فرقہ و ہابیہ نجدیہ کے ہموا ہیں۔ اس لئے علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں حضرات کے مسئلہ شرک میں تمام خلل و شبہات کا ازالہ فرمایا۔ اور ثابت کیا ہے کہ اہلسنت کا مذہب چشمہ صافی کی مانند ہے جس میں کفر و شرک کی بدبو تک نہیں۔ رب کائنات آپ کی قبر مقدسہ پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ (آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم)

امیر حمزہ.....! چنانچہ اللہ تعالیٰ ان پانچ آیات کے بعد چھٹی آیت میں دوبارہ اپنے نبی سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

”قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَنْ يَّعْتَبُرُوْنَ“۔ (پ ۲۰ سورہ نمل: ۶۵)

ترجمہ: ”میرے رسول ان سے کہہ دو..... اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں کوئی غیب کا علم نہیں رکھتا اور انہیں تو یہ بھی خبر نہیں کہ وہ کب (قبروں سے) اٹھائے جائیں گے۔“

اور یہ بزرگ لوگ کہ جنہیں تم اللہ کے معاملات میں دخیل سمجھتے پھر رہے ہو، بچارے دخل کیا دیں گے وہ تو اس سے بھی بے خبر ہیں کہ آسمانوں اور زمینوں میں کیا ہو رہا ہے، مزید یہ کہ یہ کسی دوسرے کی خبر سے کیا واقف ہوں گے وہ تو اپنے آپ سے ناواقف ہیں۔ انہیں تو اپنے بارے میں بھی یہ تک نہیں معلوم کہ انہیں موت کے بعد کب اٹھا کر کھڑا کیا جائے گا..... الخ (شاہراہِ بہشت صفحہ نمبر ۱۵۳)

﴿جواب﴾

اس عبارت میں امیر حمزہ لکھتا ہے:

اور یہ بزرگ لوگ کہ جنہیں تم اللہ کے معاملات میں دخیل سمجھتے پھر رہے ہو۔
یہ اہلسنت پر سراسر صریح الزام ہے کہ ہم انبیاء و اولیاء رضوان اللہ علیہم اجمعین کو
رب کائنات کے معاملات میں دخیل سمجھتے ہیں۔ (دخیل کا مطلب ہے دخل دینے والا)
فرہنگ عامہ صفحہ نمبر ۲۶۰ طبع ۱۹۸۹ء

اہلسنت کا عقیدہ

۱۔ مخلوق کے ہر کمال اور بندے کی ہر صفت کے متعلق مومن کا یہی اعتقاد ہے کہ
کمال اور یہ خوبی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہے اور یہ بندہ اپنے اس کمال و خوبی میں ملی
الاطلاق مشیت جزئیہ کے ماتحت ہے اور کسی حال میں بھی معبود حقیقی سے مستغنی نہیں
اور بے نیاز نہیں۔ الحاصل بندے کو کسی امر میں اللہ تعالیٰ کی مشیت جزئیہ کے ماتحت نہ
سمجھنا یا اس کو کسی حال میں کسی اعتبار سے اللہ تعالیٰ سے مستغنی اور بے نیاز قرار دینا شرک
جلی اور کفر خاص ہے۔ (مقالات کاظمی صفحہ نمبر ۱۱۸ جلد ۳ طبع ملتان ۱۹۹۵ء)

۲۔ محبوبیت و شفاعت جو کہ تمام ادیان میں خواص بشر کیلئے ثابت ہے اس کو
ایسا منصب خیال کرنا کہ جس سے عبد خود مختار ہو کر تصرفات الہیہ کو (معاذ اللہ) مزاحمت
سے روک سکے شرک ہے اور رضائے الہی اور اس کی اجازت پر موقوف سمجھنا اور اس میں
درحقیقت عنایت الہیہ کا ظہور ماننا ایمان و توحید ہے۔

﴿عقائد اہلسنت صفحہ نمبر ۱۱۵ از مولانا حشمت علی خاں طبع کانپور﴾

امام الوہابؒ مولوی محمد اسماعیل دہلوی کا عقیدہ

پس جو کچھ تغیرات و انقلابات اطراف عالم یا بنی آدم میں پیدا ہوتے ہیں کوئی بھی
ان (اولیاء اللہ) کی قدرت سے نہیں ہوتے اور نہ ان میں بذات خود کسی تصرف کی

طاقت ہے بلکہ رب العزت نے ان کو تصرفات عالم کے آثار کی قدرت عطا فرما کر بنی
آدم کے کاروبار ان کے سپرد کر دیئے ہیں۔ پس یہ حکم خدا اپنی طاقت صرف کرتے ہیں
اور کونہ کونہ تصرفات اور رنگ و رنگ تغیرات عالم کون میں ظاہر کرتے ہیں۔ لہذا یہ اعتقاد
کہ وہ بذاتہ متصرف ہیں محض شرک اور کفر ہے۔

﴿منصب امامت صفحہ نمبر ۱۲۰ طبع لاہور ۱۹۸۸ء﴾
حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ مقام قرب خداوندی پر بحث کرتے
ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

جب تم اس مقام پر پہنچ جاؤ گے تو تمہیں ظاہری اجازت دے کر کائنات عالم میں
صرف کرنے کی قوت عطا ہوگی، اس میں کسی شک و شبہ کا تصور نہیں، آفتاب کی طرح
روشن دلیل و لاؤین کلام جو سب سے لڑائند سے زیادہ لذیذ ہو، بلا شک و شبہ سچا الہام جو
تمام نفسانی خطروں اور شیطانی وسوسوں سے پاک ہو، تمہیں عطا کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ
نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا ہے کہ اے بنی آدم! میں جس چیز کو ”ہونے“ کا حکم دیتا
ہوں، وہ ہو جاتی ہے۔ جب تم میرے فرمانبردار و تابع بن جاؤ گے تو تمہیں بھی ایسا ہی بنا
دوں گا کہ تم بھی جس شے کو کہو گے ”ہو جا“ ہو جائے گی، بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے
اکثر انبیاء و اولیاء اور خاص بندوں کو اس نعمت سے نوازا ہے۔

﴿فتوح الغیب صفحہ نمبر ۳۳ طبع لاہور مترجم﴾

آیت کریمہ کی تفسیر، مفسرین کرام کے ارشادات کی روشنی میں

ترجمہ آیت کریمہ.....

آپ فرمائیے (خود بخود) نہیں جان سکتے جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں غیب
کو، سوائے اللہ کے اور وہ یہ بھی نہیں سمجھتے کہ انہیں کب اٹھایا جائے گا۔

(ترجمہ کرم شاہ الازہری، تفسیر ضیاء القرآن صفحہ نمبر ۶۸۲ جلد ۲ طبع لاہور طبع اول)
علامہ سید محمود آلوسی (متوفی ۱۲۷۰ھ) رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

یعنی حق بات یہ ہے کہ جس علم غیب کی نفی کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اسے کوئی نہیں جانتا، اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص خود بخود نہیں جان سکتا، اور خاص بندوں کو علم ہے وہ یہ علم نہیں جس کی آیت میں نفی ہے بلکہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی فیض رسالی حاصل ہوا ہے، جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی فیض رسالی کے متعدد وجوہات میں سے کسی ایک وجہ سے انہیں مرحمت فرمایا ہے۔

(روح المعانی صفحہ نمبر ۱۱ جلد ۲، بحوالہ ضیاء القرآن صفحہ نمبر ۸۴ جلد ۲، طبع اول ۱۳۱۱ھ)

علامہ موصوف اس سے آگے چل کر فرماتے ہیں:

یعنی ساری بحث کا حاصل یہ ہے کہ علم غیب بلا واسطہ کلام اور حصاً اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہے یعنی سارا علم غیب بغیر اسکے بتائے کون جان سکتا ہے اور نہ بعض کو جان سکتا ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی (متوفی ۱۲۲۵ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب نہیں جان سکتا مگر اس کے جتانے اور سکھانے کے آخر میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یعنی میں کہتا ہوں کہ تقدیر عبارت یوں ہے کہ زمین و آسمان کی کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی تعلیم اور سکھانے کے بغیر غیب کو نہیں جان سکتی۔ (تفسیر مظہری، سورۃ نمل، طبع دہلی)

امام ابن حجر مکی (متوفی ۷۷۴ھ) رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ہم نے اس آیت کے بارے میں جو کچھ کہا اس کی امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ میں تصریح کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ غیب مستقل طور پر سارے معلومات الہیہ کو کوئی نہیں جان سکتا۔ (فتاویٰ حدیثیہ صفحہ نمبر ۳۱۱ طبع قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی)

جبکہ اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ جمیع معلومات الہیہ کو پوری تفصیل کے ساتھ کسی مخلوق محیط ہو جانا عقلاً و نقلاً دونوں طرح محال ہے۔ بلکہ اگر تمام اولین و آخرین کے سب علم جمع کر لئے جائیں تو ان کے مجموعہ کو علوم الہیہ سے اصلاً کوئی نسبت نہ ہوگی۔ یہاں تک کہ وہ نسبت نہیں ہو سکتی جو ایک ہونہ کے دس لاکھ حصوں میں سے ایک حصہ کو دس لاکھ

لکھوں سے ہے۔ (الدولۃ المکیۃ از اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی صفحہ نمبر ۳۱ طبع کراچی)

زیر بحث آیت مبارکہ کا شان نزول

کفار مکہ نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ جس قیامت سے آپ صبح و شام ہمیں ڈراتے رہے ہیں۔ ذرا یہ تو بتائیے کہ وہ کس سن میں کس تاریخ کو آئے گی۔ ان کے جواب میں فرمایا کہ ان کو شعور نہیں کہ وہ کب آئے گی (یعنی مجھے قیامت کے آنے کا علم نہیں)۔

(تفسیر ضیاء القرآن صفحہ نمبر ۲۸ جلد ۳ طبع اول)

مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

یہ آیت مشرکین کے حق میں نازل ہوئی، جنہوں نے رسول کریم ﷺ سے قیامت کے آنے کا وقت دریافت کیا تھا۔ (ترجمہ کنز الایمان سورۃ نمل ۶۱۲ حاشیہ ۱۱۸)

اہل سنت و جماعت کا مسلک

حضور ﷺ کے علم اقدس کے بارے میں ہمارا مسلک یہ ہے کہ اللہ جل مجدہ نے اپنے حبیب ﷺ کو روز اول سے روز آخر تک کا علم دیا ہے اور تمام علوم مند جبہ لوح محفوظ نیز

اہل ذات و صفات کی معرفت سے متعلق بہت اور بے شمار علوم عطا فرمائے۔ جمیع انبیاء کا علم دیا جس میں خاص وقت قیامت کا علم بھی شامل ہے۔ اور یہ تمام علم بتدریج حاصل ہوا ہے اور نزول قرآن مکمل ہونے تک آپ کو جمیع مخلوقات کا علم ماکان و ما یکون حاصل ہو گیا تھا۔

تو زیر بحث آیت مبارکہ کا جواب یہ ہے

﴿جواب نمبر ۱﴾..... ممکن ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ہو آپ کو علم قیامت عطا نہ کیا گیا ہو اور یہ بات ہمارے مسلک کے خلاف نہیں، کیونکہ ہم رسول اللہ ﷺ کیلئے بتدریج (نزول قرآن تک) علم ”مَکَانَ وَ مَکَکُونَ“ مانتے ہیں۔

﴿جواب نمبر ۲﴾..... جب آیت زیر بحث میں یہ احتمال موجود ہے تو پھر اس آیت کو رسول اللہ ﷺ کے علم قیامت کی نفی میں پیش کرنا درست نہیں۔ مشہور قاعدہ و کلیہ

ہے۔ ”اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال“

جواب نمبر ۳..... ممکن ہے کہ آپ کو قیامت کے آنے کا علم ہو کر آج امت کو بتانے کی اجازت نہ ہو۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ لوگ کب اٹھائے جائیں گے۔ یعنی قیامت کب آئے گی۔

جواب نمبر ۴..... نیز بعض مفسرین اور اولیاء کرام کا یہی نظریہ ہے۔

امام جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

واوتی علم کل شئی الا الخمس التی فی آیۃ: ان اللہ عندہ علم الساعۃ وقیل انہ اوتیہا ایضا بکتمہا والخلاف جاء فی الروح۔

(انھما نص الصغریٰ صفحہ نمبر ۳۰، ۳۱ طبع لاہور ۱۳۰۰ھ)

یعنی وہ تمام علوم جن کا عطا ہونا انسان کیلئے ممکن ہے۔ آپ کو ہر چیز کا علم عطا ہوا، سوائے پانچ اشیاء کے جن کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔ (ان اللہ عندہ علم الساعۃ، الخ) اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ان اشیاء کا علم تو ہوا لیکن اسے پوشیدہ رکھنے کی تاکید کی گئی اور روح کے معاملہ میں بھی یہی اختلاف موجود ہے۔ نیز فرماتے ہیں:

ایک گروہ کہتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کا علم تھا لیکن بتانے کا حکم نہ تھا۔ یہ اختلاف بالکل علم ساعت (قیامت) کے اختلاف کی طرح ہے۔

(شرح الصدور بشرح حال الموقی والقبور صفحہ نمبر ۳۰ طبع کراچی ۱۹۶۹ء)

شیخ احمد صاوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک دنیا سے تشریف نہیں لے گئے جب تک اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا و آخرت کے تمام مقیبات نہ بتا دیئے۔ لیکن ان میں سے بعض چیزوں کو چھپانے کا حکم حضور کو دیا گیا۔ (تفسیر صاوی صفحہ نمبر ۲۳۵، جلد ۲)

غوث العارفین حضرت عبدالعزیز دہلوی قدس سرہ نے اپنے خلیفہ خاص حضرت احمد بن مبارک سلجماسی کے سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے (ان پانچوں چیزوں کا علم جن کا تذکرہ ان اللہ عندہ علم الساعۃ، الخ میں ہے) کس طرح مخفی رہ سکتا ہے جبکہ امت کے اہل تصرف اولیاء بغیر اس کے کہ یہ چیزیں معلوم ہوں اور بغیر تصرف عوام کی خدمت انجام نہیں دے سکتے۔ تو پھر سید الوجود صلی اللہ علیہ وسلم سے مخفی کیسے رہ سکتی ہیں۔ (ابرار صفحہ نمبر ۳۵۹ طبع کراچی)

حدیث مبارکہ سے استدلال.....

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چند چیزوں کے متعلق کسی نے سوال کیا، تو آپ نے اس کو نا پسند فرمایا۔ جب سوالات کی کثرت ہوئی تو آپ کو غصہ آگیا اور فرمایا ”سلونی“ کہ مجھ سے پوچھ لو، ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا، تیرا باپ ابو حذافہ ہے۔ پھر ایک دوسرا شخص کھڑا ہوا اور پوچھا کہ یا رسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا تیرا باپ سالم، الشیبہ کا آزاد کردہ ہے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غضب کے آثار دیکھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہو رہے تھے، تو انہوں نے کہا کہ ہم اللہ بزرگ و برتر کی طرف رجوع کرتے ہیں (بخاری شریف صفحہ نمبر ۸۱۳ جلد ۳ مترجم طبع لاہور)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا ”سلونی“ مجھ سے پوچھ لو، اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اگر آپ کو علم قیامت نہ ہوتا تو فرماتے ”سلونی“ پوچھ لو مگر علم قیامت کے بارے میں نہ پوچھنا، اور آپ کا مطلق فرمانا ”سلونی“ آپ کے علم قیامت پر آگاہ ہونے کی واضح دلیل ہے، چونکہ علم قیامت کو چھپانے کا حکم تھا اس لئے صحابہ کرام کے ذہن سے ہی یہ بات نکال دی کہ وہ یہ سوال کریں کہ قیامت کب آئے گی۔ اگر صحابہ کرام یہ سوال کر دیتے تو آپ کو ضرور بالضرور بتانا پڑتا ورنہ آپ کا دعویٰ ”سلونی“ غلط ہوتا تھا۔

امیر حمزہ اور قرآن کریم کی آیت میں تحریف معنوی کا ارتکاب

آیت:..... مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ (پ ۲۳ الزمر: ۳)

موصوف مذکورہ بالا آیت کا ترجمہ کرتے وقت مشرکین مکہ کا دامن بچانا چاہتے تھے

کہ وہ بتوں کی پرستش نہیں کرتے تھے، جیسا کہ انہوں نے خود لکھا ہے:
غور فرمائیے..... کہ بزرگوں کی عبادت سے مشرکین مکہ بھی انکار کرتے تھے۔

(شاہراہِ بہشت صفحہ نمبر ۱۶۰)

اس قدر محو ہوئے کہ اوسان خطا ہو گئے، ہوش و حواس قائم نہ رہے اور آیت مذکورہ کا غلط ترجمہ کر کے تحریف معنوی کے مرتکب ہوئے۔

ہم اس آیت کا ترجمہ کسی موجودہ سنی عالم دین کا نقل نہیں کرتے بلکہ غیر مقلد کا ترجمہ لکھتے ہیں: اور ساتھ اپنی تائید میں خانوادہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے ایک مشہور خفی عالم شاہ عبدالقادر محدث دہلوی کا ترجمہ پیش کرتے ہیں تاکہ قارئین کرام ”امیر حمزہ“ کی علمی قابلیت کا اندازہ لگا سکیں۔

امیر حمزہ کا ترجمہ: ہم ان کی عبادت نہیں کرتے مگر بات یہ ہے کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیتے ہیں۔ (شاہراہِ بہشت ۱۶۰)

مولوی عطاء اللہ ثاقب (وہابی) کا ترجمہ

ہم تو ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ اللہ تک ہماری رسائی کرادیں۔ (ہدایہ المستفید صفحہ نمبر ۵۸۸، جلد اول طبع لاہور)

شاہ عبدالقادر خفی محدث دہلوی رحمہ اللہ کا ترجمہ

کہ ہم ان کو پوجتے ہیں اس واسطے کہ ہم کو پہنچادیں اللہ کی طرف پاس کے درجہ میں۔ (ترجمہ قرآن کریم، صفحہ نمبر ۵۹۰ طبع لاہور)

آیت مبارکہ ”إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ“ کا صحیح مفہوم

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ: اللہ تعالیٰ کی حمد ہے۔

الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ: شائے ملے یوم الدین: تہجد ہے۔

حمد و ثناء اور تہجد کے بعد ”إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ“ سے دعا کا آغاز ہوتا ہے۔

علامہ علاء الدین علی خازن اپنی تفسیر لباب التاویل صفحہ نمبر ۱۶ جلد اول میں فرماتے ہیں یعنی بندوں کا ”إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ“ کہنا ان کی دعا ہے کہ اے اللہ ہم

تیری ہی عبادت کریں اور تجھی سے مدد چاہیں۔ عبادت کے معنی ہیں اپنی انتہائی عاجزی اور کمزوری کے اعتقاد کے ساتھ کسی کو اس کے ذاتی استحقاق کی بنا پر معظّم ماننا۔

مفسرین نے اسی مفہوم کو اقصی الغایۃ الدلیل اور اقصی الغایۃ الخشوع سے تعبیر فرمایا ہے۔ عبادت کی تفسیر توحید کے ساتھ بھی کی گئی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو شریک سے پاک ماننا۔ ایسا کہ بعد وایا کہ نستعین اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو مستعان حقیقی سمجھ کر اس سے مدد طلب کرنا قطعاً ناجائز ہے۔ ہاں اگر اللہ کے کسی نیک بندے کو غیر مستقل سمجھتے ہوئے محض واسطہ رحمت الہی جان کر اس سے ظاہری استعانت کرے تو یہ ہرگز شرک نہیں بلکہ جائز ہے۔ اس لئے کہ یہ استعانت درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔ اگر ایسی استعانت کو شرک یا ناجائز قرار دے دیا جائے تو نہ دین کا نظام قائم رہ سکتا ہے نہ دنیا کا (ایمان صفحہ نمبر ۳۰، ۳۱ پارہ اول از علامہ کاظمی رحمہ اللہ)

جبکہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ وجوب وجود، استحقاق عبادت، خالقیت با اختیار خود تدبیر کائنات کلی و جزوی اسی کی ذات سے مختص ہے۔ (عقائد اہلسنت صفحہ نمبر ۲ طبع کانپور)

سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز (متوفی ۱۲۳۹ھ) محدث دہلوی رحمہ اللہ ”إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ“ کے تحت فرماتے ہیں۔ اس جگہ یہ سمجھنا چاہیے کہ غیر سے اس طرح استعانت حرام ہے کہ اعتماد اسی غیر پر ہو اور اسے حق تعالیٰ کی امداد کا مظہر نہ جانے اور اگر توجہ محض اللہ کی طرف ہو اور اسے اللہ تعالیٰ کی امداد کا مظہر جانے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت اور کارخانہ اسباب پر نظر رکھتے ہوئے اس غیر سے ظاہر استعانت کرے تو یہ راہ معرفت سے دور نہ ہوگا اور شریعت میں روا اور جائز ہے اس قسم کی استعانت انبیاء و اولیاء غیر سے کی ہے، درحقیقت استعانت کی یہ قسم غیر سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہی سے ہے۔

(تفسیر عزیزی صفحہ نمبر ۵ (فارسی) طبع چھپائی دہلی)

تو پھر خواہ مخواہ درج ذیل آیات قرآنی کو ہمارے خلاف پیش کرنا سراسر جہالت ہے۔

وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي

مَسِيدٌ خُلُوْنَ جَهَنَّمَ ۝ اٰخِرُيْنِ (پ ۲۳، المؤمن: ۶۰)

ترجمہ: ”یعنی اللہ فرماتا ہے کہ مجھ سے دعا مانگوں قبول کروں گا اور جو لوگ میری عبادت (دعا) سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب ذلت و خواری کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے۔“

نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الدعاء هو العبادۃ (ترمذی، ابوداؤد)۔

ترجمہ: ”پکار ہی تو عبادت ہے۔“ (شاہراہِ بہشت صفحہ نمبر ۱۶۵)

﴿جواب﴾

دعا کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ دعا بمعنی عبادت۔

۲۔ دعا بمعنی سوال۔

عبادت کرنے والے کو بھی داعی کہتے ہیں اور سائل کو بھی داعی کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کی عبادت کرنا شرک ہے لیکن کسی سے مانگنا یا سوال کرنا شرک نہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَا لِحِجَبِهِ۔ (پ ۱۱، سورۃ یونس آیت نمبر ۱۲)

ترجمہ: ”اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو لیٹنا ہمیں پکارتا ہے۔“

اس آیت مبارکہ میں لفظ دعا بمعنی عبادت استعمال ہوا ہے۔

قَالُوا اِذْ عُلِّقَ لَنَا رَبُّكَ۔ (القرآن)

ترجمہ: ”انہوں نے کہا (اب کے) اپنے پروردگار سے پھر درخواست کیجئے۔“

اس آیت میں دعا بمعنی سوال کے استعمال ہوا ہے۔

(مفردات القرآن صفحہ نمبر ۳۳۳ طبع لاہور ۱۹۷۷ء)

کیا ہر پکار شرک ہے؟

تمام متقدمین مفسرین نے جہاں بھی مشرکین کا بتوں کو دعا (پکار) کرنے کا ذکر آیا ہے دعا کا معنی عبادت کیا ہے۔

تدعون: ای تعبدون و قيل تدعونها الهة۔

(تفسیر قرطبی از ابو عبد اللہ محمد بن احمد متوفی ۶۶۸ھ)

ای تعبدونہم آلہہ۔

﴿تفسیر بیضاوی از علامہ بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ﴾

﴿تفسیر مظہری از قاضی ثناء اللہ متوفی ۱۲۲۵ھ﴾

ان الذين تدعون ايها المشركون الهة من دون الله و تعبدونها۔

(نیر ابن جریر از ابو جعفر ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ)

بعض غیر ذمہ دار لوگ ان کلمات کے مفہم کو صحیح نہ سمجھنے کے باعث جمہور اہل اسلام کی تکفیر اور ان کو مشرک ثابت کرنے میں اپنی زبان و قلم کا سارا زور صرف کر رہے ہیں۔ اس لئے ہم اس موضوع تفصیلاً گفتگو کرتے ہیں:

حافظ ابن قیم نے لفظ دعا کی تحقیق کرتے ہوئے لکھا ہے:

الدعاء نوعان دعاء عباده ودعاء مسالة والعاہد داع والسائل

داع۔ (جلاء الافہام صفحہ نمبر ۲ طبع لاہور ۱۹۷۷ء)

یعنی دعا کی دو قسمیں ہیں: ایک دعا بمعنی عبادت اور دعا بمعنی سوال ہے۔

عبادت کرنے والے کو بھی داعی کہتے ہیں اور سائل کو بھی داعی کہا جاتا ہے۔

۱۔ وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَا لِحِجَبِهِ۔ (پ ۱۱، سورۃ یونس آیت نمبر ۱۲)

ترجمہ: ”اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو لیٹنا ہمیں پکارتا ہے۔“

اس آیت مبارکہ میں لفظ دعا بمعنی عبادت استعمال ہوا ہے۔

۲۔ قَالُوا اِذْ عُلِّقَ لَنَا رَبُّكَ۔ (القرآن)

ترجمہ: ”انہوں نے کہا (اب کے) اپنے پروردگار سے پھر درخواست کیجئے۔“

اس آیت میں لفظ دعا بمعنی سوال استعمال ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کی عبادت کرنا شرک ہے۔ لیکن کسی سے مانگنا یا سوال کرنا شرک نہیں۔ جن لوگوں نے قرآن حکیم میں کبھی غور و فکر کیا ہے ان پر مخفی نہیں کہ کفار و مشرکین کا اپنے بتوں کے متعلق کیا عقیدہ تھا؟ وہ ان کو الہ مانتے تھے اور ان کی عبادت کرتے تھے۔

إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ ۝ وَيَقُولُونَ إِنَّمَا نَعْبُدُ إِلَهَنَا لَشَاعِرٍ مُّجْنُونٍ (پ ۲۳ سورۃ صافات آیت نمبر ۳۶، ۳۵)

جب انہیں کہا جاتا ہے کہ کہو الہ الا اللہ تو وہ غرور کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم ایک شاعر مجنون کے کہنے پر اپنے آلہ (خداؤں) کو چھوڑ دیں۔

اگر آج بھی کوئی انسان کسی کو الہ مانے اور اس کی عبادت کرے خواہ وہ جس کو الہ مان رہا ہے اور عبادت کرتا ہے انسان ہو یا غیر انسان، زندہ ہو یا مردہ اس کو پکارنا خواہ وہ سے ہو یا نزدیک سے شرک ہے لیکن محض خدا کرنا جبکہ منادئی کے متعلق خدا کرنے والے کا یہ عقیدہ نہ ہو شرک نہیں اور اس کو بھی شرک قرار دینا بہت بڑی جسارت اور زیادتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جو دعا (پکارنا) شرک ہے۔ وہ ہر حال میں شرک ہے اور جو شرک نہیں وہ کسی حال میں بھی شرک نہیں، انسان ہو یا غیر انسان، زندہ ہو یا فوت شدہ، نزدیک اور دور کی قیود سب من گھڑت ہیں۔ آپ غور فرمائیے اگر دور سے پکارنا شرک ہو تو کیا کسی بت کے پاس بیٹھ کر اسے پکارنا شرک نہیں ہوگا۔ اگر آپ کہیں گے کہ کیوں کہ یہ بے جان ہیں اس لئے ان کو نزدیک سے پکارنا بھی شرک ہے۔ تو آپ کا ان لوگوں کے بارے میں کیا ارشاد ہے جو زندہ فرعون کی اس کے سامنے کھڑے ہو کر پرستش اور عبادت کیا کرتے تھے۔ اور اس کے روبرو اس سے فریاد کیا کرتے تھے۔ یقیناً وہ بھی شرک تھے۔ اگرچہ وہ دور سے پکار نہیں رہے اگرچہ وہ بے جان کو پکار نہیں رہے تو جو چیز مابہ التماثل ہے وہ یہ ہے کہ پکارنے والا جس کو پکار رہا ہے اس کے متعلق اس کا عقیدہ کیا ہے اگر وہ اس کو الہ، معبود اور خدا یقین کرتا ہے تو یہ شرک ہے خواہ دور سے ہو یا نزدیک سے، وہ زندہ ہو یا مردہ، قرآن کریم نے بارہا اسکی تصریح کی ہے۔ لَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ: کسی کو

اللہ تعالیٰ کے ساتھ خدا سمجھ کر مت پکارو۔

اس لئے رسالت مآب ﷺ کے حضور میں عرض کرنا یا صلوات و سلام پیش کرنا شرک نہیں جیسے بعض غلو پسند لوگوں نے سمجھ رکھا ہے جنہوں نے مسلمانوں کو شرک بنانا اپنے من خطابت کا کمال سمجھا ہوا ہے کیونکہ کوئی کلمہ کو حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ کو الہ نہیں سمجھتا اور نہ حضور کی عبادت کرتا ہے، بلکہ ہر نماز میں کئی بار وہ اعلان کرتا ہے کہ: ”أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ“ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔ وہ آیات جو مشرکین عرب کے حق میں نازل ہوئیں ان کو اہل اسلام بے چسپاں کرنا خارجیوں کا شیوہ ہے۔ (ماخوذ تفسیر فیہ القرآن صفحہ نمبر ۳۱۱ جلد اول طبع اول لاہور)

علاوہ ازیں اگر کوئی شخص کسی کی محبت میں وارفتہ ہو کر اسے پکارے چاہے وہ شام، صبح، عراق وغیرہ میں ہو تو یہ پکار بھی شرک نہ ہوگی۔ جیسا کہ امام بخاری (متوفی ۲۵۶ھ) رحمہ اللہ نے روایت کی ہے۔

خدرت رجل ابن عمر، فقال له رجل اذكر احب الناس اليك فقال يا محمد صلى الله عليه وسلم۔

(الادب المفرد صفحہ نمبر ۲۵۰ از امام بخاری قدس سرہ)

(تخفیف الذاکرین، از علامہ شوکانی غیر مقلد)

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں سن ہو گیا، تو کسی نے کہا، انسانوں میں سے جس کے ساتھ (زیادہ) آپ کو محبت ہو یا دیکرو، انہوں نے کہا: یا محمد (ﷺ) علامہ وحید الزماں غیر مقلد لکھتا ہے:

اگر اسے (کسی کو) دور سے پکارے اور اس کی محبت میں وارفتہ ہو، جیسے عاشق اپنے غائب معشوق کو حاضر تصور کر کے پکارتا ہے اور پکارنے والا کوفہ میں ہو اور وہ بصرہ میں تو اس سے وہی ظاہر ہوتا ہے جو عوام الناس کہتے ہیں، یعنی یا رسول اللہ، یا علی، یا غوث (یعنی محبت میں وارفتہ ہو کر ان مقدس نفوس قدسیہ کو پکارا جاتا ہے) تو اس اکیلی نداء سے ان پر شرک کا فتویٰ نہیں دیا جائیگا۔ (ہدیۃ الہدی صفحہ نمبر ۵۰ طبع فیصل آباد ۱۹۸۷ء)

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَكُمْ فِيهَا مَائِدٌ تَدْعُونَ نَزْلًا۔ (پ ۲۲ سورۃ آیت نمبر ۳۱، ۳۲)

ترجمہ: ”جو چیز طلب کرو گے تمہارے لئے (موجود) ہوگی، (یہ) مہمانی“۔

“۔

اس آیت کریمہ میں تدعون بمعنی عبادت نہیں ہے۔ (مفردات القرآن)

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے قسریں سے حضرت کعب بن ضمیرہ کو ایک ہزار سواروں کے قریح حلب کیلئے روانہ کیا اور فرمادیا کہ میں تمہارے پیچھے آ رہا ہوں۔ لوہر یوقا حاکم حلب کو اس کے جاسوسوں نے خبر دی کہ عرب ایک ہزار کی جمیعت کے ساتھ تمہارے شہر کی فتح کے ارادے سے آرہے، اور وہ شہر سے چھ میل کے فاصلہ پر ہیں، یوقا نے لشکر کو تیار کر کے آدھا اپنے ساتھ لیا اور آدھا کمین گاہ میں مقرر کیا۔ جب حضرت کعب کی نظر یوقا کے لشکر پر پڑی تو اپنے لشکروں سے کہا کہ میرے اعزازہ میں دشمن کا لشکر پانچ ہزار ہے۔ جس کا تم مقابلہ نہیں کر سکتے۔ غرض مقابلہ ہوا، یہاں تک کہ مسلمانوں کو فتح میں یقین ہو گیا مگر اسی اثناء میں کمین گاہ سے یوقا کا لشکر آ پڑا جس کے سبب سے لشکر اسلام کا ایک حصہ بھاگنے لگا، دوسرے حصہ نے اہل کمین کا مقابلہ کیا، تیسرا حصہ حضرت کعب کے ساتھ جو مسلمانوں کیلئے بڑے بے چین تھے۔ اور ان کے بچانے کیلئے کوشش کر رہے تھے اور یوں پکار رہے تھے۔

يَا مُحَمَّدُ يَا مُحَمَّدُ يَا نَصْرَ اللَّهِ الْآنَ۔ یا معشر المسلمین البتوا انما هی ساعة ویا نای النصر وانتم الاعلون۔ (فتوح الشام صفحہ نمبر ۱۵۱ جلد اول طبع مصر)

ترجمہ: ”یا محمد یا محمد اے نصرت الہی نزول فرما، اے مسلمانوں کے گروہ ثابت قدم رہو، یہی ایک گھڑی ہے، مدد آنے والی ہے، تمہارا ہی بول بالا ہے۔“

ایک اعتراض اور اس کا جواب

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّ الدِّينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادَ أَمْثَلُكُمْ۔

(پ ۹ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۹۳)

ترجمہ: ”(اے کفار) بے شک وہ جنہیں تم پوجتے ہو، اللہ کے سوا، بندے ہیں

تمہاری طرح۔“

معلوم ہوا، کہ مشرکین مکہ اپنی مثل بندوں کو پوجتے تھے نہ کہ پتھر کے بتوں کو۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مشرکین مکہ تو بتوں کے پرستار تھے اور بت پتھریا لکڑی کے ہوا کرتے ہیں ان کو تمہارے جیسے بندے کیوں کہا گیا؟ امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ نے اس کے متعدد جواب دیئے ہیں۔

۱۔ کیونکہ یہ مشرکین کا عقیدہ تھا کہ یہ زندہ ہیں اور سنتے اور سمجھتے ہیں اس لئے ان کے اعتقاد کے مطابق ان سے بات کی گئی اور ان ساری آیتوں میں یہی اسلوب بیان کیا گیا ہے۔

۲۔ یہ الفاظ بطور استہزاء استعمال کئے گئے ہیں یعنی اے عقل کے دشمنوں! اگر تمہاری بات ایک منٹ کیلئے مان لی جائے کہ یہ زندہ ہیں اور سنتے سمجھتے ہیں تو پھر بھی زیادہ سے زیادہ تمہاری طرح انسان ہی ہوں گے۔ یہ آخر خدا کیونکر بن گئے۔ اور یہ اپنے جیسے انسان کی بندگی کا پٹہ گلے میں ڈالنا کہاں کی دانشمندی ہے۔

(تفسیر کبیر، سورہ اعراف)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے بتوں کو عباد کہنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ وہ بھی تمہاری طرح اس کے مملوک ہیں اور تمہاری طرح اس کے پیدا کردہ ہیں۔

(تفسیر قرطبی، سورہ اعراف)

امام راغب اصفہانی (متوفی ۵۰۲ھ) لکھتے ہیں:

محض صوری مشابہت کی وجہ سے ان بتوں کو آیتِ ربِّ الدِّینِ تَدْعُوْنَ مِنْ دُونِ
اللّٰهِ عِبَادًا اَمْثَلُكُمْ (پ ۹ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۹۴)

ترجمہ: ”(مشرکوں) جن کو تم خدا کے سوا پکارتے ہو، تمہاری طرح کے بندے ہیں۔“

اس میں عباد امثالکم کہہ دیا ہے حالانکہ وہ بے جان مجسمے ہیں۔ جیسا کہ دوسری جگہ
ان کے متعلق فرمایا:

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
شَيْئًا وَلَا يَسْتَطِيعُوْنَ۔ (پ ۱۴ سورۃ النحل آیت نمبر ۷۳)

ترجمہ: ”اور خدا کے سوا ان کو پوجتے ہیں جو ان کو آسمانوں اور زمینوں میں روزی
دینے کا ذرہ بھر بھی اختیار نہیں رکھتے۔“

اس طویل گفتگو کا خلاصہ یہ ہے: کہ جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرا
اور معبود بھی ہے جو اپنی ذات میں مستقل ہے یا صفات میں اس کے مشابہ ہے یا افعال
میں اس کا شریک ہے کہ پیدا کرتا اور روزی دیتا ہے اور جلاتا (زندہ) کرتا ہے، مارتا ہے
، ضرر نقصان دیتا ہے اور نفع دیتا ہے ان باتوں میں مستقل بالذات ہے، اللہ تعالیٰ کے
اذن و عطاء کا محتاج نہیں، تو ایسا اعتقاد رکھنے والا یقیناً مشرک ہے، ایمان سے خارج
اور ابدی جہنمی ہے، اسی کو شرک اکبر کہتے ہیں یہی توحید کے منافی ہے، اطلاقاتِ شرعہ
میں جب مطلقاً (لفظ) شرک بولا جاتا ہے تو اس سے اکثر یہی مراد ہوتا ہے۔ اس کے
علاوہ شرک کا اطلاق ایک اور معنی پر بھی ہوتا ہے۔ اس کو شرک اصغر کہتے ہیں اور وہ یہ ہے
کہ بندہ عبادت میں اخلاص نہ کرے، بلکہ ریا کاری کرے جیسا کہ حدیث شریف میں
ریا کاری کو چھپا ہوا شرک کہا گیا ہے۔

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ نبی
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے حق میں سب سے خطرناک بات جس کا مجھے اندیشہ
ہے شرک اصغر ہے، عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شرک اصغر کیا ہے۔ ارشاد فرمایا: ریا۔

(رواہ احمد) (حبیبہ الغافلین صفحہ نمبر ۱۱۲ از نصر بن محمد ابن ابراہیم (متوفی ۳۷۵ھ))

لیکن اگر کسی کو مستقل بالذات نہیں مانتا بلکہ اللہ تعالیٰ کا محتاج مانتا ہے اس کی عطاء
سے یہ کمال اس میں حاصل مانتا ہے، مثلاً کسی کو سمج و بصیر کہتا ہے اور یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے اس کو سمج و بصیر عطاء فرمائی ہے۔ یہ سننے اور دیکھنے میں اللہ تعالیٰ کے کرم
کا محتاج ہے وہ سننے اور دیکھنے کی قوت عطا نہ فرمائے تو نہ سن سکتا ہے اور نہ دیکھ سکتا ہے،
ایسا اعتقاد رکھنے والا بے شک مومن و موحد ہے، مشرک نہیں ہے، اس کو مشرک کہنے والا
جہل بے عقل ہے۔ کیونکہ اس کو مشرک کہنے کے یہ معنی ہوں گے کہ سننے اور دیکھنے کا
عطائی کمال شرک ہے یعنی معاذ اللہ یہ عطائی کمال اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت ہے۔
اور دوسرے کو اس میں شریک کرنا شرک ہے۔ یاد رکھیے یہ سراسر گمراہی ہے کیونکہ اللہ
تعالیٰ کا کوئی کمال عطائی اور غیر سے حاصل کیا ہوا نہیں ہر کمال اس کا ذاتی ہے۔ ثابت ہوا
کہ عطائی کمال کسی کیلئے ثابت کرنا ہرگز شرک نہیں۔

یاد رکھیے! اللہ تعالیٰ جو کسی مخلوق کو کوئی کمال عطا فرماتا ہے تو اس کے متعلق صرف
اعتقادِ مومن ہونے کیلئے کافی نہیں کہ یہ کمال اللہ کا دیا ہوا ہے۔ اتنی بات تو مشرکین بھی
اپنے معبودوں کے حق میں تسلیم کرتے تھے۔ بلکہ مومن ہونے کیلئے ضروری ہے کہ عطاء
خداوندی کا عقیدہ رکھتے ہوئے یہ اعتقاد بھی رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کمال کسی مخلوق
کو عطا فرمایا ہے وہ عطاء کے بعد حکم خداوندی، ارادہ اور مشیتِ ایزدی کے تحت ہے۔ ہر
آن خدا تعالیٰ کی مشیت اس کے ساتھ متعلق ہے۔ اور اس بندے کا ایک آن کیلئے بھی
اللہ تعالیٰ سے بے نیاز اور مستغنی ہونا قطعاً محال ہے۔

امیر حمزہ: نذر نیاز اور ایصالِ ثواب کی رسومات میں شرک کی آمیزش۔

(شاہراہ بہشت صفحہ نمبر ۱۶۸)

﴿جواب﴾..... اس عنوان کے تحت موصوف نے مسلمانوں کے مستحسن
معمولات جن میں امواتِ مسلمین کے ساتھ بھلائی کا راز مضمر ہے اور گیارہویں
شریف وغیرہ پر تنقید کی ہے اور ان کو شرک کی آمیزش سے تعبیر کیا ہے۔

اس میدان میں امیر حمزہ اکیلے ہی نہیں، بلکہ جس نے بھی محمد بن عبدالوہاب کی فیکٹری کا تیار کردہ سرمہ آنکھوں میں ڈالا، اس کے فوری اثرات مرتب ہوتے ہیں کہ وہ اپنے سوا کسی کو مسلمان ہی نہیں سمجھتا، تمام دنیا کے مسلمان مشرک نظر آتے ہیں۔ انبیاء و اولیاء اور صلحاء پر تنقید کرنا اس کی زندگی کا حاصل ہوتا ہے۔

مسئلہ ایصالِ ثواب اور اہلسنت و جماعت

ایصالِ ثواب یعنی قرآن مجید یا درود شریف یا کلمہ طیبہ یا کسی نیک عمل کا ثواب دوسرے کو پہنچانا جائز ہے۔ عبادتِ مالیہ یا بدنیہ، نفل سب کا ثواب دوسروں کو پہنچایا جاسکتا ہے۔ زندوں کے ایصالِ ثواب سے مردوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ کتب فقہ و عقائد میں اس کی تصریح مذکور ہے۔ ہدایہ اور شرح عقائد نفی میں اس کا بیان موجود ہے۔ اس کو بدعت کہنا ہٹ دھرمی ہے۔ حدیث میں سے بھی اس کا جائز ہونا ثابت ہے۔ حضرت سیدنا محمد ﷺ کی والدہ کا جب انتقال ہوا، انہوں نے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! اس حدیث کی ماں کا انتقال ہو گیا کون سا صدقہ افضل ہے؟ ارشاد فرمایا، پانی، انہوں نے کنواں کھدوایا اور یہ کہا کہ یہ سعد کی ماں کیلئے ہے۔

(ابوداؤد شریف صفحہ نمبر ۲۳۶ جلد اول)

معلوم ہوا کہ زندوں کے اعمال سے مردوں کو ثواب ملتا ہے اور فائدہ پہنچتا ہے۔ اب رہی تخصیصات مثلاً تیسرے دن یا چالیسویں دن یہ تخصیصات نہ شرعی تخصیصات ہیں نہ ان کو شرعی سمجھا جاتا ہے۔ یہ کوئی بھی نہیں کہتا کہ اس دن میں ثواب پہنچے گا اگر کسی دوسرے دن کیا تو نہیں پہنچے گا یہ محض روایتی اور عرفی بات ہے جو اپنی سہولت کیلئے لوگوں نے کر رکھی ہے۔ بلکہ انتقال کے بعد ہی سے قرآن مجید کی تلاوت اور خیرات کا سلسلہ جاری ہوتا ہے۔ اکثر لوگوں کے یہاں اسی دن سے بہت دنوں تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ مخصوص دن کے سوا دوسرے دنوں میں لوگ ناجائز جا۔ نہ ہیں یہ محض افتراء ہے، جو مسلمانوں کے سر باندھا جاتا ہے اور زندہ و

اموات کو ثواب سے محروم کرنے کی بیکار کوشش ہے پس جبکہ ہم ”اصل کلی“ بیان کر چکے تو نکات کے احکام خود اس کلیہ سے معلوم ہو گئے۔ سوم یعنی تیجہ جو مرنے کے تیسرے دن کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید پڑھوا کر یا کلمہ طیبہ پڑھوا کر ایصالِ ثواب کرتے ہیں اور بچوں اور اہل حاجت کو چنے پٹے یا مٹھائیاں تقسیم کرتے ہیں اور کھانا پکوا کر فقراء و مساکین کو کھلاتے ہیں یا ان کے گھروں پر پہنچاتے ہیں جائز و بہتر ہے۔ پھر ہر پنجشنبہ (جمعرات) کو حسبِ حیثیت کھانا پکا کر غرباء کو دیتے یا کھلاتے ہیں، پھر چالیسویں دن کھانا کھلاتے ہیں، پھر چھ ماہ بعد ایصالِ ثواب کرتے ہیں اس کے بعد برسی ہوتی ہے۔ یہ سب اسی ایصالِ ثواب کے فروع ہیں اسی میں داخل ہیں۔ مگر یہ ضرور ہے کہ یہ سب کام اچھی نیت سے کئے جائیں، نمائش نہ ہوں، نمود مقصود نہ ہو ورنہ ثواب ہے نہ ایہ مالِ ثواب۔

بعض لوگ اس موقع پر عزیز و اقارت اور رشتہ داروں کی دعوت کرتے ہیں، یہ موقع رحمت کا نہیں بلکہ جہنم جوں فقیروں کو کھلانے کا ہے جس سے میت کو ثواب پہنچے۔ اسی طرح شبِ برأت میں حلوہ پکاتا ہے۔ اور اس پر فاتحہ دی جاتی ہے۔ حلوہ پکا نا بھی جائز ہے اور اس پر فاتحہ بھی اسی ایصالِ ثواب میں داخل ہے۔ ماہِ رجب میں بعض جگہ سورۃ ملک پالیس مرتبہ پڑھ کر روٹیوں یا چھوہاروں پر دم کرتے ہیں اور ان کو تقسیم کرتے ہیں اور ثواب مردوں کو پہنچاتے ہیں یہ بھی جائز ہے اسی طرح ماہِ رجب میں حضرت جلال الدین بخاری رحمہ اللہ کے کوٹھے بھی ہوتے ہیں کہ چاول یا کھیر پکوا کر کوٹھوں میں بھرتے ہیں اور ختم دلا کر لوگوں کو کھلاتے ہیں یہ بھی جائز ہے ہاں ایک بات مذموم ہے وہ یہ کہ یہاں کوٹھے بھرے جاتے ہیں، وہیں کھلاتے ہیں وہاں سے بٹے نہیں دیتے یہ ایک لغو حرکت ہے مگر یہ جاہلوں کا طریق عمل ہے پڑھے لکھے لوگوں میں یہ پابندی نہیں اس ماہِ رجب میں بعض جگہ سیدنا امام جعفر صادق رحمہ اللہ کو ایصالِ ثواب کیلئے پوریوں کے کوٹھے بھرے جاتے ہیں یہ بھی جائز ہے مگر اس میں بھی اسی جگہ کھانے کی بعضوں نے پابندی کر رکھی ہے بیجا پابندی ہے اس کوٹھے متعلق ایک کتاب بھی ہے جس کا نام ”داستان عجیب“ ہے اس موقع پر بعض لوگ اس کو پڑھواتے ہیں اس میں جو کچھ لکھا ہے

اس کا کوئی ثبوت نہیں وہ نہ پڑھی جائے فاتحہ دلا کر ایصالِ ثواب کریں۔ ماہِ محرم میں دس دنوں تک خصوصاً دسویں کو حضرت امام حسین علیہ السلام و دیگر شہدائے کربلا کو ایصالِ ثواب کرتے ہیں کہ شربت پر فاتحہ دلاتا ہے کوئی شیر برنج پر کوئی مٹھائی پر کوئی روٹی کوشت جس پر چاہو فاتحہ دلاتا جائز ہے..... ہر ماہ گیارہویں تاریخ کو حضور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فاتحہ دلائی جاتی ہے یہ بھی ایصالِ ثواب کی ایک صورت ہے بلکہ غوثِ پاک کی جب بھی کبھی فاتحہ ہوتی ہے کسی تاریخ میں ہو عوام اسے گیارہویں کی فاتحہ کہتے ہیں..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال کے اوّل یا آخر شہدائے احد رضی اللہ عنہم کی زیارت کو تشریف لے جاتے۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ عرس کو نفو و خرافات چیزوں سے پاک رکھا جائے، جاہلوں کو نامشروع حرکات سے روکا جائے اگر منع کرنے سے باز نہ آئیں تو ان افعال کا گناہ ان کے ذمہ۔

(بہارِ شریعت از مولانا محمد علی علیہ الرحمۃ صفحہ نمبر ۸۳ تا ۸۵ طبع لاہور)

۱۔ مزید تفصیل کیلئے راقم کی کتاب ”قرآن خوانی، فاتحہ خوانی اور محفلِ قل خوانی کی شرعی حیثیت“ کا مطالعہ فرمائیں ۱۲

امامِ اہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۷۶ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و شیر برنج بنا بر فاتحہ بزرگے بقصد ایصالِ ثواب بروحِ ایشاں پزند و بخور اللہ مضائقہ نیست جائز است و اگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شود اغنیاء اہم خوردن جائز است۔ (زبدۃ الصالح صفحہ نمبر ۱۳۲)

ترجمہ: ”دودھ چاول (کھیر) کسی بزرگ کی فاتحہ کیلئے ان کی روح کو ثواب پہنچانے کی نیت سے پکانے اور کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے جائز ہے اور اگر کسی بزرگ کی فاتحہ دی جائے تو مالداروں کو بھی کھانا جائز ہے۔“

مولانا محمد عاشق بھٹائی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: عاشورہ کے ایام میں حضرت ائمہ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی طرف سے مکرر اشارہ ہوا کہ ان حضرات کی فاتحہ کرائی جائے چنانچہ ایک

دن شیرینی منگوائی گئی اور قرآن مجید کا ختم کر کے فاتحہ دلائی گئی اور حضرات ائمہ اطہار کی ارواحِ طیبہ میں خوشی و مسرت کے آثار ظاہر ہوئے۔ اٹخ (القول الجلی فی ذکر آثار الولی صفحہ نمبر ۱۸ طبع لاہور) (مترجم) ۱۳۲۰ھ (۱۹۹۹ء)

غیر مقلدین کے تاثرات

نواب صدیق حسن بھوپالی لکھتے ہیں: کہ اگر وجود اور صدرِ اوّل در زمانہ ماضی مبیود امامِ ائمہ و تاجِ المجتہدین..... اٹخ۔ (اتحاف النبلا صفحہ نمبر ۴۳)

مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد لکھتے ہیں: کہ شاہ ولی اللہ نے تمام عمر قرآن پاک کے ایک ایک نقطہ کی تفسیر و معانی کی تحقیق اور چھان بین میں صرف کر دی۔

(الجدید امرتسر ۳ راکتوبرہ ۱۹۳۰ء)

مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی رقمطراز ہیں: کہ شاہ ولی اللہ صاحب سے خدا تعالیٰ نے ہندوستان پر خاص فضل کیا۔ (الجدید امرتسر صفحہ نمبر ۹، ۱۲ جون ۱۹۱۳ء)

سید عبدالحی ندوی لکھتے ہیں: شیخ اجل، محدث اکمل، ناطقِ دوراں، حکیمِ زماں، فائقِ معاصرین اور زعیمِ عصر شاہ ولی اللہ بن عبد الرحیم دہلوی۔

(نہدۃ الخواطر صفحہ نمبر ۳۹۸ جلد ۶ طبع حیدر آباد دکن ۱۳۷۶ھ)

ایصالِ ثواب کا منکر بدعتی ہے۔

حافظ ابن قیم (متوفی ۷۵۱ھ) کا فتویٰ

حافظ ابن قیم جوڑی لکھتے ہیں:

بعض اہل بدعت متکلم کا مسلک ہے کہ مردے کو نہ دعا کا ثواب پہنچتا ہے اور نہ ہی کسی دوسرے عمل کا ثواب پہنچتا ہے۔ (اس کے بعد حافظ صاحب نے منکرین ایصالِ ثواب کے دلائل کا جواب دیا ہے)۔ (کتاب الروح صفحہ نمبر ۲۶ طبع لاہور ۱۹۹۷ء)

مسئلہ نامزدگی

زید نے ایک بکری قیمتی خریدی یا اپنے ریوڑ میں سے اپنے شیخ کیلئے نامزد کی۔ کہ

جب یہ موٹی تازی ہو جائے گی تو شیخ کی خدمت میں لے جا کر ہدیہ پیش کر دوں گا۔ اسے اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کر کے اس کا ثواب اپنے شیخ کو بخش دوں گا۔ تو ان دونوں حالتوں میں نامزد کیا ہوا جانور حرام نہ ہوگا۔ مرفوع حدیث میں ہے:

”عن عبد اللہ بن رواحہ انہ سمی شاة من غنمہ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واوصیٰ بها جارۃ لہ کانت فی الغنم فکان یتعاهدھا وینظر الیہا کلما اتی الغنم حتی سمیت وصلحت“۔ الخ

(کتاب الآثار صفحہ نمبر ۷۷ بروایت امام محمد شیبانی)

ترجمہ: ”حضرت عبد اللہ بن رواحہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی بکریوں میں سے ایک بکری حضور ﷺ کے نام کی (یعنی آپ کیلئے نامزد کی) اور اپنی لونڈی کو اس کی وصیت کی کہ اس کی (خوب) نگہبانی کرے۔ وہ اس کی نگہبانی کرتی تھی۔ اور حضرت عبد اللہ بن رواحہ اس طرف دیکھتے تھے جبکہ بکریوں میں آتے یہاں تک کہ وہ بکری مولیٰ تازی ہوگئی“۔ الخ

(ف) یعنی حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی یہ تمنا تھی کہ جب یہ موٹی تازی اور قربہ ہو جائے گی تو میں اس کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ہدیہ پیش کر دوں گا (مگر وہ ریوڑ میں سے کم ہوگئی) معلوم ہوا انبیاء و اولیاء کی طرف منسوب کردہ جانور حرام نہیں ہوتا۔

ایک اہم مسئلہ

معیار کفر و ایمان میں مجازی نسبت کی اہمیت

مجاز کو نظر انداز کر کے صرف حقیقت لفظ کو ہر وقت سامنے رکھ کر فیصلہ کرنے لگیں تو نصوص کے درمیان تطبیق و تفریق کا کوئی جواز ہی باقی نہیں رہ جائے گا اور کلام الہی میں تعارض نظر آئے گا جبکہ کلام ربانی ہر قسم کے تعارض سے منزہ و مبرا ہے۔

صاحب علم القرآن لکھتے ہیں:

یہ بات مسلمہ ہے کہ قرآن مقدس میں حقیقت و مجاز دونوں کا استعمال موجود ہے۔ اور یہی لازم ہے کہ تدریج قرآنی اور فہم قرآنی کیلئے ان کی معرفت بھی ضروری ہے۔ الخ (علم القرآن صفحہ نمبر ۱۱۹ از مولانا منظور احمد شاہ)

امام جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

لا خلاف فی وقوع الحقائق فی القرآن وہی کل لفظ نقی علی موضوعہ ولا تقدیم فیہ ولا تاخیر و اما المجاز فالجمهور الخ

(الاتقان فی علوم القرآن صفحہ نمبر ۳۶ جلد ۲ طبع مصر ۱۳۷۰ھ)

علماء معانی نے اسناد (نسبت) کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔

۱۔ حقیقیہ عقلیہ۔

۲۔ مجازی عقلی۔

حقیقت عقلیہ: یہ ہے کہ فعل کی نسبت ایسی شے کی طرف کی جائے کہ بظاہر مشکل کے نزدیک اس کی صفت ہو۔ جیسے انبت اللہ البقل (اللہ تعالیٰ نے سبزہ اگایا) سبزہ اگانا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، جب اس کی نسبت اس ذات اقدس کی طرف کی جائے گی تو اسے حقیقت عقلیہ کہا جائے گا۔

مجاز عقلی: یہ ہے کہ فعل جس کی صفت ہے، اس کی بجائے اس کے کسی متعلق کی طرف نسبت کر دی جائے اور ساتھ کوئی علامت بھی پائی جائے کہ یہ نسبت موصوف کی نہیں، بلکہ اس کے کسی متعلق کی طرف ہے، مثلاً فصل کی نسبت زمان، مکان یا سبب کی طرف کر دی جائے مثلاً بنی الامیر المدینہ (امیر نے شہر بنایا) حقیقتاً شہر کی تعمیر معماروں اور مزدوروں کا کام ہے، لیکن امیر چونکہ سبب ہے، اس کے کہنے پر شہر تعمیر کیا گیا، اس لئے مجازاً تعمیر کی نسبت اس کی طرف کر دی گئی۔

پھر مجاز پر دلالت کرنے والا قرینہ (علامت) کبھی لفظی ہوگی اور کبھی معنوی۔

علامت معنوی کی مثال دیتے ہوئے علامہ تفتازانی، احوال الاسناد الضعفی میں فرماتے ہیں، موسم بہار نے سبزہ اگایا۔ ایسا کلام صادر ہوگا تو حکم کیا جائے گا کہ یہ اسناد

علامہ راغب اصفہانی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں فرشتے کا لڑکا بخشنے کو اپنی ذات کی طرف منسوب کرنا محض سبب ہونے کی بنا پر ہے (ورنہ حقیقت میں بخشنے والا تو اللہ ہی ہے)۔

(مفردات القرآن صفحہ نمبر ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، طبع لاہور ۱۹۷۷ء)

مثال نمبر ۲

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

”قُلْ يَتَوَكَّلْكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ“۔ (پ ۲۱، سجدہ ۱۱)

ترجمہ: ”تم کہو تمہیں موت کا فرشتہ وفات دیتا ہے، جو تم پر مقرر ہے۔“

”اللَّهُ يَتَوَكَّلُ الْإِنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا“۔ (پ ۲۳، زمر ۴۲)

ترجمہ: ”اللہ جانوں کو وفات دیتا ہے ان کی موت کے وقت۔“

ان آیات میں پہلی آیت میں موت دینے کی نسبت بحیثیت واسطہ (مجازی طور پر) فرشتہ کی طرف کی گئی ہے۔ حالانکہ موت اور زندگی کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

”الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط“۔

(پ ۲۹، سورہ ملک ۲)

ترجمہ: ”وہ (اللہ) جس نے موت اور زندگی پیدا کی تاکہ تمہاری جانچ ہو تم میں کس کا کام زیادہ اچھا ہے۔“ (ترجمہ کنز الایمان)

مثال نمبر ۳

اللہ تعالیٰ جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے:

”لَقَدْ تَقَفَّلُوهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ قَعْلَهُمْ“۔ (پ ۹، انفال، ۱۷)

ترجمہ: ”تو تم نے انہیں نہیں قتل کیا تھا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا تھا۔“

”وَمَا رَمَيْتْ اِذْ رَمَيْتْ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمٰی“۔ (پ ۹، انفال، ۱۷)

مجازی ہے کیونکہ موحّد (توحید پرست) کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ اگانا موسم بہار کی علامت ہے جب یہی بات اللہ تعالیٰ کے وجود کا منکر کہے گا تو اسے حقیقت کہا جائے گا۔

یہی علامہ تفتازانی (متوفی ۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

کافر نے کہا کہ موسم بہار نے سبزہ اگایا، یہ نسبت اگرچہ اس کی طرف نہیں ہے کافرانہ اس کی صفت ہے، بلکہ اس کے غیر کی طرف ہے لیکن اس میں علامت نہیں (حتیٰ کہ اسے مجاز کہا جاسکے) کیونکہ یہ تو اسکی مراد اور اس کا عقیدہ ہے اسی طرح یہ کہا کہ طیب نے مریض کو شفا دی (المطول صفحہ نمبر ۹۹، ۱۰۶، طبع کتب خانہ رشیدیہ دہلی)

خلاصہ یہ کہ کافر نے کہا کہ طیب نے شفا دی، تو یہ حقیقت ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی تاثیر کا قائل ہی نہیں ہے۔ یہی بات اگر مومن نے کہی تو اسے مجاز عقلی کہا جائے گا اور اس کا ایماندار ہونا اس بات کی علامت ہوگا کہ وہ شفا کی نسبت طیب کی طرف اس لئے رہا ہے کہ وہ شفا کا سبب ہے اس لئے نسبت نہیں کر رہا کہ فی الواقع طیب نے شفا دی شفا دینا تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے

اس گفتگو پر غور کر لینے سے مسئلہ استعانت کی حیثیت بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ کیونکہ انبیاء و اولیاء سے مدد چاہنے والا اگر مومن ہے تو اس کا ایماندار ہونا اس بات کی علامت ہے کہ اس کے نزدیک کارساز حقیقی، مقاصد کا پورا کرنے والا، حاجتیں بر لانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ان امور کی نسبت انبیاء و اولیاء کی طرف مجاز عقلی کے طور پر کی گئی ہے کہ وہ مقاصد پورا ہونے کیلئے سبب اور وسیلہ ہیں۔

مثال نمبر ۴

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

”اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلٌ رَّبِّكَ لَا هَبْ لَكَ عَلٰمًا زَكِيًّا“۔ (پ ۱۶، سورہ مریم: ۱۸)

ترجمہ: ”انہیں (جبرائیل) نے کہا کہ میں تو تمہارے پروردگار کا بھیجا ہوا ہوں اور

اس لئے آیا ہوں کہ تمہیں پاکیزہ لڑکا بخشوں۔“

ترجمہ: اور وہ خاک جو تم نے پھینکی وہ تم نے پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی۔

ان دونوں آیات میں قتل کی نفی اور کنکری پھینکنے کی نفی کر کے اسے اپنے لئے ثابت کیا ہے۔ یہاں قتل اور کنکری پھینکنے کی (غیر اللہ) سے نفی نہیں، بلکہ مراد یہ ہے کہ قاتلین کا قتل اور کنکری پھینکنے والے کا کنکری پھینکنا اس معنی میں نہیں جو رب قادرِ قیوم کیلئے خاص ہے یعنی اختراع و تقدیر (جملہ) تو تم نے انہیں نہیں قتل کیا تھا (اور جملہ) اور وہ خاک جو تم نے پھینکی۔

ان دونوں جملوں میں قتل کرنے اور خاک پھینکنے کی غیر اللہ کی طرف نسبت، نسبت مجازی ہے۔

مثال نمبر ۴

”وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ“..... الخ (پ ۱۰ توبہ، ۵۹)

ترجمہ: ”اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو ان کو اللہ اور رسول نے دیا۔“

اس آیت مبارکہ میں دینے کی نسبت بوجہ سبب، رسول اللہ ﷺ کی طرف نسبت مجازی ہے۔ کیونکہ تمام کائنات کو عطا فرمانے والا حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہے۔

الہدٰی کا عقیدہ ہے کہ شفا، مریض، عطاء، رزق، ازالہ تکالیف و مصائب بطور استقلال و خلق اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ (عقائد الہدٰی صفحہ نمبر ۲ طبع کانپور)

ایک ضروری وضاحت

ذات الہی کے اسمائے حسنیٰ اور اسمائے صفاتی مخصوصہ ذات محمد ﷺ کے ناموں میں سے کسی شخص کو نامزد کر کے پکارنا اور لکھنا، تو ان میں سے بعض ایسے ذاتی و صفاتی اسماء ہیں جن سے نامزد کرنا اور پکارنا لکھنا جائز نہیں۔ مثلاً عربی زبان میں اللہ، خالق، رحمن اور ربی میں ایزو، یزدان، پروردگار کے صفاتی و ذاتی لفظوں سے کسی مخلوق کو متصف نہیں کیا تا، اسی طرح بعض صفات رسالت و نبوت سے اس امت خیر یا اعلیٰ امتوں میں سے

کوئی متصف نہیں کیا جاسکتا، جیسے نبی اللہ، رسول اللہ کی صفت سے، خواہ کسی نیت سے ہو پکارا نہیں جاسکتا کہ عرف مجاز میں بھی یہاں جائز نہیں۔ ہاں بعض صفات الہیہ اور صفات رسالت سے کسی کو پکارنا یا مثال پیش کرنا شرعاً جائز ہے۔ (وہو ہذا) مثلاً حکیم، حافظ، ہادی، مولیٰ، عالم، شہید، بصیر، سمیع، عزیز، سلطان، منکب وغیرہ۔ واقعی مذکورہ اسمائے صفاتی حقیقی تو رب العزت ہی کیلئے خاص ہیں کہ تمام اوصاف اس کے بالذات ہیں، عطائی نہیں۔ لیکن مذکورہ بالا اسمائے ربانی، عطائی صفاتوں سے نسبت کر کے مجازاً مخلوق پر بھی بولے جاتے ہیں۔

جیسے بعض صفات الہی سے مجازاً مخلوق کو متصف کرنا جائز ہے۔ ویسے ہی بعض صفات کل ختم رسالت و نبوت سے امت میں سے، جزوی بعض صفات سے بعض بزرگوں کو نامزد کر کے پکارنا جائز ہے۔ مثلاً مذکور، اسمائے صفاتی حسنیٰ باری تعالیٰ، تو ذاتی صفات حق تعالیٰ کیلئے مخصوص ہیں لیکن عطاء، بارگاہِ کریا سے، کسی جزوی غیر قدیم محض صفات حادث کی بنا پر انسان کو حکیم، حافظ، ہادی، مولیٰ، عالم، شہید، عزیز، سمیع، بصیر، سلطان، منکب وغیرہ کے نام سے نامزد کرنا پکارنا و لکھنا مجازاً ہمارے مذہب حقہ الہدٰی میں بے شک جائز ہے۔

مثال نمبر ۱

اللہ تعالیٰ کا نام حکیم ہے۔

وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (۵۲: ۲۲) القرآن

حکیم: حضرت ﷺ کا بھی صفاتی نام ہے اور آیت کریمہ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِکْمَةَ کی طرف اشارہ ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو حکیم الامت کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

علامہ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”وكان يقال: هو حكيم هذه الامة“۔

(تذکرۃ الحفاظ صفحہ نمبر ۲۳ جلد اول طبع احیاء التراث العربی)

ترجمہ: ”یعنی آپ کو اس امت (محمدیہ) کا حکیم کہا جاتا تھا۔“

حضرت احنف بن قیس (تابعی) کو علماء اسلام نے عاقل، مدبر اور حکیم لکھا ہے۔ (استیعاب صفحہ نمبر ۱۵۵ جلد اول)

سچ فرمایا اللہ کے انعام یافتہ لوگوں نے: ولایت نبوت کی اور نبوت ربوبیت کی مظہر ہوتی ہے۔ (تاجدار دارالاحسان صفحہ نمبر ۱۷۳ جلد ۲ طبع فیصل آباد ۱۹۹۸ء)

مثال نمبر ۲

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے متعلق ہے:

”إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَكَرُّؤٌ وَفٍ الرَّحِيمِ“۔ (البقرہ آیت نمبر ۱۳۳)

اور نبی کریم ﷺ کے متعلق قرآن مجید میں ہے۔

”بِالْمُؤْمِنِينَ رَءٌ وَفٍ رَحِيمٍ“۔ (سورۃ توبہ آیت نمبر ۱۲۸)

مثال نمبر ۳

اللہ تعالیٰ کا اسم صفاتی شہید ہے۔

”وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ“۔ (سورۃ سباء آیت نمبر ۲۷)

رسول اللہ ﷺ کا اسم بھی شہید ہے۔

”وَيَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا“۔ (پ ۱ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۳۳)

ترجمہ: ”اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ۔“

مثال نمبر ۴

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے متعلق ہے:

”هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ“۔ (پ ۱ سورۃ التوبہ آیت نمبر ۱۲۹)

ترجمہ: ”وہ عرش عظیم کا رب ہے۔“

ملکہ سبا کے تخت کے متعلق قرآن کریم ہے۔

”وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ“۔ (پ ۱۹ سورۃ النمل آیت نمبر ۲۳)

اس آیت مبارکہ میں ملکہ سبا کے تخت کو مجازی طور پر عرش عظیم سے تعبیر کیا گیا ہے۔

یاد رہے کہ عرش الہی سے صرف نام کی حد تک ہم واقف ہیں اور اس کی حقیقت

انسان کے فہم سے بالاتر ہے۔ اور وہ بادشاہ کے عرش کی طرح نہیں جیسا کہ عوام خیال

کرتے ہیں۔ کیونکہ اس صورت میں تو عرش باری تعالیٰ کا حامل قرار پائے گا۔ نہ کہ محمول،

حالانکہ ذات باری اس سے بالاتر ہے کہ کوئی چیز اسے اٹھائے۔

جیسا کہ خود قرآن کریم میں ہے:

خدا ہی آسمانوں اور زمین کو تھامے رکھتا ہے کہ اپنی جگہ سے ہٹ نہ جائیں اگر وہ

اپنی جگہ سے ہٹ جائیں تو خدا کے سوا کوئی ایسا نہیں جو ان کو تھام سکے۔ (القرآن ۳۵، ۳۴)

محبوب کبریٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

سات آسمانوں اور سات زمینوں کی مثال کرسی کے مقابلہ میں ایسی ہی ہے جیسے

بیاباں میں ایک انگوٹھی پڑی ہوئی ہو اور یہی حقیقت عرش کے مقابلہ میں کرسی کی ہے۔ الخ

(مفردات القرآن صفحہ نمبر ۶۸۶ طبع لاہور جنوری ۱۹۷۱ء)

یہ بات ذہن نشین رکھیں کہ رب کائنات اور بندوں میں جو بعض صفات مشترک

نظر آتی ہیں، یہ اشتراک صرف ظاہری اور لفظی ہے ورنہ خالق اور مخلوق کی صفات میں

کیا مناسبت۔

اللہ تعالیٰ کی تمام صفات ازلی، ابدی، لامتناہی اور ذاتی ہیں۔

جبکہ مخلوق کی صفات، حادث، متناہی اور عطا کی ہیں۔

نسبت مجازی کے متعلق غیر مقلدین کا عقیدہ

لاہور سے ایک شخص نے مولوی عبدالقادر روپڑی (غیر مقلد) خطیب جامع مسجد

چوک والگراں کو ایک سوال ارسال کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا ہے:

”قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ“۔ (پ ۱۳ سورۃ الرعد، آیت ۱۶)

ترجمہ: ”یعنی آپ کہہ دیجئے کہ خدا ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی یکتا اور سب پر غالب ہے۔“

مگر دوسری جگہ قرآن کریم میں ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا کہ وہ مٹی سے پرندے خلق کرتے تھے: اِنِّیْ اَخْلَقْتُ لَکُمْ مِنَ الطَّیْنِ کَهَيْئَةِ الطَّیْرِ (پ ۳ سورۃ آل عمران، آیت ۴۹) تو پھر عیسیٰ علیہ السلام پرندے خلق کرنے کی وجہ سے انسانوں، جیسے تو نہ ہوئے بلکہ اللہ تعالیٰ جیسے ہوئے۔

غیر مقلدین نے اس کا جو جواب دیا ہم اس بحث سے خلاصہ نقل کرتے ہیں: حافظ ثناء اللہ مدنی غیر مقلد جواب میں لکھتے ہیں: صفات الہیہ میں سے بعض ایسی صفات بھی ہیں جو بندوں اور خالق کے درمیان مشترک نظر آتی ہیں۔ مثلاً علم، سمع، بصر، رویت، ید وغیرہ وغیرہ لیکن یہ اشتراک صرف ظاہری اور لفظی ہے ورنہ بندے کی طرف ان کی اضافت اس کے مناسب حال عجز کے اعتبار سے ہے۔ اور خالق کائنات کی طرف ان کی نسبت اس کے کمال کے اعتبار سے ہے۔ قرآن کریم میں ہے ”لَیْسَ کَمِثْلِهِ شَیْءٌ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ“ اس جیسی کوئی چیز نہیں اور وہ دیکھتا اور سنتا ہے (اور) انسان کے بارے میں ہے: جَعَلْنٰهُ سَمِیْعًا بَصِیْرًا تو ہم نے اس کو سنتا دیکھتا بنایا۔

(ہفت روزہ عظیم الامجدیٹ، لاہور، شمارہ ۱۵ جولائی ۱۹۸۸ء، صفحہ نمبر ۵)

نواب وحید الزمان غیر مقلد لکھتا ہے:

اور جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد ”وَالَّذِیْ تَخْلُقُ مِنَ الطَّیْنِ“ اَرَحْ میں پیدا کرنے اور شفا دینے کی نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف مجازاً کی گئی ہے، پس اگر کوئی شخص حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام سے درخواست کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے مردے کو زندہ کریں تو شرک اکبر نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص زندہ ولی یا نبی، یا ولی کی

روح سے یہ درخواست کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے اسے اولاد دیا اس کی بیماری کو دور کر دیں تو یہ شرک اکبر نہ ہوگا۔ (ہدیۃ الہدی (عربی) صفحہ نمبر ۱۹ حاشیہ، طبع سیالکوٹ)

مخلوق پر عطائے ربانی کا انکار..... نصوص قرآنیہ کا انکار ہے

رب کائنات ارشاد فرماتا ہے:

”وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ“۔ (سورۃ البقرہ آیت نمبر ۳)

ترجمہ: ”اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا اس میں سے (ہماری راہ) خرچ کرتے ہیں۔“ (البیان)

”وَلَتَسْلُوْکُمْ بِشَیْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَ نَقْصٍ مِنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالْعَمَلِ وَ تَبْقِیْرِ الصُّبْحِیْنَ“۔ (پ ۲ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۵۵)

ترجمہ: ”اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے تھوڑے سے ڈر اور بھوک اور (تمہارے) مال اور جان اور چلوں کی کمی سے اور خوشخبری سنا دیجئے ان صبر کرنے والوں کو۔“ (البیان)

”قُلِ اللّٰهُمَّ مَلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ“۔ (پ ۳ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۲۶)

ترجمہ: ”کہئے اے اللہ ملک کے مالک تو سلطنت دیتا ہے جسے چاہے اور چھین لیتا ہے ملک جس سے چاہے۔“ (البیان)

”وَلَقَدْ اٰتٰیْنَا لُقْمٰنَ الْحِکْمَةَ“۔ (پ ۲۱ سورۃ لقمان آیت نمبر ۱۲)

ترجمہ: ”اور بے شک ہم نے لقمان کو حکمت عطا فرمائی۔“ (البیان)

”یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَّاآءً وَیَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الدُّکُوْرَ ۝ اَوْ یُزَوِّجُهُمْ ذُکْرًا اَوْ اُنْثٰی لَیَجْعَلَنَّ مِنْ یَّشَآءُ عَاقِبًا“۔ (پ ۲۵ سورۃ شورٰی آیت نمبر ۴۹، ۵۰)

ترجمہ: ”جسے چاہے بیٹیاں دے دے اور جسے چاہے بیٹے عطا فرمادے یا (کسی کیلئے) جمع کر دے بیٹے اور بیٹیاں اور جسے چاہے بے اولاد کر دے۔“ (البیان)

”وَمَا لَكُمْ الرَّسُولَ فَنُخَذُّوهُ وَمَا نَنْهَكُم عَنْهُ فَأَنْتَهُوْا“

(پ ۲۸ سورۃ الاحقر آیت نمبر ۷)

ترجمہ: ”اور رسول جو کچھ تمہیں دیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں رک

۔ (البیان)

”وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي

أَرْضٍ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ“ (سورۃ النور آیت نمبر ۵۵)

ترجمہ: ”اللہ نے وعدہ فرمایا ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور

وہ نے نیک عمل کئے کہ انہیں زمین میں ضرور ضرور خلافت دے گا جس طرح ان

وں کو خلافت دی جو ان سے پہلے تھے۔ (البیان)

”أَنَّ الْأَرْضَ يَرْثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ“ (پ ۱۷ سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۱۰۵)

ترجمہ: ”یقیناً زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔ (البیان)

”وَالَكُمْ مِنْ كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تَحْصُوهَا“

(پ ۱۳ سورۃ ابراہیم آیت نمبر ۳۴)

ترجمہ: ”اور تمہاری سب مانگی ہوئی چیزوں میں سے تمہیں (بہت کچھ) دیا اور اگر

تم اللہ کی نعمتیں گنو تو انہیں گن نہ سکو گے۔ (البیان)

”أَكْرَحْمَنُ لَا عَلَّمَ الْقُرْآنَ ۖ خَلَقَ الْإِنْسَانَ ۖ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۖ“

(سورۃ الرحمن آیت ۳۱ تا ۳۲)

ترجمہ: ”رحمن نے (رسول کل علم والائیہ) قرآن تعلیم فرمایا (اپنے محبوب رسول

کامل) انسان کو پیدا کیا انہیں (علوم قرآن کا) بیان سکھایا۔ (البیان)

”الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَهَبَ لِي عَلَى الْكِبَرِ إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ“ (سورۃ

ابراہیم آیت نمبر ۳۹)

ترجمہ: ”سب خوبیاں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل اور

اسحاق عطا فرمائے۔ (البیان)

”وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَانَ“ (پ ۲۳ سورۃ ص آیت نمبر ۳۰)

ترجمہ: ”اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا فرمائے۔ (البیان)

”وَوَهَبْنَا لَهُ مِنْ رَحْمَتِنَا أَخَاهُ هَارُونَ نَبِيًّا“

(پ ۱۶ سورۃ مریم آیت نمبر ۵۳)

ترجمہ: ”اور ہم نے انہیں اپنی رحمت سے ان کے بھائی ہارون نبی عطا فرمائے۔

(البیان)

نبوت کو بہرہ دہانی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے بھی بیان کیا گیا ہے۔

”قَوَّيْتُ لِي رَبِّي حُكْمًا“ (پ ۱۹ سورۃ شعراء آیت نمبر ۲۱)

ترجمہ: ”میرے رب نے مجھے حکم عطا فرمایا۔ (البیان)

قاضی محمد سلیمان منصور پوری (غیر مقلد) اسم وہاب کی شرح کرتے ہوئے لکھتے

ہیں: کہ مندرجہ بالا آیات (۲۱، ۲۲، ۲۳) پر غور کرنے سے واضح ہو گیا کہ اسم ”وہاب“ کے

ساتھ رحمت کا ذکر ضروری ہے۔ اور غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ رب العالمین کی

ہمہ عطایا و نعم کا مدار اس کی رحمت ہی پر ہے اور رحمت ہی سے صفت وہابیت کا ظہور ہوتا

ہے۔

وہاب وہ ہے کہ عطا ہائے صوری و معنوی اور علیات و دنیوی و آخروی کا مالک وہی

ہے۔ یہی اسم بتاتا ہے کہ بندہ کے پاس اس کے گھر کی کوئی شے نہیں، جو کچھ ہے سب

داد الہی، جو دانتا ہی کا نتیجہ ہے۔ (شرح اسماء الحسنی صفحہ نمبر ۶۹ طبع لاہور)

رسول اللہ ﷺ کا جو دو کرم اور سخاوت

۱۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ نبی اکرم ﷺ سے کوئی چیز

مانی گئی ہو اور آپ (ﷺ) نے انکار کیا ہو۔

۲۔ سنن دارمی، صفحہ نمبر ۶۶ طبع کراچی ۱۹۸۰ء

۳۔ کتاب الخفاء صفحہ نمبر ۷۷ جلد ۲ طبع لاہور ۱۹۸۰ء

۲۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بڑے حیا دار تھے۔ آپ ﷺ بڑے حیا دار تھے آپ سے کوئی چیز مانگی جاتی تو ضرور دیتے تھے۔
(سنن داری، صفحہ نمبر ۶۶ طبع کراچی)

۳۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی سخاوت میں جواب نہیں اور رمضان المبارک میں تو آپ ﷺ کا دریائے کرم انتہائی طغانیوں پر آجاتا تھا۔ جب جبرائیل علیہ السلام آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تو آپ کو تیز چلنے والی ہوا سے زیادہ بخ دیکھتے۔

﴿ کتاب الشفاء صفحہ نمبر ۸۷ جلد اول طبع لاہور ۱۹۸۰ء ﴾

﴿ مسلم کتاب انفساں صفحہ نمبر ۲۸ جلد ۶ ﴾

۴۔ ایک دفعہ آپ ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اتنا سونا مرحمت فرمایا کہ وہ اسے اٹھانہ سکے۔ (کتاب الشفاء صفحہ نمبر ۸۷ جلد اول طبع لاہور ۱۹۸۰ء)

۵۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ بارگاہ رسالت مآب میں نوے (۹۰) ہزار درہم پیش کئے گئے۔ آپ ﷺ نے ایک چٹائی پر رکھوالیا اور تقسیم فرمانے لگے، جب آپ ﷺ ہمارے درہم تقسیم فرما چکے تو اس کے بعد ایک سائل آیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ہمارے نام پر اپنی ضرورت کی چیزیں خرید لو، جب کسی جانب سے مال آئے گا تو تمہارے قرضے کی ادائیگی ہم کر دیں گے۔ اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ ﷺ جس کام کی استطاعت نہیں وہ اللہ نے ضروری قرار نہیں دیا۔ یہی اگر ﷺ کو یہ بات پسند نہ آئی، ایک انصاری عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ خرچ کرتے جائیں کیونکہ مالک آپ کو مال کی کمی کا اندیشہ کبھی لاحق نہیں ہوئے دے گا یہ بات سماعت فرما کر آپ ﷺ مسکرائے اور چہرہ انور سے بشارت کے آثار جھلکنے لگے، فرمایا کہ مجھے یہی حکم ملا ہے۔ (رواہ الترمذی)

۶۔ حضرت معوذ بن عفرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے طباق میں رکھ کر تازہ کھجوریں اور چوٹی چھوٹی ٹکڑیاں بارگاہ رسالت میں پیش کیں آپ نے مجھے ایک

کلی ہر سونا مرحمت فرمایا۔ (کتاب الشفاء صفحہ نمبر ۸۷ جلد اول طبع لاہور)
۷۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کسی آنے والی کل کیلئے ذخیرہ نہیں کرتے تھے۔ (کتاب الشفاء صفحہ نمبر ۸۷ جلد اول طبع لاہور)

۸۔ زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے زمین میں آپ کی کنیت ابو بکر اور اسم گرامی محمد بن مسلم بن عبید اللہ ہے۔ زہری آپ کا مشہور لقب اور وطن مدینہ منورہ ہے۔ تابعی محدثین میں آپ بہت ہی جلیل القدر عظیم المرتبت عالم دین اور علم حدیث میں اپنے دور کے مشہور مقتدی و امام ہیں۔ امام کھول رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے سوال کیا کہ آپ کی نظر میں سب سے بڑا عالم دین (موجودہ دور) میں کون ہے؟ فرمایا: زہری رحمۃ اللہ علیہ، آخری عمر میں مدینہ منورہ سے منتقل ہو کر شام میں سکونت اختیار فرمائی۔ ۱۲۳ھ میں انتقال ہوا۔ (اولیاء و جال الحدیث صفحہ نمبر ۱۱۱ طبع لاہور)

۹۔ ابو محمد (داری) کہتے ہیں کہ ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جب آپ کے پاس کوئی رقم ہوتی تھی تو وعدہ کرتے تھے۔ (سنن داری صفحہ نمبر ۶۶ طبع کراچی)

۱۰۔ قاضی عیاض مالکی اندلسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ آپ کی سخاوت کا یہی عالم اعلانِ کتب سے پہلے بھی تھا۔ ورقہ بن نوفل کہا کرتے تھے کہ آپ ﷺ ہماری کتبے والوں کو لوگوں کی کفالت فرماتے اور محتاج لوگوں کیلئے مال کماتے۔

(کتاب الشفاء صفحہ نمبر ۸۷ جلد اول طبع لاہور ۱۹۸۰ء)

۱۱۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اسلام کے آغاز میں جس شے کا سوال کیا جاتا، آپ ضرور عطا فرماتے۔ ایک شخص آپ کی بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے سوال کیا تو آپ نے اس کو صدقہ کی بھیڑ لڑائی سے بھری ہوئی وادی عطا کر دی۔ وہ اپنی قوم کی طرف لوٹا اور ان سے کہا اے قوم! قوم حلقہ بگوش اسلام ہو جاؤ کیونکہ محمد ﷺ اتنا بخشتے ہیں اور عطا کرتے ہیں کہ

آپ کو اپنے فقر وفاقہ کا سرے سے اندیشہ ہی نہیں ہوتا۔

(الوقفا، از محدث جوزی (م ۵۹۷) صفحہ نمبر ۳۹۸ طبع لاہور)

۱۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا ﷺ کل کیلئے کوئی چیز رکھ کر کے نہیں رکھتے تھے۔ (الوقفا، از محدث جوزی (م ۵۹۷) صفحہ نمبر ۳۹۸ طبع لاہور)

۱۳۔ حضرت ہارون بن رباب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بارگاہ ابوالقاسم (ستر ۷۰) ہزار درہم بچنے اور یہ مال تمام اموال سے زیادہ تھا جو کسی وقت بھی آپ کی بارگاہ اقدس میں لائے گئے، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو چٹائی پر رکھا، پھر تقسیم فرمائے اور جو ساکھ بھی آیا اس کو عطاء فرمایا، حتیٰ کہ سبھی تقسیم فرمایا اور ایک درہم بھی باقی نہ رکھا۔ (الوقفا، از محدث جوزی (م ۵۹۷) صفحہ نمبر ۳۹۸ طبع لاہور)

قارئین کرام! ان تمام گزارشات کو اپنے ذہن میں رکھیں تاکہ آپ زیر بحث مسئلہ کو آسانی سے سمجھ سکیں۔

داتا گنج بخش

حل لغات: داتا: نخی۔ صحیح: خزانہ۔ بخش: بخشے والا، دینے والا۔

یہ حضرت سید علی ہجویری لاہوری رحمہ اللہ (متوفی ۷۶۵ھ) کا مشہور لقب ہے بطور مجاز ان کی طرف نسبت ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں ہم چند ایک معروضات پیش کرتے ہیں۔

رب کائنات ارشاد فرماتا ہے:

”وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ“۔ (پس اسوۃ البقرہ آیت نمبر ۳)

”یعنی متقی لوگوں کی یہ بھی ایک نشانی ہے کہ وہ ہمارے دیئے ہوئے رزق میں (ہماری خوشنودی) کیلئے خرچ کرتے ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ نبی اکرم ﷺ سے کوئی مالگی گئی ہو اور آپ ﷺ نے انکار کیا ہو۔ (سنن دارمی صفحہ نمبر ۶۶ طبع کراچی)

چونکہ اولیاء اللہ، قرآن کریم اور اسوۂ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عملی تفسیر ہوتے ہیں، اس لئے سید علی ہجویری رحمہ اللہ میں سخاوت کا غلبہ بدرجہ اتم موجود تھا۔

بعض صحابہ کرام اور تابعین اپنے بعض اوصاف کی وجہ سے دوسرے صحابہ کرام اور تابعین میں منفرد نظر آتے ہیں۔ مثلاً

۱۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صداقت۔

۲۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عدالت۔

۳۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی سخاوت۔

۴۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شجاعت، مشہور و معروف ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کو فقیہ امت کہا جاتا ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو حکیم الامت کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔

تابعین میں سے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو تاریخ ثانی عمر (رضی اللہ عنہ) کے نام سے یاد کرتی ہے۔

چونکہ حضرت سید علی ہجویری رحمہ اللہ بے حد نخی تھے۔ جو ساکھ ڈر پر آیا، حتیٰ المقدور اس کی امداد و استعانت فرمائی، مصائب و آلام میں گھرا ہوا اگر کوئی آیا تو اس کیلئے دست بدعا ہوئے تو رب العزت نے اپنے وعدہ (لان مسألنی لاعطینہ) کے مطابق دعا کو شرف قبولیت بخشا، تو اس کے رنج و الم دور ہو گئے۔ یا اپنی ہمت باطنی سے جو کہ اللہ نے اپنے خاص مقبول بندوں کو ایک نعمت عظمیٰ عطا فرمائی ہے، جیسا کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا ارشاد گرامی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا ہے کہ اے بنی آدم! میں جس چیز کو ”ہونے“ کا حکم دیتا ہوں، وہ ہو جاتی ہے، جب تم میرے فرمانبردار اور تابع بن جاؤ گے تو تمہیں بھی ایسا ہی بنادوں گا کہ تم بھی جس شئی کو کہو گے ہو جائے گی، بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے اکثر انبیاء و اولیاء اور خاص بندوں کو اس نعمت سے نوازا ہے۔

(لوح الغیب صفحہ نمبر ۳۲ طبع لاہور)

مشیت ایزدی کے تحت مصائب کو دور فرمایا، اگر کوئی عرفان الہی کا پیاسا آیا، تو اس کی پیاس بجھائی، اگر کوئی سالک آیا تو اس کو عارف بنادیا۔ (لاہور) اور اس کے گرد و نواح کے لاتعداد افراد دولت ایمان سے مشرف ہوئے۔

اس لئے آپ لوگوں میں حضرت داتا گنج بخش کے لقب سے مشہور ہوئے اور آپ کا یہ لقب آپ کے غلبہ سخاوت کی عکاسی کرتا ہے (اس نعمت کا تعلق دین سے ہو یا دنیا سے) یاد رہے کہ آپ کا یہ وصف حادث، متناہی اور عطائی ہے جبکہ خالق کائنات کا یہ وصف قدیم، لامتناہی اور ذاتی ہے۔ اس لئے اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں لا کر اولیاء اللہ کے اوصاف کا انکار کرنا جہالت و گمراہی ہے۔ اللہ، اللہ ہے، بندہ بندہ ہے۔ دونوں کو اپنے مقام پر سمجھنا اور اس پر ایمان لانا صراطِ مستقیم ہے۔ نیز حضرت سید علی ہجویری پر (یہ لفظ: داتا گنج بخش) بطور مجاز استعمال ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں یہ لقب آپ کو حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ سے عطا کردہ ہے۔

مفتی غلام سرور لاہوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جب خواجہ بزرگ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ حصول مقاصد کے بعد قطبیت ہندوستان کی خلعت سے سرفراز ہوئے تو آپ حضرت سید علی ہجویری کے مزار گوہر ہار پر حاضر ہوئے۔ چلہ فرمایا (چلہ گاہ اب تک موجود ہے)۔ رخصت کے وقت آپ کے مزار کی طرف منہ کر کے فرمایا۔

گنج بخش ہر دو عالم مظہر نور خدا !

کاملاں را بجز کامل ناقصاں را راہنما

اسی دن سے آپ کا لقب گنج بخش مشہور ہوا۔

(خزینۃ الاصفیاء صفحہ نمبر ۱۷۵، ۱۷۶ (اردو) طبع لاہور ۱۹۸۲ء)

اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اولیاء کاملین میں ہوتا ہے جن کی بدولت ہندوستان کے علاقہ راجپوتانہ میں اسلام کی شمع فروزاں ہوئی۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری (غیر مقلد) لکھتا ہے:

سید معین الدین حسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۶ رجب ۶۳۲ھ) وہ بزرگ ہیں جنہوں نے یوپی، راجپوتانہ، دکن، بہار میں تنظیم کے ساتھ سلسلہ تبلیغ شروع کیا۔

(رسائل عشرہ المعروف گلدستہ مضامین صفحہ نمبر ۱۶۵ طبع لاہور ۱۹۷۷ء)

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی (غیر مقلد) لکھتا ہے:

معین الدین چشتی، بخاری زبدۃ الاولیاء و قدوة الاصفیاء از غایت شہرت محتاج۔ (شیخ انجمن صفحہ نمبر ۳۲۶)

مولوی ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد لکھتا ہے:

راجپوتانہ (ہندوستان) میں اسلام کی اشاعت حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ کے ذریعہ ہوئی..... آپ قبیح سنت تھے۔ (قادیانیہ جلد اول صفحہ نمبر ۱۵۱ طبع لاہور ۱۹۷۷ء) امیر حمزہ میں اگر جرأت ہے تو خواجہ معین الدین چشتی کے متعلق فتویٰ صادر فرمائیں۔ جنہوں نے سید علی ہجویری کو یہ لقب دیا ہے اگر لقب شرکیہ ہے تو خواجہ معین الدین کو کوئی کامل تسلیم کرنے والے علمائے غیر مقلدین کو کس صف میں شمار کرو گے، مسلمان یا مشرک؟

قاضی محمد سلیمان منصور پوری (غیر مقلد) جو کہ ایک جید عالم اور فاضل شخصیت تھے اور قرآن کریم کی حقیقت و مجاز کی اصطلاحوں سے بخوبی واقف تھے، اسی لئے موصوف نے اپنے ایک خطبہ میں حضرت سید علی ہجویری کو اسی لقب (یعنی گنج بخش) سے یاد کیا ہے، قاضی صاحب نے ۳۰ مارچ ۱۹۳۹ء میں انجمن الاحمدیہ لاہور کے جلسہ میں یہ خطاب کیا۔ جس کا عنوان تھا ”اسلام فی الہند“ یعنی ہندوستان میں اسلام کیونکر پھیلا۔

خطاب کرتے ہوئے کہا: مخدوم علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ جو عوام کی زبان پر داتا گنج بخش کے نام سے مشہور ہیں۔ لاہور میں پانچویں صدی میں پہنچ گئے تھے۔ اور ان کی تبلیغ سے پنجاب کے نو مسلموں کا سلسلہ دامان کو شوالک اور ملتان تک پہنچ گیا۔

(رسائل عشرہ المعروف گلدستہ مضامین صفحہ نمبر ۱۶۳ طبع لاہور ۱۹۷۷ء)

مولوی عبدالستار غیر مقلد لکھتا ہے:

وچہ کتاب اپنی دے حضرت منج بخش فرمایا
اسراہیلیاں تھیں ہک زاہد زہد کمال کمایا

(اکرام محمدی معنفہ مولوی عبدالستار صفحہ نمبر ۱۱ طبع لاہور)

کیا قاضی محمد سلیمان منصور پوری اور مولوی عبدالستار، حضرت سید علی ہجویری کو داتا گنج بخش کہہ کر مشرک ہوئے یا مسلمان ہی رہے؟
امیر حمزہ کی پیش کردہ درج ذیل آیت کا صحیح مفہوم
”قُلْ لَا أَكُونُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ“۔ (پے سورۃ الانعام آیت نمبر ۵۰) شاہراہِ بہشت صفحہ نمبر ۱۷۶

اس آیت کا ترجمہ یہ ہے: ”آپ فرما دیجئے کہ میں نہیں کہتا تم سے کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔“

امام فخر الدین رازی (متوفی ۶۰۶ھ) رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ آپ کہہ دیں، میں نہیں کہتا، میرے پاس خزانے ہیں۔ اللہ کے اور میں غیب نہیں جانتا، تحقیق ان کلمات سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع اور کسر نفسی ہے اور غصوع و عبودیت کا اقرار کرتا ہے تاکہ مسلمان قوم نصاریٰ کی طرح یہ اعتقاد نہ کر لیں۔ جیسے انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو (خدا کا بیٹا) کہہ دیا۔ (تفسیر کبیر صفحہ نمبر ۴۷ جلد ۴ زیر آیت قل لا اقول.....)

صاحب تفسیر خازن لکھتے ہیں:

کہ اس آیت سے مراد تواضع اور کسر نفسی اور اعتراف عبودیت ہے۔

(تفسیر خازن صفحہ نمبر ۱۶ جلد ۲)

یعنی حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں یہ نہیں کہتا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سارے خزانے میرے قبضہ میں ہیں، خود بخود جیسے چاہوں، ان میں تصرف کروں۔ میرے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اور میں اللہ تعالیٰ کے اذن اور اس کی

مشیت کے تحت ان میں تصرف کرتا ہوں، اور آیت کریمہ ان التبع الامایو حی (نہیں ہر دی کرتا میں مگر وحی کی جو بھیجی جاتی ہے میری طرف) اس پر دلیل ہے۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری (غیر مقلد) اسم ”دہاب“ کی شرح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: یہی اسم (دہاب) جو بتلاتا ہے کہ بندہ کے پاس اس کے گھر کی کوئی چیز نہیں، جو کچھ ہے سب دادِ الہی اور جو دنا تثنائی کا نتیجہ ہے۔ (شرح اسماء جلد ۱ صفحہ نمبر ۶۹ طبع لاہور) معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو خزانے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ ہیں (جتنے کہ آپ کی شان کے لائق تھے) تثنائی اور حادث ہیں۔

حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میں تمہارے لئے سامانِ آخرت تیار کرنے کیلئے تم سے آگے جا رہا ہوں۔ میں اس وقت بھی اپنے حوضِ کوثر کو دیکھ رہا ہوں۔ مجھے روئے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا فرمائی گئیں ہیں یا فرمایا، زمین کی چابیاں (عطا کی گئیں ہیں) ارنج۔

(بخاری صفحہ نمبر ۵۸۵ جلد ۲ مطبوعہ دہلی مکتبہ رشیدیہ)

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں:

”واعطی من کثر العرش ولم یعط منه احد“۔ (خصائص صفحہ نمبر ۱۹ طبع لاہور ۱۴۰۰ھ) ترجمہ: ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش کے خزانے عطا کئے گئے جو آپ کے علاوہ کسی کو عطا نہیں ہوئے۔“

نیز امام موصوف فرماتے ہیں۔

آپ کو چار وزراء عطا ہوئے ہیں، حضرت جبرائیل و میکائیل علیہ السلام اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما۔

(خصائص صفحہ نمبر ۱۹ طبع لاہور ۱۴۰۰ھ) (مشکوٰۃ صفحہ نمبر ۲۳۰ جلد ۳) (مترجم)

معلوم ہوا کہ رب کائنات نے آپ کو ارض و سما کی سلطنت عطا فرمائی ہے کیونکہ وزیر بادشاہ کے ہوتے ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۵۰۵ھ) اطاعتِ الہی کرنے والے افراد کے متعلق لکھتے ہیں:

کہ ان کو بیس (۲۰) نعمتیں دنیا میں عطا کی جاتی ہیں جن میں سے اٹھارویں نعمت زمین کے خزانوں کی ملکیت ہے۔ وہ جب بھی ارادہ کرے زمین پر ہاتھ رکھتا ہے تو اسے خزانے مل جاتے ہیں، جب اپنے پاؤں زمین پر مارتا ہے۔ تو ضرورت کے وقت پانی کے چشمے ابلنے لگتے ہیں، وہ جہاں بھی اترتا ہے اگر اس کا ارادہ ہو تو کھانا بھی مل جاتا ہے۔

(منہاج العابدین صفحہ نمبر ۳۳۸ (اردو) طبع کراچی ۱۹۷۷ء)

جب حضور ﷺ کی امت کے اولیاء اللہ کا یہ مقام ہے تو محبوب کبریا ﷺ کی رفعتوں، عظمتوں اور بلند یوں کا کون احاطہ کر سکتا ہے۔

غریب نواز اور داتا کا مفہوم

حل لغات: غریب نواز: غریبوں پر مہربانی کرنے والا۔

داتا: دینے والا، بخشی

حقیقی طور پر خداوند قدوس ہی غریب نواز اور داتا ہے۔ لیکن جب مخلوق کی طرف ان الفاظ کی نسبت ہوگی تو وہ نسبت مجازی ہوگی۔ کیونکہ مخلوق کے پاس جو کچھ ہے وہ عطائے ربانی (رب کا دیا ہوا) ہے۔

حضرت امام محمد غزالی (م ۵۰۵ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حقیقت میں جو دادور بخشی وہ ہے جو بلا غرض دے اور یہ امر آدمی سے محال ہے بلکہ حق تعالیٰ ہی کی صفت ہے۔ لیکن جو آدمی ثواب آخرت ہی پر اکتفا کرے تو ہم اسے مجازاً بخشی (داتا، غریب نواز) کہہ سکیں گے۔ (کیسائے سعادت صفحہ نمبر ۲۳۹ (مترجم) طبع لاہور)

جب یہ معلوم ہو گیا کہ مخلوق کے پاس جو کچھ ہے خدا تعالیٰ کا دیا ہوا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنی عطائیں سے مخلوق پر خرچ کرنے کی متعین (پرہیز گاروں) کی علامت بتایا ہے۔

”وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ“۔ (پ البقرہ آیت نمبر ۳)

ترجمہ: ”اور اس سے جو ہم نے انہیں دیا خرچ کرتے ہیں۔“

نیز مخلوق پر خرچ کرنے کے اجر کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یوں ارشاد فرمایا:

”مَنْ لَّدَيْنِ يَنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتُ سَبْعَ سَنَابِلَ لَهَا كُلُّ سُنبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝ الَّذِينَ يَنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَمْ لَا يَتَّبِعُونَ مَا انفَقُوا مِنْهُمَا وَلَا أَدَىٰ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ“۔ (پ ۳ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۶۱ تا ۲۶۲)

ترجمہ: ”مثل ان لوگوں کی جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانے کی سی ہے جس نے سات بالیں اگائیں ہر بالی میں سو دانے ہیں اور اللہ بڑھا دیتا ہے جس کیلئے چاہے اور اللہ بڑی وسعت والا بہت علم والا ہے جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر دینے کے بعد نہ حسا، جتنا کہیں اور نہ تکلیف دیں ان کیلئے ان کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے۔“ (البیان)

چونکہ خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ بے حد بخشی غریبوں پر رحم فرمانے والے اور حتی المقدور ان کی امداد و استعانت فرماتے تھے اس لئے غریب نواز کے لقب سے مشہور ہوئے۔ یاد رہے آپ کا یہ وصف عطائی، متاعی اور حادث تھا۔ شرک جب ہوگا جبکہ مخلوق میں یہ وصف ذاتی، لاقتناعی اور قدیم مانا جائے۔ جب ہمارا یہ مسلک ہی نہیں تو خواہ مخواہ اہلسنت کو شرک کہنا کہاں کی دانشمندی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو آدمی اپنے بھائی کو کافر کہے تو ان میں سے ایک اس کا مستحق ہو جاتا ہے۔

(صحیح بخاری صفحہ نمبر ۳۹۳، جلد ۳ (مترجم) طبع لاہور)

(ف) یعنی کسی نے کسی کو کافر کہا اور، ماکفر نہ تھا تو کفر اسی پر لوٹ جائے گا۔

خواجہ غریب نواز کا لنگر

شیخ محمد اکرم قدوسی لکھتے ہیں:

کہ خواجہ غریب نواز رحمہ اللہ کے لنگر میں اس قدر طعام پکاتا تھا کہ سارے شہر کے

غریب و مساکین سیر ہو کر کھاتے تھے۔ (اقتصاد الانوار صفحہ نمبر ۳۷۷ زمانہ تالیف ۱۱۳۰ھ، طبع لاہور ۱۹۹۳ء)

غوث اعظم

حل لغات: غوث: فریادرس، بزرگی کا ایک درجہ۔ اعظم: نہایت بڑا۔

(فرہنگ عامہ صفحہ نمبر ۳۳۳، ۳۵، ۳۶ (اسلام آباد ۱۹۸۹ء))
غوث اعظم، شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مقام و درجہ کی طرف اشارہ ہے۔ جس طرح اس کائنات کا ایک ظاہری نظام ہے۔ اسی طرح ایک باطنی نظام ہے۔ جس میں مختلف عہدوں پر اولیاء اللہ متعین ہیں، ان درجوں میں سے ایک درجہ (عہدہ) غوث کا ہے اور ان کی تعداد مختلف ادوار (زمانوں) میں کم و بیش ہوتی رہتی ہے۔ ان اغواث (غوث کی جمع) کے اوپر جو بزرگ نگران ہوتا ہے۔ اس کو غوث اعظم کہتے ہیں۔ جس طرح ظاہری نظام میں صوبہ پنجاب، سرحد، بلوچستان اور سندھ کے وزرا (وزیر کی جمع) پر میاں نواز شریف اپنے دور میں نگران تھے اور انہیں وزیر اعظم کہا جاتا تھا۔

یاد رہے جہاں ولایت کی انتہا ہوتی ہے، وہاں سے نبوت کی ابتداء ہوتی ہے۔ اور خالق کائنات اپنے ہر وصف کے لحاظ سے لامتناہی ہے۔ ازلی وابدی ہے اس لئے سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو غوث اعظم کہنے کا یہ ہرگز ہرگز مقصد نہیں کہ وہ ”نحوذ باللہ“ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا خداوند قدوس سے بھی بڑے ہیں۔ جس کا یہ عقیدہ ہو، وہ مشرک و کافر ہے اسے توبہ کرنی چاہیے۔ نیز شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے اس مقام کا انکار کرنا بھی گمراہی و بے دینی ہے۔

چونکہ نظام باطنی کا تعلق، باطن سے ہے اس لئے اس کے اثبات کیلئے علماء باطن کی شہادتیں معتبر و مستند ہوں گی۔

حضرت سید علی ہجویری لاہوری المعروف داتا گنج بخش (متوفی ۷۴۵ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

زمانہ ماضی میں ہم سے پہلے بھی اولیاء گزرے ہیں اور آج بھی موجود ہیں اور

قیامت تک ہوتے رہیں گے..... (ان میں بعض لوگوں کی ظاہری اصلاح کرتے ہیں) لیکن جو اولیاء اللہ مشکلات کو حل کرنے والے ہیں (یعنی لوگوں کی اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اذن سے مشکل کشائی کرتے ہیں) اور حل شدہ کو بند کرنے والے ہیں، بارگاہ حق تعالیٰ کے لشکری ہیں اور وہ تین سو افراد ہیں ان کو اختیار کہتے ہیں چالیس اور جن کو ابدال کہتے ہیں، سات اور جن کو ابراہیم کہتے ہیں، چار اور جن کو اوداد کہتے ہیں، تین اور جن کو کنفہاء کہتے ہیں ایک اور ہوتا ہے جسے قطب یا غوث بھی کہتے ہیں..... الخ۔

(کشف الکجوب صفحہ نمبر ۲۰۵، ۲۰۶ طبع لاہور)

نیز فرماتے ہیں:

اولیاء اللہ حق تعالیٰ کی طرف سے مدبران (مدیر کرنے والے) اور جہان برگزیدہ حضرات ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں حاکمان عالم بنا کر اس کا حل و عقد، بسط و کشادان کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔ جہاں کیلئے احکام انہیں کے ارادوں پر موقوف ہیں۔

(کشف الکجوب صفحہ نمبر ۲۱۷ طبع لاہور)

حضرت سید عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہر غوث و قطب جو اصحابِ تصرف ہیں جو کام یا تصرف بھی کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے کرتے ہیں، مگر پھر بھی اسے رسالت یا نبوت نہیں کہا جاتا، مگر اکثر لوگ یہ بات نہیں سمجھتے۔ (ابرہیز (مترجم) صفحہ نمبر ۷۴ طبع لاہور)

حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے خواجہ محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کہ اہل تصرف (اولیاء کرام) بہت طرح کے ہیں۔ بعض ماذون و مختار ہیں۔ حق تعالیٰ کے اذن سے اور اپنے اختیار سے جب چاہتے ہیں تصرف کرتے ہیں۔

(ارشاد دجمیہ از شاہ عبدالرحیم دہلوی صفحہ نمبر ۳۳ طبع دہلی ۱۳۳۳ھ)

امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۱۷۷ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کہ فرشتوں کی ایک عظیم جماعت دنیا میں اس خدمت پر مامور ہے کہ ان کو عالم بالا سے جیسا الہام ہوتا ہے اس کے مطابق انسان اور دیگر حیوانات کے دلوں میں اپنی تاثیر

سے مختلف ارادے اور خیالات پیدا کرتے رہتے ہیں جو مقصود قدرت کے مناسب ہوتے ہیں۔

(حجۃ اللہ البالغہ بحوالہ مفتاح العلوم شرح مشکوٰۃ مولانا روم صفحہ نمبر ۲۷۲ دفتر اول، حصہ دوم از مولوی نذیر عرشی)
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کے تحت شارح مشکوٰۃ مولانا روم، مولوی محمد نذیر عرشی لکھتے ہیں:

اسی طرح بعید نہیں کہ فرشتوں کی طرح اولیاء کو بھی قدرت الہیہ نے ایسی قدرت پر مامور فرمایا ہو۔

نیز لکھتے ہیں:

اولیاء اللہ کی دو جماعتیں ہیں ایک وہ ہیں جن کے سپرد خلق اللہ کی ہدایت و ارشاد، قلوب کی اصلاح نفوس کی تربیت اور قرب حق حاصل کرنے کی تعلیم ہے۔ یہ اہل ارشاد کہلاتے ہیں..... دوسرے وہ حضرات ہیں جن کے متعلق معاش خلق کی اصلاح اور امور دنیا کا نظام اور دفع بلیات ہے کہ اپنی ہمت باطنی سے باذن اللہ ان امور میں تصرف کرتے ہیں ان کو اہل تکوین کہتے ہیں۔ ان کے کاروبار ان ملائکہ کی طرح ہیں جن کو مدبرات الامر فرمایا گیا..... الخ

(مفتاح العلوم شرح مشکوٰۃ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ صفحہ نمبر ۲۷۲، ۲۷۳ دفتر اول، حصہ دوم طبع لاہور)

امیر حمزہ کے چچا زاد بھائی مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

جاننا چاہیے کہ اولیاء اللہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جن کے متعلق خدمت و ارشاد و ہدایت و اصلاح، قلوب و تربیت نفوس و تعلیم طرق قرب و قبول عند اللہ ہے اور یہ حضرات اہل ارشاد کہلاتے ہیں..... دوسرے وہ ہیں جن کے متعلق خدمت اصلاح معاش و انتظام امور دنیویہ و دفع بلیات ہیں کہ اپنی ہمت باطنی سے باذن اللہ ان امور کی درستی کرتے ہیں اور یہ حضرات اہل تکوین کہلاتے ہیں جن کو ہمارے عرف میں اہل خدمت کہتے ہیں اور ان میں سے جو اعلیٰ اور اقویٰ ہو وہ دوسروں پر حاکم ہوتا ہے اس کو قلب التکوین کہتے ہیں اور ان کی حالت مثل حضرات ملائکہ علیہم السلام ہوتی ہے، جن کو ”مدبرات

الامر“ فرمایا گیا۔ (المکلف صفحہ نمبر ۹۳ طبع دہلی)

امام الوہابیہ مولوی محمد اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں:

ملائکہ کی دو قسمیں ہیں ایک ماء اعلیٰ، دوسرے مدبرات الامر۔ ماء اعلیٰ کی شان الحاقی ہے جو کسی خاص قوم یا شہر کی اصلاح کیلئے مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ ان کی نظر تمام عالم کی اصلاح اور تمام بنی آدمی کی خدمت پر ہے۔ لیکن مدبرات الامر میں سے ہر ایک ایک معین کارخانے پر موزن ہے اور ان کی ہمت اس کام کیلئے صرف ہوتی ہے۔ کوئی ان سے کارخانہ ابرو باد پر موزن ہے، کوئی ارحام کے اندر صورت و شکل بنانے پر، کوئی بنی آدم کی حفاظت پر مامور ہے۔

ایسا ہی ان بزرگوں میں سے بعض تو بنی آدم کے متعلق حال کی اصلاح پر مامور ہیں، کسی شہر یا قوم کیلئے مخصوص نہیں۔ جیسا کہ خضر علیہ السلام اور ابدال و اوداد و افراد ہیں۔ مگر بعض دوسرے کسی خاص قوم یا کسی خاص لشکر یا شہر سے خصوصیت رکھتے ہیں جیسا کہ قطب نجباء اور قباء ان کو اہل خدمت سے کہتے ہیں پس اول قوم تو ماء اعلیٰ کی نائب ہے اور دوسرا دوسری قوم کا..... الخ (منصب امامت صفحہ نمبر ۱۱، ۱۱۵، ۱۱۶ طبع لاہور ۱۹۸۸ء)

نیز لکھتے ہیں:

امامت خفیہ (باطنی) انبیاء علیہم السلام کے منازل و جاہت و مقامات و ولایت کے ساتھ مشابہت کا حصول ہے اور عموماً سیادت جسے وساطت کہا جاتا ہے۔ رب العزت اور بندوں کے درمیان حصول فیوض نبوی سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ باوجود یہ لوگ ہدایت کیلئے مبعوث نہیں ہوتے پس ضروری ہے کہ یہ وساطت حصول فیوض تکوینی کیلئے متحقق ہوتی ہے۔ نہ کہ فیض تشریحی کیلئے۔ پس حکیم مطلق ان کو تصرفات کونیہ میں واسطہ بناتا ہے۔ مثلاً نزول بارش و پرورش اشجار، سرسبزی و نباتات و ہوائے انواع حیوانات و آبادی قریہ و امصار، تغلب احوال و اوزار و تحویل افعال و ادبار سلاطین و انقلاب حالات اغنیاء و مساکین اور ترقی و تنزل صغار و کبار، اجتماع و تفریق جنود و عساکر، و رفع بلا و دفع وباء وغیرہ۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ملک شام میں چالیس ابدال ہوں گے جب ان میں سے کوئی شخص وفات پا جاتا

ہے تو اللہ تعالیٰ کسی اور شخص کو اس کی جگہ مقرر کر دیتا ہے ان کی برکت سے مینہ برستا ہے دشمنوں پر فتح ہوتی ہے۔ انہیں کی برکت سے شام والوں پر عذاب نہیں آتا۔ ان کی وساطت امور مذکورہ میں تین طرح سے ثابت ہوتی ہے۔

اول:..... نزول برکت۔

دوم:..... عقد ہمت۔

سوم:..... ورود الہام۔

(۱)۔ نزول برکت کی مثال یوں سمجھئے مثلاً اللہ تعالیٰ نے آفتاب کے جسم کو باعث نور عالم اور دافع تاریکی بنایا ہے۔ اگرچہ اطراف عالم میں نور کا پھیلا نا اور روئے زمین سے سیاہی کا دور ہونا محض خدائے جل جلالہ کی قدرت کاملہ سے ہے اگر کوئی آفتاب کے نور کو خالق نور سمجھے گا تو کافر ہو جائے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی عادت اسی طرح جاری ہے کہ جس وقت آفتاب طلوع ہوتا ہے تو تمام روشن (جہان) ہو جاتا ہے۔

(۲)۔ اس طرح مقربان بارگاہ ملائکہ میں کہ جن کا وجود بمنزلہ آفتاب کے ہے جو جہنم ملکوت اوج پر چمکتا ہے۔

(۳)۔ اور اس طرح چاند سے جبروت میں جو شب درخشاں ہے۔ ان تمام کے ساتھ غیب سے ایک نور ظاہر ہوتا ہے۔ جو اصلاح عالم، انتظام بنی آدم، گردش ایام اور تغیرات حالات زمانہ کا سبب ہوتا ہے۔ پس جو کچھ تغیرات و انقلاب اطراف عالم یا بنی آدم میں پیدا ہوتے ہیں کوئی بھی ان کی قدرت سے نہیں ہوتے اور نہ ان میں بذاتہ کسی تصرف کی طاقت ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو تصرف عالم کے آثار کی قدرت عطا فرما کر بنی آدم کے کاروبار ان کے سپرد کر دیئے ہیں پس یہ بحکم خدا اپنی طاقت صرف کرتے اور گونا گوں تصرفات اور رنگارنگ عالم کون میں ظاہر کرتے ہیں..... الخ

نیز لکھتے ہیں: ظہور اثر کی تفصیل یوں ہے کہ ان بزرگوں کا سینہ صاف اور شفاف شیشے کی مانند ہے جو انکاس نور فنی سے سراسر درخشاں اور فیض خداوندی سے تمام عالم نور افشاں ہے عالم تقدیر میں جو کچھ مقدر ہوتا ہے اور ارادہ ربانی اس کے صادر ہونے

کے متعلق ہوتا ہے تو اس چیز کے وجود کی خواہش ان کے صاف دلوں میں جوش مارتی ہے اور اس کے ظہور کیلئے دست بہ دعا ہوتے ہیں تو ان کی دعا درگاہ رب العزت میں قبول ہوتی ہے..... الخ (منصب امامت صفحہ نمبر ۱۱۳ تا ۱۱۴ (تخلیصاً) طبع لاہور ۱۹۸۸ء)

اس تمام تفصیل کا حاصل یہ ہے کہ ظاہری نظام کی طرح ایک روحانی (باطنی) نظام ہے جس میں اولیاء اللہ مختلف عہدوں پر متعین ہیں ان میں ایک درجہ غوث کا بھی ہے اور ان تمام اغواٹ پر ایک نگران اعلیٰ ہوتا ہے جس کو غوث اعظم کہا جاتا ہے۔ (یعنی یہ ایک بزرگ کا درجہ ہے)۔

حضرت سید شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی غوثیت (یعنی آپ کا یہ عہدہ) قیامت تک برقرار رہے گا۔ اس لئے آپ کو اولیاء کی جماعت میں ”غوث اعظم“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تالیف ”الانہاء فی سلاسل الاولیاء مطبوعہ آری برق پریس دہلی کے صفحہ نمبر ۱۸ پر لکھا ہے۔

غوث الفرد الجامع محی الدین ابو محمد عبدالقادر جیلانی۔

صفحہ نمبر ۱۹ پر لکھا ہے: ”حضرت غوث“۔

صفحہ نمبر ۲۵ پر لکھا ہے: ”غوث الثقلین“۔

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی دوسری تصنیف ”مععات“ (فارسی) مطبوعہ شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد سندھ ۱۹۶۲ء کے صفحہ نمبر ۶۲ پر لکھا ہے: ”حضرت غوث جیلانی“۔

صفحہ نمبر ۸۳ پر لکھا ہے: ”حضرت غوث الاعظم“

نیز شاہ صاحب نے اپنی تیسری تالیف ”انفاس العارفین“ (فارسی) مطبوعہ ملتان کے صفحہ نمبر ۲۴ پر ایک مرتبہ ”غوث الاعظم“

صفحہ نمبر ۲۵ پر دو مرتبہ ”غوث الاعظم“

صفحہ نمبر ۳۸ پر تین مرتبہ ”غوث الاعظم“

صفحہ نمبر ۴۳ پر ایک مرتبہ ”غوث الاعظم“

صفحہ نمبر ۸۷ پر دو مرتبہ ”غوث الاعظم“ لکھا ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”ملفوظات عزیز“ مطبوعہ میرٹھ کے صفحہ نمبر ۶۲ پر غوث الاعظم لکھا ہے۔

مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنی کتاب ”صراطِ مستقیم“ طبع لاہور کے صفحہ نمبر ۱۳۲، ۱۳۳ پر غوث الاعظم اور صفحہ نمبر ۱۶۶ پر غوث الثقلین لکھا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی (متوفی ۱۰۳۳ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یہاں تک کہ نوبت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ تک پہنچی اور جب اس بزرگوار تک پہنچی تو منصب مذکور آپ کے سپرد ہوا اور آئمہ مذکورین اور حضرت شیخ کے درمیان کوئی بھی اس مرکز پر مشہود نہیں ہوتا اور اس راہ میں فیوض و برکات کا حصول جس کو بھی ہو خواہ وہ اقطاب و نجباء ہوں آپ ہی کے واسطے سے مفہوم ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ مرکز ان کے علاوہ اور کسی کو میسر نہیں ہوا یہی وجہ ہے کہ آپ نے فرمایا.....

افلت شمس الاولین و شمسنا

ابدا علی الفی علی لا تغرب

ترجمہ: ”پہلے لوگوں کے سورج غروب ہو گئے اور ہمارا سورج ہمیشہ بلندی کے کناروں پر رہے گا اور غروب نہ ہوگا۔“ (مکتوبات (مترجم) جلد سوم مکتوب نمبر ۱۲۳)

امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حق تعالیٰ نے آں جناب (سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ) کو وہ قوت عطا فرمائی ہے کہ دور و نزدیک ہر جگہ یکساں تصرف فرماتے ہیں آپ اپنے ہمعصر اور بعد میں آنے والے تمام اولیاء کرام کیلئے حصول ولایت اور وصول فیض کا وسیلہ کبریٰ اور واسطہ عظمیٰ ہیں

(غوث الثقلین صفحہ نمبر ۱۱۹ از مولانا ضیاء اللہ قادری)

نیز شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

اگر ان امور کے پیش نظر سالک کو کسی خاص روح سے مناسبت ہو جائے اور وہاں سے اسے فیض پہنچے تو اس واقعہ کی اصل حقیقت غالباً یہ ہوگی کہ اسے یہ فیض یا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت سے حاصل ہوا ہے یا امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ

ابھی کی نسبت سے یا اس سے فیض حضرت غوث اعظم کی نسبت سے ملا۔

(مجمعات اردو ترجمہ: تصوف کی حقیقت اور اس کا فلسفہ تاریخ صفحہ نمبر ۱۲)

حضرت شیخ محمد اکرم چشتی صابری قدوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جس کسی کو غاہری، باطنی فیض حاصل ہوا ہے، سیدنا غوث اعظم کی وساطت سے ہی ہوا خواہ اسے معلوم ہو یا نہ ہو، کوئی ولی آپ کی مہر کے بغیر منظور و معتبر نہیں ہو سکتا۔

(الاقتباس الانوار صفحہ نمبر ۱۹۴ طبع لاہور زمانہ تالیف ۱۱۳۰ھ)

مشکل کشا

بے شک ذات باری تعالیٰ ہی حقیقت میں مشکل کشا اور بگڑی بنانے والا ہے اور اس کی یہ صفت ذاتی ازلی اور لا متناہی ہے۔ جب بندہ کی طرف سے اس کی نسبت ہوگی تو یہ مجازی، عطائی، حادث اور متناہی ہوگی۔ انبیاء و اولیاء کے پاس جو مشکل کشائی کی قوت ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ ہی کی عطا کردہ ہے۔ اور یہ نفوس قدسیہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اذن کے تحت یہ فریضہ انجام دیتے ہیں۔

امام الوہاب یہ مولوی محمد اسماعیل دہلوی لکھتا ہے:

پس حکیم مطلق ان (اولیاء اللہ) کو تصرفات کوئیہ میں واسطہ بناتا ہے مثلاً نزول بارش و پرورش اشجار، سرسبزی نباتات و بقائے انواع حیوانات و آبادی قریہ و امصار، قلب احوال و اوزار و تحویل افعال و ادبار سلاطین و انقلاب حالات اغنیاء و مساکین اور ترقی و تنزل صغار و کبار، اجتماع و تفرق جنود و عسا کر و رفع بلا و دفع وباء وغیرہ اسے۔

(منصب امامت صفحہ نمبر ۱۱ طبع لاہور ۱۹۸۸ء)

خط کشیدہ الفاظ میں جن افعال کا ذکر کیا گیا ہے کیا یہ مشکل کشائی نہیں تو اور کیا ہے؟

نیز مولوی صاحب لکھتے ہیں:

پس جو تغیرات اور انقلابات، اطراف عالم یا بنی آدم میں پیدا ہوتے ہیں، کوئی بھی ان کی قدرت سے نہیں ہوتے اور نہ ان میں بذلتہ کسی تصرف کی طاقت ہے بلکہ رب

العرز نے ان کو تصرفات عالم کے آثار کی قدرت عطا فرما کر بنی آدم کے کاروبار ان کے سپرد کر دیئے ہیں پس یہ حکم خدا اپنی طاقت صرف کرتے ہیں گونا گوں تصرفات اور رنگارنگ تغیرات عالم کون میں پیدا کرتے ہیں۔۔۔۔۔ الخ

(منصب امامت صفحہ نمبر ۱۱۲، ۱۱۱ طبع لاہور ۱۹۸۹ء)

حجۃ الاسلام حضرت امام محمد غزالی نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں:

کہ جب بندہ اطاعت الہی میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو بے شمار نعمتیں عطا فرماتا ہے، جس میں سے بیسیوں نعمت یہ ہے۔

”کہ وہ اللہ تعالیٰ سے جو کچھ مانگتا ہے اس کو دیتا ہے ۱۔ اور اگر کسی کی سفارش کرنا ہے تو اس کی سفارش قبول کی جاتی ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہے تو وہ جس طرح بھی چاہے ان کی قسم کو پورا کر دیتا ہے ۲۔ یہاں تک کہ اگر کوئی ان میں سے پہاڑ کی طرف اشارہ کرے تو وہ اپنی جگہ سے ہٹ جاتا ہے وہ زبان سے سوال کرنے کا محتاج نہیں اگر اس کے دل میں کسی چیز کا خیال آ جاتا ہے تو وہ حاضر ہو جاتی ہے اور وہ ہاتھ سے بھی اشارہ کرنے کا محتاج نہیں ہوتا“۔ (منہاج العابدین صفحہ نمبر ۳۳۹ طبع کراچی ۱۹۷۳ء)

چونکہ اللہ تعالیٰ نے (اپنے رسول اکرم ﷺ کی زبان اقدس پر) فرمایا کہ جس نے میرے ولی سے عداوت کی میرا اس سے اعلان جنگ ہے اور جن چیزوں کے ذریعے بندہ مجھ سے نزدیک ہوتا ہے ان میں سب سے زیادہ محبوب چیز میرے نزدیک فراموش ہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے میری طرف ہمیشہ زبردستی حاصل کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ میں اسے محبوب بنا لیتا ہوں تو جب میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اسے ضرور دیتا ہوں۔ الخ۔ (مشکوٰۃ، کتاب الدعوات صفحہ نمبر ۱۹۷ مکتبہ امدادی ملتان)۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ نمبر ۹۶۳ چھاپائی)

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال رب اشعث مدبر بالابواب لو اقسام علی اللہ لا ہرۃ (رواہ مسلم عن ابی ہریرۃ، کتاب البر والصلۃ والادب)۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، بہت لوگ پریشان ہال غبار آلودہ دروازوں سے دھکیلے ہوئے رہتے ہیں کہ اگر خدا کے احکام پر کسی بات کی قسم کھا بیٹھیں تو وہ ان کی قسم پوری کر دیتا ہے۔

معلوم ہوا کہ مشکل کشا ایسا نام نہیں کہ جس کا استعمال قرآن وحدیث میں اللہ تعالیٰ کیلئے مخصوص قرار دیا ہو، اور دوسروں کے لئے ایسا نام استعمال کرنا شرک ہو، ایسی کوئی بات نہیں ہے بلکہ یہ لفظ خالق و مخلوق دونوں پر بولا جاتا ہے۔ البتہ خالق کیلئے استعمال کرنے میں اس کے جو معنی ہوتے ہیں، مخلوق کیلئے وہ معنی مراد نہیں ہوتے جس طرح رؤف، رحیم، کریم، سمیع، بصیر، مولیٰ وغیرہ متعدد الفاظ قرآن وحدیث میں خالق و مخلوق دونوں کیلئے استعمال ہوتے ہیں۔ اور اوراق گزشتہ میں اس مسئلہ پر ہم تفصیلی گفتگو کر چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

”وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ“۔

(پ ۹، سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۵)

ترجمہ: ”اور ان کے بوجھ ان سے اتارتے ہیں اور (دور کرتے ہیں ان سے) گلے کے طوق جو ان پر تھے“۔ (البیان)

”كَتَبَ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ“۔

(پ ۱۳، سورۃ ابراہیم آیت نمبر ۱)

ترجمہ: (یہ) کتاب ہے ہم نے اسے آپ کی طرف نازل فرمایا کہ آپ لوگوں کو تاریکیوں سے اجالے میں لائیں“۔ (البیان)

کیا انسانوں کو ظلمت اور گمراہیوں سے نکال کر راہ ہدایت کی طرف لانا یہ انسانوں کی مشکل کشائی نہیں تو اور کیا ہے؟

ان آیات میں انسانوں کو مشکل سے نکالنے کی نسبت حضور نبی کریم ﷺ کی طرف کی گئی ہے۔

فرقہ وہابیہ فقہات کی نعمت سے محروم ہے اس لئے اس فرقہ کو فرقہ وہابیہ قالیہ کہنا بجا ہوگا

اس فرقہ کے لوگ نہ ماننے پر آئیں تو کتاب وسنت کے دلائل کو بھی ٹھکرادیتے ہیں

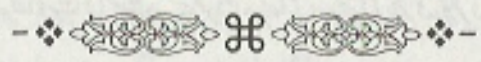
اور ماننے پر آئیں تو تمباکو کو مشکل کشا مان لیتے ہیں۔

حکیم مولوی محمد عبداللہ دہانی غیر مقلد (آف جہانیاں منڈی، خانیوال) درج ذیل عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

تمباکو کی مشکل کشائی

حوالہ شانی: داڑھ کے درد سے جو تکلیف ہوا کرتی ہے وہ سب پر عیاں ہے۔ مگر خداوند کریم کے فضل و کرم سے تمباکو داڑھ کیلئے تریاقِ کامل ہے۔ گو درد داڑھ کیلئے ایک مجرب نسخہ دانتوں کی بیماریوں میں عرض کر چکا ہوں تاہم ذیل میں اپنی حکایت بیان کرتا ہوں جس سے نسخہ خود بخود نکل آئے گا۔

حکایت.....: ایک دن میں اپنے احباب کے ساتھ دریائے گھگر پر مچھلیوں کا شکار کھیلنے کیلئے چلا گیا، اچانک مچھیرے کی داڑھ میں سخت درد ہونے لگا، خشک سالی اور خزاں کا دور تھا، دریا پر کوئی بوٹی میسر نہ آسکی، عجیب کشمکش اور پریشانی میں مبتلا تھا کہ کیا کیا جائے..... خیال پیدا ہوا کہ کیوں نہ تمباکو کے گل ساختہ سے مشکل کشائی کا کام لیا جائے۔ چنانچہ حقے کی چلم سے گل سوختہ نکال کر داڑھ پر ملوایا گیا۔ پانی نکل کر بالکل آرام آگیا۔ (نکس ملاحظہ ہو)..... (خاص تمباکو نمبر ۸۴، ۸۵، ۸۶ طبع لاہور) ❖



بابِ نہم

احوال و آثار

حضرت سید ابوالخیر نو لکھ ہزاری عجلتہ

برصغیر پاک و ہند میں جن اولیاء کرام نے توحید و رسالت کی شمع فروزاں کی اور کم کشمکش راہ کو کفر و شرک کی دلدل سے نکال کر اسلام کی دولت سے سرفراز فرمایا ان میں حضرت ابوالخیر نو لکھ ہزاری عجلتہ کا نام بھی سرفہرست آتا ہے۔ آپ کا اصل نام سید مراد شاہ بخاری ولد سید عمر حسینی ہے جو کہ حضرت عبدالجلیل عجلتہ کے خلیفہ تھے۔ اوائل عمر میں جبکہ آپ کی عمر ۱۲ سال تھی والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ حضرت معصوم قاسم عجلتہ اور حضرت زین العابدین عجلتہ آپ کے بڑے بھائی تھے اور سیدنا شیخ سرور عجلتہ آپ کے تایازاد بھائی تھے۔ آپ کا سلسلہ امام تقی عجلتہ سے ملتا ہے۔

ایک روایت کے مطابق آپ ڈیرہ غازی خاں کے قرب و جوار میں موضع ننگہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی اور پھر طلب علم میں یمن کا رخ کیا اور علوم ظاہری سے مالا مال ہوئے۔ اور سینکڑوں میل کی مسافت طے کر کے قصبہ نگر میں حضرت مٹھے شاہ امین فضل عجلتہ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور سلسلہ قادریہ میں داخل ہوئے۔

جب آپ کے پیرو مشد نے پسرور ضلع سیالکوٹ سے ڈیڑھ میل دور قیام فرمایا تو آپ نے اپنے شیخ کی بے حد خدمت کی اور طریقت کی منازل طے کیں۔ جو کچھ آپ کا حصہ مبارک تھا عیناً ہی فرمایا۔

بعد ازاں آپ نے حضرت چوہدری بزرگ عجلتہ کی سلسلہ سہروردیہ میں بیعت کی اور انہیں سے خرقہ خلافت پایا۔

نولکھ ہزاری کی وجہ

آپ نے اپنی زندگی میں نولاکھ ایک ہزار مرتبہ کلام اللہ شریف ختم کیا اسی لئے نولکھ ہزاری مشہور ہوئے۔ (لاہور کے اولیاء سہروردیہ یادگار سہروردیہ صفحہ نمبر ۶۷ طبع لاہور ۱۹۹۹ء)

شاہ کوٹ میں آمد

اس کے بعد مرشد کامل نے فرمایا کہ ساندل بار بمقام تیرتھ گڑھ جا کر قیام پذیر ہو جاؤ۔ (یہ شاہ کوٹ کا پرانہ نام ہے) اور دین اسلام کی شمع روشن کرو۔ آپ تیرتھ گڑھ پہنچ کر پہاڑیوں کے ساتھ ایک تالاب کے کنارے جواب ایک جوہڑے پر تشریف فرما ہوئے۔ تمام عمر تبلیغ اسلام میں بسر کی۔ سینکڑوں ہندوؤں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی، اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔ مشہور روایت کے مطابق ۱۵۰۶ء میں انتقال فرمایا۔ مزار مبارک اب تک مرجع خلایق ہے۔ (ماہنامہ القول السدید، لاہور، اپریل ۲۰۰۱ء، تخلص)

نبیہی وقت، آیت من آیات اللہ حضرت مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد قادری رضوی محدث اعظم پاکستان رحمہ اللہ کا جب اس علاقے سے گزر ہوتا تو آپ ضرور حضرت ابوالخیر رحمہ اللہ کی بارگاہ میں نذرانہ عقیدت پیش کرتے اور آپ نے کئی مرتبہ فرمایا کہ حضرت ابوالخیر قطب زمان تھے۔ (ماہنامہ القول السدید، لاہور، اپریل ۲۰۰۱ء، تخلص)

صوفی برکت علی لدھیانوی چشتی صابری قدس سرہ جن کو بعض علمائے غیر مقلدین بڑے احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ سوانح نگار لکھتے ہیں:

سلسلہ قادریہ چشتیہ صابریہ اور قلندر یہ کے بیشتر بزرگان کرام کے مزار شریف پوری آب و تاب کے ساتھ کراۓ ارض پر موجود ہیں۔ انوار و تجلیات کے یہ روحانی مراکز فیض رسانی سے ارواح و قلوب کو سیراب کر رہے ہیں۔ ہمارے شیخ بانی دارالاحسان مسلسل چودہ برس صابر صاحب کے مزار پر حاضری دیتے رہے۔ فرماتے ہیں کہ میں قبر اطہر پہ چڑھائی گئی چادر کے نیچے منہ چھپا کر گھنٹوں بیٹھا رہتا۔ پاکستان آمد کے بعد آپ لاہور میں داتا گنج بخش اور میاں میر، پاکستان میں بابا فرید الدین مسعود، نصیر پور میں قاری شاہ

عبدالکریم، سید و شریف میں شاہ عبدالغفور رحمہ اللہ اور شاہ کوٹ میں حضرت نولکھ ہزاری کے مزار پر حاضری دیتے، چادر چڑھاتے اور پھول پیش کرتے۔

(بانی دارالاحسان صفحہ نمبر ۶۵ جلد ۳ طبع فیصل آباد)

خاور سہروردی لاہوری لکھتے ہیں:

”تذکرہ قطبیہ“ میں شیخ ابوبکر حاکمی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابوالخیر شاہ اکثر عالم سکر میں رہتے تھے۔ ایک مرید نے شیخ مٹھ مدار رحمہ اللہ سے عرض کی کہ حضرت اگر ان جیسا مرد عالم ہوش میں ہوتا تو بہت سے لوگ فیض یاب ہوتے۔ آپ نے فرمایا کہ اے حضرت عبدالجلیل چوہڑی رحمہ اللہ کے پاس لاہور لے جاؤ، ان کی صحبت سے ہوش میں آجائے گا۔ اور اپنا نصیبہ بھی ان سے وصول کرے گا۔ چنانچہ آپ کو حضرت کی خدمت میں لایا گیا۔ حضرت نے جونہی ان کا کان پکڑا یہ فوراً ہوش میں آگئے۔ اور جو فیض حاصل کرنا تھا پایا۔

مدت العمر آپ کی یہ حالت رہی کہ کبھی عالم محو میں آجاتے اور کبھی عالم سکر میں چلے جاتے، سلطان بہلول لودھی نے رسول کوٹ نام ایک موضع اپنی صاحبزادی کو جہیز میں دیا تھا۔ حضرت عبدالجلیل رحمہ اللہ نے وہ زرخیز موضع شاہ ابوالخیر کو بخش دیا۔ یہ مقام سالکوں سے بارہ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ روضہ پختہ و مضبوط ہے۔ اور چیت کے کھیتوں میں آپ کے مزار پر عرس ہوتا ہے۔

(یادگار سہروردیہ صفحہ نمبر ۷۷ از خاور سہروردی لاہور طبع لاہور ۱۹۹۹ء)

حضرت نولکھ ہزاری رحمہ اللہ پر امیر حمزہ کے اعتراضات کا علمی محاسبہ

اعتراض نمبر ۱

حضرت ابوالخیر نولکھ ہزاری کو ان کے مرشد نے قرآن پاک کی ایک آیت کا وظیفہ بتایا اور کہا کہ یہ وظیفہ نولاکھ ہزار مرتبہ پڑھنا ہے۔ ہمارے حضرت کو وہ آیت بھول گئی، اب سوچا کیا کیا جائے؟ چنانچہ انہوں نے ایک ٹانگ پر پانی میں کھڑے ہو کر نولکھ ہزار

دفتر پورا قرآن پڑھو لا۔ (شاہراہِ بہشت صفحہ نمبر ۱۹۲)

حجاب

واقعی ایک انسانی قوت سے ایسا ہونا محال ہے مگر بطور کرامت ہونا محال نہیں۔ اور مذہبِ حق اہلسنت و جماعت میں اولیاءِ کاملین کی کرامات کا وقوع میں آنا برحق ہے۔ اور منکر کرامات اولیاءِ اللہ کا معجزی ہے۔ نیز آپ نے ۳۱ دن میں نہیں بلکہ پوری زندگی میں اتنی بار قرآن کریم پڑھا ہے۔ جیسا کہ یادگار سہروردیہ صفحہ نمبر ۶۷ پر مرقوم ہے۔

۱۔ حضرت عبدالرحمن بن اسود تابعی رضی اللہ عنہ کی عبادت و ریاضت کی ایک جھلک محمد بن اسحاق تابعی روایت کرتے ہیں کہ عبدالرحمن حج کے سلسلہ میں ہمارے یہاں آئے ان کے ایک پاؤں میں کچھ شکایت تھی مگر اس حالت میں وہ ایک پاؤں کے سہارے سات صبح تک نمازیں پڑھتے رہے اور عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔ (تہذیب الفہم ص ۱۳۰ نمبر ۶۱۰)

۲۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایک امتی کی کرامت

(حضرت سلیمان علیہ السلام) نے فرمایا: اے میرے درباریو! کون تم میں سے لے آئے گا میرے پاس اس (ملکہ سبا) کے تخت کو اس سے پہلے کہ وہ آجائیں میری خدمت میں فرمانبردار بن کر، عرض کی ایک عفریت نے جنات میں سے، حکم ہو تو میں لے آئی ہوں۔ آپ کے پاس اس سے پیش ازین کہ آپ کھڑے ہوں (پھر) عرض کی اس نے جس کے پاس کتاب کا علم تھا (جو آپ کا امتی تھا) اجازت ہو تو میں اس کو لے آتا ہوں اے آپ کے پاس اس سے پہلے کہ آپ کی آنکھ جھپکے۔ پھر جب آپ نے اسے دیکھا کہ وہ رکھا ہوا ہے آپ کے نزدیک تو فرمانے لگے (یہ) میرے رب کا فضل و کرم ہے۔ (سورۃ النمل آیت نمبر ۲۸-۳۱)

واقعی ایک عظیم تخت کا دور دراز علاقے سے آنکھ جھپکنے سے پہلے لے آنا، انساں

قوت سے باہر ہے مگر کرامت کے طور پر لے آنا محال نہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم سے اظہر من الشمس ہے اسی طرح حضرت ابوالخیر رضی اللہ عنہ کا ”لو کہ ہزار“ بار قرآن کریم کا ختم کر لینا بطور کرامت محال نہیں۔

۳۔ خلیفہ چہارم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کرامت

آپ کی یہ کرامت بھی روایت صحیحہ سے ثابت ہے کہ آپ گھوڑے پر سوار ہوتے وقت ایک پاؤں رکاب میں رکھتے اور قرآن مجید شروع کرتے اور دوسرا پاؤں رکاب میں رکھ کر گھوڑے کی زین پر بیٹھنے، اتنی دیر میں ایک قرآن مجید ختم کر لیا کرتے تھے۔ (شواہد نبوت صفحہ نمبر ۱۶۰ از مولانا جامی (م ۸۹۸ء))

اُمتِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیلئے قیامت کا پچاس ہزار

سال کا دن ایک نماز سے دوسری نماز تک کا عرصہ ہوگا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

”رسول اللہ ﷺ سے اس دن یعنی قیامت کے دن کے حلقہ دریافت کیا گیا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے، اس کی درازی کیا ہے، فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، مومن پر ہلکا کرو یا جائے گا یہاں تک کہ اس پر فرض نماز سے بھی آسان ہوگی جس کو وہ دنیا میں پڑھتا رہا۔“ (مشکوٰۃ صفحہ نمبر ۶۰ جلد ۳ (ترجمہ طبع لاہور))

ممکن ہے کہ حضرت ابوالخیر شاہ رضی اللہ عنہ اور عوام الناس کے دیکھنے میں بظاہر وہ تھوڑا عرصہ ہو اور حقیقت میں وہ ایک عرصہ دراز ہو جس میں اتنی تعداد میں قرآن کریم کا پڑھ لینا ممکن ہو۔ جیسا کہ مذکور بالا حدیث سے یہ حقیقت ظاہر ہے اور اسی کا نام کرامت ہے جہاں انسانی عقل عاجز آجاتی ہے۔ مومن کیلئے قیامت کا پچاس ہزار برس کا دن، ایک وقت کی نماز پڑھنے میں جتنی دیر لگتی ہے اس عرصہ کے مانند ہوگا یا ایک نماز سے دوسری نماز کے درمیان جتنا وقفہ ہوتا ہے اس عرصہ کے برابر ہوگا۔

۴۔ شیخ عدی بن مسافر رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کرامت

امام ابوالحسن اشلونی الشافعی (متوفی ۷۰۳ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ عدی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے حضرت موصوف کی خدمت میں ۱۱ سال گزارے۔ میں نے ان کے خاوقات اپنے بارے میں مشاہدہ کئے ہیں مثلاً ان کے ایک یہ ہے کہ ایک دن میں اپنے ہاتھوں پر گرم پانی ڈالتا تھا۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ کیا کرتا ہے۔ میں نے کہا کہ قرآن مجید کی تلاوت کا ارادہ کرتا ہوں، کیونکہ میں اس میں سے سوا سورۃ فاتحہ اور اخلاص کے اور کوئی سورۃ یاد نہیں رکھتا، اس کا حفظ کرنا مجھ بہت مشکل ہے۔ تب انہوں نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر مارا تو میں نے اسی وقت تمام قرآن مجید حفظ کر لیا۔ اور میں ان کے پاس سے نکلا تو اس کو پورا پڑھتا تھا اس میں مجھ پر کوئی آیت بھی اچکتی نہ تھی میں اب تک اس کے پڑھنے میں اور لوگوں سے عمدہ پڑھتا ہوں اور اس کے درس پر زیادہ قادر ہوں۔

(بجہ الاسرار تذکرہ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ صفحہ نمبر ۳۴ طبع لاہور ۱۹۹۵ء)
واقعی ایک منٹ میں قرآن کریم کا حفظ ہونا محال ہے۔ مگر بطور کرامت محال نہیں جیسا کہ مذکورہ بالا حضرت عدی بن مسافر رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت سے ظاہر ہے۔

۵۔ شیخ ابو عمرو بن مرزوق قرشی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کرامت

ان کے پاس مصر میں دو شخص آئے ایک تو عربی تھا، جو عجمی کا ایک لفظ نہیں جانتا تھا۔ دوسرا عجمی آیا جو کہ عربی کا ایک لفظ نہ جانتا تھا۔ دونوں باتیں کرنے لگے، وہ ایک دوسرے کی بات نہ سمجھتے تھے۔ عربی نے کہا میں چاہتا ہوں کاش! عجمی زبان جانتا۔ عجمی نے کہا میں چاہتا ہوں کہ کاش! میں عربی زبان جانتا۔ وہ دونوں کھڑے ہوئے۔ پھر اگلے دن شیخ کی خدمت میں آئے تو یہ حال تھا کہ عربی تو عجمی زبان میں کلام کرتا تھا جیسے فصیح عجمی کرتے ہیں اور عجمی ایسی عربی بولتا تھا کہ کوئی بڑا فصیح عربی بول رہا ہے۔ عربی بولا کہ آج کی رات میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زیارت کی، ان کے پاس شیخ ابو عمرو

تھے۔ تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ابو عمرو رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ تم ہماری نیابت میں ان کو مجھے زبان سکھا دو۔ شیخ نے میرے منہ میں لعاب ڈالا، تو جب میں جاگا تو میں عجمی بولی بولنے لگا۔ عجمی نے کہا کہ میں نے آج رات خواب میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، اور آپ کے پاس شیخ ابو عمرو رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخ ابو عمرو سے فرمایا کہ میری طرف سے ان کو عربی سکھا دو۔ تب شیخ ابو عمرو رحمۃ اللہ علیہ نے میرے منہ میں لعاب ڈال دیا اور جب میں جاگا تو عربی بولتا تھا۔ (بجہ الاسرار صفحہ نمبر ۵۱۳ طبع لاہور ۱۹۹۵ء)

دیکھئے ایک منٹ میں عربی زبان پر عبور حاصل کر لینا محال ہے مگر بطور کرامت محال نہیں، جیسا کہ مذکورہ بالا کرامت سے، ہاں ہے اور ہمارے دعویٰ پر دلیل ہے۔

۶۔ حضرت مقدم بن صالح رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت

حضرت مقدم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، میں نے اپنے شیخ ابراہیم اغرب رحمۃ اللہ علیہ کو رخصت کیا اور شیخ ابو محمد ہنبلی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر بیٹھ گیا اور قرآن شریف پڑھتا رہتا تھا۔ ابو محمد میاں کی کہتے ہیں کہ جنگل میں رہائش پذیر مشائخ کہتے تھے کہ شیخ مقدم نے شیخ ابو محمد ہنبلی کی قبر پر تیس (۳۰) ہزار ختم کلام اللہ کیا۔

(بجہ الاسرار صفحہ نمبر ۶۲۵ طبع لاہور ۱۹۹۵ء)

۷۔ اٹھارہ (۱۸) ہزار مرتبہ قرآن کریم کا ختم کرنا

امام ابو بکر بن عیاش المقرئ الکوفی نے ۱۹۳ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ بچی حنائی کہتے ہیں کہ جب ابو بکر پر نزع کی حالت طاری ہوئی اور یہ دیکھ کر ان کی بہن رونے لگی تو فرمایا کیوں روتی ہو؟ اس کو نہ کو دیکھ میں نے اس جگہ اٹھارہ (۱۸) ہزار قرآن مجید ختم کیا ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ از علامہ ذہبی صفحہ نمبر ۲۱۳ جلد اول طبع لاہور ۱۹۸۱ء)

۸۔ امام جلال الدین سیوطی محدث (متوفی ۹۱۱ھ) کی کرامت

آپ کے خادم خاص محمد بن علی مبارک کا بیان ہے کہ ایک روز قیلولہ کے وقت

(امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ اگر تم میرے مرنے سے پہلے اس کا راز افشاء نہ کرو گے۔ آج عصر کی نماز مکہ معظمہ میں پڑھوادوں گا؟ عرض کیا ضرور، فرمایا! آنکھیں بند کر لو اور ہاتھ پکڑ کر تقریباً ۲۷ قدم چل کر فرمایا، آنکھیں کھول دو، دیکھا تو ہم باب مطلاہ پر تھے، حرم بھیج کر طواف کیا، زمزم پیا، پھر فرمایا کہ اس سے تعجب مت کرو کہ ہمارے لئے علی ارض ہوا بلکہ زیادہ تعجب اس کا ہے کہ مصر کے بہت سے مجاورین حرم ہمارے حصارِ یہاں موجود ہیں مگر ہمیں تو نہ پہچان سکے، پھر فرمایا، چاہو تو ساتھ چلو ورنہ حاجیوں کے ساتھ آ جانا، عرض کیا ساتھ ہی چلوں گا۔ باب مطلاہ گئے اور فرمایا آنکھیں بند کر لو اور مجھے سات قدم دوڑایا، آنکھیں کھولیں تو ہم مصر میں تھے۔

(ظفر اہلسنن باحوال المصنفین صفحہ ۳۶ طبع کراچی ۱۹۷۶ء)
دیکھیے! اس مختصر وقت میں مصر سے مکہ معظمہ بھیج جانا اور واپس مصر آ جانا انسانی طاقت سے باہر ہے مگر بطور کرامت محال نہیں۔

۹۔ حضرت خالد بن معدان (تابعی) کا روزانہ (۷۰) ستر ہزار مرتبہ بھیج پڑھنا حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ آپ ہر روز ستر ہزار مرتبہ بھیج پڑھتے تھے۔

..... الخ
تذکرۃ اصحاب صفحہ ۹۲ جلد اول طبع لاہور ۱۳۵۵ھ تا ۱۳۵۸ھ مبین الدین عبدی صفحہ ۱۰۲ طبع انڈیا ۱۹۷۷ء
۱۰۔ امام ابوہامیہ مولوی محمد اسماعیل دہلوی کا قلیل وقت میں ختم قرآن کرنا مولوی محمد اشرف علی تھانوی لکھتا ہے:

کہ یہ (مولوی محمد اسماعیل) عصر سے مغرب تک (کے وقفے میں) قرآن ختم کر لیتے..... لوگوں نے کہا مشاہدہ کر دیجئے، جب گوشتی کے پل پر لوگ اکٹھے ہوئے (تو) مولانا نے ہزاروں آدمیوں کے مجمع میں عصر سے مغرب تک قرآن ختم کر دیا۔

(ارواحِ ثلاثہ صفحہ ۸۷ طبع کراچی ۱۹۶۳ء) (بحیرہ قلیل)
اگر مولوی محمد اسماعیل دہلوی قلیل وقت میں قرآن کریم ختم کر سکتا ہے تو حضرت

شاہراہِ اہلسنت بیجاپور شاہراہِ بہشت
۱۱۔ مولوی عبدالمنان وزیر آبادی غیر مقلد کا دو ہزار

سے زائد حدیث کو ۴۱ گھنٹوں میں یاد کر لینا

(مولوی عبدالمنان کہتے ہیں) بمبئی میں ایک شخص سلیمان شریف یمنی سے بھی ملاقات ہوئی اس کو بخاری شریف حفظ تھی۔ ایسے نیک علماء و محدثین کی ملاقات سے مجھے حدیث یاد کرنے کا شوق اور بڑھا۔ چنانچہ مولانا سلیمان یمنی نے حافظ صاحب کو مشارق الانوار (علامہ صفائی ہندی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے جس میں بخاری و مسلم کی ۲۲۳۶ احادیث (اسناد حذف کر کے) جمع کی گئی ہیں) حدیث کی کتاب دی، جسے حافظ صاحب نے صرف اکتالیس دن میں ازبر کر لیا۔ حالانکہ اس میں دو ہزار سے زائد احادیث ہیں اور ایک گھنٹہ وقت روزانہ دیتا تھا یعنی وہ کتاب ۴۱ گھنٹوں میں یاد ہوئی۔

(سوانح حضرت مولانا حافظ عبدالمنان وزیر آبادی از خواجہ عطاء الرحمن صفحہ نمبر ۹)

اعتراض نمبر ۲

امیر حمزہ لکھتا ہے کہ انہوں (ابوالخیر شاہ) نے ساری عمر نکاح نہیں اور عورت کا چہرہ تک نہیں دیکھا۔ حضرت کی بزرگی اور پارسائی ظاہر کرنے کیلئے یہ بات ہم لوگ مریدوں کو بتلایا کرتے تھے۔ مگر جب قرآن و حدیث کی روشنی سے ہمارا سینہ روشن ہوا، تو پتہ چلا کہ یہ تو رہبانیت ہے.....

اس کے آگے ترمذی کی ایک طویل حدیث نقل کر کے درج ذیل حدیث نقل کی ہے
”اَلَيْتَگَاحُ مِنْ مُسْتَبَيٍّ وَمَنْ رَغِبَ عَنْ مُسْتَبَيٍّ فَلَيْسَ مِنِّي“۔

ترجمہ: ”نکاح کرنا میری سنت ہے اور جس نے میری سنت سے بے رغبتی کی اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے“۔ (اس کے بعد موصوف لکھتا ہے)

اور یہاں ہم تھے کہ اپنے بزرگوں کی بے نکاح زندگی ظاہر کر کے گویا ان کا تعلق اور

اس کے رسول ﷺ سے توڑ رہے تھے اور انہیں اسلام اور امت سے خارج کر رہے تھے۔
اور رسول اللہ ﷺ کی عظیم سنتوں کی گستاخی کے مرتکب ہو رہے تھے۔

(شاہراہ بہشت صفحہ نمبر ۱۹۲، ۱۹۳)

﴿جواب﴾

یہ امیر حمزہ کا تصور نہیں بلکہ فرقہ وہابیہ کی قسمت میں ہی اہل اللہ پر تنقید کرنا لکھا ہے۔
قرآن و سنت کا خود ساختہ معانی و مطالب اخذ کر کے اولیاء امت پر تنقید کرنا اپنی زندگی کا
مشن سمجھتے ہیں بزرگانِ دین نے تو دور دراز علاقوں سے آکر برصغیر کے لوگوں کو مسلمان
کیا، لیکن جب وہابیت نجد سے نکل کر میاں نذیر حسین دہلوی کے توسط سے ہندوستان
میں آئی تو مسلمانوں کو مشرک بنانا شروع کیا اور آج تک یہ سلسلہ جاری و ساری ہے کہ
وہابی فرقہ اپنے علاوہ کسی کو مسلمان ہی تصور نہیں کرتا۔

مفتی عزیز الرحمن لکھتے ہیں:

۱۸۵ء کے بعد آزادروشی (غیر مقلدیت) کی وہاب نجد سے نکل کر ہندوستان میں
آگئی جس نے ایک خاص طبقہ کو جنم دیا۔ (امام اعظم ابوحنیفہ صفحہ نمبر ۲۰۰ طبع لاہور)

امیر حمزہ نے ابن ماجہ کی حدیث مبارکہ کا نصف حصہ نقل کیا ہے اور بقیہ حصہ شیر مار
سمجھ کر ہڑپ کر گئے ہیں اگر وہ پوری حدیث نقل کر دیتے تو انہیں حضرت ابو الخیر شاہ
رحمہ اللہ پر ہرگز تنقید کرنے کی جرأت نہ ہوتی۔

ابن ماجہ کی مکمل حدیث درج ذیل ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نکاح
میری سنت ہے جس نے میری سنت پر عمل نہ کیا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ پس نکاح
کیا کرو کیونکہ میں تمہاری کثرت کی بناء پر دیگر امتوں پر فخر کروں گا، جو طاقت رکھتا ہو وہ
نکاح کرے اور جس میں طاقت نہ ہو تو روزے رکھا کرے کیونکہ روزہ شہوت کو توڑتا ہے
(ابن ماجہ صفحہ نمبر ۵۱۸ جلد اول (مترجم) طبع لاہور ۱۹۸۳ء)

﴿شاہراہ بہشت بجواب شاہراہ بہشت﴾

حدیث مذکورہ سے معلوم ہوا کہ اگر کسی وجہ سے انسان شادی نہ کر سکے تو رسول اللہ
ﷺ نے روزے رکھنے کی تلقین کی ہے۔ کیونکہ روزہ شہوت کو کم کرتا ہے۔ اس کی تائید
درج ذیل حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے جو انوں کی ایک جماعت کے
پاس سے گزرے جو پتھر اٹھا رہے تھے آپ نے فرمایا، اے لو جو انو! تم میں سے جو کوئی
نکاح کر سکتا ہو تو وہ نکاح کرے اور جو نکاح نہ کر سکے، وہ روزے رکھے، کیونکہ روزے
شہوت کو ختم کر دیتے ہیں۔

(عارف المعارف از شیخ شہاب الدین سہروردی (م ۶۳۲ھ) صفحہ نمبر ۲۱۲ طبع لاہور ۱۹۶۲ء)
علمائے تصوف نے قرآن و سنت کی روشنی میں نکاح نہ کرنے کی چند وجوہات بیان
کی ہیں۔

۱۔ اگر کسی کے پاس مال و دولت وافر نہیں ہے اور اس نے شادی کر لی تو اس پر اہل
وعیال کے گھریلو مصارف کا پورا کرنا واجب ہوگا، اگر کوئی شخص گھریلو اخراجات سے تنگ
آکر گھر سے بھاگ جائے تو اس کے متعلق حدیث میں وعید آئی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کہ جو شخص اہل و عیال سے بھاگتا ہے وہ بھاگے ہوئے
قلام کی طرح ہے اور اس کا نماز، روزہ قبول نہیں ہوتا جب تک کہ پھر ان کے پاس نہ
جائے۔ (کیسے سعادت از امام غزالی (م ۵۰۵ھ) صفحہ نمبر ۷۹ طبع لاہور)

حضرت امام محمد غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

۲۔ ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ“۔

(پ ۲۸ سورۃ البنا نقون آیت نمبر ۹)

ترجمہ: ”اے ایمان والو! (کہیں) تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کے
ذکر سے غافل نہ کر دیں۔“ (البیان)

پس جس شخص کو اس امر کا خوف ہو کہ عیال داری کا شغل جس طرح رسول اللہ ﷺ کو
خدا کے ساتھ مشغول رکھتا تھا، اس کو نہ رکھ سکوں گا اور وہ یہ سمجھے کہ اگر میں نکاح نہ کروں گا

تو ہمیشہ کے لئے ذکر میں رہوں گا، اور حرام کے نزدیک بھی نہ جاؤں گا، ایسے شخص کیلئے نکاح نہ کرنا افضل ہے۔ پس جس شخص کو زنا کا خوف ہو، اس کیلئے نکاح کرنا قاضی تر ہے اور جس کو زنا کا خوف نہ ہو اس کیلئے نکاح نہ کرنا افضل ترین ہے مگر جو شخص کب حلال، قادر ہو اور اپنے حسن اخلاق پر بھروسہ رکھتا ہو اور یہ جانے کہ نکاح اس کو ذرا الٹی سے نہ رکھے گا اور اگر وہ نکاح کرے گا تو بھی ذکر الہی میں مشغول رہے گا تو ایسے شخص کیلئے نکاح اولیٰ تر ہوگا۔ (کیسائے سعادت صفحہ نمبر ۱۷۷)

۳۔ اگر کسی شخص میں حقوق زوجیت پورا کرنے کی قوت نہ ہو تو اس کیلئے بھی نکاح نہ کرنا بہتر ہوگا، پہلے اپنا علاج کرائے پھر نکاح کرے (ماشاء اللہ)

حضرت عامر بن عبداللہ بن قیس تابعی پر اعتراض اور آپ کا جواب
آپ چونکہ بھرانہ زندگی بسر کرتے تھے، اس لئے ایک شخص نے ان کی اس زندگی کے خلاف یہ دلیل پیش کی۔

ہم نے تمہارے پہلے بہت سے رسول بھیجے اور ان کیلئے جوڑے اور اولاد بنائی (سورۃ الرعد آیت نمبر ۲۸) یعنی جب انبیاء علیہ السلام نے جو خدا کے سب سے بڑے عبادت گزار بندے تھے از دو ان نہیں چھوڑا تو ایک معمولی انسان کیلئے اس کا جواز کیونکر ہو سکتا ہے۔
عامر علیہ السلام نے قرآن کریم سے ہی اس کا جواب دیا۔

ہم نے جن اور انس کو صرف عبادت کیلئے ہی پیدا کیا ہے۔

﴿سورۃ الذاریات آیت نمبر ۵۶﴾
ایک اور شخص نے کہا کہ آپ شادی کیوں نہیں کرتے۔ انہوں نے اس کی نفسیاتی توجیہ بیان کی کہ مجھ میں نہ نشاط و امنگ ہے اور نہ مال و دولت، ایسی حالت میں میں کسی مسلمان عورت کو دھوکا کیوں دوں۔ (تاجین ماز میں الدین عدوی مؤرخ نمبر ۲۵۲ طبع انڈیا ۱۹۷۷ء)
ظاہر ہے کہ جب مینائے دل ہی ولولوں اور نشاط کی شراب سے خالی ہو تو پھر شادی کرنا عورت کی زندگی خراب کرنا ہے۔

امیر حمزہ صاحب اٹھائے قلم اور عامر تابعی کے متعلق بھی کچھ تحریر فرمائیے۔
قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کی رو سے مومن کے حق میں بدگمانی حرام ہے اور فقہائے کرام نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ“

(پ ۲۶ سورۃ الحجرات آیت نمبر ۱۲)

ترجمہ: ”اے ایمان والو بہت سے گمانوں سے بچو بے شک بعض گمان گناہ ہیں“
(البدیان)

حضور پر نور سید عالم علیہ السلام نے بدگمانی سے دور رہو، بدگمانی بدترین جھوٹ ہے
(رواہ اشعنان)

نیز حضور علیہ السلام نے فرمایا: تو نے اس کے دل کو چر کر کیوں نہ دیکھ لیا کہ تجھے معلوم ہو جاتا کہ اس نے (دل سے کلمہ) کہا ہے یا نہیں۔ (رواہ مسلم)

سیدی شیخ عبدالغنی نابلسی حنفی (حوتی ۱۱۳۲ھ) شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں:
امام سیدی رزوق علیہ السلام نے فرمایا: خبیث گمان صرف خبیث دل میں پیدا ہوتا ہے۔
پاک دلوں میں ناپاک گمان کی گنجائش نہیں ہوتی۔

اب امیر حمزہ کیلئے بہتر یہی ہے کہ وہ تین وجوہ جو نکاح نہ کرنے کی درج کی گئی ہیں ان میں سے کسی ایک کو حضرت ابو الخیر شاہ علیہ السلام پر محمول کر کے ان سے بدظنی کا شکار نہ ہوں۔ ورنہ بد کعب کا ارشاد سن لو۔

”مَنْ عَادَ لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ اَذْنَبَ بِالْحَرْبِ“

(مکتوٰۃ باب ذکر اللہ عزوجل و اقرب الیہ یعنی فصل صفحہ نمبر ۱۹۷ (عربی) مکتبہ امدادیہ لبنان)

ترجمہ: ”یعنی جس نے میرے ولی کو تکلیف دی میں اسے اعلان جنگ کرتا ہوں“

انہو! توجہ کرو اور صادقین کے ساتھ ہو جاؤ۔

حدیث ترمذی کا جواب

ایک صحابی رسول ایک گھائی میں سے گزرا، جہاں بیٹھے پانی کا چشمہ تھا۔ وہ جگہ اس کو بہت پسند آئی۔ دل میں کہا اگر میں لوگوں سے الگ تھلگ اس وادی میں ڈیرہ ڈال لوں۔ لیکن میں یہ کام رسول اللہ ﷺ سے اجازت لئے بغیر نہیں کروں گا تو اس نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس کا تذکرہ کیا۔ تو امام الانبیاء ﷺ نے فرمایا: تمہارا اللہ کی راہ میں کھڑا ہونا اپنے گھر میں بیٹھ کر ۷۰ سال نماز پڑھنے سے بہتر ہے کہ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں بخشے اور جنت میں دخل کر دے؟ اللہ کی راہ میں لڑائی کرو، جس نے اونٹنی کے دودھ دھونے (میں صرف ہونے کے برابر) اللہ کی راہ میں لڑائی کی اس کیلئے جنت واجب ہوگئی۔ (شاہراہ بہشت صفحہ نمبر ۱۹۲)

جواب

اس حدیث مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد بالسیف کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور ہمیشہ کیلئے گھر سے باہر جا کر الگ تھلگ رہنا اس کی ممانعت کی گئی ہے۔ لیکن صوفیاء کی گوشہ نشینی تمام عمر کیلئے نہیں ہوتی بلکہ کچھ عرصہ ایسا کرتے ہیں اس لئے اسکو رہبانیت سے تعبیر کرنا خام خیالی ہے۔

اولیاء اللہ کے مختصر تعارف کیلئے اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ یہ وہ پاکیزہ ہستیاں ہیں جنہوں نے کتاب و سنت پر اس طرح عمل کیا کہ اس جامع ہدایت عظمیٰ ﷺ کا کوئی گوشہ نشین نہ رہا۔ ان کی اس عملی زندگی پر خود باری تعالیٰ نے خوش ہو کر فرمایا:

۱۔ يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ۔ (پ ۲ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۱۳)

۲۔ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ۔ (پ ۲ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۱۳)

۳۔ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔ (پ ۱۱ سورۃ بقرہ آیت نمبر ۶۲)

ایسے اکابر کی زندگی کو اعتراض کرنے کی نظر سے دیکھنے والے کتاب و سنت کی تفصیلات اور ان کے تحت حسن عمل کی جامعیت سے نا آشنا ہیں۔ وہ جاہل ان اکابر

کا استغراق دینی سمجھ ہی نہیں سکتے وہ اپنی شکستہ حال اسلام فہمی کو اسلام سمجھتے ہیں اور اترتے ہیں۔ چونکہ یہ لوگ صرف رونق محفل ہیں یا رونق محراب منبر (یعنی علماء عظام) اس لئے ہی تو یہ لوگ اولیاء اللہ کی گوشہ نشینی کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ صوفیاء نے لوگوں کو کابلی کی زندگی کی ترغیب دی ہے، کبھی کہتے ہیں کہ انہوں نے رہبانیت کی زندگی بسر کی، جو علماء قرآن کے خلاف ہے۔ یہ بد نصیب اس زندگی کو رہبانیت اس لئے کہتے ہیں کہ خود ان سے غار حرا کی عبادت بن نہیں پڑتی۔

ان اکابر کی زندگی اس امر کی آئینہ دار ہے کہ ہمہ وقت ان کا نصب العین کتاب و سنت کا اتباع ہوتا ہے۔ اسی اتباع سنت کے مقصد سے یہ بزرگ حضور ﷺ کی غار حرا کی عبادت کے اسلوب پر ایک خاص عرصہ تک گوشہ نشینی اختیار کرتے ہیں تاکہ بارگاہ قدس سے اپنی بندگی کا حسن قبول الہامی طور پر محسوس کر لیں۔ ان کا یہ عمل ترک ماسویٰ اللہ، قرآن کریم کے اس حکم کے تحت ہوتا ہے:

”وَادْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ وَتَقْبَلُ إِلَيْهِ تَتَبِعًا“۔ (پ ۲۹ سورۃ مزمل آیت نمبر ۸)

ترجمہ: ”اور اپنے رب کا نام یاد کرو اور سب سے ٹوٹ کر اس کے ہور ہو“۔

۱۔ کیا یہ کابلی ہے؟

۲۔ کیا یہ رہبانیت ہے؟

۳۔ کیا یہ قرآن کے فشاء کے خلاف ہے؟

قارئین کرام نے خود بھی ملاحظہ کیا ہوگا کہ خشک زاہد اور عوام علماء لوگوں سے تکبر سے پیش آتے ہیں۔ دوسروں کو حقیر خیال کرتے ہیں اور لوگوں سے منہ بسورے رکھتے ہیں۔ گویا کہ دو رکعت نماز زیادہ پڑھ کر لوگوں پر احسان جتلاتے ہیں۔ یا انہیں دوزخ سے نجات اور جنت کے داخلے کا سرٹیفکیٹ مل گیا ہے۔ یا ان کو یقین ہو چکا ہے کہ ہم ہی ایک بخت ہیں باقی سب لوگ بد بخت اور شقی ہیں۔ یہی حال فرقہ و ہابیہ کا ہے کہ بات بات پر لوگوں کو مشرک کہنے سے نہیں ڈرتے جیسے انکے سوا کوئی مسلمان ہی نہیں اور صوفیاء سے بدظنی کا سب سے پہلے انہیں سبق پڑھایا جاتا ہے۔

اگر اس حدیث مبارکہ سے بقول امیر حمزہ گوشہ نشینی کی نفی ہوتی ہے تو اسی حدیث مبارکہ سے گھر میں نماز پڑھنے کی بھی تو نفی ہوتی ہے اس لئے اس کو بھی ترک کر دو۔ ہرگز اس حدیث کا مطلب نہیں کہ گھر میں نماز نہ پڑھو اور مخصوص وقت کیلئے گوشہ نشینی کی اختیار نہ کرو، بلکہ اس حدیث کا اولین مقصد جہاد باسیف کی فضیلت بیان کرنا ہے۔

اعتراض نمبر ۳

امیر حمزہ طرہ اور ج ذیل عنوان کے تحت لکھتا ہے۔

”لو لکھ ہزاری ڈنڈا“

(تالاب) کے اس پانی پر ایک برہمن کا قبضہ تھا وہ پانی لینے والے سے ایک گلا وصول کیا کرتا تھا۔ پیر صاحب یہاں آئے تو انہوں نے برہمن کو پیسے لینے سے روکا۔ ہندو برہمن نے کہا کہ اپنی بزرگی دکھایا پھر میری بزرگی دیکھ، پیر صاحب نے کہا پہلا گلا دکھا۔ چنانچہ برہمن نے لکڑی کے بنے ہوئے دو جوتوں جن کو ”کھڑاؤں“ کہا جاتا ہے، کو حکم دیا کہ آسمان کی طرف چڑھ جاؤ، وہ آسمان کی طرف اڑ گئیں۔ تب حضرت ہزاری نے اپنے ڈنڈے کو حکم دیا..... ان کھڑاؤں کو اتارو، ڈنڈا گیا، کھڑاؤں پر برسے لگا۔ وہ نیچے گر گئیں۔ یہ جب برہمن نے دیکھا تو وہ یہاں سے اٹھ کر چلا گیا، تو پانی پر اور یہاں شاہ کوٹ پر حضرت نو لکھ ہزاری کا قبضہ ہو گیا۔

یہی قصہ لاہور کے علی ہجویری کے بارے میں بھی مشہور ہے..... الخ

(شاہراہِ بہشت صفحہ نمبر ۱۹۵، ۱۹۶)

﴿جواب﴾

فرقہ دہانیہ کے علماء اپنی تقریروں اور تحریروں میں یہ برملا کہتے ہیں کہ ہم کرامات اولیاء پر ایمان رکھتے ہیں جیسا کہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری نے لکھا ہے۔
”کرامات کا کوئی منکر نہیں، جب کسی بزرگ کی کوئی کرامت بروایت صحیح ثابت ہو جاتی ہے تو اسے دلیل صداقت اسلام اور نتیجہ اتباع رسول انام اللہ علیہم السلام سمجھا جاتا ہے۔“

(رسائل عشرہ صفحہ نمبر ۲۵۵ طبع لاہور ۱۹۷۷ء)

مولوی عبدالحجید سوہدری لکھتے ہیں:

ٹھیک اسی طرح جو ”خوارقِ عادات عامہ“ اتباع رسول اور خدائے واحد کی پرستش کا نتیجہ ہوں وہ کرامات اولیاء کہلاتی ہیں جن کے مبارک و محمود ہونے میں کوئی شبہ نہیں..... الخ (کراماتِ احمدیہ صفحہ نمبر ۴)

خدا جانے یہ کون سی کرامات کے قائل ہیں یا صرف مخلوق خدا کو دھوکہ دینے پر کمر باندھی ہوئی ہے۔ جب ان کے سامنے کسی ولی اللہ کی کرامت بیان کی جائے تو فوراً جھٹلا دیتے ہیں۔

یقین چاہیے کہ کرامات نبی کے معجزات کی تصدیق کرتی ہیں اور اعصائے موسوی کا معجزہ قرآن کریم میں موجود ہے۔ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

کہنے لگے قوم فرعون کے رئیس واقعی یہ شخص (حضرت موسیٰ علیہ السلام) بڑا ماہر جادوگر ہے۔ چاہتا ہے کہ نکال دے تمہیں تمہارے ملک سے تو اب تم کیا مشورہ دیتے ہو، بولے مہلت دو اسے اور اس کے بھائی کو اور بھیجو شہروں میں ہر کارے، تاکہ وہ لے آئیں تمہارے پاس ماہر جادوگر کو اور آگئے جادوگر فرعون کے پاس۔ جادوگروں نے کہا یقیناً (آج تو) ہمیں بڑا انعام ملنا چاہیے اگر ہم (موسیٰ پر) غالب آجائیں۔ فرعون نے کہا بے شک اور (اس کے علاوہ) تم خاصانِ بارگاہ سے ہو جاؤ گے۔ جادوگروں نے کہا اے موسیٰ ابیا تو تم (پہلے) ڈالو، ورنہ ہم ہی (پہلے) ڈالنے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم ہی ڈالو۔ پس جب انہوں نے ڈالا تو جادو کرویا انہوں نے لوگوں کی آنکھوں پر اور خوف زدہ کر دیا انہیں اور مظاہرہ کیا انہوں نے بڑے جادو کا۔ اور ہم نے وحی کی موسیٰ علیہ السلام کو کہ ڈالے اپنا عصا (ڈنڈا) تو فوراً وہ نکلے لگا جو فریب انہوں نے بنا رکھا تھا۔ تو ثابت ہو گیا حق اور باطل جو وہ (جادو) کیا کرتے تھے۔ (سورۃ اعراف آیت نمبر ۱۰۹ تا ۱۱۸)

اعتراض نمبر ۴

امیر حمزہ لکھتا ہے:

یہاں پر ایک پتھر میں ایک بڑا سا پیالہ بنا ہوا ہے، ایک طرف شیر کے دو بچے ہیں دوسری جانب بکری کے گھٹنے بنے ہوئے ہیں۔ اس کے بارے میں مشہور کر رکھا ہے کہ حضرت (ابوالخیر شاہ) نے شیر اور بکری کو ایک پیالے میں پانی پلایا..... الخ

(شاہراہِ بہشت صفحہ نمبر ۱۸۸)

اس کے بعد اس کرامت پر خوب تنقید کی ہے اور مفروضے قائم کر کے خوب اپنی وہابیت کا اظہار کیا ہے۔

اجاب

علمائے محققین نے کرامات کی بہت سی اقسام بیان کی ہیں ان میں سے ایک ”حیوانات کا فرمانبردار ہو جانا ہے“۔ (طبقات الکبریٰ از تاج الدین السبکی رحمہ اللہ)

حضرت ابوالخیر شاہ صاحب کی زیر بحث کرامت کا تعلق ایسی ہی کرامات سے ہے اور کرامات اولیاء پر تنقید کرنا معتزلہ کا وطیرہ ہے۔

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام کی کرامت

حضرت محمد المکندر رحمہ اللہ (تابعی م ۱۳۰ھ) نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک کشتی پر سوار تھا وہ ٹوٹ گئی اور میں ایک تخت پر سوار ہو گیا، مجھے پانی نے کنارے پھینک دیا تو مجھے ایک شیر ملا، میں نے اس سے کہا اے ابوالخارث (یعنی اے شیر) میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آزاد کردہ غلام ہوں۔ فرماتے ہیں کہ شیر نے سر جھکا لیا اور مجھے اپنے پہلو اور کندھے سے دھکیلتا رہا یہاں تک کہ راستہ پر پہنچا دیا۔ پھر جب راستہ پر پہنچا دیا تو لہلہانے لگا اس سے میں نے سمجھ لیا اب یہ رخصت کرنا چاہتا ہے۔ (أسد الغاب از علامہ ابن اثیر، تذکرہ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہا)

حضرت عمر بن عبدالعزیز ثانی عمر، تابعی (م ۱۰۱ھ) کی کرامت

امام جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں:

حسن قصاب نے کہا کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے دور خلافت میں بھیڑیوں کو بکریوں کے ساتھ چرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس وقت مجھے سخت تعجب ہوا اور میں نے کہا سبحان اللہ، کہ بھیڑیا بکریوں میں اور پھر بکریاں نقصان سے محفوظ ہیں۔ یہ سن کر گلہ بان نے کہا کہ جب سراصلاح پر ہوتا ہے۔ تو تمام جسم صحیح ہوتا ہے۔

موسیٰ بن ایمن کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے زمانے میں کرمان میں بکریاں چرایا کرتا تھا۔ سب بکریاں اور بھیڑیے ساتھ ساتھ رہتے تھے اور بھیڑیا بکریوں کو نقصان نہیں پہنچاتا تھا۔ اچانک ایک روز ایک بھیڑیا، بکری کو اٹھا کر لے گیا میں نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ آج وہ مرد صانع دنیا سے رخصت ہو گیا۔ تحقیق کی تو واقعی عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا اسی روز انتقال ہوا تھا۔

(تاریخ الخلفاء صفحہ نمبر ۲۳۳، ۲۳۵ طبع کراچی ۱۹۷۶ء)

شیر اور بکری کا ایک ہی گھاٹ سے پانی پینا واقعی عادتاً مشکل ہے مگر بطور کرامت محال نہیں، جیسا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی کرامت سے ظاہر ہے۔

امیر حمزہ کیلئے لمحہ فکریہ

حضرت ابو محمد ورہ رضی اللہ عنہ مؤذن بیت اللہ کا عمل

سائب کہتے ہیں کہ حضرت ابو محمد ورہ رضی اللہ عنہ اپنی پیشانی کے بال نہ کترواتے تھے کہ نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ اپنا ہاتھ بڑھا دیا۔

(ابوداؤد مع شرح فلاح و بہود صفحہ نمبر ۲۸۳ جلد اول ناشر مکتبہ امدادیہ بلقان)

حضرت صفیہ بنت خجہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ کہتی ہیں کہ حضرت ابو محمد ورہ رضی اللہ عنہ کے سر کے اگلے بال اتنے دراز تھے جب وہ بیٹھ کر لٹکاتے تو زمین سے لگ جاتے تھے کسی نے ان سے دریافت کیا کہ تم انہیں کنو اتے نہیں؟ فرمایا میں انہیں ہرگز کنو اتے

کیلئے تیار نہیں کیونکہ انہیں رسول اللہ ﷺ نے چھوا ہے۔

(کتاب الشفاء صفحہ نمبر ۷۳ جلد ۲ طبع لاہور)

صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل

حضرت قاضی عیاض مالکی اندلسی (۵۴۴ھ) محدث لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضور ﷺ کے منبر شریف کے اس مقام پر جہاں حضور ﷺ تشریف فرما ہوتے تھے وہاں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنا ہاتھ رکھتے پھر ان کو اپنے چہرہ پر ملتے۔ (کتاب الشفاء صفحہ نمبر ۷۴ جلد ۲ طبع لاہور)

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کا عمل

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں جانور پر سوار ہو کر نہ چلتے اور فرماتے کہ مجھے خدا سے شرم آتی ہے کہ میں سواری کے جانوروں سے اس ارض مقدس کو پامال کروں جہاں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ جلوہ فرما ہیں۔ (کتاب الشفاء صفحہ نمبر ۷۴ جلد ۲ طبع لاہور)

حضرت ابو عبد الرحمن اسلمی، احمد بن فضلویہ زاہد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ غزوات میں (معروف) تیرا نڈا تھے، فرماتے ہیں کہ میں نے اس کمان کو کبھی بغیر وضو نہیں چھوا، جب سے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے دست مبارک میں لیا۔

(کتاب الشفاء صفحہ نمبر ۷۴ جلد ۲ طبع لاہور)

امیر حمزہ ایتائے کہ وہ ان نفوس قدسیہ کو جن کے افعال مبارکہ کا ذکر کیا گیا ہے کس سے مشابہت دیں گے؟ ”سکھوں، ہندوؤں یا عیسائیوں سے؟“

ایک مفید مشورہ

انبیاء اور صالحین سے نسبت رکھنے والے مشاہدات و مقامات مقدسہ کے ساتھ توجہ و اہتمام کرنے پر مسلمانوں کی تکفیر یا ان پر حکم بدعت و ضلالت عائد کرنے میں کسی قسم کی جلد بازی نہیں کرنی چاہیے۔ حسن ظن سے کام لیتے ہوئے یہ سمجھا جائے کہ مسلمانوں کا

مقصود اصل اللہ تعالیٰ کی ذات مقدسہ ہے اور یہ سب امور تو اسباب و وسائل ہیں، جو دلوں کے اندر ایمان و یقین میں اضافہ کرتے ہیں، باعث عبرت و نصیحت ہیں، اصحاب کے آثار و مشاہدات ان کی تاریخ کی یادگاریں ہیں اور اصحاب اصلاح و تقویٰ سے آباد رہتی ہیں اور رحمت و رضائے ربانی اور انوارِ تجلیات الہی سے معمور ہیں۔ مراکز ہدایت و مقامات خیر و برکت ہیں، جہاں نزول و نجات ہوتا ہے۔

اعتراض نمبر ۵

امیر حمزہ درج ذیل عنوان کے تحت لکھتا ہے:

”پیشاب سے نہانے کی برکتیں“

دریا کے قریب ایک چھپر (جو ہڑ) ہے۔ پہلے اس میں پانی کچھ صاف ہوا کرتا تھا۔ مرد اور عورتیں یہاں نہایا کرتے تھے۔ عقیدہ یہ تھا کہ یہاں نہانے سے تمام جلدی بیماریاں خارش وغیرہ ختم ہو جاتی ہیں..... اب اس چھپر میں شہر کا گوبر، پیشاب ملا گندہ پانی جمع ہوتا ہے مگر اس کے باوجود بعض لوگ اب بھی اس میں نہاتے ہیں۔

(شاہراہِ بہشت صفحہ نمبر ۱۹۷)

﴿جواب نمبر ۱﴾

بعض جہلاء کے افعال کو لے کر اہلسنت پر طعن و تشنیع کرنا سراسر جہالت ہے۔

﴿جواب نمبر ۲﴾

ممکن ہے کہ اس ملے جلے پانی میں ایسے جراثیم پیدا ہو جاتے ہوں جو کہ خارش کے مریض کے جراثیم کو ختم کر دیتے ہوں۔

﴿جواب نمبر ۳﴾

بطور علاج اونٹ کا پیشاب پینا جائز ہے جیسا کہ درج ذیل حدیث سے ثابت ہے

عکل قبیلہ کے لوگ مدینہ منورہ میں وارد ہوئے انہیں مدینہ منورہ کی آب و ہوا اس

نہ آئی اور مرضِ استقاء میں مبتلا ہو گئے۔

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا، مدینہ منورہ کی آب و ہوا موافق نہیں، پیٹ پھول چکے ہیں، اور اعضاء پر عشاء طاری ہے۔ آپ ﷺ نے یہ تجویز فرمایا کہ مدینہ منورہ سے باہر چلے جاؤ، وہاں بیت المال کے سرکاری اونٹوں کا دودھ اور پیشاب (بطور دوا)..... اٹھ

(سفر السعادت (اردو) از علامہ محمد بن یعقوب فیروز آبادی (م ۸۱۷ھ) صفحہ نمبر ۲۱۵)

علامہ محمد بن یعقوب فیروز آبادی لکھتے ہیں:

حاذق اطباء اس رائے پر متفق ہیں کہ اونٹنی کا دودھ اور پیشاب دونوں مرضِ استقاء میں اکسیر ہیں۔

(سفر السعادت (اردو) از علامہ محمد بن یعقوب فیروز آبادی (م ۸۱۷ھ) صفحہ نمبر ۲۱۵)

تو ملے جلے پانی میں بطور علاج نہانا کیونکر ناجائز ہوگا؟

وہابیہ کے تین اہم فتاویٰ

پیشاب اور گوبر پاک ہے۔

سوال نمبر ۱..... اونٹ کا پیشاب پینا مریض کیلئے حدیث میں ہے مگر بڑی مکروہ چیز ہے، کیسے جائز ہوا؟ ہندو لوگ عورت کو نفاس کی حالت میں گائے کا پیشاب پلاتے ہیں کیا باعثِ اعتراض نہیں ہے؟

الجواب..... حدیث شریف میں بطور دوائی استعمال کرنا جائز ہے جس کو نفرت ہو وہ نہ پئے لیکن حلت کا جائز اعتقاد رکھے ایسا ہی گائے بکری کے بول کے متعلق بھی آیا ہے لاہاس ہول مایو کل لحمہ (فتاویٰ ثانیہ صفحہ نمبر ۶۷، جلد ۲ طبع سرگودھا)

سوال نمبر ۲..... اگر کسی کپڑے کو گوبر یا پیشاب حلال جانوری ماکول اللحم کا لگا ہوا ہو اور اس سے بچنا محال اور مشکل ہو، جیسا کہ دیہاتیوں کیلئے مشکل ہے تو اس کپڑے میں نماز جائز و درست ہے یا نہیں اور ماکول اللحم کا گوبر یا پیشاب پاک ہے یا پلید؟ (ایک اعرابی)

الجواب..... ماکول اللحم کا بول و براز عند الشرح پاک ہے۔ (دیکھو مشکوٰۃ) اور

جس کپڑے پر وہ لگا ہوا ہو اس میں نماز پڑھنی درست ہے۔ کراہت طبعی دیگر شئی ہے اگر دھولیا جائے تو بہتر ہے ورنہ کوئی قباح شرعی نہیں خود رسول اللہ ﷺ مرا بضع الغنم بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھا کرتے تھے، نیز ماکول اللحم کا بول و براز بطور ادویات کے استعمال کرنا جائز ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے چند اصحاب کو اونٹنیوں کا دودھ اور پیشاب پینے کا حکم فرمایا تھا (سنن نسائی وغیرہ)..... الخ مفتی ابو محمد عبدالستار غفرلہ الغفار و صانہ عن شروال الشرا لبحواب صحیح والراوی شیخ ابو محمد عبدالوہاب امام جماعت غرباء الحمدیث۔

(فتاویٰ ستاریہ جلد اول صفحہ نمبر ۱۰۵)

سوال نمبر ۳..... اگر کسی کپڑے میں گوبر یا پیشاب ماکول اللحم کا لگا ہوا ہو تو اس کپڑے میں نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں اور ماکول اللحم کا گوبر یا پیشاب پاک ہے یا نہیں؟
الجواب..... ماکول اللحم کا گوبر یا پیشاب پاک ہے اور جس کپڑے میں لگا ہوا ہو اس میں نماز پڑھنی درست ہے طبعی شے دیگر ہے اگر دھولیا جائے تو بہتر ہے ورنہ شرعاً نباح نہیں، خود رسول اللہ ﷺ مرا بضع الغنم یعنی بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ و نیز بطور ادویات کے استعمال کرنا درست ہے چنانچہ آپ نے چند اصحاب کو اونٹنیوں کا دودھ اور پیشاب پینے کا حکم فرمایا۔ (کتب صحاح ستہ)

(فتاویٰ ستاریہ جلد اول صفحہ نمبر ۶۳)

﴿اجاب نمبر ۴﴾

بعض افراد کا یہ فعل کوئی ایسا فعل نہیں کہ جس سے شرک لازم آئے، خواہ مخواہ مسلمانوں کو مشرک بنانا کہاں کی فکندی ہے۔

اعتراض نمبر ۶

اسی طرح بے اولاد لوگ دربار کے صحن کے درختوں کے اڑھائی پتے کھاتے ہیں۔ یہ یقین کر کے کہ اب انہیں اولاد ملے گی، جس کا مرض لاعلاج ہو اس کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ حضرت کے جلنے والی آگ کی راکھ کھائے۔ (شاہراہِ بہشت ۱۹۸)

اولاد دینے والی ذات رب العزت ہے جیسا کہ قرآن کریم سے اظہر من الشمس ہے اور بغیر توسط یا توسط سے اولاد دینا اسی کی شان ہے۔ پتے ہوں یا خاک یا اور کوئی دوا، اس میں تاثیر پیدا کرنا اسی کا فعل ہے (یعنی خالق کائنات جل جلالہ کا) اور یہ بھی ایک حقیقت ثابتہ ہے کہ ایک ہی دوائی ایک مریض کھاتا ہے تو وہ شفا یاب ہوتا جاتا ہے اگر دوسرا کوئی فرد کھاتا ہے تو وہ شفا یاب نہیں ہوتا، کیونکہ دوائی میں تاثیر کا پیدا ہونا، ذات الہی کی مشیت کے تحت ہے اس لئے جب کسی کو شفا مقصود ہوتی ہے تو وہ دوا اللہ تعالیٰ کے اذن سے اثر پذیر ہو کر شفا کا موجب بنتی ہے۔

اسی لئے درخت کے پتے اور راکھ بطور توسط کے ہیں کہ خالق کائنات جس کیلئے چاہتا ہے تو ان میں تاثیر پیدا کر کے کھانے والے کو صاحب اولاد کر دیتا ہے اور وہ قادر مطلق اور شافی مطلق ہے وہ بے نیاز ہے اور اس کے فعل پر اعتراض کرنے والا کون ہے؟ نیز وہ واسطہ سے اپنے مقبول بندے کا چرچا کر دیتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

ترجمہ: ”تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا“۔ (یعنی زمین و آسمان میں تمہارا چرچا کروں گا)

یعنی مخلوق کے دلوں میں تمہاری محبت کا جذبہ موجزن کر دوں گا اور وہ تمہاری طرف رغبت کرنے لگے گی۔ اور مرنے کے بعد تمہاری قبور کو مرجع خلایق بنادوں گا۔ زندگی یا بعد از وصال تم سے کرامت کا ظہور کروا کر تمہارا چرچا کروادوں گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، بے شک اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے میں محبت کرتا ہوں فلاں بندے سے تو بھی اس سے محبت کر پھر جبرائیل علیہ السلام محبت کرتے ہیں اس سے، اور آسمان میں منادی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے فلاں سے تم بھی محبت کرو

اس سے، پھر آسمان والے فرشتے محبت کرتے ہیں، بعد اسکے زمین والوں کے دلوں میں وہ مقبول ہو جاتا ہے (رواہ المسلم عن ابی ہریرۃ، کتاب البر والصلہ والادب)

حضرت ابو عبد اللہ محمد بن یوسف یمنی صنجاوی رحمہ اللہ کی کرامت

فقیر کبیر احمد بن موسیٰ بن عجل سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کی خواب میں زیارت کی کہ حضور ﷺ ان کو فرما رہے ہیں، اگر تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تم پر علم کھول دے۔ تو محمد بن یوسف یمنی فرید کی قبر کی مٹی میں سے کچھ لو اور اس کو نہار منہ نکل جاؤ۔ ان فقیر نے ایسا ہی کیا اور اس کی برکتیں ظاہر ہو گئیں۔ (جمال الاولیاء ترجمہ کرامات اولیاء صفحہ نمبر ۴۰۴ طبع لاہور)

اعتراض نمبر ۷

امیر حمزہ لکھتا ہے:

غرض ہم لوگوں نے یہاں یہ مشہور کر رکھا تھا اور اپنے مریدوں کا عقیدہ بنا دیا تھا کہ اللہ کی سلطنت بہت وسیع ہے اس کا تخت آسمانوں سے بھی اوپر ہے اکیلا وہ انتظام نہیں چلا سکتا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بزرگوں کو زمین میں اختیارات دے رکھے ہیں اور وہ لوگوں کے حالات سے اللہ کو آگاہ کرتے رہتے ہیں، چنانچہ میر کی خوشنودی اللہ کی خوشنودی ہے..... الخ (شاہراہ بہشت صفحہ نمبر ۱۹۸)

مذکورہ بالا سطور میں امیر حمزہ نے غلط عقائد و نظریات اہلسنت کی طرف منسوب کر کے اپنی بد باطنی اور کذب بیانی کا ثبوت دے کر لعنت کا طوق اپنے گلے میں ڈالا ہے۔ (لعنة الله على الكاذبين)۔

اہلسنت و جماعت کے عقائد و نظریات

صانع عالم جل مجدہ واجب الوجود ازل الابدی ہے۔ اس کا کوئی مثل نہ ذات میں ہے نہ صفات میں۔ تمام کمالات ممکنات اس کی عظمت ذاتی کے ظل و پر تو ہیں۔

وجوب وجود، استحقاق عبادت، خالقیت با اختیار خود تبارکات کلی و جزوی اس کی ذات مقدس سے مختص ہیں۔

شفائے مریض، عطاءے رزق، ازالہ تکالیف و مصائب بطور استقلال و خلق اس کے قبضہ قدرت میں ہیں۔

محبوبیت و شفاعت جو کہ تمام ادیان و شرائع میں خواص کیلئے ثابت کی گئی ہے اس کو ایسا منصب خیال کرنا جس سے عبد خود مختار ہو کر تصرفات الہیہ کو (معاذ اللہ) مزاحمت سے روک سکے شرک ہے اور رضائے الہی اور اس کی اجازت پر موقوف سمجھنا اور اس میں درحقیقت عنایت الہیہ کا ظہور جاننا عین ایمان و توحید ہے۔

اللہ تعالیٰ جو کسی مخلوق کو کوئی کمال عطا فرماتا ہے تو اس کے متعلق صرف یہ اعتقاد مومن ہونے کیلئے کافی نہیں، کہ یہ کمال اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے۔ اتنی بات تو مشرکین بھی اپنے معبودوں کے حق میں تسلیم کرتے تھے بلکہ مومن ہونے کیلئے ضروری ہے کہ عطاءے خداوندی کا عقیدہ رکھتے ہوئے یہ اعتقاد بھی رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کمال کسی مخلوق کو عطا فرمایا ہے وہ عطاء کے بعد حکم خداوندی، ارادہ اور مشیت ایزدی کے ماتحت ہے۔ ہر آن خدا تعالیٰ کی مشیت اس کے ساتھ معلق ہے اور اس بندے کا ایک آن کیلئے بھی اللہ تعالیٰ سے بے نیاز اور مستغنی ہونا قطعاً محال ہے۔

اس لئے ایسے مقبول بندے کی اتباع کرنا، اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہے کیونکہ اس کا ہر فعل و قول رضائے الہی اور مشیت ایزدی کے تحت ہوتا ہے۔

اعتراض نمبر ۸

امیر حمزہ درج ذیل عنوان کے تحت لکھتا ہے:

”قلید سے تحقیق کی طرف“

دو ذوالحجہ کو ہم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ پہلے ہی طواف کے بعد ہمارے قافلے نے دو لٹل نہ پڑھے کیونکہ یہ طواف بعد از نماز عصر ہوا تھا اور عصر کی نماز کے بعد نوافل کی

ممانعت ہے۔ چنانچہ نماز عصر کے بعد ہم حنفی لوگ ہر طواف کے بعد نفل چھوڑ دیا کرتے تھے اور الحمد للہ پڑھ لیا کرتے تھے۔ ایک روز میں نے ایک الحمد للہ عالم سے طیش میں آ کر پوچھا ”تم لوگ واقعی گستاخ رسول ہو، حضور ﷺ عصر کے بعد نفل نماز پڑھنے سے منع کرتے ہیں اور تم باز ہی نہیں آتے!!! الحمد للہ عالم نے میری باتیں نفل سے سنیں اور مشکوٰۃ شریف کی حدیث میرے سامنے رکھ دی، جس میں اللہ افالی کے گھر کو اس ممانعت سے مستثنیٰ کر دیا گیا۔

”یا بنی عبد المناف لا تمنعوا احدا طاف بهذا البيت او صلى اية ساعة شاء من ليل او نهارا“۔

ترجمہ: ”اے بنی عبد مناف کسی کو مت روکو جو اس گھر کا کسی بھی دن یا رات کسی گھڑی میں طواف کرنا یا نماز پڑھنا چاہتا ہے“۔ (ترمذی)

اب میں یہ حدیث اپنے حنفی علماء کے پاس لے گیا تو انہوں نے یہ کہہ کر حدیث کا انکار کر دیا کہ امام ابو حنیفہ نے اس پر عمل نہیں کیا۔ لہذا وہ ہمارے لئے دلیل نہیں بن سکتی، کیونکہ ہم تو امام اعظم کے مقلد ہیں۔ یہ بات میرے دل کو پتھر بن کر لگی۔ میں نے سوچا کہ جن لوگوں کو میں گستاخ کہہ رہا ہوں وہ اپنی ہر بات پر حدیث رسول ﷺ کا حوالہ دیتے ہیں اور جو محبت اور عاشق (رسول) بنے پھرتے ہیں وہ اللہ کے رسول ﷺ کے فرمان کے قابل عمل ہونے کیلئے اس کو ایک امتی کے عمل کا محتاج بنا رہے ہیں۔ بھلا اس سے بڑھ کر ظلم اور گستاخی کیا ہوگی..... الخ (شاہراہ بہشت صفحہ نمبر ۲۰۲، ۲۰۳)

اجواب

اس خود ساختہ واقعہ میں امیر حمزہ نے عوام کو یہ تاثر دینے کی ناپاک کوشش کی ہے کہ حنفی سنی لوگ حدیث کے مقابلہ میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے قول کو ترجیح دیتے ہیں اور حدیث رسول ﷺ پر عمل نہیں کرتے اور عصر کے بعد نفل پڑھنے سے روکتے ہیں جبکہ مشکوٰۃ شریف کی حدیث میں اللہ کے رسول نے پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

سچ فرمایا: حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے۔

مخالفین امام، امام کے تقویٰ اور کمالِ عمل کے معترف بھی ہیں اور پھر بھی گستاخانہ کلمات سے امام کو یاد کرتے ہیں اور سوادِ اعظم کے دل دکھاتے ہیں۔ چاہتے ہیں کہ خدا کے نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھا دیں۔

جو لوگ اکابرین کو اصحاب رائے کہتے ہیں اگر مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ نصوصِ شرع کو نظر انداز کر کے اپنی رائے کے مطابق فتویٰ دیا کرتے تھے تو (افتراء اور بہتان کے علاوہ) یہ بھی لازم آتا ہے کہ سوادِ اعظم گمراہ اور مبتدع ہو بلکہ جرگہ اہل اسلام سے خارج ہو۔ کوئی جاہل یا زندقہ ہی اس قسم کا عقیدہ رکھ سکتا ہے جو دین کے ایک بڑے حصہ کو برباد کرنا چاہے۔ یہ لوگ چند حدیثیں یاد کر کے سمجھتے ہیں کہ دین کے تمام مسائل انہیں میں منحصر ہیں، جو ان کو معلوم نہیں وہ گویا موجود نہیں۔ ان تعصب پرستوں کے تعصب اور ان کی نظر کوتاہی پر افسوس صد افسوس۔ بانی فقہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور تسلیم ہے کہ فقہ کے تین حصہ امام اعظم کیلئے مخصوص ہیں اور ایک چوتھائی میں امام مالک، امام شافعی اور امام مالک وغیرہ جملہ شریک ہیں۔

سلسلہ فقہ میں امام ابوحنیفہ گویا صاحب خانہ ہیں اور دیگر آئمہ عیال، باوجود یہ کہ میں اسی مذہب کا پابند ہوں مگر امام شافعی سے گویا مجھے ذاتی محبت ہے میں ان کو بزرگ مانتا ہوں اور بعض نقلی اعمال میں ان کے مذہب کی تقلید کر لیتا ہوں مگر اس کا کیا علاج کہ کثرتِ علم و کمال کے باوجود دوسرے حضرات امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلہ میں طفلِ مکتب معلوم ہوتے ہیں۔

﴿مکتوبات، صفحہ نمبر ۳۳، ۳۵ جلد سوم مکتوب نمبر ۵۵﴾

﴿علائے ہند کا شاعر ماضی از محمد میاں صفحہ نمبر ۱۴، ۱۴۸ طبع کراچی ۱۹۹۱ء﴾

صدر الآئمہ ابوالموید الموفق بن احمد کی (م ۵۶۸ھ) رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔

حسن بن صالح نے بیان کیا کہ ابوحنیفہ ناخِ حدیث کی منسوخ حدیث سے شدت کے ساتھ جتھو کرتے تھے، وہ حدیث پر عمل کرتے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے ثابت ہو جاتی تھی اور آپ اہل کوفہ کی حدیث اور ان کی فقہ کے بارے

تھے..... آپ فرمایا کرتے تھے کہ کتاب اللہ ناخِ منسوخ ہے اور حدیث ہی میں بھی ناخِ منسوخ ہے۔ اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری فعل کی جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تھی نگہداشت رکھتے تھے۔ (المنقب از ابوالموید الموفق بن احمد)

ابن حزم اندلسی قرطبی ظاہری (م ۴۵۶ھ) لکھتے ہیں:

ابوحنیفہ کے تمام اصحاب اس بات پر متفق ہیں کہ ابوحنیفہ کے مذہب میں ضعیف حدیث قیاس اور رائے سے اولیٰ ہے۔ (مناقب الامام ابی حنیفہ وصاحبہ صفحہ نمبر ۲۱)

کسی نے عبد اللہ بن مبارک (م ۱۸۱ھ) سے کہا کہ فلاں شخص ابوحنیفہ پر اعتراض کرتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ لوگوں نے آپ سے اس لئے دشمنی کی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ فضیلت عطا کی ہے جس سے آپ شرفاء پر فائق ہو گئے۔

(خیرات الحسان از ابن حجر کی (م ۹۷۳ھ) صفحہ نمبر ۲۵۳ طبع کراچی)

علامہ ابن حجر کی (م ۹۷۳ھ) رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

آپ سب سے پہلے قرآن سے اخذ کرتے ہیں اور اگر قرآن میں نہ پاتے تو سنت کی طرف رجوع کرتے ورنہ قول صحابہ کی طرف اور اگر ان میں بھی اختلاف پاتے تو جس کے قول کو قرآن و سنت کے زائد مطابق پاتے اسے قبول فرماتے۔ اور ان کے قول سے پہلو ہٹتی نہ فرماتے اور کسی صحابی کا قول نہ پاتے تو کسی تابعی کے قول کو نہ لیتے بلکہ خود اجتہاد فرماتے۔ فضیل بن عیاض نے کہا کہ اگر مسئلہ میں کوئی حدیث صحیح ہوتی تو اس کی اتباع کرتے اور اگر صحابہ اور تابعین کا قول ہوتا تب بھی یہی کرتے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو قیاس فرماتے اور بہترین قیاس کرتے۔ (خیرات الحسان از ابن حجر کی (م ۹۷۳ھ) صفحہ نمبر ۹۵، ۹۴ طبع کراچی)

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اور غیر مقلد لوگ کہ فی زمانہ دعویٰ حدیث دانی و عمل بالحدیث کرتے ہیں حاشاء و کلا کہ حقانیت سے بہرہ نہیں رکھتے تو الحمد للہ کے زمرے میں کب شامل ہو سکتے ہیں بلکہ ایسے لوگ دین کے رہزن ہیں ان کے اختلاط سے احتیاط کرنا چاہیے۔

(شائم امداد یا از اشرف علی تھانوی صفحہ نمبر ۲۸)

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا موقف اور اس کے دلائل

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم میں سے کوئی طلوع وغروب آفتاب کے وقت نماز نہ پڑھے۔ (موطا امام محمد صفحہ نمبر ۸۳ طبع کراچی)

۲۔ حضرت عتبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو تین اوقات میں نماز پڑھنے یا مردوں کو دفن کرنے (مراد نماز جنازہ پڑھنے) سے منع فرمایا، جب سورج نکل رہا ہو، یہاں تک کہ نکل کر بلند ہو جائے اور جب زوال کا وقت ہو، یہاں تک کہ سورج ڈھل جائے اور جب سورج غروب کے قریب ہو یہاں تک کہ غروب ہو جائے۔ (مسلم شریف صفحہ نمبر ۲۷۶ جلد اول، بلوغ المرام از حافظ ابن حجر ۸۵۲ھ)

۳۔ حضرت عبداللہ صنابی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو اس کے ساتھ شیطان کا ایک سینک ہوتا ہے، جب آفتاب بلند ہوتا ہے تو ہٹ جاتا ہے پھر جب عین سر پر ہوتا ہے تو اس کے ساتھ مل جاتا ہے پھر جب سورج ڈھل جاتا ہے تو ہٹ جاتا ہے اسی طرح جب غروب ہونے کیلئے قریب ہوتا ہے تو مل جاتا ہے جب غروب ہو جاتا ہے تو ہٹ جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین اوقات میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ (موطا امام محمد صفحہ نمبر ۸۳ طبع کراچی)

۴۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، نماز صبح کے بعد کوئی نماز نہیں، یہاں تک کہ سورج بلند ہو جائے اور نماز عصر کے بعد کوئی نماز نہیں یہاں تک سورج غائب ہو جائے۔ (بخاری صفحہ نمبر ۸۲ جلد اول، مسلم صفحہ نمبر ۲۷۵ جلد اول)

حضرت عمر بن خطاب، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی ان دونوں اوقات میں نماز پڑھنے کی ممانعت کی احادیث منقول ہیں۔

۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جس نے فجر کی دو رکعتیں نہ پڑھی ہوں (یعنی صبح کی سنتیں پڑھے بغیر جماعت میں شامل ہو گیا ہو) وہ انہیں سورج طلوع ہونے کے بعد پڑھے۔ (ترمذی صفحہ نمبر ۵۷۷ جلد اول)

پانچ مکروہ اوقات میں دو گانہ طواف اور نفل نماز ممنوع ہے

مندرجہ بالا احادیث اور صحابہ کے اقوال سے معلوم ہوا کہ درج ذیل اوقات سے نفل نماز مکروہ ہے اور دو گانہ طواف ممنوع ہے۔

۱۔ سورج طلوع ہونے کے وقت۔

۲۔ دوپہر کو جب کہ سورج سر پر ہو۔

۳۔ سورج غروب ہونے کے وقت۔

۴۔ صبح کی نماز کے بعد طلوع شمس تک۔

۵۔ عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک۔

نیز ان اوقات میں ممانعت نماز کی مطلق متواتر احادیث کے علاوہ درج ذیل خصوصی احادیث بھی حجت ہیں۔

۱۔ حضرت معاذ بن عفرہ رضی اللہ عنہ نے نماز عصر یا نماز صبح کے بعد طواف کیا اور طواف کا دو گانہ نہیں پڑھا۔

آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز کے بعد طلوع شمس تک اور عصر کی نماز کے بعد غروب شمس تک نماز پڑھنے سے ممانعت فرمائی ہے۔ (مسند امام احمد صفحہ نمبر ۲۱۹ جلد ۴، دار السنن صفحہ نمبر ۱۹۳)

(ف) حضرت معاذ بن عفرہ رضی اللہ عنہ نے نماز صبح کے بعد طواف کیا پس سوار ہوئے حتیٰ کہ ذی طوی (ایک مقام کا نام) میں پہنچ کر دو گانہ طواف ادا کیا۔

﴿بخاری صفحہ نمبر ۲۲۰ جلد اول باب الطواف بعد الصبح و ما حضر﴾

﴿سنن بیہقی صفحہ نمبر ۳۶۳، جلد ۲، موطا امام مالک صفحہ نمبر ۳۱۹ طبع لاہور ۱۹۸۳ء (مترجم)﴾

۳۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے کہ جب تو نماز فجر یا نماز عصر کے بعد بیت اللہ کے طواف کا ارادہ کرے تو طواف کر نماز کو مؤخر کر، یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے یا طلوع ہو جائے پھر سات چکروں کا ایک دو گانہ پڑھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

حافظ ابن حجر شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وہذا اسناد صحیح۔ (فتح الباری شرح بخاری صفحہ نمبر ۳۹۲ جلد ۳)

افضل یہ کہ طواف کے بعد متصل دو گانہ طواف ادا کیا جائے اور مسجد حرام میں مقام ابراہیم کے قریب پڑھا جائے۔ بلا عذر اس کی ادائیگی میں تاخیر کرنا یا مسجد حرام سے باہر ادا کرنا خلاف سنت ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فضیلت کی ان تمام وجوہ کو نظر انداز کرتے ہوئے مسجد حرام سے دور مقام ذی طوی میں تاخیر سے ادا کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تحقیق میں نماز صبح کے بعد دو گانہ طواف درست نہیں تھا۔ پھر آپ کا یہ عمل صحابہ کرام کے سامنے تھا لیکن کسی صحابی نے بھی اس پر اعتراض نہ کیا۔

(عمدة القاری شرح بخاری صفحہ نمبر ۲۷۲ جلد ۹)

۴۔ حضرت مالک بن انس، ابن شہاب زہری، حمید بن عبد الرحمن سے روایت ہے کہ ان کے والد عبد الرحمن کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بعد نماز فجر خانہ کعبہ کا طواف کیا، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ طواف کر چکے تو انہوں نے سورج کی طرف دیکھا کہ وہ نکلا نہیں، جب سورج کو نکلا ہوا نہ پایا، تو پھر سوار ہوئے کہ مقام ذی طوی میں اپنے اونٹ کو بٹھایا اور یہاں دو رکعت نماز ادا کی۔

امام محمد رحمہ اللہ نے کہا کہ اس پر ہمارا عمل ہے کہ طواف کے بعد سورج نکل آئے تو دو رکعت نماز ادا کرے۔ یہی قول امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور عام فقہاء کا ہے۔

(موطا امام محمد صفحہ نمبر ۹۲ طبع کراچی)

امیر حمزہ صاحب! خدا را، ذرا اپنے قول کو پڑھیے۔

اور جو محبت اور عاشق (رسول) بنے پھرتے ہیں وہ اللہ کے رسول ﷺ کے فرمان کے قابل عمل ہونے کیلئے اس کو ایک امتی کے عمل کا محتاج بنا رہے ہیں۔ الخ

(شاہراہِ بہشت صفحہ نمبر ۲۰۲)

اور مندرج ذیل صحابہ کرام کے متعلق بھی اپنے قلم کو حرکت دیجئے۔

۱۔ حضرت معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ۔

۲۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔

۳۔ حضرت عبد الرحمن رضی اللہ عنہ

۴۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔

کیا یہ نفوس قدسہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے خلاف عمل کرتے تھے؟

مشکوٰۃ شریف کی حدیث کا جواب

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے بنی عبد مناف جو شخص رات یا دن کے کسی حصہ میں بیت اللہ کا طواف کرنا چاہے اور نماز پڑھنا چاہے تو اس کو مت روکو۔

(ابوداؤد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ صفحہ نمبر ۹۵)

اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ مکروہ اوقات میں نماز کی ممانعت کی احادیث متواتر ہیں، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا، اور یہ خبر واحد ہے، محدثین کرام کے ہاں متواتر کے مقابلہ میں خبر واحد مرجوح ہوتی ہے۔ دوسرے اس میں ارباب انتظام کو خطاب ہے کہ تم کسی مسلمان کو طواف اور نماز سے نہ روکا کرو (جیسا کہ انتظامیہ کی عادت ہوتی ہے کہ وہ وقت سے پہلے ہی دروازے بند کر دیتے ہیں) آپ کا مقصد یہ تھا کہ منتظمین عام مسلمانوں پر اللہ کے گھر پر پابندیاں نہ لگائیں اور ان کو پریشان نہ کریں۔ یہ ایک انتظامی ہدایت ہے اور اس کا رخ انتظامیہ کی طرف ہے، نمازیوں کی طرف نہیں، نماز پڑھنے والوں کو تو آپ نے بار بار کھول کر بتلادیا کہ اوقات خمسہ میں نماز پڑھنا منع ہے۔

(مرقات شرح مشکوٰۃ صفحہ نمبر ۵۰ جلد ۳ مع الوضاحت)

نیز ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مندرج ذیل قول زیر بحث

حدیث کی شرح کیلئے کافی ہے جو کہ ہمارے مسلک کی تائید کرتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے:

کہ جب تو نماز فجر کے بعد یا نماز عصر کے بعد بیت اللہ کے طواف کا ارادہ کرے تو

ہمفرے کے اعترافات سے چند اقتباسات



تصویر

محمد بن عبد الوہاب نجدی

۱۔ ان دنوں جب میں (بصرہ میں) ترکھان کا کام کرتا تھا، میری ملاقات ایسے شخص سے ہوئی جو وہاں آتا جاتا رہتا تھا اور ترکی، فارسی اور عربی زبانوں میں گفتگو کرتا رہتا تھا۔ اس کا نام محمد بن عبد الوہاب تھا وہ ایک اونچاڑنے والا، ایک جاہ طلب اور نہایت غصیلہ انسان تھا۔ اسے عثمانی حکومت سے سخت نفرت تھی۔

(ہمفرے کے اعترافات صفحہ نمبر ۳۵ طبع لاہور)

۲۔ محمد بن عبد الوہاب (نجدی) ایک آزاد خیال آدمی تھا، اس کا ذہن شیعہ سنی خصبات سے پاک تھا حالانکہ وہاں کے بیشتر سنی حضرات شیعوں کے خلاف تھے۔۔۔۔۔ شیخ محمد (نجدی) کے نزدیک حنفی، شافعی، حنبلی اور مالکی مکاتب فکر میں سے کسی مکتب فکر کی کوئی خاص اہمیت نہیں تھی۔ وہ کہتا تھا کہ خدا نے جو کچھ قرآن میں کہہ دیا ہے۔ بس وہی مارے لئے کافی ہے۔ (ایضاً)

۳۔ محمد بن عبد الوہاب کے بارے میں عرض کروں کہ یہ شخص قرآن وحدیث کا اچھا طالب علم رکھتا تھا اور اپنے افکار کی حمایت میں بزرگانِ دین کے اقوال وآثار کو بطور سند پیش کرتا تھا، لیکن کبھی کبھی اس کی فکر مشاہیر علماء کے خلاف ہوتی تھی۔ وہ بات بات پر کہتا تھا

پیغمبر خدا (ﷺ) نے صرف کتاب وسنت کو ناقابلِ تغیر اصول بنا کر ہمارے لئے پیش کیا ہے اور کبھی یہ نہیں کہا کہ صحابہ کرام اور آئمہ دین کے فرمودات اہل وحی منزل ہیں۔ پس ہم پر واجب ہے کہ ہم کتاب وسنت کی پیروی کریں۔ علماء، آئمہ اربعہ حتیٰ کہ صحابہ کرام کی رائے خواہ کچھ بھی ہو ہمیں اتفاق و اختلاف پر اپنے دین کو استعمار نہیں کرنا چاہیے۔ (ایضاً صفحہ نمبر ۴۷)

۴۔ محمد بن عبد الوہاب (نجدی) سے میل جول اور ملاقاتوں کے ایک سلسلہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ برطانوی حکومت کے مقصد کو عملی جامہ پہنانے کیلئے یہ شخص بہت مناسب دکھائی دیتا ہے۔ اس کی اونچاڑنے کی خواہش، جاہ طلبی، غرور، علماء و مشائخ اسلام سے اس کی دشمنی، اس حد تک خود سر کہ خلفائے راشدین بھی اس کی تنقید کا نشانہ بنے۔ اور حقیقت کے سراسر خلاف قرآن و ریث سے استفادہ اس کی کمزوریاں تھیں جس سے بڑی آسانی سے فائدہ اٹھایا جاسکتا تھا۔ (ایضاً صفحہ نمبر ۵۰)

۵۔ شیخ محمد بن عبد الوہاب ابو حنیفہ کی تحقیر کرتا تھا اور اسے ناقابلِ اعتبار سمجھتا تھا۔ محمد (بن عبد الوہاب) کہتا تھا ”میں ابو حنیفہ سے زیادہ جانتا ہوں“ اس کا دعویٰ تھا کہ نصف صحیح بخاری (نحوذ باللہ) بالکل لچر اور بیہودہ ہے۔ (ایضاً صفحہ نمبر ۵۱)

۶۔ ایک اور دن میں نے اس (محمد بن عبد الوہاب) سے کہا کیا عورتوں کے ساتھ متعہ جائز ہے؟

اس نے کہا ہرگز نہیں۔

میں نے کہا: پھر قرآن نے اسے؟ تو قرار دیتے ہوئے کہا ہے: اور جب تم ان سے متعہ کرو تو ان کا مہر ادا کرو۔

اس نے کہا: ہاں آیت تو اپنی جگہ ٹھیک ہے مگر حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے اسے یہ کہہ کر حرام قرار دیا کہ: متعہ پیغمبر (ﷺ) کے زمانے میں حلال تھا، میں اسے حرام قرار دیتا ہوں اور اب جو اس کا مرتکب ہوگا، میں اسے سزا دوں گا۔

میں نے کہا: بڑی عجیب بات ہے۔ تم تو حضرت (عمر رضی اللہ عنہ) کی پیروی کرتے ہو

اور پھر اپنے آپ کو اس سے زیادہ صاحب عقل بھی کہتے ہو۔ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ حلال محمد کو حرام کریں۔ تم نے قرآن کو بھلا کر حضرت عمر کی رائے کو قبول کر لیا؟

محمد (بن عبد الوہاب نجدی) نے چپ سادھ لی اور خاموشی اس کی رضا مندی کی دلیل تھی۔ اس موضوع پر اس کے خیالات درست کر کے میں نے اس کے جنسی غریزہ کو ابھارنا شروع کیا وہ ایک غیر متاثر شخص تھا۔ میں نے اس سے پوچھا: کیا تم حدیث کے ذریعے اپنی زندگی کو پر مسرت بنانا چاہتے ہو؟

محمد (بن عبد الوہاب نجدی) نے رضا و رغبت کی علامت سے اپنا سر جھکا لیا۔ میں اپنے فرائض کے انتہائی اہم موڑ پر پہنچ چکا تھا۔ میں نے اس سے وعدہ کیا کہ میں بہر حال تمہارے لئے اس کا انتظام کر دوں گا۔ مجھے صرف اس بات کا خدشہ تھا کہیں محمد (بن عبد الوہاب) بصرہ کے ان سینوں سے خوف زدہ نہ ہو جائے جو اس بات کے مخالف تھے۔ میں نے اسے اطمینان دلایا کہ ہمارا پروگرام بالکل مخفی رہے گا۔ اس گفتگو کے بعد فوراً میں اس بدقماش نصرانی عورت کے پاس گیا جو انگلستان کے نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت کی طرف سے بصرہ میں عصمت فروشی پر مامور تھی، اور مسلم نوجوانوں کو بے راہ روی پر ابھارتی تھی۔ میں نے اس سے تمام واقعات بیان کئے۔ جب وہ راضی ہو گئی، تو میں نے اس کا کاغذی نام ”صفیہ“ رکھا اور کہا کہ میں شیخ محمد بن عبد الوہاب لے کر اس کے پاس آؤں گا۔

مقررہ دن میں شیخ محمد (بن عبد الوہاب) کو لے کر صفیہ کے گھر پہنچا۔ ہم دونوں کے سوا وہاں اور کوئی نہ تھا۔ محمد (بن عبد الوہاب) نے ایک اشرفی مہر پر ایک ہفتہ کیلئے صفیہ سے عقد کیا، مختصر یہ کہ میں باہر اور صفیہ اندر سے محمد بن عبد الوہاب کو اپنے آئندہ پروگراموں کیلئے تیار کر رہے تھے۔ صفیہ نے احکام دین کی پامالی اور آزادی رائے کا پُر کیف مزہ چکھا دیا تھا۔ (ایضاً صفحہ نمبر ۵۵۵)

۷۔ میں اس تقریب کے تیسرے دن پھر محمد (بن عبد الوہاب) سے ملا اور ہم نے

ایک بار پھر اپنی گفتگو کا سلسلہ جاری کیا، اس بار گفتگو شراب کی حرمت کے متعلق تھی۔ میری کوشش تھی کہ میں ان آیات کو رد کروں جو محمد (بن عبد الوہاب) کے نزدیک حرمت شراب پر دلیل تھیں۔ میں نے اس سے کہا: اگر معاویہ، یزید خلفائے بنو امیہ اور بنی عباس کی شراب نوشی ہمارے نزدیک مسلم ہو تو کیونکر ہو سکتا ہے کہ یہ تمام پیشواں دین و مذہب گمراہی کی زندگی بسر کرتے ہوں، اور تمہا تم سچے راستے پر ہو؟ بے شک وہ لوگ کتاب الہی اور سنت رسول کو ہم سے زیادہ بہتر جانتے تھے۔ پس یہ بات سامنے آتی ہے کہ ارشاداتِ خدا اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ان بزرگوں نے استنباط کیا تھا وہ شراب کی حرمت نہیں بلکہ اس کی کراہت تھی۔ اس کے علاوہ یہود و نصاریٰ کی مقدس کتابوں میں صراحت سے شراب پینے کی اجازت ہے۔ حالانکہ یہ بھی الہی ادیان ہیں اور اسلام ان ادیان کے پیغمبروں کا معتقد ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ شراب اللہ کے بھیجے ہوئے ایک دین میں حلال اور دوسرے میں حرام ہو؟ کیا یہ سب ادیان برحق یا خدائے یکتا کے بھیجے ہوئے نہیں ہیں۔ ہمارے پاس تو یہ بھی روایت ہے کہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) اس وقت تک شراب پیتے رہے جب تک یہ آیت نازل نہیں ہوئی ”کیا تم شراب اور جوئے سے دستبردار نہیں ہو گے“ اگر شراب حرام ہوتی تو رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کی شراب نوشی پر حد جاری فرماتے مگر آپ کا ان پر حد جاری نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ شراب حرام نہیں ہے۔

محمد (بن عبد الوہاب) جو بڑے غور سے میری گفتگو سن رہا تھا اچانک سنبھلا اور کہا، روایات میں ہے کہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) شراب میں پانی ملا کر پیتے تھے تاکہ اس کی وہ کیفیت دور ہو جائے جو نشہ پیدا کرتی ہے۔ وہ کہتے تھے کہ شراب کی مستی حرام ہے نہ کہ خود شراب، وہ شراب جس سے نشہ طاری نہ ہو حرام نہیں ہے۔

محمد (بن عبد الوہاب) حضرت عمر کے اس نظریہ کو اس آیت کی روشنی میں درست جانتا تھا جس میں ارشاد ہوتا ہے ”شیطان چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان شراب اور جوئے کے ذریعے اور دشمنی پیدا کرے اور تمہیں یاد خدا اور نماز سے باز رکھے۔“

اگر شراب میں مستی اور نشہ نہ ہو تو پینے والے پر اس کے اثرات مرتب نہیں ہوں گے اور اس لئے وہ شراب جس میں مستی نہیں حرام نہیں ہے۔

میں نے محمد (بن عبدالوہاب) کے ساتھ شراب سے متعلق گفتگو کو صغیہ کے گوش گزار کیا اور تاکید کی کہ موقع ملے ہی محمد (بن عبدالوہاب) کونشہ میں چور کر دو، اور بھٹا ہو سکے شراب پلاؤ۔

دوسرے دن صغیہ نے مجھے اطلاع دی کہ اس نے شیخ کے ساتھ دل کھول کر شراب نوشی کی یہاں تک کہ وہ آپ سے باہر ہو گیا اور چیخنے چلانے لگا۔ رات کی آخری گھڑی میں کئی مرتبہ میں نے اس سے مقاربت کی اور اب اس پر نقاہت کا عالم طاری ہے اور چہرے کی آب و تاب ختم ہو چکی ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ میں اور صغیہ پوری طرح محمد (بن عبدالوہاب) پر چھاپ چکے تھے۔ اس منزل پر مجھے نوآبادیاتی علاقوں کی وزیر کی وہ سنہری بات یاد آئی جو اس نے مجھے الودع کہتے وقت کہی تھی اس نے کہا تھا:

”ہم نے اہلین کو کفار (مراد اہل اسلام ہیں) سے شراب اور جوئے کے ذریعے دوبارہ حاصل کیا اب انہیں دو طاقتوں کے ذریعے دوسرے علاقوں کو بھی پامردی کے ساتھ واپس لینا ہے۔“ (ایضاً صفحہ نمبر ۵۸۵)

۸۔ ایک دفعہ میں نے (محمد بن عبدالوہاب) سے کہا کہ نماز واجب نہیں؟

اس نے پوچھا کیوں؟

میں نے کہا: اس لئے کہ خداوند عالم نے قرآن میں کہا ہے کہ مجھے یاد کرنے کیلئے نماز قائم کرو پس نماز کا مقصد ذکر الہی ہے اور تمہیں چاہیے کہ تم اس کا نام اپنی زبان پر جاری رکھو۔

محمد بن عبدالوہاب نے کہا: ہاں میں نے سنا ہے کہ بعض علماء دین نماز کے وقت اللہ کے نام کی تکرار شروع کر دیتے ہیں اور نماز ادا نہیں کرتے۔

میں محمد (بن عبدالوہاب) کے اس اعتراف سے بہت خوش ہوا، مگر احتیاطاً کچھ دیر میں نے اسے نماز پڑھنے کی تلقین بھی کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس سے نماز کی پابندی

پھوٹ گئی۔ پردہ کبھی نماز پڑھتا اور کبھی نہ پڑھتا۔ خاص طور سے صبح کی نماز غالباً اس نے ترک ہی کر دی تھی۔ ہم لوگ دیر تک رات کو جاگتے، جس کی وجہ سے صبح اٹھنے اور وضو کرنے کی اس میں ہمت باقی نہیں رہتی تھی۔ (ایضاً صفحہ نمبر ۶۰۵)

۹۔ میرا مقصد محمد بن عبدالوہاب کو رہبری اور پیشوائی کی فکر دینا ہو گیا۔ مجھے اس کے قلب و روح میں اتر کر شیعہ سنی فرقوں کے علاوہ اسلام میں ایک تیسرے فرقے کی سربراہی کی پیش کش کو اس کیلئے قابل عمل بنانا تھا۔ اس مقصد کے حصول کیلئے ضروری تھا کہ پہلے میں اس کے ذہن کو بے جا مہبتوں اور اندھے تعصبات سے پاک کر دوں اور اس عنوان سے اس کی آزاد خیالی اور بلند پروازی کو تقویت پہنچاؤں۔ اس کام میں صغیہ بھی میری مددگار تھی، کیونکہ محمد بن عبدالوہاب اسے دیوانوں کی طرح چاہتا تھا اور ہر ہفتہ متعہ کی مدد بڑھاتا جاتا تھا۔ مختصر یہ کہ صغیہ نے محمد بن عبدالوہاب سے صبر و قناعت اور اس کے تمام اختیارات چھین لئے تھے۔ (ایضاً صفحہ نمبر ۶۱)

۱۰۔ ایک دن میں نے اسے اپنا جھوٹا خواب بیان کیا اور کہا: رات میں نے جناب نعمتی مرتبت کو بالکل اسی سراپا کے ساتھ کرسی پر بیٹھے دیکھا، جیسے ذاکرین اور واعظین منبروں پر بیان کرتے رہتے ہیں۔ بڑے بڑے علماء اور بزرگان دین نے جن سے میری کوئی واقفیت نہیں تھی چاروں طرف سے ان کو گھیر رکھا تھا ایسے میں نے دیکھا کہ اچانک تم اس مجمع میں داخل ہو گئے تمہارے چہرے سے نور کی شعاعیں پھوٹ رہی تھیں۔ جب تم رسالت مآب (ﷺ) کے سامنے پہنچے تو انہوں نے کھڑے ہو کر تمہاری تعظیم کی اور ماتھا چوما اور کہا: اے میرے ہمنام محمد تم میرے علم کے وارث اور مسلمانوں کے دینی اور دنیاوی امور کو سنوارنے میں میرے جانشین ہو۔

یہ سن کر تم نے کہا: یا رسول اللہ (ﷺ) لوگوں پر اپنے علم کو ظاہر کرتے ہوئے مجھے خوف محسوس ہوتا ہے۔ جناب رسالت مآب (ﷺ) نے فرمایا: خوف کو اپنے دل میں جگہ نہ دو، کیونکہ جو کچھ تم اپنے بارے میں سوچتے ہو اس سے کہیں زیادہ صاحب مرتبہ ہو۔ محمد (بن عبدالوہاب) نے میرے اس من گھڑت خواب کو سنا تو وہ خوشی سے پھولا

نہ سایا وہ بار بار مجھ سے پوچھتا تھا کیا تمہارے خواب سچے ہوتے ہیں؟ اور میں اس مسلسل اطمینان دلاتا رہا۔ میں نے محسوس کیا کہ خواب کے تذکرے کے ساتھ ہی اس نے اپنے دل میں نئے مذہب کے اعلان کا مصمم ارادہ کر لیا۔ (ایضاً صفحہ نمبر ۶۳، ۶۴)

(ف) اس طرح اس نے فرقہ وہابیہ نجدیہ کی داغ بیل ڈالی۔
انصاف کیجئے!

کسی مقام مقدسہ پر اتفاقیہ کسی غیر شرعی حرکت کا ہو جانا ممکن ہے۔ مگر یہ انصاف نہیں کہ اس کو پیش نظر رکھ کر تمام مزاراتِ اولیاء اللہ کو تنقید و تشنیع کا نشانہ بنایا جائے۔ ایسی نازیبا حرکات تو مساجد میں بھی وقوع پذیر ہو چکی ہیں اور کئی بار یہ خبریں اخبارات میں شائع ہو چکی ہیں کہ فلاں علاقہ میں امام مسجد یا خطیب، مسجد میں نازیبا حرکات کرتے ہوئے پکڑے گئے، نیز ملک میں ایسے کلب اور ہوٹل بھی اس کام کیلئے وقف ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ان دیگر مقامات کو پس پشت ڈال کر فقط مزاراتِ اولیاء اللہ کو تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے اور لوگوں کو ان افرادِ قدسیہ کے فیوض و برکات کے حصول سے روکنے کی ناپاک کوشش کی جاتی ہے۔ ان ذواتِ مبارکہ کو ہدف کا نشانہ بنانے سے پہلے محمد بن عبد الوہاب نجدی کے نمبر ۲ کارناموں کا بھی بنظر عمیق مطالعہ فرمائیں اور اپنی قلم کو حرکت میں لائیں تاکہ تمہاری حقانیت کھل کر منظر عام پر آ سکے۔

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی

حجاز میں نجدیوں کی طرف سے مسٹر گاندھی پر سلام

سلام اہل یا غاندی

وهذا الزهر من عندي

(القرآن العدادیہ الجزء الثانی صفحہ نمبر ۲۳۵، بحوالہ مہیاس اصلوہ صفحہ نمبر ۳۰، طبع لاہور ۱۹۸۵ء)

روزنامہ جنگ ۲۹ ستمبر ۱۹۵۶ء کا تبصرہ

سرزمین حجاز میں دارالخلافہ ریاض میں بھارتی وزیراعظم مسٹر نہرو کے استقبال

”مہرِ جبارِ رسول السلام“ جیسے جو ننگِ اسلام اور اسلام سوز قسم کے نعرے لگائے گئے ان سے نہ صرف یہ کہ مسلمانانِ عالم کے دینی جذبات غیرت کو ناقابلِ برداشت صدمہ پہنچا ہے بلکہ متولی حرمین شریفین کی اس موحدانہ و بنداری کا بھی پول کھل گیا ہے جس کا مارے اسلام میں ڈنکا پیٹا جا رہا ہے۔ اس سے قطع نظر کہ سرزمینِ توحید اور گہوارہٴ اسلام میں ایک صنم پرست بلکہ منکر خدا اور اللہ کے باغی کو دعوتِ مکریم دینا اور جوارِ رسول میں لئے والے موحدینِ مردوں اور عورتوں سے خیر مقدم و استقبال کرنا پاسبانِ حرم کیلئے کہاں تک ذیہبت دیتا ہے۔ خود یہ بات بھی اپنی جگہ انتہائی شرمناک اور غیر اسلامی ہے کہ ہڈت نہرو کیلئے ”رسول السلام“ جیسے اصطلاحی لفظ استعمال کئے جائیں۔ ارنج۔ لفظ رسول، اسلام، قرآن کریم کی مخصوص اصطلاح ہے جس کی حیثیت شعارِ اللہ اور شعارِ اسلام کی سی ہے، جیسے قرآن، مسجد حرام، مسجد اقصیٰ وغیرہ قسم کے بے شمار الفاظ اسلامی شعار ہیں، جو اپنے لغوی معنوں سے نکل کر اصطلاحی معنی کیلئے خاص ہو گئے ہیں۔ اب ان الفاظ کو لغوی معنوں میں استعمال کرنا بالخصوص ان لوگوں کی طرف سے جن کو عربی زبان کے استعمال کرنے کیلئے حدودِ دین کا پاس رکھنا ضروری ہے قطعاً ناجائز اور حرام ہے بلکہ شعارِ اللہ کی کھلی بے حرمتی ہے۔ چوں کہ کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی۔ ارنج اگر اللہ کے باغی کے احترام میں آج ناموسِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو یہ کہہ کر بھینٹ دیا گیا ہے کہ رسول کے معنی قاصد کے ہیں تو آئندہ تمام شعارِ اسلام کی حرمت کبھی اتنی نہ رہ سکے گی۔

پھر سلامتی اور امن کا استعمال بھی کس قدر حیا سوز اور عزت کش ہے۔ کہ جس ملک میں آئے دن خونِ مسلم سے ہولی کھیلی جاتی رہی ہو وہ قاصداً امن تو کیا ہوتا اس میں امن و سلامتی کا ادنیٰ شائبہ بھی موجود نہیں۔ خدا کی شان ہے کہ مردمِ خور درندوں کو قاصداً امن کے لقب سے یاد کیا جائے

جنوں کا نام خرد رکھ لیا خرد کا جنوں

جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

ہم آخر میں پاسبانِ حرم سے صاف طور پر یہ کہہ دینا چاہتے ہیں کہ حرمین شریفین مسلمانانِ عالم کی امانت ہے اور ان پاسبانوں کی طرف سے ناموسِ رسول کی ہر قسم کی کبھی برداشت نہیں کی جاسکتی۔ (جنگِ کراچی)

مرزائیوں کا وہابیوں سے سوال

ایک مذہبی سوال لفظِ رسول کے استعمال سے متعلق ہے تو آج اہلِ حرمین (وہابیوں، نجدیوں) کو یہ تاویل سمجھ آ رہی ہے کہ رسول کے معنی قاصد ہوتے ہیں جب بانیِ سلسلہ احمدیہ نے رسول کے معنی نامور اور تابعِ شریعت امتی نبی کے پیش کرتے تھے تو یہی مولوی شور مچاتے تھے کہ یہ شرعی اصطلاح ہے۔ اس لفظ کے اطلاق کے معنی یہ ہے کہ ایک شخص نئی شریعت لانے کا مدعی ہے اگر اس موقع پر اہلِ نجدیوں (وہابیوں) کو لفظِ رسول کی وسعت کا احساس ہو جائے اور وہ اپنی غلطی کو..... تو ہم سمجھتے ہیں کہ اہلِ حرم کی غلطی مفید ثابت ہوتی ہے۔ (الفرقان ربوہ فروری ۱۹۵۷ء)

اب ہم آخر میں اس سلسلہ کی آخری کڑی ماہنامہ نقاد کراچی کا نہایت دلچسپ اور طنز و مزاح سے بھرپور اور نہایت اہم تبصرہ پیش کرتے ہیں ملاحظہ ہو۔

..... ماہنامہ نقاد کراچی بابت ماہ نومبر ۱۹۵۶ء.....

قاطع بدعات و مناعی مقلد (ابن) عبد الوہاب نجدی محافظ الحرمین الشریفین جلالت الملك شاہ سعود کے نام۔

..... ندایانِ رسول و عالمیانِ اسلام کا پیغام.....

جلالت الملك! اللہ آپ کو محبتِ رسول دے، خدا معلوم آپ کو معلوم ہے یا نہیں کہ ہندوستان کے کروڑوں مسلمانوں نے ۱۹۴۷ء میں پاکستان کے نام سے ایک الگ ملک بنالیا تھا۔ اس نوزائیدہ ملک کے بننے ہی دشمنانِ اسلام و مسلمین نے مسلمانانِ ہند کو اپنے زرخے میں لے لیا تھا پھر ان کا قتل عام شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ ہندوستان سے مظلوم مسلمانوں نے اپنے آبائی وطن اور گھروں سے بھاگ بھاگ کر مرتے کھرتے نہایت

کیا کیا مصائب برداشت کرنے کے بعد پاکستان میں سکونت اختیار کر لی۔ لیکن اس کے بعد اب بھی ہندوستان میں (ساڑھے چار) چار، پانچ کروڑ مسلمان موجود ہیں جہاں نہ ان کی جانیں محفوظ نہ ان کی عورتوں کی عصمتیں۔

لیکن اے کلیدِ بردارِ حرم!

جب آپ پچھلے دنوں ہندوستان کے سرکاری دورے پر آئے تھے تو ان حالات کے باوجود آپ نے ہندوستانی حکومت کو یہ سند شاہی عطا فرمادی کہ میں بحیثیت محافظِ حرمین شریفین اس بات سے مطمئن ہوں کہ ہندوستان میں مسلمان امن و سکون سے ہیں اور ان کی جانیں محفوظ ہیں وغیرہ وغیرہ۔

یقین کیجئے شاہ! آپ کی اس سند شاہی کی تشہیر کے بعد ہمیں محمد شاہ رنگیلے کے فرامین بے ساختہ یاد آ گئے تھے۔ اور ہم بھی یہ سمجھ گئے تھے کہ ترک کے مسلمان قوم آپ اور آپ کی حکومت سے کیوں غیر مطمئن رہی ہے۔

اس واقعہ کے بعد آپ نے ایک غیر مسلم سربراہِ مملکت کو سرزمینِ حجاز مقدس کے سرکاری دورے کی دعوت دی اور ۲۴ ستمبر ۱۹۵۶ء کو بھارت کے وزیرِ اعظم پنڈت جواہر لعل نہرو جب آپ دارالحالفہ ریاض پہنچے تو آپ کی حکومت کے اکٹھے کئے عوام نے ”یا رسول السلام نہرو کے شرمناک نعروں سے ان کا استقبال کیا۔ اس استقبال کرنے والوں میں عرب کے وہ قبائلی بدو اور عورتیں بھی شریک کئے گئے تھے جو کسی دشمنِ اسلام کیلئے اپنے دلوں میں جذباتِ احترام نہیں رکھتے تھے۔ پھر سب سے بڑا اجتہاد جو آپ جیسے ”قاطع بدعات“ نے کیا وہ یہ تھا کہ عرب کی خواتین کو غیر محرموں کے انبوه کثیر میں لا کر ان سے ایک غیر محرم غیر مسلم کا استقبال سرزمینِ حجاز پر ”رسول“ متبرک و مقدس خطاب سے کرایا۔

عیسائیوں کی قبروں پر پھول

سعودی عرب کے وزیرِ دفاع امیر فہد ابن سعود نے جو شاہ سعود کے ہمراہ امریکہ

آئے۔ کل امریکہ کے پہلے صدر جارج واشنگٹن کی قیام گاہ کی سیر کی اور جارج واشنگٹن کی قبر پر پھول چڑھائے۔ (کوہستان ۲ فروری ۱۹۵۷ء)
اور پھر ایک گناہ سپاہی کی قبر پر پھول چڑھائے۔ (نوائے وقت ۲ فروری ۱۹۵۷ء)

گاندھی کی مڑی پر پھول

امیر فیصل ۱۹۵۵ء میں ہندوستان پہنچے تو قیام کے دوران ڈاکٹر راجندر پرشار، ڈاکٹر دھاشن اور پنڈت نہرو سے ملاقاتیں کیں اور راج گھاٹ پر مہاتما گاندھی کی سادہ پر پھول چڑھانے گئے۔

(نوائے وقت لاہور ۱۱ مئی ۱۹۵۷ء بحوالہ پھل سے کنڈے از صائم چشتی صفحہ نمبر ۲۵۳، ۲۵۴)
جبکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا واضح فرمان ہے:
”کہ یہود و نصاریٰ مسلمانوں کے دوست نہیں ہو سکتے۔“

محبوب کبریائی علیہ السلام کی مخالفت

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي يَمَنَّا ، قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَفِي
نَجْدِنَا ، قَالَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي يَمَنَّا قَالُوا يَا رَسُولَ
وَفِي نَجْدِنَا فَاطَنَهُ فِي السَّائِلَةِ ، هُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفَتَنُ وَبِهَا يُطْلَعُ قُرُونُ
الشَّيْطَانِ ۔

﴿بخاری شریف صفحہ نمبر ۱۴۱ جلد اول طبع کراچی: مشکوٰۃ (مترجم) صفحہ نمبر ۲۸۳ جلد ۲ طبع لاہور﴾
ترجمہ: ”حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ، ہمارے شام میں برکت ڈال، اے اللہ! ہمارے یمن میں برکت ڈال، صحابہ نے کہا، اللہ کے رسول اور ہمارے نجد میں بھی۔ آپ نے فرمایا: اے اللہ ہمارے شام اور ہمارے یمن میں برکت ڈال۔ صحابہ نے کہا اور نجد کیلئے بھی دعا فرمائیے۔ میرا خیال ہے کہ آپ نے تیسری بار فرمایا: اس جگہ زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہاں سے شیطان کا

سینگ ظاہر ہوگا۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔“

امیر محمد بن اسماعیل یحییٰ صنعانی (المتوفی ۱۱۹۹ھ/۱۷۸۷ء) لکھتے ہیں:

”سلام علی نجد و من حل بالنجد۔“

ترجمہ: ”نجد پر سلام اور جو نجد میں آجائے اس پر بھی سلام ہو۔“

(محمد بن عبد الوہاب (نجدی) از مسعود عالم ندوی صفحہ نمبر ۷۷ طبع لاہور)

سعودی عرب میں گرے

عالمی عیسائیت کے صدر مقام اور مقدس شہر ویٹیکان (روم) کی طرف سے سعودی عرب پر مسلسل دباؤ ڈالا جا رہا ہے کہ سعودی حکومت اپنے ملک میں عیسائیوں کو عبادت کرنے کیلئے گرجا تعمیر کرنے کی اجازت دے۔ گزشتہ دنوں اٹلی کے کیتھولک چرچ سے تعلق رکھنے والے ایک سینئر پادری اسکان نے ایک اٹالین اخبار ”لبریو“ میں ایک تیز و تند مقابلے کے ذریعے مسلمانوں پر سنگین الزامات لگائے ہیں۔ اور انہیں وحشی اور بے رحم قوم قرار دیا ہے۔ کہا کہ مسلمان امن کے دشمن ہیں اور اس وقت پوری دنیا میں فتنہ و فساد اور دہشت گردی کی جڑ ہیں۔ لہذا ان کے ساتھ کسی قسم کی رورعایت نہیں برتنی چاہیے۔ اور ان کے ساتھ انتہائی سخت برتاؤ کرنا چاہیے۔ بیوی سکارن نے اٹلی کی حکومت سے بالخصوص اور باقی یورپی ممالک سے بالعموم زور دے کر کہا ہے کہ مسلمانوں کو یورپ سے نکال دیا جائے۔ اور انہیں یہاں اپنی ثقافت اور تہذیب پھیلانے سے روکا جائے۔ پادری نے مسلمانوں کے مذہب اور شعائر کو بھی اپنی تنقید اور استہزاء کا نشانہ بنایا ہے۔ ویٹیکان نے نہ صرف مسلمانوں کے یورپ سے نکال باہر کرنے کا مطالبہ کیا ہے بلکہ انتہائی جارحانہ انداز میں سعودی عرب سے بھی ارض مقدس میں گرے بنانے کی اجازت طلب کر رہا ہے۔

ویٹیکان روم دنیائے عیسائیت کیلئے اتنا ہی مقدس ہے جتنا کہ مسلمانوں کیلئے مکہ مکرمہ، روم کا چرچ کیتھولک فرقے کی نمائندگی کرتا ہے جو عیسائی دنیا میں اکثریت رکھتا

ہے۔ اس لئے پاپائے روم کو عیسائی دنیا میں ایک انتہائی معزز اور مقدس شخصیت سمجھا جاتا ہے۔ لہذا جب روم کے کلیسا سے کوئی آواز اٹھے گی تو اسے پورے عالم عیسائیت کی مشترکہ اور متفقہ مذہبی آواز سمجھا جائے گا ایک ایسے وقت میں جبکہ سعودی عرب اور خلیج میں امریکہ اور یورپ کی ۲۰ لاکھ فوج اپنے جدید ترین ہتھیاروں سمیت اس خطے کے تمام فوجی اڈوں پر قبضہ جمائے بیٹھی ہے۔ اور قبلہ اول کے بعد حرمین شریفین عملی طور پر عیسائی اور یہودی افواج کے براہ راست نرغے میں ہے۔ کلیسائے روم کی طرف سے سعودی عرب کی حکومت کے سامنے یہ مطالبہ رکھنا کہ عیسائیوں کو اپنی مذہبی عبادات کیلئے وہاں گرجے بنانے دیئے جائیں، ایک انتہائی خطرناک اور معنی خیز مطالبہ ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا واضح فرمان ہے کہ یہود و نصاریٰ مسلمانوں کے دوست نہیں ہو سکتے۔ ایک عام مسلمان بھی اس بات کو سمجھتا ہے، لیکن بد قسمتی سے ہمارے حکمران خصوصاً عرب حکمران انہی یہود و نصاریٰ کی دوستی پر تکیہ کئے بیٹھے ہیں اور وہ کسی صورت میں یورپ اور امریکہ کے احکامات کی تعمیل کرنے میں پس و پیش نہیں کر سکتے۔ ان کے اس طرز عمل نے امت مسلمہ کو یہ دن دکھائے کہ آج حرمین شریفین کی سرزمین پر یہودی اور عیسائی دندناتے پھر رہے ہیں

قارئین کی معلومات کیلئے یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ جب سے امریکہ اور اس کے حلیف ممالک کی فوجیں سعودی عرب اور خلیج میں اتری ہیں ہر سال اس مشترکہ فوج میں شامل یہودی (جن کی تعداد پچاس ہزار کے لگ بھگ ہے) مدینہ منورہ سے ملحق بہت سی خیر میں اپنی مذہبی عبادت کرتے ہیں۔ جس کے لئے حاخام (مذہبی پیشوا) اسرائیل سے بلائے جاتے ہیں۔ امت مسلمہ کی بے خبری اور مدہوشی کا یہ عالم ہے کہ اسے اپنے مقدس مقامات کے بارے میں بھی علم نہیں کہ ان پر یہود و نصاریٰ کا تسلط اب کس قدر مستحکم ہو چکا ہے۔

اس تناظر میں کلیسائے روم کی طرف سے سعودی عرب میں چرچ بنانے کا ہر زور مطالبہ اور مسلسل دباؤ اور اصل امریکہ و یورپ کی طرف سے مذہبی قیادت کی آڑ میں سعودی عرب کی مقدس سرزمین پر اپنی مستقل عبادت گاہیں بنانے کا مکروہ منصوبہ ہے۔ کیونکہ اس وقت سعودی

عرب کی سرزمین پر لاکھوں کی تعداد میں عیسائی موجود ہیں۔ الخ۔۔۔۔۔ بہر حال اس مطالبے سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی ہے کہ مغرب نے پہلے قبلہ اول پر یہودیوں کے تسلط میں اسرائیل کی بھرپور حمایت کی اور یہ دیکھ لیا کہ مسلمانوں کا رد عمل نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس سے شہ پاکر اب مغرب نے سعودی عرب میں دیدہ دلیری سے گرجے بنانے کا منصوبہ تیار کر لیا ہے؟

(الارشاد انٹرنیشنل، اسلام آباد شوال ۱۴۲۱ھ جنوری ۲۰۰۱ء)

امیر حمزہ صاحب!..... اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں پر تنقید کرنے سے سوائے بد بختی کے اور کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اگر کہیں خامی ہے تو اس کو دور کرنے کی کوشش کریں نہ کہ ان اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں پر طعنہ زنی کر کے اپنی آخرت خراب کریں۔ کیونکہ وہ اب عالم دنیا کے مکلف نہیں ہیں۔ علاوہ ازیں برائی مسجدوں، مدرسوں، ہوٹلوں اور کلبوں وغیرہ میں بھی پائی جاتی ہے۔ اس کو بھی دور کرنے کی سعی فرمائیں۔ فقط مزارات اولیاء اللہ کو نشانہ بنا کر تنقید کرنا جہالت ہے۔

کیا یہ داڑھیاں سنت نبوی کے مطابق ہیں؟

۱۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مشرکوں کی مخالفت کرو اور داڑھیاں بڑھاؤ۔ (متفق علیہ)

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے داڑھیاں پوری کرو اور لہیں کٹاؤ اور یہود و نصاریٰ سے مشابہت نہ کرو۔ (مسند احمد)

۳۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عجمیوں کی مشابہت نہ کرو، داڑھیاں پوری کرو۔ (مسند بزار)

۴۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم آل محمد داڑھیاں پوری رکھتے ہیں اور لہیں کٹاتے ہیں۔ الخ (مسند فردوس)

۵۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: داڑھیاں پوری رکھو اور لہیں کٹاؤ۔ (طبرانی)

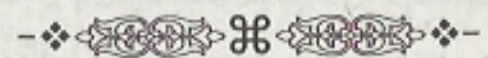
(اسلامی فتنہ و صورت از سید محمد شریف کفری بالوی سابق امیر الاحدیث صلیحہ نمبر ۱۶۵-۱۶۶ طبع خانہ احوال، اگست ۱۹۸۳ء)

مولوی عبد المجید سوہدری کافتوی

سوال: جو شخص واڑھی منڈاتا ہو کیا وہ امامت کرا سکتا ہے؟

جواب: اسے خود شرم ہونی چاہیے اور امامت سے الگ رہنا چاہیے، کسی فاسق فاجر کو امام بنانا جائز نہیں ہے۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں: اجعلوا المتکم خیار کم، امام نیک و صالح ہونا چاہیے۔ (الجمہوریت سو پندرہ جلد ۶، ش ۲۷، فتاویٰ علما، حدیث صفحہ نمبر ۲۲۳ حصہ اول)



۳۶ اپریل ۱۹۸۷ء

میگزین نوائے وقت

شاہ فہد



(۳) اسے نگاہ تیزی مرے دل کی کشاد
کھول مجھ پر رستہ حکم جہاد

۳ مارچ ۱۹۸۷ء

میگزین نوائے وقت

شاہ فیصل



میگزین نوائے وقت
۳ مارچ ۱۹۸۷ء

.....نواب صدیق حسن خاں بھوپالی (غیر مقلد).....



(جنگ آزادی ۱۸۵۷ء اور پروفیسر محمد ایوب قادری)



محمد بن عبدالوہاب نجدی

لارنس آف عربیا (انگریز) کے کارنامے



لارنس کی یہ تصویر ہمارے دوست گزرا احمد غزالوی (آرٹسٹ) خانبدال نے عطا کی

لارنس

جو کہ انگریز لینڈ کے ایک نواب کا ناجائز بیٹا تھا۔ لیکن وہ صحرائی خیمے میں ایک عرب شیخ نظر آتا تھا۔ اسے عربی اور فارسی میں غیر معمولی عبور حاصل تھا۔ وہ عربی لباس پہنتا اور عربی زبان بولتا تھا۔ چنانچہ لارنس کی آنکھوں میں فتح مندی کی ایک غبیٹ چمک پیدا ہوئی اور اسی شیطانی جذبہ کے تحت اس نے اپنا ناپاک قدم صحرائے عرب میں رکھا۔

برطانوی جاسوس ٹی ای لارنس آف عربیہ نے آخر اس قبیلہ سے تعلق قائم کر لیا، جو صوبہ نجد میں رہتا تھا۔ جو شیخ نجدی کے پیروکار تھے جنہیں ترک سلطان محمد غازی نے ۱۸۱۷ء میں شکست پاش دے کر پسپا کر دیا تھا۔ جو مزارات صحابہ کرام اور روضہ رسول کو ڈھا دینا اپنا مشن سمجھتا تھا۔ دنیا کے تمام مسلمانوں کو کافر و مشرک سمجھتا تھا۔ جو تمام مسلمانوں کے قتل کے واجب اور ان کے مال کو لوٹنا مالِ غنیمت سمجھتا تھا، جو ترک حکومت کو اپنا سب سے بڑا مخالف سمجھتا تھا۔ چنانچہ ترکوں کی شکست کے بعد یہ نجدی ٹولہ انگریزوں سے جا ملا اور معاہدہ طے پایا۔ جس کے تحت یہ طے پایا کہ یہ نجدی ٹولہ بغاوتوں، حملوں، جنگوں، چھاپوں اور دہشت گردی کے ذریعے ترک حکومت کو اتانگ کر دے کہ وہ صحرائے عرب میں انگریز حملہ آوروں کی طرف بالکل توجہ نہ دے سکے۔ اس کے بدلے انگریزوں نے نجدیوں سے یہ بھی عہد کیا کہ اگر وہ جنگ جیت گئے تو پہلے نجد اور پھر جزیرہ نما عرب پر نجدی قبیلے کو حکومت عطا کر دے گا۔ اس مذموم مقصد کی تکمیل کیلئے لارنس آف عربیہ نے انتہائی اہم کردار ادا کیا..... اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ مسلم سلطنت عثمانیہ کا اصل قاتل ٹی ای لارنس آف عربیہ ہی تھا۔ جو حقیقت میں ایک برطانوی گوریلا تھا۔ برطانوی اور فرانسیسی جاسوس اداروں نے اسے غازی صلاح الدین ایوبی علیہ الرحمۃ کی فتوحات اور صلیبی جنگوں میں اپنا بدلہ چکانے کیلئے اور تیل کے ذخیروں پر قبضہ جمانے کیلئے ایک تاجر کے بھیس میں صحرائے عرب بھیجا۔ مصر میں ان دنوں انگریز فوج کی کمان ایلین بی کے پاس تھی۔ اس نے لارنس سے کہا کہ عرب میں ترکوں کے

خلاف بغاوت کی جو آگ تم نے بھڑکائی ہے اسے سرد نہیں ہونا چاہیے۔ ”جنرل ایلن لی نے لارنس کو یہ بھی یقین دلایا کہ اس کی مدد کیلئے اسلحہ، خوراک اور سونا بھیجا جا رہا ہے۔“ پھر لارنس کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے کہا: یہ معرکہ تمہیں انگریز تاریخ میں حیاتِ جاوداں عطا کرے گا۔

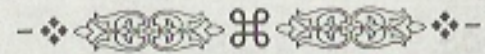
اس نے قوم پرستی، نسلی عصبیت اور لسانی طاقت کے بل بوتے پر بہت جلد ابن عبدالوہاب نجدی کے نامور، طاقتور اور سرکش پیروکار قبائل کے سرداروں سے راہِ درم پیدا کر لی۔ لارنس آف عربیہ نے نہایت عیاری اور چالاکی سے صحرائے عرب کی بساط پر ان نجدی سرداروں کی قبائل عصبیت کو عثمانی خلافت کے خلاف اپنی پسند کے مہروں کے طور پر استعمال کیا۔

لارنس آف عربیہ نفسیات کا ماہر ہونے کے علاوہ، عربوں کی طرح عربی بولتا تھا وہ بدوؤں کے چھوٹے چھوٹے اجتماعات میں سب سے پہلے یہ حدیث پڑھتا تھا، ”الائمہ من القریش“ یعنی امام قریش میں سے ہوگا۔

اس کے بعد سوال کرتا، جب رسول اللہ ﷺ نے اس وضاحت سے تشخیص فرمادی ہے تو آپ نے ظالم اور نیم وحشی ترکوں کی امامت اور خلافت کیسے تسلیم کر لی۔

﴿عالم اسلام کے خلاف سازشیں صفحہ نمبر ۴۰﴾

﴿بحوالہ منزل کی تلاش از محمد نجم مصطفائی صفحہ نمبر ۲۰۲ طبع فیصل آباد﴾



باب دہم

احوال و آثار

حضرت سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

اور آپ کی قبر منورہ

حضرت شیخ سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ سلطان الطریقت ہیں، گنج حقیقت ہیں، برہان شریعت ہیں۔

خاندانی حالات

آپ سادات حسنی سے ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب چند واسطوں سے حضرت سیدنا زید شہید بن امیر المؤمنین حضرت سیدنا امام حسن پر متعلیٰ ہوتا ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد غزنی کے رہنے والے تھے۔ آپ کے دادا کا نام علی (رحمۃ اللہ علیہ) ہے۔

والد ماجد: آپ کے والد ماجد کا نام عثمان ہے۔

ولادت: آپ غزنی میں پیدا ہوئے۔

نام: آپ کا نام علی ہے۔ ہجویر شہر کا نام نہیں ہے بلکہ غزنی کے ایک محلے کا نام ہے۔

اس لئے

آپ ”علی ہجویری“ کہلاتے ہیں۔

کنیت: آپ کی کنیت ”ابوالحسن“ ہے۔

لقب: آپ داتا گنج بخش کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔

لقب کی وجہ تسمیہ

خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی بخاری رحمۃ اللہ علیہ جب لاہور میں رونق افروز ہوئے تو آپ نے مزار مبارک پر اعتکاف فرمایا، چلتے وقت حضرت خواجہ غریب

نواز نے حسب ذیل شعر پڑھا

سج بخش فیض عالم مظہر نور خدا !

ناقصاں را پیر کامل کالماں را راہنما

اس روز سے آپ داتا گنج بخش مشہور ہوئے۔

تعلیم و تربیت

آپ علوم ظاہری کی تحصیل سے فارغ ہو کر علوم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے۔

آپ کے استاد شیخ ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ آپ سے فرماتے تھے کہ

فقیر کیلئے حاضری مرشد سے بہتر اور کوئی چیز نہیں ہے۔ فقیر کو چاہیے کہ حاضری

مرشد کی رکھے۔ مرشد وہ ہوتا ہے۔ جو کہ خواص ہونہ کہ متصل۔ فقیر کو چاہیے کہ اگر اپنے

میں قوت پائے تو تب بیعت کرے اور اپنے میں قوت نہ ہو تو دونوں خراب ہوں گے۔

بیعت و خلافت

آپ شیخ ابوالفضل بن حسن نخعی کے مرید ہیں۔ وہ مرید حضرت خضری کے اور وہ

حضرت شیخ شبلی کے ہیں۔

سیر و سیاحت

آپ نے خراسان، ماوراء النہر، مرو، آذربائیجان وغیرہ کی سیر و سیاحت کی، بہت

سے درویشوں سے ملے اور بہت سی برگزیدہ ہستیوں سے استفادہ کیا۔ حضرت شیخ

ابوالقاسم گرکانی، حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر اور حضرت شیخ ابوالقاسم قشیری کے روحانی لیوٹ

سے مستفید و مستفیض ہوئے۔

پیر و مرشد کا حکم

آپ اپنے پیر و مرشد کے حکم سے ہندوستان تشریف لائے۔ واقعہ اس طرح ہے

کہ آپ نے ایک رات اپنے پیر روشن ضمیر کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں:

تم کو لاہور کا قطب بنایا گیا ہے لاہور تمہارے سپرد کیا گیا، لاہور جاؤ، آپ نے

خواب ہی میں اپنے پیر سے عرض کیا کہ لاہور میں پہلے سے خواجہ حسن زنجانی موجود ہیں

ان کی موجودگی میں میرا لاہور جانا بے کار ہے۔ آپ کے مرشد نے آپ کو جواب دیا کہ

بحث و مباحثہ کی ضرورت نہیں، دیر نہیں لگانا چاہیے، جلد روانہ ہونا چاہیے۔

رواگی

حکم پاتے ہی لاہور روانہ ہوئے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آپ سلطان مسعود

بن سلطان محمود غزنوی کے لشکر کے ساتھ ہندوستان تشریف لائے اور بعض لوگ اس سے

متفق نہیں، ان کا کہنا ہے کہ آپ شیخ احمد جمادی سرخسی اور شیخ ابوسعید بھویری کے ساتھ

ہندوستان تشریف لائے

نماز جنازہ

لاہور پہنچ کر رات ہو جانے کی وجہ سے آپ نے شہر سے باہر قیام کیا۔ صبح کو جب

شہر میں داخل ہوئے تو ایک جنازہ آتے دیکھا۔ دریافت کرنے پر آپ کو معلوم ہوا کہ

حضرت حسن زنجانی کا جنازہ ہے۔ جن کا گزشتہ شب انتقال ہو گیا تھا، جنازہ کی نماز آپ

نے پڑھائی۔

لاہور میں سکونت

اب آپ کو معلوم ہوا کہ پیر و مرشد کے فرمان میں کیا مصلحت تھی۔ آپ نے لاہور

میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ اور تعلیم و تلقین اور رشد و ہدایت میں مشغول ہوئے۔

وفات

آپ نے ۴۶۵ھ میں اس جہان فانی سے سفر دارالآخرت فرمایا۔ بعض کے

نزدیک آپ کا وصال ۴۵۶ھ میں ہوا۔ مزار پڑانوار لاہور میں فیوض و برکات کا سرچشمہ

ہے۔

سیرت

آپ قطب زمانہ تھے۔ ذکر و فکر، مراقبہ و محاسبہ اور عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے تھے۔ دنیاوی آلائش سے پاک و صاف تھے۔ آپ کی ذات ستودہ صفات سے بہت سے بندگانِ خدا کو فیض پہنچا ہے تصرفات آپ کے بے شمار ہیں۔

علمی ذوق

آپ ایک عالم تھے آپ نے بہت سی کتابیں لکھیں۔ علم تصوف پر ”کشف المحجوب“ آپ کی شہرہ آفاق تصنیف ہے۔

(جدید تذکرہ اولیائے پاک و ہند از ڈاکٹر ظہور الحسن شارب دہلوی صفحہ نمبر ۳۰ طبع لاہور بمیر قلیل) ڈاکٹر علامہ محمد اقبال مرحوم فرماتے ہیں:

سید ہجویرے مخدوم ام مرتد او پیر سبخر را حرم
خاک پنجاب از دم او زندم گشت صبح ما از مہر او تابندہ گشت
شاہد اللہ فریدی ”کشف المحجوب“ کے انگریزی ترجمہ کے دیباچہ میں لکھتے ہیں

It is not known when or why Hujwiri first came to Lahore, except that it was probably after the death of his Sheikh in Syria, whose spirit left the world, while his head was in the lap of his worthy pupil Hujwiri, according to Dhahabi in the year 460 H. It would therefore appear that Hujwiri came to Lahore after this date. The reason for his coming is also not will "among persons uncongenial", and that at the time of writing the present work his books were still in Ghazni (p.91). This seems to point to an unplanned journey, or a stay which he himself only considered to be temporary, but for some reason became permanent for the rest of his life. The tradition is that during this last period he became an institution of spiritual teaching in himself, and converted large numbers of Hindus to Islam, and this we can readily believe. His mausoleum has apparently been a centre of attraction in all ages.

(Foreword: Kash Al-Mahjub, (p.7) Printed (Pakistan) 1976)

صاحبِ مآثر لاہور لکھتے ہیں:

(داتا گنج بخش) قرن پنجم (گیارہویں صدی عیسوی) میں طویل سیر و سیاحت اور وسیع علم و معرفت کے ساتھ لاہور آئے اور صدی کے نصف ثانی میں انتقال فرمایا۔ مزار آج بھی شہر کے سب سے قدیم متبرک آثار میں موجود ہے۔

﴿مآثر لاہور از سید ہاشمی فرید آبادی صفحہ نمبر ۷۹ طبع لاہور ۱۹۷۷ء﴾

صاحبِ حدائق الحنفیہ لکھتے ہیں:

علی مخدوم جلابی غزنوی ہجویری المعروف داتا گنج بخش لاہور: آپ اولیائے مقتدین میں سے جامع علوم ظاہری و باطنی، عابد، زاہد، متقی، مظہر خوارق و کرامت اور حنفی الذہب تھے۔ غزنی سے آکر لاہور کو تبلیغ کا مسکن بنایا۔ تمام عمر تبلیغ دین میں بسر کی۔ ۴۶۵ھ میں وصال ہوا۔ اور اپنی تعمیر کردہ خانقاہ میں دفن ہوئے۔

﴿حدائق الحنفیہ از مولانا فقیر محمد جملی صفحہ نمبر ۲۲۳ (تخلیص) طبع لاہور﴾

ڈسٹرکٹ اینڈ سٹیٹس گیزٹیرز آف وی پنجاب (پاکستان) میں مرقوم ہے:

tomb of Sayad Izhak, in the quadrangle of Wazir Khan's Mosque; and lastly, the tomb of Data Ganj Bakhsh, a learned divine of Baghdad, the St. Odo of his day, who accompanied the victorious army of Mahmud of Ghazni in the character of spiritual adviser and died at an advanced age at Lahore.

EXTRACTS

FROM THE

DISTRICT & STATES GAZETTEERS

OF THE

PUNJAB (PAKISTAN)

PRINTED

Research Society of Pakistan

University of the Punjab, Lahore

ترجمہ: ”مسجد وزیر خاں (لاہور) کی چار دیواری میں سید اسحاق کا مقبرہ ہے۔“

اور آخر میں داتا گنج بخش کا مزار ہے۔ جو کہ ایک جید عالم تھے۔ ان کا تعلق (بحیثیت روحانی تعلیم) بغداد سے تھا اپنے وقت کے صوفی بزرگ تھے، جو کہ روحانی مشیر کے طور پر محمود غزنوی کی فاتح فوج کے ساتھ آئے تھے۔ اور طویل عمری میں لاہور میں وفات پائی۔

حضرت داتا گنج بخش لاہوری رحمہ اللہ کی قبر مقدسہ

آپ کی قبر شریف لاہور بھائی گیٹ کے باہر مسجد کے شرقی جانب ایک گنبد نما عمارت میں واقع ہے جو کہ مرجع خلافت ہے۔ پاکستان کے مسلمان ہی نہیں بلکہ بیرون ممالک کے مسلمان بھی آپ کے مزار پر انوار کی حاضری کو سعادت سمجھتے ہیں اور یہ مسجد آپ نے اپنی زندگی ہی میں اپنی قیام گاہ کے قریب بنائی تھی۔ جس کی عمارت میں مختلف ادوار میں تہذیبیایاں رونما ہوتی رہیں۔ موجودہ مسجد کی عمارت قابل دید ہے۔

﴿سکینۃ الاولیاء بحوالہ خزینۃ الاسماء تالیف مفتی غلام سرور لاہوری صفحہ نمبر ۴۷ طبع لاہور ۱۹۸۳ء﴾
ڈاکٹر ظہور الحسن شارب دہلوی لکھتے ہیں:

لاہور میں سکونت اختیار کرنے کے بعد حضرت سید علی ہجویری رحمہ اللہ نے ایک مسجد تعمیر کرانا شروع کی۔ مسجد کی سمت قبلہ رو نہ ہونے کی وجہ سے علماء نے اعتراض کیا۔ آپ نے کسی کے اعتراض کا جواب نہ دیا۔ اس مسجد کی محراب جنوب کی طرف معلوم ہوتی تھی، مسجد کی تعمیر کا کام ہوتا رہا۔ جب مسجد بن کر تیار ہو گئی۔ آپ نے علماء و مشائخ کو بلایا سب نے وہاں نماز پڑھی، آپ نے امامت فرمائی۔

نماز سے فارغ ہو کر آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ ذرا غور کریں کہ کعبہ کس طرف واقع ہے، آپ نے توجہ فرمائی، حجابات اٹھ گئے، سب نے دیکھا کہ کعبہ سامنے ہے اور مسجد کی سمت صحیح ہے۔

﴿جدید تذکرہ اولیائے پاک و ہند صفحہ نمبر ۲۱ طبع لاہور﴾

﴿سفینۃ الاولیاء (فارسی) از دارالعلوم صفحہ نمبر ۱۶۴ نقوش لاہور نمبر صفحہ ۵۴ طبع لاہور﴾

امیر حمزہ (غیر مقلد) نے کوئی نئی بات نہیں کی۔ بلکہ آج سے کافی عرصہ پہلے مولوی احمد علی لاہوری (مقلد وہابی) نے بھی یہ بات پھیلائی تھی کہ موجودہ قبر جو کہ بھائی گیٹ کے باہر ہے، حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ کی قبر نہیں ہے بلکہ ان کی قبر بادشاہی قلعہ کے قریب ہے۔ اس وقت علمائے اہلسنت نے اس کا تحریراً و تقریراً ردِ مبلغ فرمایا۔ اور علاقہ قصور کے ایک صوفی صاحب نے یہ چیلنج کیا کہ مولوی موصوف حضرت داتا گنج بخش سید علی ہجویری رحمہ اللہ کے موجودہ مزار شریف پر آجائیں تو میں ان کو زیارت کروادوں گا کہ حضرت سید علی ہجویری اسی قبر میں جلوہ گر ہیں۔ مگر مولوی احمد علی لاہوری کو انکے سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ بلکہ انہیں خجالت و شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا۔

تقویۃ الایمان پر ایمان رکھنے والے جب کشف اور استخارہ کا دعویٰ کرتے ہیں تو ہمیں ان کی اس مذہبی خودکشی پر حیرت ہوتی ہے کیونکہ تقویۃ الایمان میں ”شرک“ کی ایک بات کا بیان کر کے صاف صاف لکھا ہے کہ:

”اور کشف اور استخارہ کا دعویٰ کرنے والے سب اس میں داخل ہیں۔“

﴿تقویۃ الایمان صفحہ نمبر ۱۰۰ مطبوعہ المجدید اکادمی لاہور﴾
”کوئی کشف کا دعویٰ کرتا ہے کوئی استخارہ کا عمل سکھاتا ہے کوئی تقویم اور پتر اکالاتا ہے، کوئی رمل اور قرعہ پھیلتا ہے کوئی فال نامہ لئے پھرتا ہے، یہ سب جھوٹے اور دغا باز۔“
اس عبارت کے بعد کسی دیوبندی یا غیر مقلد کا دعوائے کشف یا تصدیق کشف بقلم خود شرک اور جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے؟ پھر دیوبندی مولویوں کے دعوائے کشف پر تو ہمیں اس لئے بھی حیرت ہوتی ہے کہ یہ حضرات ”براہین قاطعہ“ میں ایک بے اصل حدیث کو اپنے عقیدے کی بنیاد مانتے ہوئے بطور حدیث لکھ چکے ہیں کہ ”مجھے دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔“ ﴿براہین قاطعہ صفحہ نمبر ۵۱﴾

کشف قبر اور دیوار کا علم بظاہر دو مختلف علم ہیں، مگر مٹی کا حائل ہونا تو دونوں جگہ موجود ہے۔ جو علم یہ حضرات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ماننے پر تیار نہیں ہوتے وہ ایک مولوی صاحب کیلئے مانتے ہوئے کتنی خوشی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اس لئے ہمارے نزدیک

اَوْ لَا تَوْمَلُوْا اِذَا عَلٰى لَآهَوْرٰى كَادُوْا اَنْ يَّكْشِفَ اِلٰى سِرِّ سَے جھوٹا ہے۔

ثانیاً یہ کشف من جانب شیطان ہے، قرآن مجید میں ہے۔

”اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَيَوْخُوْۤنٌ اِلٰى اَوْلِيَیْهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ“۔

﴿پ ۸ سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۱۱﴾

ترجمہ: ”بے شک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں دوسے ڈالتے رہتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں۔“

ثالثاً بفرض محال اگر یہ کشف اللہ کی جانب سے مانا جائے تو بھی یہ:

”وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَّوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ“۔ ﴿پ ۶ سورۃ النساء آیت نمبر ۱۵﴾

ترجمہ: ”حالانکہ نہیں قتل کیا انہوں نے اور نہ انہیں سولی پر چڑھایا لیکن ان کیلئے (کسی کو عیسیٰ کا) ہم شکل بنا دیا گیا۔“

کے قبیل سے شمار ہوگا۔ جس طرح دشمنانِ نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اشتباہ میں ڈال دیا اور کسی کو عیسیٰ ﷺ کے روپ دکھایا، اسی طرح حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ کے منکروں کو بھی اللہ تعالیٰ نے اشتباہ میں ڈال دیا۔

رابعاً قبر کے بارے میں متواتر کا مقابلہ کشف نہیں کر سکتا، شروع ہی سے ہر زمانہ میں آپ کا مزار مبارک مرجعِ خلافت رہا ہے۔ کسی دور میں منہدم یا مستور نہیں رہا تو پھر اس تواتر کے خلاف کسی کے جاہلانہ کشف کی کیا حیثیت ہے؟

کشف دلیل غنی ہے مگر تواتر دلیل قطعی ہے، قطعی کو چھوڑ کر ظنی کا اتباع کرنا صحیح نہیں ہوتا

”مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اَتْبَاعُ الظَّنِّ“۔ ﴿پ ۵ سورۃ النساء آیت نمبر ۱۵﴾

ترجمہ: ”انہیں ان کا کچھ علم نہیں مگر یہی کہ وہ محض گمان کی پیروی کرتے ہیں۔“

”اِنْ يَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخُوْصُوْنَ“۔

﴿پ ۸ سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۱۲﴾

ترجمہ: ”وہ (یقین کو چھوڑ کر) صرف گمان کی پیروی کرتے ہیں اور صرف غلط

قیاس آرائی کرتے ہیں۔“

”اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا“۔ ﴿پ ۱ یونس آیت نمبر ۳۶﴾

ترجمہ: ”بے شک گمان حق سے کچھ بھی بے نیاز نہیں کر سکتا۔“

خامساً ہر دور کے اولیاء کرام (اصحاب کشف) اس مزار شریف پر حاضری دیتے رہے ہیں کسی سے بھی اس مزار کے خلاف منقول نہیں ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہر دور کے اہل کشف صحیح کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضرت داتا گنج بخش ﷺ کا مزار مبارک یہی ہے۔

فرقہ وہابیہ فتاہت اور روحانیت سے کورا ہے۔ اور تحقیق کی اہلیت نہیں رکھتا۔ آج سے کچھ عرصہ پہلے سرخیل وہابیان احسان الہی ظہر نے مولانا احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ پر یہ بہتان باندھا تھا کہ ان کے استاذ مولانا غلام قادر بیک مرزا غلام احمد قادیانی کے بڑے بھائی تھے۔ جبکہ مرزا غلام احمد قادیانی کے بھائی اور مولانا احمد رضا بریلوی کے استاذ مولانا غلام قادر بیک دوا لگ الگ شخصیتیں ہیں۔ ان کو ایک کہنا دن کورات کہنے کے مترادف ہے۔ مرزا غلام قادر (قادیانی) کی وفات ۱۸۸۳ء میں ہوئی۔ جبکہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے استاذ گرامی مولانا غلام قادر بیک نے ۱۹۱۷ء میں وصال فرمایا۔ جو کہ ظہیر صاحب کی جہالت کا منہ بولنا ثبوت ہے۔

اسی طرح قلعہ کے قریب مدفون بزرگ کا نام بھی علی ہے اور حضرت داتا گنج بخش کا اسم گرامی بھی علی ہے۔ یہ دونوں الگ الگ شخصیتیں ہیں۔

صاحب ”کشف المحجوب“ حضرت سید علی ہجویری ﷺ کا مزار پر انوار بھائی گیٹ کے باہر واقع ہے۔ اور اسی مزار مبارک پر مشہور اولیاء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے چلہ کشی کی ہے اور روحانی فیوض و برکات سے بہرور ہوئے ہیں۔ ہم اپنے اس دعویٰ پر چند محققین علماء کی شہادتیں پیش کرتے ہیں۔

شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات

بیان المطلب ترجمہ اردو کشف المحجوب از مولوی فیروز الدین کے ناشر لکھتے ہیں:

مستند تواریخ کی رو سے آپ کا مزار فصیل شہر سے چند گز کے فاصلے پر جنوب مغرب کی طرف واقع ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ کی تشریف آوری کے وقت یہاں ایک گھاٹ تھا، جسے عبور کر کے آپ دریا کے اس پار تشریف لائے اور وہیں لب دریا قیام فرما کر تبلیغ و اشاعت میں مشغول رہے اور جب وصال فرمایا تو وہیں دفن ہوئے۔

بعض ارباب تحقیق کہتے ہیں کہ علی نام کے دو بزرگ غزنی سے تشریف لائے تھے۔ ان میں سے ایک قلعہ لاہور کے اندر فصیل کے ساتھ ہی دفن ہوئے..... اور دوسرے یہی کشف النجب حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جو بھائی دروازے سے باہر آرام فرما ہیں۔ اور جن کے مزار پڑاوار پر جناب سلطان الہند اجمیری اور جناب بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ اکتاب فیض کیلئے حاضر ہوئے تھے جواب مرجع خلافت بنا ہوا ہے۔

﴿بیان المصوبہ ترجمہ اردو کشف النجب از مولوی فیروز الدین صفی نمبر ۱۸ طبع لاہور ۱۹۷۶ء حاشیہ نمبر ۱﴾
طاہر لاہوری لکھتے ہیں:

آپ کا وصال ۳۶۵ھ میں ہوا۔ مزار بھائی دروازہ لاہور کے باہر ہے۔

﴿بلاد اللہ اولیاء از طاہر لاہوری صفحہ نمبر ۲۶ طبع لاہور﴾

مولانا فقیر محمد جملی لکھتے ہیں:

وفات آپ کی ۳۶۵ھ میں ہوئی اور اپنی تعمیر کردہ خانقاہ میں مدفون ہوئے۔ لاہور میں جس قدر آپ کے مزار پر اہل حاجات کا رجوع ہے اس قدر اور کہیں نہیں۔ (اور کثرتِ ہجوم بھائی گیٹ کے باہر مدفون حضرت سید علی ہجویری داتا گنج بخش ہی کے مزار پڑاوار پر ہے اگر کسی کو شک ہو تو لاہور جا کر مشاہدہ کر سکتا ہے)۔

﴿حقائق الخفیہ از مولانا فقیر محمد جملی صفحہ نمبر ۲۳ طبع لاہور﴾

نواب محمد خادم حسن شاہ اجمیری لکھتے ہیں:

خواجہ معین الدین چشتی اپنے مرشد خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ بھی گئے۔ وہاں آپ کے مرشد نے آپ کی مقبولیت کی دعا کی اور آپ کو بشارت دی اور خرقہ خلافت عطا فرمایا۔ مرشد سے رخصت ہو کر مختلف مقامات کے

بزرگوں سے ملتے ہوئے وار د لاہور ہوئے اور شیخ علی بن عثمان ہجویری (م ۳۶۵ھ) کے مزار پڑاوار پر چند روز مختلف رہے اسٹخ اور بھائی گیٹ کے باہر والے مزار داتا گنج بخش پر ہی آپ کی (یعنی خواجہ معین الدین) چلہ گاہ اب تک بنی ہوئی ہے۔

﴿معین الارواح از نواب محمد خادم حسن شاہ اجمیری طبع ۱۹۵۶ء اجمیر شریف﴾

مولوی نور احمد چشتی لکھتے ہیں:

بھائی دروازے کے باہر پیر علی گنج بخش ہجویری کے صاحبِ فضیلت اور ولایت تھے، ان کا مزار موجود ہے۔ وہ اس ملک میں بہت مشہور بزرگ ہیں۔ بہت دور دور سے خلقت ان کی زیارت کو آتی ہے..... اسٹخ (کار چشتی از مولوی نور احمد چشتی صفحہ نمبر ۱۸ طبع لاہور ۱۹۷۶ء) نقوش لاہور نمبر میں مرقوم ہے:

حضرت علی ہجویری کی وفات ۳۶۵ھ میں ہوئی۔ اس وقت سلطان ابراہیم غزنوی افغانستان اور پنجاب کا بادشاہ تھا۔ اسی بادشاہ نے آپ کا مقبرہ بھی تعمیر کروایا۔ شہزادہ داراشکوہ لکھتا ہے۔ کہ جمعہ کو خلقت انبوء درانبوء روضہ منورہ کی زیارت سے مشرف ہوتی ہے گویا کہ (۹۰۰) نو سو سال سے ہر جمعرات کو بے شمار مخلوق مزار پر فاتحہ خوانی کیلئے جاتی ہے..... اسٹخ

آپ کے احاطہ مزار کے اندر حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے حجرہ اشکاف اور مسجد کے علاوہ نواب امام الدین صوبہ کشمیر کی قبر اور کئی اور قبریں ہیں۔

آپ کے مزار پر پہلے گنبد نہیں تھا۔ ۱۲۸۷ھ میں حاجی نور محمد ایک بزرگ نے گنبد تعمیر کروایا۔ اور مسجد قدیم کو گلزار شاہ قیصر حسن سہی سے دوبارہ مرمت نصیب ہوئی۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے علاوہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر اور کئی دیگر مشائخ نامدار یہاں سے فیوض و برکات حاصل کر چکے ہیں۔ شہنشاہ اکبر نے بھی اس مزار پڑاوار پر اپنی عقیدت کے پھول چڑھائے ہیں۔ میر عبدالعزیز دہلوی اس مزار کے متعلق لکھتے ہیں:

مزار در شمار شاہ ہجویری ندیدی

(نقوش لاہور نمبر ۱۶۰، ۱۶۱)

مفتی غلام سرور لاہوری قدس سرہ لکھتے ہیں:

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا مزار پڑانوار زمانہ قدیم سے خلافت کی عقیدت گاہ اور مرجع فیض رہا ہے۔ پرانے زمانے اور موجودہ زمانے کے لوگ آپ کے مزار پر حاجت روائی کراتے، محترم اولیاء اللہ دینی اور دنیوی فوائد حاصل کرتے رہے ہیں۔ خواجہ بزرگ معین الدین چشتی قطب الہند، فرید الدین گنج شکر قدس سرہم جیسے اولیاء کبار اور مشائخ نامدار آپ کے مزار پڑانوار سے فیض یاب ہوتے رہے ہیں۔ یہ بزرگ ایک عرصہ تک اس مزار پر غلوت گزریں رہے۔ اب تک آپ کا غلوت کدہ آپ کے مزار کے پہلو میں موجود ہے اور حضرت خواجہ فرید کا مقام چلہ کشی اب تک موجود ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب خواجہ معین الدین اجیری رحمۃ اللہ علیہ حصول مقاصد کے بعد قطبیت ہندوستان کی خلعت سے سرفراز ہوئے تو آپ حضرت (داتا گنج بخش) کے مزار کو ہر بار پر حاضر ہوئے اور رخصت کے وقت آپ نے مزار کی طرف منہ کر کے فرمایا۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا !

ناقصاں را پیر کمال کلاماں را راہنما

(خزینۃ الاسماء از مفتی غلام سرور لاہوری صفحہ نمبر ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳)

پروفیسر عبدالصبور (شعبہ تاریخ دیال سنگھ کالج لاہور) لکھتے ہیں:

آپ کا مزار پڑانوار بھائی دروازہ کے باہر جانب مغرب واقع ہے..... آپ کا دربار وہ دربار پڑانوار ہے، جہاں خواجہ غریب نواز اجیری رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الاسلام بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ محمد اسماعیل عرف میاں وڈا رحمۃ اللہ علیہ، حضرت میاں میر قادری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مادھو لال حسین رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ جیسے باکمال اولیاء اللہ فیض یاب ہوتے رہے ہیں۔

اس عہد کے مشہور صاحب کشف و کرامات بزرگ حضرت سید جلال شاہ گیلانی قادری چک سادہ شریف (گجرات) و امام العارفین حضرت شیخ فضل نور قادری نوری و حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری اور حضرت خواجہ میاں علی محمد خاں صاحب چشتی ہوشیار پوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت کے مزار پر بالائزما حاضر ہوا کرتے تھے۔ اور دامن مراد بھر کر لوٹتے تھے۔ انکو حضرت داتا گنج بخش سے شرف ہمکامی حاصل ہوتا رہا۔ چنانچہ حضرت سید جلال شاہ صاحب گیلانی قادری اور حضرت میاں صاحب شرقپوری حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ہمکامی کا بعض اوقات خواص میں ضرور ذکر بھی فرماتے تھے۔

(سوانح حیات ابتدائی کشف النجوب مترجم صفحہ نمبر ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷

کرنے کی سعادت انہی کو نصیب ہے۔ کتنی بار ان کی آفاقی رنگارنگیوں سے ظاہر بینوں کی بے نور آنکھیں مگرائیں، کتنی بار ان کے براق دامنوں پر دنیا پرستوں نے اپنے گناہوں کی کالک

۱۔ قریب العہد بزرگوں کے نام اس لئے لکھے گئے ہیں کہ چند سال ہوئے لاہور کے ایک مدعی کشف سنی نماز و ہابی (احمد علی لاہور) نے ازراہ حسد یہ اعلان کیا کہ یہ مزار داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نہیں ہے۔ اسی وقت ایک اللہ والے نے کشف کے مدعی مولوی صاحب کو بذریعہ اخبار زمیندار چیلنج دیا کہ آپ میرے ساتھ دربار داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر حاضر ہوں۔ میں آپ کی بات چیت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کرادوں گا۔ اس پر مولوی صاحب کا کشف حجاب بن کر رہ گیا۔ (اردو ترجمہ کشف الحجب صفحہ نمبر ۱۵ حاشیہ نمبر طبع لاہور) تھوپنے کی کوشش کی مگر ان نفوس قدسیہ کے تقدس کو مکدر نہ کر سکے..... یہی وجہ ہے کہ کفرستان ہند میں شہنشاہوں کی قوت و جبروت وہ کام نہ کر سکی جو اس صوفی کامل (حضرت سید علی ہجویری) نے کر دکھایا۔ اپنے اسلامی کردار سے لوگوں کے دل مسخر کر کے ان پر اسلام کی مہر لگا دی، آج بھی آپ کا فیض جاری و ساری ہے..... قدیم شہر لاہور میں بھائی دروازہ کے باہر جانب جنوب مغرب آپ کا مزار صدیوں سے مرقع خلاق ہے..... اسلامی جمہوریہ پاکستان کا معرض وجود میں آنا حضرت سید علی ہجویری کی تبلیغی مساعی کا نتیجہ ہے۔

ڈاکٹر ابن میری شمل لکھتی ہیں کہ ”اقبال داتا گنج بخش کے ماننے والوں میں تھے اور صبح کی نماز مسجد داتا دربار میں روحانی سکون اور عرفان کیلئے ادا کرتے تھے۔

پروفیسر مسعود الحسن صاحب کی تصنیف ”داتا گنج بخش“ میں یوں لکھا ہے کہ علامہ اقبال کو مسلمانوں کیلئے علیحدہ ریاست کا خیال اسی مسجد میں نماز کی ادائیگی سے حاصل ہوا۔ مزارات اولیاء کو شرک و بدعت کا مرکز سمجھنے والے چند مخصوص نقطہ نگاہ کے حامل افراد جب اپنی تحریروں اور تقریروں سے مزارات پر جانے والی اکثریت کو نہ روک سکے تو انہوں نے خلاف تحقیق، خود ساختہ..... باتوں اور اپنے اپنے ظن و قیاس سے صاحبان

مزار اور مزارات کے بارے میں مختلف انداز میں تشکیک پیدا کرنے کی شعوری کوششیں کیں۔ برصغیر پاک و ہند میں ان کا پہلا ہدف حضرت داتا گنج بخش کا مزار اور دوسرا حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کا مزار بنا..... حضرت سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے تقریباً ساڑھے نو سو برس بعد ایک مخصوص مکتبہ فکر کے افراد نے اولاً جنوری ۱۹۵۹ء روزنامہ وفاق لاہور اور ثانیاً ۲۲ جولائی ۱۹۹۱ء روزنامہ پاکستان ٹائمز لاہور میں مندرجہ ذیل تحریروں سے حقائق کو مسخ کرنے کی شعوری کوششیں کیں۔

پہلے معترض نے داراشکوہ کی تصنیف سفینۃ الاولیاء کی محض اس عبارت ”قبر درمیان شہر لاہور مغربی قلعہ واقع شدہ“ کو کشف کا رنگ دے کر روزنامہ وفاق میں یہ شوشہ چھوڑا کہ ”سید علی ہجویری کا موجودہ مزار (بیرون بھائی گیٹ) کسی اور بزرگ کا مدفن ہے..... اصل مزار کا مجھے علم ہے لیکن میں بتاؤں گا نہیں۔ کیونکہ لوگ اس جگہ کی پرستش کریں گے..... اللہ تعالیٰ نے مجھے نور قلب اور کشف بخشا ہے بصیرت سے میں سید علی ہجویری کے انوار قلعہ لاہور میں دیکھتا ہوں اور انگلی رکھ کر بتا سکتا ہوں کہ علی ہجویری کا سر کہاں اور پاؤں کہاں ہیں۔

دوسرے معترض نے روزنامہ پاکستان ٹائمز میں داتا صاحب اور خواجہ اجمیر کے مزارات کو محض نمائش اور جعلی قرار دیتے ہوئے لکھا کہ..... ان (سید علی ہجویری) کی جائے تدفین کے بارے میں وثوق سے نہیں کہا جاسکتا، لاکھوں لوگ موجودہ جگہ کو ان کا مزار سمجھ کر زیارت کرتے ہیں جبکہ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی اور جگہ کبر قلعہ میں ایک کونے میں مدفون ہوں گہری نظر سے دیکھا جائے تو یہ نکتہ بھی اتنا نتیجہ خیز نہیں، کیونکہ جعلی قبر جو ان کی قطعاً نہ ہو اس کو غسل دینا، کپڑے کی چادریں چڑھانا اور پھول نچھاور کرنا، بت پرستی کی ایک قسم ہے..... شہنشاہ اکبر نے اجمیر میں بھی یہی کام کیا تھا جہاں معین الدین چشتی ایک قریبی پہاڑی پر مدفون ہیں جبکہ انکی درگاہ اور دربار شہر کے بڑے بازار میں ہے ایسا محض زائرین کی سہولت کیلئے کیا گیا تھا..... راقم ظن و قیاس کی بجائے تاریخی حقائق سے ثابت کرتا ہے کہ بیرون بھائی دروازہ جانب مغرب حضرت کا موجودہ مزار حقیقی اور اصل مزار ہے۔

آج سے تین صدیاں قبل مغل شہزادہ دارا شکوہ اپنی تصنیف سفینۃ الاولیاء میں رقم طراز ہے کہ سید علی ہجویری نے ایک مسجد خود تعمیر کی تھی..... آپ کی قبر اپنی مسجد کے موافق سمت میں ہے..... ہر جمعرات آپ کے روضہ اطہر پر ہزاروں آدمی حاضر ہوتے ہیں اور مشہور ہے کہ جو شخص چالیس جمعرات یا چالیس دن تک روضہ پر حاضری دے تو اس کی مراد پوری ہو جاتی ہے..... آج دارا شکوہ کا بیان کردہ حرف بہ حرف لاہور میں موجودہ مزارات میں سے صرف اور صرف سید علی ہجویری کے موجودہ مزار پر ہی صادق آتا ہے۔ آپ کی تعمیر کردہ مسجد کے محراب کی جگہ پر چوکور سنگ مرمر پتھر آج بھی بطور یادگار مزار شریف کے جنوب مغربی ستون کے ساتھ نصب ہے جو دارا شکوہ کے بیان کردہ مسجد کی نشاندہی کرتا ہے۔ اور یہ اس بات کی شہادت ہے کہ مزار اور مسجد متصل ہیں۔ اگر دارا شکوہ کی اس عبارت ”قبر شہر لاہور کے درمیان مغربی قلعہ میں واقع ہے“ کو درست مان لیا جائے تو پھر مزار کے متعلق اس کے دیگر جملہ مشاہدات نادرست قرار پائیں گے جو محال ہے اس لئے کہ مضمون کے جز کو کل پر فوقیت دینا نادانی ہے۔

جملہ محققین، مورخین تذکرہ نگاروں اور مضمون نگاروں نے دارا شکوہ کی عبارت ”قبر درمیان شہر لاہور مغربی قلعہ واقع شدہ“ سے یہی اخذ کیا ہے کہ حضرت سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش کا مزار مبارک قلعہ لاہور کے مغرب میں واقع ہے۔ کتاب ”سیر پنجاب کامل“ (منقسم بہ دو حصہ حصہ اول ۱۸۶۳ء مصنفہ کالی رائے اکسٹرا اسٹنٹ ضلع انبالہ رئیس قصبہ سلطان پور اور حصہ دوم مصنفہ و مرتبہ لالہ رام برادر حقیقی کالی رائے جلاگانہ ضلع سہارنپور قوم اگر والی، مطبع نئی نولکھنور واقع پٹیا لہ ۱۸۷۲ء میں طبع ہو کر سید محمود علی کے زیر اہتمام شائع ہوئی۔ اس کتاب میں یوں درج ہے۔

نام فریق	نام اولیاء	کیفیت
مسلمان	حضرت سید علی ہجویری	بیرون بھائی دروازہ ۳۶۵ھ میں
	مشہور بہ داتا گنج بخش	اس ولی نے وفات پائی
	متذکرہ کتاب کے مندرجات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ بیرون بھائی دروازہ	

موجودہ مزار ہی حضرت سید علی ہجویری مشہور بہ داتا گنج بخش علیہ السلام کا اصلی اور حقیقی مزار ہے۔

نور احمد چشتی، تحقیقات چشتیہ میں لکھتے ہیں: واضح ہو کہ یہ خانقاہ باہر دروازہ بھائی کے، غرب رو یہ مکان عالیشان مشہور و معروف ہے۔

عبدالفتاح بن محمد نعمان بدخشی مرید حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے مفتاح العارفین خطی ذخیرہ شیرانی کتب خانہ دانش گاہ پنجاب نمبر ۱۶۱۳ میں صفحہ نمبر ۱۲۰ پر لکھا ہے کہ ان (حضرت داتا گنج بخش) کا مزار لاہور شہر کے درمیان قلعہ کے مغربی جانب واقع ہے۔ شیخ اکرام اپنی تصنیف آب کوثر میں لکھتے ہیں:

شیخ ہندی کی اولاد آپ کے مزار کے خادم و بجاور ہیں جو صدیوں سے اندرون بھائی دروازہ آباد تھا۔ اس درگاہ سید علی ہجویری کے زیر سایہ آباد ہے۔

قدیم وجدید ملکی اور غیر ملکی محققین، تذکرہ اور مضمون نگاروں کا اس پر مکمل اتفاق ہے کہ لاہور شہر میں بیرون بھائی گیٹ موجودہ مزار حضرت داتا گنج بخش ۹۵۰ سال سے آپ کا دفن ہے۔

جب لاہور پر سکھوں کا قبضہ تھا تو مہاراجہ رنجیت سنگھ کی قیام گاہ شاہی قلعہ میں تھی وہ پایادہ قلعہ سے حضرت داتا گنج بخش علیہ السلام کے مزار پر حاضری دیا کرتا تھا..... اگر حضرت کا مزار قلعہ میں واقع ہوتا تو رنجیت سنگھ موجودہ مزار حضرت داتا گنج بخش علیہ السلام پر بار بار حاضری نہ دیتا اور نذر پیش نہ کرتا۔

حضرت سید علی ہجویری اور خواجہ معین الدین چشتی کے موجودہ مزارات کے محل وقوع پر تشکیک پیدا کرنا یا ان مزارات کو جعلی قرار دینا درحقیقت سلسلہ ہائے طریقت کے شیوخ اور ان کے خلفاء اور نفوس قدسیہ کی ولایت، بزرگی، روحانی کمالات، بصیرت اور کشف و کرامات سے انکار اور اہل ارادت و عقیدت کو کھلا چیلنج دینے کے مترادف ہے (اس لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ ایسے ناپاک عزائم کو کچلنے کیلئے ہر ممکن کوشش کریں)۔ (تلخیص)

محقق العصر حکیم محمد موسیٰ امرتسری چشتی ضیائی رحمہ اللہ

درج ذیل عنوان کے تحت لکھتے ہیں

مزار پُر انوار

داراشکوہ مزار شریف کے محل وقوع کے بارے میں لکھتا ہے:

قبر درمیان شہر لاہور مغربی قلعہ واقع ان کی قبر لاہور شہر میں قلعہ سے مغرب کی جانب واقع ہے۔

اس جملے کا محمد وارث کامل نے یوں ترجمہ کیا ہے.....

مزار مبارک لاہور کے مغربی قلعہ میں واقع ہے۔

لاہور کا نقشہ تبدیل ہو جانے کے سبب داراشکوہ کی یہ تحریر مبہم ہو گئی ہے، پھر ترجمہ کرنے والے نے غلطی کھائی تو آج سے تقریباً ۱۵۵ سال قبل لاہور کے ایک ایسے مولوی نے جو صوفیاء کے مزارات پر حاضری بدعت و شرک سمجھتے تھے یہ اعلان داغ دیا کہ یہ مزار داتا صاحب کا نہیں ان کا مزار تو قلعہ لاہور میں ہے۔ اس وقت مولوی صاحب موصوف کے اس بیان کے خلاف متعدد مضامین شائع ہوئے تھے۔ داراشکوہ کے اس ابہام کو ڈاکٹر مولوی محمد شفیع نے اس طرح حل کیا ہے

”داراشکوہ نے یہ کہا ہے کہ ”قبر شہر لاہور کے درمیان“ قلعہ کے مغرب میں واقع

ہے۔ یہ کچھ عجیب سا بیان ہے اس لئے کہ قبر شہر کے فصیل کے باہر ہے۔ البتہ شہر کی بیرونی آبادی کے درمیان ہے اور قلعہ کے مغرب کی بجائے جنوب مغرب کہنا زیادہ صحیح تھا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ داراشکوہ کے زمانہ میں قلعہ سے مغرب کو آتے تھے تو شاہی مسجد اس وقت تھی ہی نہیں۔ پہلا قابل ذکر مقام دریائے راوی کا گھاٹ تھا۔ دریا اس وقت قلعہ کے نیچے سے بہتا تھا۔ اس گھاٹ کو کاہل جانے والی سڑک عبور کرتی تھی اور گھاٹ کے بعد داتا صاحب کے مزار والا علاقہ ہی قابل ذکر تھا۔ چنانچہ ایک انگریز سیاح نے ۱۶۱۱ء یعنی جہانگیر بادشاہ کے عہد میں ساڑھے چھ ماہ کے قریب لاہور میں شہر دارا

، اسی ترتیب سے اس موضوع کا ذکر کیا ہے۔ گو وہ مسجد شکر گنج کہتا ہے بجائے مسجد گنج بخش۔ مقدمہ کشف المحجوب از ڈاکٹر مولوی محمد شفیع صفحہ نمبر ۶، ۷

ظہیر الدین دولہ سلطان ابراہیم بن مسعود بن محمود کے رحمہ اللہ حضرت داتا صاحب عہد حکومت میں واصل الی اللہ ہوئے تھے۔ اور اسی سلطان نے حضرت کا مزار تعمیر کرایا تھا (بغیر گنبد کے) اور یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت کے ساتھ جو دو قبریں ہیں، وہ شیخ احمد حمادی سرخسی اور شیخ ابوسعید بھومیری کی ہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب) تحقیقات چشتی صفحہ نمبر ۱۳۵، ۱۳۶

مقدمہ کشف المحجوب از حکیم محمد موسیٰ امرتسری طبع لاہور ۱۳۹۳ھ صاحب مآثر لاہور لکھتے ہیں:

داتا صاحب کے خوارق و کمالات کی کوئی انتہا نہیں۔ بارہا انہوں نے تجرید و توکل کے قدموں سے سیاحت کی اور بہت کچھ سیاحتی کرنے کے بعد دارالسلطنت لاہور پہنچے اور اقامت اختیار کی۔ اس شہر کے باشندے کبھی انکے مرید و معتقد نہ ہو گئے۔ لاہور ایک بڑا اور متبرک شہر ہے انکی وفات سن ۴۵۶ھ اور دوسرے قول کی رو سے ۴۶۵ھ میں ہوئی، قبر شہر کے اندر (جنر افغانی حدود سے ۱۲) قلعے کے مغرب کی طرف واقع ہے..... الخ۔

مآثر لاہور از سید ہاشمی فرید آبادی صفحہ نمبر ۱۸۱ طبع لاہور ۱۹۷۷ء

لاہور ”پاسٹ اینڈ پریزنٹ“ کے مصنف محمد حنیف رضا لکھتے ہیں:

TOMB OF HAZRAT DATA GANJ BUKHSH

The tomb of Hazrat Data Ganj Bukhsh attracts a large number of people from all corners of Pakistan daily. The nine hundred years old tomb of Data Sahib is built on a raised platform which is reached from the main bazar by a flight of three steps on the north as well as east side. The shrine is close to the junction of the lower Mall and the circular road. Attached to the shrine there was a mosque which has now been rebuilt and enlarged.

Data Ganj Bukhsh had come to Lahore with Mahmud Ghaznavi as his religious adviser but never returned to Ghazni. He settled down in Lahore and commenced his religious mission; the

preaching of Islam. His well known Persian work Kashful-Mahjub has already been translated into many languages including English and Russian and enjoys to position of being a classic. Hazrat Mueen-ud-Din Chishti of Ajmer (India) held his chilla i.e. 40 days of seclusion at this shrine.

The annual Urs is held in the month of Safar which is celebrated for two days. It is one of the most popular events of Lahore and a large number of people from all parts of Pakistan join in the festival. For their benefit a very large number of stalls of sweet-meats, fruits, and other eatables are set up in the Bazar. Free food is also distributed to the poor.

(Lahore past and present, p 131 printed Islamabad (Pakistan))

حضرت داتا گنج بخش سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارکہ کے متعلق

..... پیر آف کھمکول شریف کا ارشاد گرامی

جناب عبدالرشید ارشد (سابق ناظم اے ٹی آئی پنجاب) نے فرمایا کہ میں آخری عرس منعقدہ ۱۹۹۸ء کے موقع پر پیر صاحب کی زیارت کیلئے ایک رفیق کار، سوئی نادرین گیس کے ایک سینئر انجینئر محمد علیم صاحب جو کہ پیر صاحب کے مرید بھی تھے، کی ہمراہی میں کھمکول شریف (کوہاٹ) حاضر ہوا، راستے میں ان کے ساتھ بہت موضوعات پر گفتگو رہی، علیم صاحب کو ان کے ملنے والوں میں سے بعض افراد نے ”داتا گنج بخش کی قبر کے متعلق شکوک و شبہات میں مبتلا کر رکھا تھا۔ اور مولوی احمد علی لاہوری کا حوالہ دیتے ہوئے کہتے تھے کہ انہوں نے کہا ہے کہ داتا گنج بخش اپنی اس موجودہ قبر میں نہیں ہیں۔ میں نے کہا، آج یہ عقدہ آپ کے پیر صاحب سے حل کرائیں گے، پیر صاحب کی زیارت کا قریب سے موقع ملا، کچھ دیر ان کی خدمت میں رہے اور پھر حضرت داتا صاحب کی قبر کے متعلق ان سے سوال کیا۔ پیر صاحب نے کامل یقین سے جواب دیا، ایسے افراد صریح گمراہی میں مبتلا ہیں۔ داتا صاحب اپنی اسی قبر میں جلوہ گر ہیں جو کہ مرجع خلافت ہے۔

عبدالرشید ارشد سینئر انجینئر سوئی نادرین ہید آفس لاہور

امیر حمزہ کے چچا زاد بھائی مولوی اشرف علی تھانوی کا مکافہ

”سیرت اشرف“ میں شیخ عبدالرحمن خان لکھتے ہیں:

جناب مولانا اشرف علی تھانوی صاحب ۶ مئی ۱۹۳۸ء کو جب لاہور پہنچے تو داتا صاحب کے (موجودہ) مزار کی زیارت کی اور فاتحہ خوانی سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا: بہت بڑی شخصیت ہیں عجیب رعب ہے وفات کے بعد بھی سلطنت کر رہے ہیں۔

(سیرت اشرف صفحہ نمبر ۱۹۶، از مولوی شیخ عبدالرحمن ملتانی طبع ملتان)

۱۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد لکھتے ہیں: ہم نے صاف لکھا تھا کہ ہم جانتے ہیں کہ ان دونوں گروہوں (دو بانیوں دیوبندیوں) میں بھی بعض اوقات نزاع ہو جاتی ہے۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ جس طرح چچا زاد کے بھائیوں میں کبھی کبھی نزاع ہو جاتی ہے۔ (الحدیث (امرتسر) یکم شعبان ۱۳۳۲ھ) عسکرنامہ لاہور دکن صفحہ نمبر ۵۰ طبع لاہور۔ (ابوالجلیل فیضی غفرلہ)

قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے اس واقعہ کو یوں نقل کیا ہے:

حضرت تھانوی وفات سے تقریباً دو سال قبل دانت درست کرانے کیلئے تشریف لے گئے۔ تو واپسی سے ایک دن قبل لاہور کے قبرستانوں کی زیارت کیلئے بھی نکلے، سلاطین کی قبروں پر گئے، اور مساکین کی قبریں بھی دیکھیں، فاتحہ پڑھی، ایصال ثواب کیا، اس سلسلہ میں حضرت علی ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش کے مزار پر پہنچ کر دیر تک مراقب رہے۔

وصل صاحب بگرامی ساتھ تھے اور انہوں نے ہی یہ واقعہ تھانہ بھون میں بیان فرمایا تھا کہ داتا گنج بخش کے مزار سے لوٹتے وقت فرمایا کہ کوئی بہت بڑے شخص معلوم ہوتے ہیں، میں نے ہزار ہا ملائکہ کو ان کے سامنے صف بستہ دیکھا اور یہ بھی فرمایا کہ سلاطین کے مزاروں پر پہنچا تو انہیں مساکین کی صورت میں دیکھا کہ جیسے کوئی پرسان حال نہ ہو اور مساکین کو سلاطین کی صورت میں پایا۔

(عالم برزخ از مولوی قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند صفحہ نمبر ۲۵، ۲۶ مطبوعہ مکتبہ مدینہ اردو بازار لاہور)

۱۹۷۱ء میں تحریک نظامِ مصطفیٰ (ﷺ) کے دوران مفتی محمود صاحب اور معترض مولوی (احمد علی) لاہوری کے جانشین فرزند نے مختلف اوقات میں ہزاروں عقیدت مندوں اور راقم (ابوالعاصم محمد سلیم حماد) کی موجودگی میں حضرت داتا گنج بخش (رحمۃ اللہ علیہ) کے موجودہ مزار پر فاتحہ خوانی اور حاضری دی گویا کہ بیٹے نے اپنے والد کا دعویٰ عملاً غلط ثابت کر دیا۔
مولوی عبدالرحمن مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور کی مزار داتا گنج بخش پر بار بار حاضری کا راقم (محمد سلیم حماد) چشم دید گواہ ہے۔

کیا تربت گنج بخش ﷺ تہہ خانہ میں ہے؟

بعض لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ حضرت داتا گنج بخش (رحمۃ اللہ علیہ) کی حقیقی قبر موجودہ مزار شریف کے نیچے تہہ خانہ میں ہے۔ حالانکہ یہ بات قطعاً غلط اور خلاف تحقیق ہے۔
صاحب تحقیقات چشتی لکھتے ہیں:

مزار گوہر بار حضرت سید علی ہجویری (رحمۃ اللہ علیہ) چہوترہ سنگ مرمر سفید پر واقع ہے۔ مزار کے دو درجے ہیں۔ ایک چہوترہ دو فٹ اونچا اور اس پر دوسرا ایک فٹ بلند جس پر تعویذ ہے۔ بڑے چہوترے پر دو اور چھوٹے چھوٹے مزار (حضرت ابو سعید ہجویری اور احمد حمادی سرخسی) واقع ہیں۔ آپ کی قبر پر ہمیشہ کھواب کا غلاف پڑا رہتا ہے۔ اس چہوترے پر ایک چوبی بنجرہ (لکڑی کی جالیاں) ہشت پہلو واقع ہے۔ یہ بنجرہ چوبی میاں عبوض خاں فیل بان مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ۱۲۴۰ھ میں بنوایا، دروازہ بنجرہ کا جنوبی رویہ ہے۔ بیچ میں مزار اُنوار حضرت کا ہے..... چہوترہ اور لوح مزار سلطان ابراہیم ظہیر الدولہ غزنوی نے بنوائے۔ (تحقیقات چشتی معنفہ نور احمد چشتی صفحہ نمبر ۱۶۵، ۱۶۶، طبع ۱۸۶۴ء)

حضرت داتا صاحب کا مزار شریف ۱۱ جنوری ۱۹۶۰ء سے محکمہ اوقاف کی تحویل میں ہے ان تقریباً ۳۶ سالوں میں دربار محکمہ اوقاف کا ریکارڈ اس بات کے گواہ ہیں کہ قدیم عمارات یا احاطہ کے کسی حصہ میں کوئی زمین دوز راستہ تہہ خانہ یا موجودہ تربت کے علاوہ کوئی دوسری حضرت داتا صاحب کی قبر دریافت نہیں ہوئی ہے۔

راقم کے جد امجد حضرت عبداللہ المعروف شیخ ہندی کا خاندانہ تقریباً ایک ہزار برس سے حضرت داتا صاحب کی زندگی اور وصال کے بعد آج تک مزار شریف کی تعمیر و توسیع، تعمیر و تبدل اور حقائق کا پشت در پشت سے امین چلا آ رہا ہے کہ حضرت کا منور مرقد تہہ خانہ یا کسی دوسرے مقام پر موجود نہیں، موجودہ مزار ہی حقیقی مزار ہے۔
(ابوالعاصم محمد سلیم حماد کے مضمون کی تلخیص نقل کی گئی ہے)

واہ داتا (رحمۃ اللہ علیہ) تجھے وہابی بھی مان رہے ہیں

ہفت روزہ ”جنگِ اہلحدیث“ لاہور نے بھی بدیں الفاظ دربار داتا گنج بخش کی منظر کشی کی ہے کہ: سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش کے دربار پر دنیا بھر سے زائرین آتے ہیں، پاکستان کا ہی نہیں، غالباً یہ دنیا کی واحد ہستی کا دربار ہے جہاں ۲۴ گھنٹے لنگر جاری رہتا ہے۔ سچی بات تو یہی ہے کہ اس دربار سے کئی سفید پوش بھی لنگر لے کر اپنے بچوں کے پیٹ کی بھوک مٹاتے ہیں۔ یہاں بے پناہ عبادت بھی ہوتی ہے، اس قدر قرآن خوانی شاید ہی ملک کے کسی دربار پر ہوتی ہو۔

(ہفت روزہ ”جنگِ اہلحدیث“ لاہور، ۱۰ مارچ ۲۰۰۰ء بحوالہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ جلد ۳۳ ش ۵، مئی ۲۰۰۱ء)
امیر حمزہ کے چچا زاد بھائی مولوی عبدالرحمن اشرفی دیوبندی (مقلد وہابی) نے یوں بیان کیا ہے کہ: حضرت (داتا گنج بخش (رحمۃ اللہ علیہ) کو میرے ساتھ پیار ہے۔ اس لئے میں مہینے میں ایک مرتبہ لازمی دربار شریف پر حاضر ہوتا ہوں اور جب حاضری کی میں دیر لگاتا ہوں تو حضرت داتا علی ہجویری (رحمۃ اللہ علیہ) خود مجھے بلالیتے ہیں۔

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور، مئی ۱۹۹۹ء بحوالہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ جلد ۳۳ ش ۵، مئی ۲۰۰۱ء)

امیر حمزہ

اب رہی بات ”منظہ نور خدا“ ہونے کی، جس کا مطلب خدا کے نور کا ظہور یا اذتاد تو یہ فقرہ ایسے شرکیہ عقیدہ کا حامل ہے کہ جس کا تعلق اسلام کے ساتھ بہر حال نہیں ہے۔

(شاہراہ بہشت صفحہ نمبر ۲۲۲)

﴿جواب﴾

یہ انسان، زمین، آسمان، ندی، نالے، دریا، سمندر، فلک بوس پہاڑ، شجر، پھول، چاند، سورج اور ستارے غرضیکہ کائنات عالم کا ذرہ ذرہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا مظہر ہیں۔ جن سے اس کی خالقیت کا اظہار ہوتا ہے۔ اسی طرح انبیاء و اولیاء اس کی ذات و صفات کا مظہر ہیں، جس سے اللہ تعالیٰ کی خالقیت اور دیگر صفات کا اظہار ہوتا ہے۔

اس عقیدہ کو شرک سے تعبیر کرنے والے خود حقیقت شرک سے نا آشنا ہیں۔

امام الحدیث حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۰۵۲ھ) رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

خیر الوریٰ امام الرسل مظہر اتم

یعنی (اے محبوب کبریاء ﷺ آپ بہترین مخلوق، امام الانبیاء اور مظہر کامل ہیں۔

(اخبار الخیار صفحہ نمبر ۲۱ طبع کراچی)

حضرت شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ والد گرامی شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ (م ۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں: اور رحمت کاملہ نازل ہو اس ذات پر جو اللہ تعالیٰ کے مظہر اتم و اکمل ہیں۔ اور اس کے حسن و جمال کی جلوہ گاہ ہیں، جن کا نام پاک ﷺ ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ سب سے زیادہ واصل ہیں۔ (انفاس رحیمہ بحوالہ تسکین الخواطر از علامہ سید حامد علیہ الرحمۃ صفحہ نمبر ۲۹)

سراج الہند مولانا شاہ عبدالعزیز (متوفی ۱۲۳۹ھ) محدث دہلوی رحمہ اللہ ”ایاک نستعین“ کے تحت فرماتے ہیں: اس جگہ یہ سمجھنا چاہیے کہ غیر سے اس طرح استعانت حرام ہے کہ اعتماد اسی غیر پر ہو اور اسے حق تعالیٰ کی امداد کا مظہر نہ جانے، اور اگر توجہ محض اللہ تعالیٰ کی طرف ہو اور اسے اللہ تعالیٰ کی امداد کا مظہر جانے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت اور کارخانہ اسباب پر نظر کرتے ہوئے اس غیر سے ظاہر استعانت کرے تو یہ راہ معرفت سے دور نہ ہوگا اور شریعت میں روا اور جائز ہے۔ اس قسم کی استعانت انبیاء و اولیاء غیر سے کی ہے، درحقیقت استعانت کی یہ قسم غیر سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہی سے ہے۔

﴿تفسیر عزیزی صفحہ نمبر ۵ (فارسی) طبع مجاہد دہلی﴾

کیا (معاذ اللہ) درج ذیل محدثین (بقول آپ کے) مشرک تھے؟

۱۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۰۵۲ھ)۔

۲۔ شیخ عبدالرحیم فاروقی دہلوی والد ماجد شاہ ولی اللہ دہلوی۔

۳۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (متوفی ۱۲۳۹ھ)۔

خدا کا خوف کرو، خواہ مخواہ مسلمانوں کو مشرک بنانے پر تلے ہوئے ہو۔ اگر مظہر عون ہو سکتا ہے تو مظہر نور خدا ہونا کیونکر ناممکن ہے؟

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ کی قبر مقدسہ

امیر حمزہ: شاگرد رضوانی کے حوالہ سے لکھتے ہیں: شہشاہ اکبر نے اجیر میں بھی یہی

کام کیا تھا۔ جہاں حضرت خواجہ معین الدین چشتی قریبی پہاڑوں میں مدفون ہیں..... جبکہ ان کی درگاہ اور دربار شہر کے بڑے بازار میں ہے، ایسا محض زائرین کی سہولت کیلئے کیا گیا تھا۔ (یعنی آپ کا موجودہ مزار شریف جعلی ہے)۔ (شاہراہ بہشت صفحہ نمبر ۲۱۶)

﴿جواب﴾

انتابہ ادعویٰ اور دلیل ندارد، نہ ہی شاگرد رضوانی نے اپنے دعویٰ پر کوئی دلیل پیش کی اور نہ ہی امیر حمزہ نے تحقیق کرنے کی زحمت گوارہ کی۔ موصوف کا اندھے دھند شاگرد رضوانی کے مضمون کو نقل کرنا، سوائے کتاب کے جم بڑھانے کے کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔

حضرت خواجہ زین العابدین سید محمد اسماعیل حنفی چشتی اجیری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اجیر شریف دامن کوہ میں نہایت خوبصورتی کے ساتھ آباد ہے۔ درمیان شہر پہاڑی کے نیچے جس پر ایک درگاہ کسی بزرگ کی معہ تبرکات بغداد شریف وہاں مدفون ہیں۔ چنانچہ وہ مکان بسبب تبرک حضرت غوث پاک رحمہ اللہ کے چلہ شریف کے نام سے مشہور ہے، بنی ہوئی ہے۔ پھر آستانہ مبارک حضور خواجہ معین الحق والدین حسن بنجری ثم اجیری قدس سرہ العزیز کا ہے۔ گنبد مبارک حضور کا شیخ خواجہ حسین ناگوری رحمہ اللہ نے سلطان ابراہیم لودھی بن سکندر لودھی کے عہد میں ۹۳۹ھ میں تعمیر کرایا تھا..... گنبد مبارک

کے ملحق شرقی روایک والان سنگ مرمر کا جس میں صدر دروازہ گنبد شریف کا ہے جو جہاں آرا بیگم کا تعمیر کروایا ہوا ہے..... گنبد شریف کی وسط میں مزار فائض الانوار حضور خواجہ غریب نواز کا ہے جو کہ ہمیشہ عطر و صندل وغیرہ خوشبویات سے معطر رہتا ہے۔

﴿ تذکرۃ المعین فی ذکر اکاملین صفحہ نمبر ۸۲ از سید غلام زین العابدین طبع انڈیا ﴾
 شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ) رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

خواجہ معین الدین رحمہ اللہ سادس رجب سنہ ثلث و تین و ستائے و قیل فی ذی الحجہ من السنۃ المدکورۃ واقع ہوا الاؤل دراجیر کہ موضع اقامت او بود مدفون گشت اول قبر خواجہ از خشت بود بعد ازاں صندوق از سنگ مرمر بر بلای آن ساجد و قبر تختین را ہم بحال خود گزار شتند و بلندی قبر شریفش از جهت آمدہ است اول کسیکہ در مقبرہ خواجہ عمارت کرد خواجہ حسین ناگوری بود بعد ازاں دروازہ و خانقاہ بعضے از ملوک..... الخ

﴿ اخبار الاخیار (فارسی) صفحہ نمبر ۲۳ ناشر مکتبہ رضویہ سکس ﴾
 سید جلال الدین بخاری (متوفی ۸۵ھ) المعروف جہانیاں جہاں گشت رحمہ اللہ اپنے سفرنامہ میں ”اجیر“ کے حالات میں لکھتے ہیں: اور بیچ شہر اجیر کے خواجہ معین الدین رحمہ اللہ سوتے ہیں۔ (سفرنامہ: مخدوم جہانیاں جہاں گشت صفحہ نمبر ۲۸ طبع کانپور ۱۹۲۹ء، انڈیا)
 شیخ محمد اکرم قدوسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

آپ کا وصال ۶ رجب ۶۳۲ھ یعنی سلطان شمس الدین التمش کے عہد حکومت میں واقع ہوا۔ آپ کی عمر ستانوے سال اور دوسری روایت کے مطابق ایک سو سات سال تھی۔ اس میں سے چالیس برس آپ نے اجیر شریف میں بسر کئے اور وصال کے بعد اپنے حجرہ خاص میں دفن ہوئے۔ کتب معتبرہ سے ثابت ہے کہ آپ کی قبر مبارک کہی اینوں سے بنی ہوئی تھی، بعد میں سنگ مرمر کی صندوق اس قبر پر بنائی گئی۔ اور پہلی قبر کو بھی بحال رکھا گیا۔ قبر مبارک کی بلندی اسی وجہ سے ہے۔ روضہ مبارک کا بڑا دروازہ اور خانقاہ معلیٰ بعد میں مالوہ کے ایک بادشاہ نے تعمیر کرائے سب سے پہلے جہاں شخص نے حضرت اقدس کے روضہ مبارک کی تعمیر کرائی، سلطان التارکین حضرت شیخ حمید الدین

سوالی (جو کہ خواجہ غریب نواز کے خلیفہ تھے) کے پوتے خواجہ حسین ناگوری تھے۔ اس سے پہلے آپ کے روضہ اقدس پر عمارت نہ تھی۔ یہ سنگ سفید کا گنبد جو اس وقت مزار شریف پر بنا ہوا ہے۔ خواجہ حسین کا تعمیر کردہ ہے۔ روضہ اقدس کے ساتھ شہاب الدین بادشاہ نے سنگ مرمر سے ایک عالی شان مسجد تعمیر کرائی جس کا طول ۷۷ گز شرقی اور عرض ۸۰ گز ہے مسجد کے سامنے چبوترہ بھی سنگ مرمر کا ہے جس کا عرض ۲۷ گز ہے۔

﴿ اقتباس الانوار از شیخ محمد اکرم قدوسی صفحہ نمبر ۱۹۹ طبع لاہور زمانہ تالیف ۱۱۳۰ھ ﴾
 جلال الدین اکبر بادشاہ پیادہ پا زیارت کے واسطے فتح پور سکری سے اجیر شریف تشریف لائے اور کئی دن اجیر میں رہے۔..... الخ۔ ﴿ اکبرنامہ صفحہ نمبر ۳۳۹ جلد ۲ ﴾

خواجہ معین الدین چشتی اجیری رحمہ اللہ کے

موجودہ مزار مقدس پر حاضریاں

- دور گزشتہ کے بعض اولیاء کاملین کی حاضریاں۔
- (۱) حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمہ اللہ۔
 - (۲) حضرت شیخ شرف الدین بوعلی شاہ قلندر پانی پتی رحمہ اللہ۔
 - (۳) حضرت مولانا فخر الدین زراوی رحمہ اللہ۔
 - (۴) حضرت شیخ بذیع الدین عرف شاہ مدار رحمہ اللہ۔
 - (۵) حضرت شیخ سلیم اللہ چشتی رحمہ اللہ (فتح پور سکری)۔
 - (۶) حضرت مجدد الف ثانی فاروقی سرہندی رحمہ اللہ۔
 - (۷) حضرت شیخ عبداللہ بن سید بن سید حسین حنبلی رحمہ اللہ۔
 - (۸) حضرت سید ابوالطاء رحمہ اللہ (اکبر آباد)۔
 - (۹) حضرت سید احمد بن سید میر محمد کالپی رحمہ اللہ۔
 - (۱۰) حضرت مولانا فخر الدین دہلوی رحمہ اللہ۔
 - (۱۱) حضرت شیخ غلام علی شاہ مرشد آبادی رحمہ اللہ۔

(۱۲) - حضرت شاہ سید امام ابدال رحمۃ اللہ علیہ۔

(۱۳) - حضرت شاہ محمد سجاد ابوالعلائی، دانا پوری رحمۃ اللہ علیہ۔

(۱۴) - حضرت حاجی وارث علی شاہ (دیوبہ شریف) رحمۃ اللہ علیہ۔

(۱۵) - حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمۃ اللہ علیہ۔

(۱۶) - حضرت سید سلطان حسین چشتی صابری امرہوی رحمۃ اللہ علیہ۔

(۱۷) - حضرت عزیز الرحمن شاہ مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ۔

(۱۸) - حضرت سید پیر جماعت علی شاہ (علی پور سیداں پاکستان) رحمۃ اللہ علیہ۔

(۱۹) - حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ (فیصل آباد)۔

(۲۰) - حضرت مولانا معین الدین اجیری رحمۃ اللہ علیہ۔

(۲۱) - حضرت مولانا حکیم امجد علی رحمۃ اللہ علیہ (مصنف بہار شریعت)۔

سلاطین امراء اور حکام و دیگر اہل علم کی حاضریاں

(۱) - سلطان شہاب الدین غوری۔

(۲) - سلطان شمس الدین اتش۔

(۳) - سلطان محمود غزنوی۔

(۴) - سلطان ظفر خاں۔

(۵) - شیر شاہ ثوری۔

(۶) - سلطان جلال الدین اکبر۔

(۷) - سلطان نور الدین جہانگیر۔

(۸) - سلطان شہاب الدین شاہجہاں۔

(۹) - سلطان محمد الدین اورنگزیب عالمگیر۔

(۱۰) - شاہ افغانستان امیر حبیب اللہ خاں۔

(۱۱) - نواب حامد علی خاں والی رام پور۔

(۱۲) - میر عثمان علی خاں نظام حیدر آباد دکن۔

(۱۳) - مولانا محمد علی جوہر۔

(۱۴) - مولانا حسرت موہانی۔

(۱۵) - علی سکندر جگر مراد آبادی۔

(۱۶) - قاضی عبدالغفار مراد آبادی۔

(۱۷) - مولوی احمد سعید دہلوی۔

(۱۸) - شبیر حسین خاں جوش طبع آبادی۔..... ﴿معین الارواح طبع انڈیا﴾

اس قدر شواہد و دلائل کے ہوتے ہوئے فقط شاہِ کر رضوانی کے بیان پر اعتماد کرتے ہوئے داتا گنج بخش علی ہجویری اور خواجہ معین الدین کی قبور مقدسہ کو جعلی قرار دینا سراسر جہالت اور ظلم عظیم ہے۔ اور زمانہ کے تغیر و تبدل اور آبادیات بڑھ جانے کی وجہ سے شہروں کی ہیئت میں تبدیلی آ جانا ایک حقیقت ثابت ہے۔

توبہ کرو!..... ابھی توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔

امیر حمزہ

مسلمانوں کے (ولی) عیسائیوں کے (سینٹ)۔ (شاہراہِ بہشت صفحہ نمبر ۲۲۷)

﴿جواب﴾

اولیاءِ کاملین اور محققین صوفیاء عظام اور عیسائیوں کے راہبوں کو ایک ہی صف میں کھڑا کرنا سراسر گمراہی و بے دینی ہے۔

مقام ولایت

حضورِ نور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ”اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي“ کے مطابق سلسلہ نبوت ختم ہو چکا ہے۔ مگر سلسلہ ولایت قیامت تک جاری و ساری رہے گا۔ مشکوٰۃ نبوت کے برکات، انوار و تجلیات ہمیشہ سے اولیاءِ کاملین کے اذہان و قلوب پر برستے

رہے، برس رہے ہیں اور برستے رہیں گے۔ ان سے وابستگی ذریعہ نجات، ان سے دوری خدا سے دوری، ان کی تعلیمات، اخلاق و عادات کو اپنانا اور زندگی کے ہر گوشہ میں ان پاکیزہ نفوس کی زندگی کو دستور حیات اور مشعل راہ بنانا، دنیا و آخرت میں سرفرازی اور کامیابی و کامرانی کا ذریعہ ہے۔ ان کا وجود اہل جہان کیلئے رب العزت جل شانہ کی نعمت عظمیٰ و عنایت کبریٰ ہے۔

خالق کائنات ارشاد فرماتا ہے:

”اَلَا اِنَّ اَوْلٰیاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ“

﴿پ ۱۱ سورۃ یونس آیت نمبر ۶۲﴾

ترجمہ: ”من لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم۔“

لفظ ولی کے لغوی معنی

۱۔ ولی..... یہ عظیم اور قدیر کی طرح فعلیل کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس صورت میں اس کا معنی یہ ہوگا۔ ایسی ذات جس کی طاعات مسلسل رہیں۔ معصیت و گناہ ان طاعات میں خلل نہ ڈالیں۔

۲۔ قتیل اور جریح کی طرح فعلیل کے وزن پر ہو، مگر معنی مفعول کا دے، جس طرح کے قتیل و جریح بمعنی مقتول و مجروح ہیں تو اس صورت میں معنی یہ ہوگا، وہ ذات جس کی حفاظت و نگرانی ہر قسم کے معاصی سے مسلسل اللہ کریم فرمائے اور اسے ہمیشہ طاعات کی توفیق سے نوازے۔

۳۔ ولی..... لغت میں قریب کو بھی کہتے ہیں تو جب بندہ کثرت طاعات سے اور زیادتی اخلاص کی وجہ سے چہرہ خداوندی کے قریب ہو جاتا ہے اور اللہ جل شانہ اپنی رحمت، فضل اور احسان سے اپنے بندے کے قریب آ جاتا ہے۔ تو یہ دونوں قریب مل کر ولایت کا خمیر اٹھاتے ہیں۔ (جامع کرامات اولیاء از علامہ بیہانی صفحہ نمبر ۸۳ طبع لاہور)

صاحب قاموس لکھتے ہیں:

ولی کے معنی قریب اور نزدیک تر ہے۔ ولی اس سے اسم ہے۔ اس کا معنی ہے قریب محبت، صدیق اور مددگار۔

پھر فرماتے ہیں: قریب کی دو قسمیں ہیں ایک وہ قریب جو ہر انسان کو بلکہ کائنات کے ذرہ ذرہ کو اپنے خالق سے ہے اور اگر یہ قریب نہ ہو تو کوئی چیز موجود نہ ہو سکے۔ ”وَلَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرْدِ“ (اور ہم شدرگ سے بھی اس کے قریب ہیں) میں اس قریب کی طرف اشارہ ہے۔ دوسرا قریب وہ ہے جو صرف خاص بندوں کو میسر آتا ہے۔ اسے قریب محبت کہتے ہیں اور اس کیلئے ایمان شرط ہے۔

﴿تفسیر مظہری از قاضی ثناء اللہ پانی ج ۱ صفحہ نمبر ۳۸ جلد ۵ طبع دہلی﴾

لفظ ولی کے اصطلاحی معنی

صوفیاء کی اصطلاح میں ولی اس کو کہتے ہیں جس کا دل ذکر الہی میں مستغرق رہے۔ شب و روز وہ تسبیح و تہلیل میں مصروف رہے۔ اس کا دل محبت الہی سے لبریز ہو اور کسی غیر کی وہاں گنجائش نہ ہو وہ اگر کسی سے محبت کرتا ہے تو اللہ کیلئے کسی سے نفرت کرتا ہے تو اللہ کیلئے، یہی وہ مقام ہے، جسے فنا فی اللہ کا مقام کہتے ہیں۔

﴿تفسیر مظہری از قاضی ثناء اللہ پانی ج ۱ صفحہ نمبر ۳۸ جلد ۵ طبع دہلی﴾

ولایت کی حقیقت

حقیقت ولایت یہ ہے کہ علاوہ ایمان و اعمال صالحہ کے یقین و عرفان، اسماء و صفات ذات حق بطور وجدان، مہرکت ذکر و تلاوت و صوم و صلوة و یہی طور پر جب عبد صالح کو عطا ہوتا ہے تو مقامات ذیل اس کے سینہ پاک میں پیدا ہوتے ہیں۔

اخلاص، تواضع، زہد، صبر، شکر، خوف، رجا، توکل، رضا، فقر، محبت پس و ما سوائے حق سے معرض ہوتا ہے۔ اور خوف و رجا میں مستغرق۔ اس حالت میں ان مقامات کے آثار افراد بشر پر دو طور سے ظاہر ہوتے ہیں، خوارق و تربیت مریدین۔ پس اس کو وحی و

عصمت کے بجائے (جو کہ خواص انبیاء میں سے ہیں) کشف صادق اور گناہوں سے محفوظیت عطا ہوتی ہے۔ جس کے باعث وہ وارث انبیاء و خلیفہ برحق قرار پاتا ہے۔ اور لفظ ولی کا مصداق ہوتا ہے۔ (عقائد اہلسنت صفحہ نمبر ۳۶ طبع انڈیا)

کراماتِ اولیاء

اللہ تعالیٰ کے نیک اور پسندیدہ بندوں میں سے خارق للعادۃ امور کا ظہور کراماتِ اولیاء کہلاتا ہے۔ اور آئمہ اہلسنت ان کے جواز کے قائل ہیں۔ اور معتزلہ میں ابوالحسن بصری اور اس کا دوست محمود خوارزمی کراماتِ اولیاء کے قائل ہیں۔ باقی سب معتزلہ منکر ہیں۔

اور اگر یہ خوارق مردود الطائفہ سے صدور پذیر ہوں تو انہیں استدراج کہا جائے گا۔ (جامع کراماتِ اولیاء صفحہ نمبر ۸۵ جلد اول طبع لاہور)

احادیثِ نبویہ

حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے میرے ولی سے عداوت کی، میرا اس سے اعلانِ جنگ ہے اور جن چیزوں کے ذریعہ بندہ مجھ سے نزدیک ہوتا ہے ان میں سب سے زیادہ محبوب چیز میرے نزدیک فرائض ہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے میری طرف بیشکلی حاصل کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اسے محبوب بنالیتا ہوں تو جب میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اسے ضرور دیتا ہوں اگر وہ مجھ سے پناہ مانگ کر کسی بڑی چیز سے بچنا چاہے تو میں اسے ضرور بچاتا ہوں۔

﴿بخاری جلد دوم صفحہ نمبر ۹۶۳ طبع کراچی، مشکوٰۃ صفحہ نمبر ۱۹﴾ (عربی)

امام فخر الدین رازی (متوفی ۶۰۶ھ) رحمہ اللہ اس حدیث مبارکہ کی شرح میں لکھتے ہیں

اور اسی طرح جب کوئی بندہ نیکیوں پر بیشکلی اختیار کر لیتا ہے تو اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کنت سمعاً و بصر افرمایا ہے۔ جب اللہ کے جلال کا نور اس کی سمع ہو جاتا ہے تو وہ بندہ قریب اور دور سے برابر سنتا ہے۔ جب یہی نور اس کی بصر بن جاتا ہے تو قریب اور بعید سے برابر دیکھتا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کا یہ نور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہے تو وہ بیشکلی و تری میں قریب و بعید میں تصرف پر برابر قادر ہو جاتا ہے۔

﴿تفسیر کبیر صفحہ نمبر ۹۱ ج ۲﴾

حضرت امام غزالی (م ۵۰۵ھ) رحمہ اللہ اس حدیث قدسی کی شرح میں لکھتے ہیں:

جس وقت قلب وحشت اور جفا کی کدورت سے پاک و صاف ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس قلب اور عالم ملکوت کے درمیان سے حجابات اٹھا دیتا ہے تاکہ یہ قلب علم غیب کے حقائق کو دیکھ لے..... اور یہی وہ کرامت ہے جب قوی ہو جاتی ہے تو دل اس کا نور اپنے تمام حواس میں محسوس کرتا ہے اور بہت فاصلہ سے کلام سن لیتا ہے اور وہ دور دراز کی چیزوں کو دیکھ لیتا ہے اور تھوڑی سی مدت میں مسافت بعید طے کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اولیاء کاملین سے بن جاتا ہے اور نوافل و فرائض کی ادائیگی سے خدا کا ایسا مقرب بن جاتا ہے کہ اللہ اس کے کان، ہاتھ اور آنکھیں بن جاتا ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے..... جب وہ جسم پستی سے بلند ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نور جلال کے سرمہ سے اس کی بینائی منور کر دیتا ہے جس سے وہ امور خفیہ کو دیکھ لیتا ہے اور جب دل ناظر و مبصر ہو جاتا ہے تو آسمان وزمین کی کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں رہتی۔ (مجموع غزالی صفحہ نمبر ۷۷ طبع لاہور)

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: کئی پراگندہ ہال، غبار سے اٹے ہوئے اور پھٹے کپڑوں والے ہوتے ہیں۔ ان کی انسان کوئی پرواہ نہیں کرتا لیکن اگر وہ "قسم خدا" کسی بات پر کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پوری فرما دیتا ہے۔

﴿رواہ المسلم، کتاب البر والصلہ والادب﴾

علامہ مہمانی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضور ﷺ نے ان کی قسم کو کسی خاص چیز سے وابستہ نہیں کیا، جس سے پتہ چلتا

سے وقت رحلت لوگوں نے استدعا کی کہ حضور! کچھ وصیت فرما دیجئے۔ بہت اسرار فرمایا: بخیر کرتے ہو تو کہلو "أطيعوا الله وأطيعوا الرسول"۔ پس یہی کافی ہے اور اس میں دین و دنیا کی فلاح ہے۔

جو تکرو معانج قادر یہ ضرور عباد اللہ یعنی بندہ سید ال رسول، طبع الامور

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

شریعت اور طریقت میں بال برابر فرق نہیں، جو طریقت و معرفت کو مخالف شریع

کہے وہ مردود و زندقہ ہے۔ (افتقر فری)

مولانا ابوالفتح لاہوری (شاگرد پیر مولانا احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں:

صوفی علم شریعت کا حامل اور طریقت کا حامل ہونا چاہیے۔ کیونکہ پیغمبر شریعت کے مکر

س و شیطان کا ہر وقت خدشہ ہے۔ اور وہ منازل کی شناخت اور مقامات و مشاہدات کی

تصدیق نہیں کر سکتا۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ایک ساتھی سحر پروردانہ ہوئے راستہ میں

ایک بہتی سے گزر رہا کوہاں ایک دلی رہتے تھے۔ جب ان کی ملاقات کیلئے گئے تو

اتفاقاً وہ کمرے سے مسجد میں نماز کیلئے آرہے تھے۔ دونوں ساتھی ان کے ساتھ ہو لئے تو

انہوں نے (مجھ میں) خلاف سنت پہلے پایاں پاؤں رکھا۔ حضرت جنید بغدادی کے

ساتھی نے کہا کہ حضرت چلو جو شخص خلاف سنت کام کرے وہ دلی اللہ نہیں ہو سکتا۔

کس قدر غور کا مقام ہے کہ جو مال اللہ الائی کی کوتاہی پر ایک بزرگ کی ہم نشینی کو

گوارہ نہیں کر سکتے وہ بھلا یہ کب جائز رکھتے ہیں کہ ایک نام نہاد بلاغہ شرعی، مخالف

شرع افعال کرنے والا اور پیغمبر علیہ السلام کے اعمال سنت کو چھوڑنے والا "دلی اللہ" مسلم

کر لیا جائے۔ (افتقر فری)

حقیقت یہ ہے کہ تصوف کی ساری بنیادی اسی پر ہے کہ آداب شریعت کی پابندی

رہے حرام اور مشتبہ چیزوں سے ہاتھ کھینچا جائے۔ تا جائز امور و خیالات سے حواس کو

آلودہ نہ کیا جائے اور فضلوں سے نفع کر اللہ تعالیٰ کی یاد میں وقت گزارا جائے۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

خلاف پیہر کے سا گریز

گریز بمول نخواہ رہد

خوبیاں بسا خرقائی فرماتے ہیں:

شیخ کامل وہ ہے جو کمرے قدم تک خدا کی یاد میں ہوا و صاحب سنت نبوی میں مستقیم

رہے۔ (افتقر فری) مولانا ابوالفتح لاہوری رحمۃ اللہ علیہ و مولانا طبع الامور

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یہ خیال بڑا ہی ناچختہ ہے کہ ہم طریق تصوف کو شریعت و سنت کا مخالف سمجھتے ہیں۔

حاشا وکلا! ان دونوں چیزوں میں کوئی تفاوت و اختلاف نہیں۔ سلت اسلامیہ کے خاص

انحراف و انحراف صوفیہ و کرام ہیں، یہ لوگ نورسنت سے استفادہ کرتے ہیں۔ (افتقر فری)

امام جمال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہمارا اعتقاد ہے کہ حضرت جنید بغدادی اور ان کے رفقاہ طریقت، بڑے پختہ

ایماندار تھے۔ یہ لوگ کتاب و سنت کے حامل تھے اور شریعت و طریقت کی تمام ظاہری و

باطنی حدود کا احترام کرتے تھے۔ انہوں نے کبھی ظاہر شریعت اور باطنی طریقت میں

تفاضل و تسامی سے کام نہیں لیا۔ ان حضرات نے لکھا ہے کہ ہماری طریقت کی بنیادیں

کتاب و سنت پر ہیں، جو ان کی حفاظت نہیں کرتا، ہم اسے منکر احکام شریعت جانتے ہیں

(افتقر فری)

حضرت مخدوم سید جمال الدین جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یہ ممکن ہے کہ ایک آدمی ہوا میں اڑے، پانی پر چلے، اس کیلئے آسمان اور زمین کی

طاقتیں کھینچ سکتی ہیں۔ مگر اس وقت وہ درجہ ولایت پر فائز نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ راز

اور کفایت و کردار میں سرور کا نکات رحمۃ اللہ علیہ کے تقویٰ پائی کی اتباع نہ کرے۔

مولانا بہادر از شاہب دہلوی تذکرہ سید جمال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت آل رسول مابہر روی رحمۃ اللہ علیہ (مرشد برحق مولانا احمد رضا نور اللہ مرقدہ)

خواہشات نفسانی کو ترک کیا جائے۔ جو درویش شریعت کے ابتدائی امور سے واقف نہیں، وہ طریقت و حقیقت اور معرفت سے کیونکر واقف ہو سکتا ہے۔ کسی شاعر نے خوب کہا:

لو کان حبك صادقا لا طعنه

ان المحب لمن يحب مطيع

یعنی اگر تیری محبت سچی ہوئی تو تو اپنے محبوب کی اطاعت میں سرگرم ہوتا، کیونکہ محبت تو ہمیشہ اپنے محبوب کا مطیع ہوا کرتا ہے۔

یہی وہ برگزیدہ ہستیاں ہیں جن کے متعلق کلام الہی ببالغ دال کہتا ہے کہ یہ وہ افراد ہیں، جو اپنے رب کی خاطر تمام رات قیام و سجود میں گزار دیتے ہیں۔ (القرآن) خبردار اولیاء اللہ پر کوئی خوف و حراس نہیں اور وہ نہ غمناک ہوں گے۔ (القرآن) یہی وہ عباد الرحمن ہے ”جو زمین پر اکڑ کر نہیں چلتے“۔

اور ملاحی قاری حنفی علیہ السلام نے فرمایا

”اولیاء اللہ لا یموتون ولكن ینتقلون من دار الفناء الی دار البقاء“

﴿مکتوٰۃ صفحہ نمبر ۱۲۱ حاشیہ نمبر ۲ مطبع کراچی﴾

یہی وہ صالحین ہیں کہ سینکڑوں سال گزرنے کے بعد بھی ان کی قبور مرجع خلافت ہیں، رنج و الم کے مارے یہاں آکر سکون پاتے ہیں اور انہی نفوس قدسیہ کے توسل سے ان کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

یہی وہ انعام یافتہ لوگ ہیں جنکی راہ پر چلنے کی دعا ہر نمازی، نماز کی ہر رکعت میں کرتا ہے

یہی وہ نفوس قدسیہ ہیں جن کی معیت میں رہنے کا رب کائنات نے حکم دیا ہے۔

یہی وہ مقبولان بارگاہ خداوندی ہیں کہ برصغیر پاک و ہند کا چپہ چپہ ان کی عظمت و

رفعت اور بلندی و ارتقاء کا شاہد و عادل ہے۔

مگر افسوس صد افسوس

ان افراد پر جو ان افراد قدسیہ کو ”راہبوں“ کی صف میں کھڑا کرتے ہیں۔ اور بتوں کے رد میں نازل شدہ آیات قرآنیہ کو ان پر چسپاں کرتے ہیں..... یہ اسلام نہیں..... بلکہ خارجیت ہے..... وقت ہے..... توبہ کا دروازہ کھلا ہے..... ہوش و خرد سے کام لو..... کل بروز محشر رب قدوس کے دربار میں کیا جواب دو گے؟

صوفیاء کے طبقات

(۱) صوفی۔ (۲) متصوف۔ (۳) متصوف کے مشابہ افراد۔ (۴) ملامتیہ۔ (۵)

قلندریہ۔ (۶) مہذوب۔

صوفی کی شراب معرفت خالص ہے۔ متصوف کی شراب (معرفت) میں اس کی آمیزش ہے۔ اور مشابہ افراد کی شراب (معرفت) میں متصوف کی شراب (معرفت) ملی ہوئی ہے۔

لہذا صوفی بساط قرب سے روح کے مرکز تک سبقت لے گیا۔ اور ایک متصوف، صوفی کے مقابلہ میں ایسا ہے، جیسا کہ زاہد کے مقابلہ میں متزہد ہے۔ اس کے عمل میں تکلف اور کوشش کا دخل ہے اور یہ اس طرف اشارہ ہے کہ تصوف اور روحانیت کے طریقہ پر گامزن ہے اور اس راہ میں محنت کر رہا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: چلتے رہو مگر مفردون سبقت لے گئے، جب آپ سے دریافت کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ مفردون کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے ذکر میں شوق کے ساتھ مشغول ہیں۔ اس ذکر نے ان کے سر سے ان کا بوجھ اتار دیا ہے۔ اس لئے وہ قیامت کے دن ہلکے رہیں گے۔

اس حدیث شریف کے مطابق صوفی مفردون کے مقام پر ہیں اور متصوف سائرین اور سالکین کے درجہ پر، وہ اس روحانی سیر میں خدا کے ذکر اور قلبی مراقبہ کے ذریعے قلب کے مرکز تک پہنچ جائیں گے۔ اس طرح ایک صوفی مقام روح میں پہنچ کر

صاحب مشاہدہ ہو جاتا ہے اور تصوف مقام قلب تک پہنچ کر صاحب مراقبہ اور مشاہدہ (متکبر) نفس کا مقابلہ کرنے کی وجہ سے صاحب مجاہدہ و محاسبہ بن جاتا ہے۔ لہذا ایک صوفی کی رنگ آمیزی اس کے قلب کے وجود سے ہے اور تصوف کی رنگ آمیزی اس کے نفس کے وجود سے ہے مگر ایک مشاہدہ فرد (متکبر) میں کوئی ملکوتی اور رنگ آمیزی نہیں کیونکہ یہ روحانی رنگ صاحب حال پر پڑتا ہے اور مشاہدہ افراد مالک اور طالب حقیقت ہیں۔ اور ابھی تک صاحب حال نہیں ہوئے۔ بہر حال یہ تمام جماعتیں دائرہ اخلاقی (برگزیدی) میں شامل ہیں جس کا ذکر قرآن کریم کی اس آیت میں ہے: (ترجمہ) پھر ہم نے کتاب کا وارث ان لوگوں کو بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے انتخاب کر لیا تھا، ان میں سے کچھ اپنے نفس کے اوپر ظلم کرنے والے تھے، کچھ مقتدل تھے اور کچھ خدا کے حکم سے نیکیوں میں سبقت کرنے والے تھے۔ (سورہ قاطر آیت نمبر ۱۳)

مذکورہ بالا آیت کی تشریح میں ایک بزرگ کا قول یہ ہے، ظالم سے مراد زائد اور مقصد سے مراد عارف اور سابق عشق الہی ہیں۔

حضرت احمد بن عامر، اہل کی کا قول ہے، ظالم صاحب اقوال ہیں، مقصد صاحب اعمال اور سابق صاحب حال ہیں۔

ایک بزرگ کا قول ہے ظالم وہ ہے جو غفلت کے ساتھ اور عادت کے مطابق عبادت کرے۔ مقصد وہ ہے جو رغبت اور خوف کے ساتھ مصروف عبادت ہو اور سابق وہ ہے جو ہیبت اور احسان کے ساتھ خدا کی عبادت کرے۔

(عارف العارف مارش شہاب الدین سوہروردی (م ۷۳۴ھ) صفحہ نمبر ۶۰۸ تا ۱۰۸ طبع ۱۹۶۲ء)

فرقہ ملائیت

اس کے افراد اخلاص کے اصول پر خصوصیت کے ساتھ کاربند ہیں۔ وہ اپنا حال اور عمل لوگوں سے چھپانا ضروری خیال کرتے ہیں۔ اور انہیں پوشیدہ رکھتے ہیں اور اس قدر لذت محسوس کرتے ہیں کہ اگر خدا انہیں اس کا کوئی حال اور عمل کسی پر ظاہر ہو جائے

تو انہیں اس اظہار سے اس قدر وحشت ہوتی ہے جس قدر ایک گنہگار کو اپنے گناہ سے وحشت ہوتی ہے اس طرح ایک ملائیتی اخلاص میں اس قدر فنا ہو گیا ہے کہ اسے اپنے اخلاص کی کچھ خبر نہیں رہی۔

حضرت امام الانبیاء علیہ السلام سے اخلاص کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ کیا ہے؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اخلاص میرا ایک بھید ہے جسے میں نے اپنے محبوب بندوں کے قلوب میں امانت کے طور پر پوشیدہ رکھا ہے۔

حضرت ذوالنون مصری علیہ السلام کا قول ہے اخلاص کی تین نشانیاں ہیں۔

۱۔ غلبہ کیلئے لوگوں کی تحریف اور برائی یکساں ہو۔

۲۔ عمل کر کے اسے بھول جائے۔

۳۔ آخرت میں عمل کے ثواب کی خواہش نہ دہی جائے۔

حضرت ابو عثمان مغربی علیہ السلام فرماتے ہیں: اخلاص یہ ہے کہ نفس کو کسی صورت میں محفوظ نہ ہونے دیا یہ عوام کا اخلاص ہے، خواص کا اخلاص یہ ہے کہ خواہ حالات ان کے مخالف ہوں مگر وہ مصلحت اور خود کے بغیر اطاعت میں مشغول رہتے ہیں۔

(عارف العارف صفحہ نمبر ۱۱۲ تا ۱۱۳ طبع ۱۹۶۲ء)

قلندر

کسی خاص وضع کا پابند نہیں ہوتا، اسے اس بات کی کوئی پروا نہیں ہوتی کہ کوئی شخص اس کا حال جانے نہ جائے۔ وہ تو صرف اپنی خوش دلی میں مگن رہتا ہے اور وہی اس کا کل سرمایہ ہے۔ (عارف العارف صفحہ نمبر ۱۱۹ طبع ۱۹۶۲ء)

قلندر کے مقام کو متعین کرنے کیلئے عارفان حق نے بڑے بڑے عمدہ نکتے بیان کئے ہیں۔ کتابیں لکھیں، مقالات پر قلم کئے، موصاف لکھے، مگر حقیقت یہ ہے۔ یہ لا الہ کے دو حرفوں کا مالک تحت ہائے مجازی قارونی خزانوں کے مگر انوں کے الفاظ میں نہ سا سا۔ بولے شاہ قلندر فرماتے ہیں (ترجمہ شعر) یہ شخصیت (یعنی قلندر) نہ عبارت میں

ساکتی ہے نہ اشارات کے دامن میں سمٹ سکتی ہے نہ اسے الفاظ کے کوزے میں بند کیا جاسکتا ہے نہ معانی و بیان کے بیانے میں ناپا جاسکتا ہے۔ (ترجمہ شعر) حقیقت یہ ہے کہ قلندر کی بلند پروازیاں دین و دنیا کی حدود و قیود کو توڑ کر آگے نکل جاتی ہے۔ وہ کوچہ محبوب کیلئے دیر و حرم سے بہت آگے بڑھ جاتا ہے۔

(مقدمہ احوال ابدال، میرزا ذوق اقبال احمد فاروقی ایم اے صفحہ نمبر ”ک“، طبع لاہور ۱۳۹۶ھ)

سالمک مجذوب

سالمک مجذوب وہ ہے جس کی روحانی زندگی کا آغاز مجاہدات اور ریاضت سے ہوتا ہے اسکے تمام معاملات میں خلوص ہوتا ہے اور وہ روحانیت کی تمام شرائط پوری کرتا ہے۔ بعد ازاں اسے مجاہدہ کی تپش سے نکال کر حال اور روحانی کیفیات سے سرفراز کیا جاتا ہے۔ یہاں آکر وہ تلخ حلال کے بعد شیریں شہد سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ اور اس پر خدا کا فضل و کرم نازل ہوتا ہے۔ وہ مجاہدہ کی تنگ وادی سے نکل کر آرام و سہولت کے میدان میں پہنچ جاتا ہے۔ اور قرب الہی کی خوشبوؤں سے مانوس ہوتا ہے تا آنکہ اس پر مشاہدہ حق کا دروازہ کھل جاتا ہے، اور اسے اپنی (دکھ درد) کی دوا مل جاتی ہے۔ نہ اس کا ظرف فیض یاب ہوتا ہے بلکہ خود اس کی زبان سے حکمت کے کلمات صادر ہونے لگتے ہیں قلوب اس کی طرف مائل ہوتے ہیں اور اس پر فیسی فتوحات کی لگاتار بارش ہونے لگتی ہے اس طرح اس کا ظاہر بند ہو کر باطن مشاہدہ میں آ جاتا ہے یہاں تک کہ وہ جلوۃ الہی کے قابل بن جاتا ہے اور جلوت میں خلوت کا مزہ لیتا ہے وہ طالب رہتا ہے، مغلوب نہیں رہتا، خود تصرف کرتا ہے مگر کوئی دوسرا اس پر تصرف نہیں کر سکتا۔ ایسا شخص شیخ بننے کے اہل ہے کیونکہ اس نے مہین کا راستہ اختیار کیا اور وہ نیک بندوں جیسے عمل کر کے اس سلسلے میں داخل ہوا اور اسے مقررین بارگاہ کے احوال و کیفیات عطا ہوئے۔ اس کے علوم و فنون اس کے پیروؤں میں منتقل ہوتے رہیں گے۔ اور اس کے طریقہ کو برکت عطا ہوگی۔

مجذوب

مگر کبھی سالمک مجذوب اپنے حال میں متعبد ہو جاتا ہے اور اس کی بیڑیوں میں جکڑا جاتا ہے اور روحانیت کے اعلیٰ مقام تک نہیں پہنچ سکتا بلکہ اپنے اس دائرہ میں محدود رہتا ہے۔ تاہم یہ بھی ایک بلند مرتبہ ہے اور اسے مجذوب کہتے ہیں۔ جیسا کہ اہل علم کے درجات ہوتے ہیں۔ (عوارف المعارف صفحہ نمبر ۱۳۰، ۱۳۱ طبع لاہور ۱۹۶۲ء)

صاحبزادہ اقبال احمد فاروقی لکھتے ہیں:

صوفی پر مختلف مقام آتے جاتے رہتے ہیں، تجلیات وارد ہوتی رہتی ہیں وہ صفاتی متوسط کے مقام پر پہنچ جاتا ہے پھر وہ جا۔ مجذوب کامل بن جاتا ہے۔ یہ مجذوب واصل ہو کر مقام تعین پر پہنچ جاتا ہے۔ یہ مقام صائی ختمی ہے۔ اور اس مرتبہ پر فائز صوفی کو مجذوب سالمک کہتے ہیں۔ (مقدمہ احوال ابدال، نمبر ل طبع لاہور ۱۳۹۶ھ)

چونکہ مجذوب حسن الوہیت میں گم ہو کر اپنے شوش و حواس کھو بیٹھتا ہے اور ہر لمحہ مشاہدہ حق میں مبتلا رہتا ہے۔ اور دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتا ہے اس لئے ایسے شخص پر شریعت مطہرہ کے قوانین نافذ نہیں ہوتے۔

یاد رہے کہ جس طرح بعض ولی اللہ مادر شکم ہی سے ولی پیدا ہوتے ہیں اسی طرح بعض مجذوب بھی ایسے ہی ہوتے ہیں۔ فاروقی صاحب کہتے ہیں:

صوفیائے اسلام کے مجذوبین کی ایک خاص تعداد ایسی ہے جسے تاریخ اور سیر نے اپنے دامن میں جگہ دی ہے مجذوبین کا یہ طبقہ اصلاح عالم کے کسی مقام پر متعین نہیں ہوتا اور نہ ہی انہیں جذب حقیقی سے ان کی ذات ہے کہ خلق کی اصلاح کا کام اپنے ذمہ لیں، بایں ہمہ بعض حضرات کے معاملات ان مجاذیب کے گوشہ ابرو کی جنبش سے حل ہوئے ہیں۔ (مقدمہ احوال ابدال، صفحہ نمبر ل طبع لاہور ۱۳۹۶ھ)

مفتی غلام سرور لاہوری رحمہ اللہ نے خزینۃ الاصفیاء میں مندرجہ ذیل مجاذیب کا ذکر کیا ہے۔

(۱)۔ سرنگا مجذوب قدس سرہ۔

(۲)۔ سہو بہن مجذوب قدس سرہ۔

(۳)۔ حسن مجذوب قدس سرہ۔

(۴)۔ اللہ دین مجذوب قدس سرہ۔

(۵)۔ محروف مجذوب قدس سرہ۔

(۶)۔ منصور مجذوب قدس سرہ۔

(۷)۔ علاؤ الدین مجذوب قدس سرہ۔

(۸)۔ شیخ حسن بودلہ مجذوب قدس سرہ۔

(۹)۔ شاہ ابوالغیث مجذوب قدس سرہ۔

(۱۰)۔ شاہ عبداللہ ابدال مجذوب قدس سرہ۔

(۱۱)۔ بابین مجذوب قدس سرہ۔

(۱۲)۔ بابا کچور مجذوب قدس سرہ۔

(۱۳)۔ سوگر مجذوب قدس سرہ۔

(۱۴)۔ یوسف مجذوب قدس سرہ۔

(۱۵)۔ جیتی شاہ مجذوب قدس سرہ۔

(۱۶)۔ محمد یوسف مجذوب قدس سرہ۔

(۱۷)۔ شاہ بدیع الدین مجذوب قدس سرہ۔

(۱۸)۔ داؤد مجذوب قدس سرہ۔

(۱۹)۔ محمد یوسف مجذوب قدس سرہ۔

(۲۰)۔ شاہ مرتضیٰ مجذوب قدس سرہ۔

(۲۱)۔ شادنا مجذوب قدس سرہ۔

(۲۲)۔ شاہ فیروز مجذوب قدس سرہ۔

(۲۳)۔ بابا خٹکی مجذوب قدس سرہ۔

(۲۴)۔ درویش محمد مجذوب قدس سرہ۔

(۲۵)۔ مٹھا مجذوب قدس سرہ۔

(۲۶)۔ شاہ عبداللہ مجذوب قدس سرہ۔

(۲۷)۔ نانو مجذوب قدس سرہ۔

(۲۸)۔ حافظ طاہر مجذوب قدس سرہ۔

(۲۹)۔ معصوم شاہ لاہوری مجذوب قدس سرہ۔

(۳۰)۔ مستقیم شاہ لاہوری مجذوب قدس سرہ۔

(۳۱)۔ تاجی شاہ مجذوب قدس سرہ۔

(۳۲)۔ نظام شاہ مجذوب قدس سرہ۔

(۳۳)۔ مستان شاہ لاہوری مجذوب قدس سرہ۔ (۴) غنیۃ الاصفیاء طبع لاہور ۱۹۸۳ء

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے درج ذیل تقدم و تاخر بعض مجاذیب کا ذکر کیا ہے۔

(۱)۔ شاہ ابوالغیث بخاری رحمہ اللہ۔

(۲)۔ میاں معروف رحمہ اللہ۔

(۳)۔ علاؤ الدین مجذوب رحمہ اللہ۔

(۴)۔ مسعود نحاسی رحمہ اللہ۔

(۵)۔ شیخ حسن مجذوب رحمہ اللہ۔

(۶)۔ شیخ حسن بودلہ دہلوی رحمہ اللہ۔

(۷)۔ شیخ عبداللہ دہلوی ابدالی رحمہ اللہ۔

(۸)۔ میاں سوگر قدس سرہ۔

(۹)۔ بابا کچور مجذوب قدس سرہ۔

(۱۰)۔ بابین مجذوب قدس سرہ۔

(۱۱)۔ اللہ دین مجذوب قدس سرہ۔

(۱۲)۔ شاہ منصور قدس سرہ۔

(۱۳)۔ شیخ یوسف قدس سرہ۔

(۱۴)۔ سوہن مہذب قدس سرہ۔

﴿اخبارالذخائر﴾ شیخ عبدالحق محدث دہلوی صفحہ نمبر ۱۸۷ تا ۱۹۳ طبع سکرہ

مولوی اشرف علی تھانوی مقلد وہابی نے درج ذیل مجاذیب کا ذکر کیا ہے۔

(۱)۔ شیرشاہ رامپوری رحمہ اللہ۔

(۲)۔ رام پور کے ایک اور مجذوب (ان کا نام درج نہیں)۔

(۳)۔ قصبہ لوہاراں کے ایک پنجابی مجذوب (جن کا نام درج نہیں)۔

(۴)۔ حافظ عبدالقادر دہلوی۔

﴿حکایات اولیاء صفحہ نمبر ۸۷ تا ۱۳۸ از مولوی اشرف علی تھانوی طبع کراچی ۱۹۶۳ء﴾

امیر حمزہ کے چچا زاد بھائی مولوی اشرف علی تھانوی تو مجاذیب کو اولیاء میں شمار کرتے

ہیں اور امیر حمزہ ان پر کچھ اچھا لتا ہے، خدای بہتر جانے دونوں میں کون سچا ہے؟

مسئلہ مجاورت

مجاور اس کو کہتے ہیں جو قبر کا انتظام رکھے، اگر قبر پر عمارت بنی ہوئی ہو تو کھولنے اور

بند کرنے کا مجاز ہو وغیرہ وغیرہ۔

محمد عبداللہ خاں خویہ کی لکھتے ہیں:

مجاور: پڑوسی، درگاہ کا خدمتی، طالب علم۔

﴿فرہنگ عامہ صفحہ نمبر ۵۵۲ طبع پاکستان ناشر مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد ۱۹۷۷ء﴾

حضرت ائمہ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضور علیہ السلام کی قبر انور کی منتقلہ تھیں۔

جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو زیارت کرنی مقصود ہوتی تو ان سے ہی کھلوا کر

زیارت کرتے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئیں اور آ کر عرض

کیا کہ مجھے حضور علیہ السلام کی قبر انور کی زیارت کرا دو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حجرہ

شریف کھولا، انہوں نے زیارت کی اور زیارت کر کے روتی رہیں اور روتے روتے

انتقال فرما گئیں۔ (کتاب التعلیقات فی عیاض ماکی اندلی صفحہ نمبر ۳۱ جلد ۲ طبع لاہور)

حضرت قاسم بن محمد رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ:

میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے روضہ

رسول اور حضرت صدیق و فاروق کی قبروں کی زیارت کرنے دیں۔ انہوں نے حجرہ

مبارک میرے لئے کھولا تو دیکھا کہ یہ تین قبریں نہ تو بہت اونچی تھیں اور نہ ہی زمین

سے علی ہوئی اور ان پر ہلکا کی سرخ نلکریاں چھبی ہوئی تھیں۔ (ابوداؤد)

(مشکوۃ (مترجم) صفحہ نمبر ۳۱۵ جلد ۲ طبع لاہور)

ائمہ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے لے کر آج تک روضہ رسول پر مجاور

رہے چلے آئے ہیں لیکن کسی نے ان کو ناجائز نہیں کہا۔ اس پر ہم دو واقعات پیش کرتے

ہیں:

۱۔ محبت بلبری (متوفی ۶۳۳ھ) نے ہارون سے بیان کیا ہے اس نے اپنے والد عمر

بن زعب سے بیان کیا ہے۔ اس نے بتلایا کہ میں آج عجیب و غریب واقعہ سنانا چاہتا

ہوں۔ آپ ذرا اور توجہ مبذول کریں، وہ بیان کرتا ہے، میں۔۔۔ روضہ میں ٹھہرا ہوا تھا

اور آنحضرت ﷺ کے خادموں کا شیخ وہاں پر شمس الدین صوب علی بھی موجود تھا

(جو کہ روضہ منورہ اور مسجد نبوی کا محافظ تھا) میرے اور اس کے درمیان محبت تھی۔

میرا ایک دوست تھا جو بادشاہ کے پاس بیٹھا کرتا تھا اور اس کے دربار کی خبریں

مجھے دیا کرتا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا آج ایک عظیم واقعہ

رونا ہوا۔

حلب سے کچھ لوگ آئے ہیں انہوں نے امیر کو کچھ مال و دولت دے کر خوش کر لیا

ہے وہ آنحضرت ﷺ کے حجرہ مبارک سے حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق

رضی اللہ عنہما کو نکالنا چاہتے ہیں۔

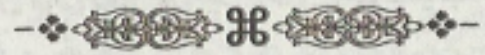
تھوڑی دیر کے بعد امیر کا پیغام آیا، اور پیغام لانے والے نے کہا کہ آپ کو امیر

ریاض سے چابی لاکر میں قبر الہی (رحمۃ اللہ علیہ) کی زیارت کرائی گئی۔

شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی (رحمۃ اللہ علیہ) نے عیدینہ منورہ میں پانچ سال تک
روضہ نبوی (رحمۃ اللہ علیہ) کی مجاہوری کی۔

شیخ کمال الدین محمد بنی (رحمۃ اللہ علیہ) نے ۵۳ برس تک بحیثیت مجاور حرم نبوی (رحمۃ اللہ علیہ) کی
خدمت کی۔

﴿بلوچستان میں تحریک تصوف انڈیا کنونشن انجمن کورسٹنہ فرم ۷۵ طبع کوئٹہ﴾



ضمیمہ

ایک اہم مسئلہ: نعت کا فلمی گانوں کی طرز پر پڑھنا یا سننا

علماء اہلسنت کے نزدیک فلمی گانے کی طرز پر نعت شریف پڑھنا یا سننا، نعت کے
تقدس کو پامال کرنا ہے۔ جس سے احتیاط لازمی ہے۔ اس ضمن میں ہم اہلسنت کی قدیم
مرکزی درس گاہ مدرسہ انوار العلوم ملتان کے مفتی صاحب کا فتویٰ لکھنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

۶۸۶
۶۸۶

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ فلمی گانوں یا گانوں
کی طرز پر نعتیں پڑھنا یا سننا سننا یا سننا سننا جائز ہے یا ناجائز؟
علماء اہلسنت اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

۷۸۶
۷۸۶
البراب

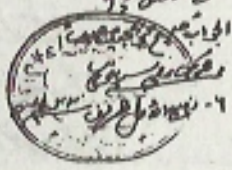
نعت گانوں کا فلمی نہیں پڑھنا، سننا یا سننا سننا جائز نہیں، بلکہ نعت گانوں کے



مدرسہ اسلامیہ، مدرسہ اسلامیہ
نعت گانوں

۱۰۰۰ روپے
مفتی اسلام ۱۰۰۰ روپے
۱۰۰۰ روپے

البراب
مدرسہ اسلامیہ، مدرسہ اسلامیہ
۲۸ مدرسہ اسلامیہ، مدرسہ اسلامیہ
۱۰۰۰ روپے



سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ فلمی گانوں کی طرز پر نعتیں پڑھنا یا سننا یا شعر بنانا جائز ہے یا ناجائز ہے؟ علمائے اہلسنت اس بار میں کیا فرماتے ہیں؟

سائل ابولکیم محمد صدیق

۷۸۶

الجواب

فلمی گانوں کی طرز پر نعتیں پڑھنا، سننا یا سننا درست نہیں، اس طرح نعت کا تقدس مجروح ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مفتی غلام مصطفیٰ رضوی
مہر دارالافتاء
مدرسہ انوار العلوم ملتان

۲۳/۵/۲۰۰۱

تصدیقات

الجواب صحیح

محمد رمضان ضیاء الباروی

جامعہ اسلامیہ خیر العاد قلعبہ قاسم باغ ملتان

۲۸/ جمادی الاول ۱۴۲۵ھ/ ۱۷

جولائی ۲۰۰۴ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب صحیح والمجیب مصیب

محمد شوکت علی سیالوی

(مدرسہ جامع العلوم خانیوال)

۶/ ربیع الاول شریف ۱۴۲۲ھ

غیر معتبر شعراء کا کلام تائید و تنقید کی نظر میں

مالک کون و مکان ذات رسول عربی

احمد بے میم عیاں ذات رسول عربی

(شاہراہِ بہشت صفحہ نمبر ۹۱)

﴿جواب﴾

پہلے مصرعہ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو کون و مکان کا مالک

بنایا ہے اور آپ کی یہ ملکیت عطائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت، رضا اور اذن کے تحت عالم میں تصرف فرماتے ہیں اس مسئلہ پر اوراقِ گزشتہ میں ہم تفصیلی گفتگو کر چکے ہیں۔
دوسرے مصرعہ میں ایک شاعرانہ تخیل پایا جاتا ہے کہ اگر لفظ احمد کی میم حذف (ختم) کر دی جائے تو لفظ احد (جو کہ اللہ تعالیٰ کیلئے استعمال ہوتا ہے) میں لفظی یگانگت پیدا ہو جائے گی۔

مثال: لفظ رحیم، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کیلئے استعمال ہوا ہے اور اسی طرح یہ لفظ قرآن مجید میں رسول خدا ﷺ کیلئے بھی منقول ہے۔ مگر یہ صرف لفظی مناسبت ہے، حقیقت میں ایسا نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی صفت رحیم، ذاتی، قدیم اور لائق ہے جبکہ حضور ﷺ کی یہ صفت عطائی، حادث اور متناہی ہے۔

شاعر کا مقصود یہ ہے کہ جس طرح تمام کائنات میں اللہ تعالیٰ کا کوئی ثانی نہیں، اس طرح حضرت محمد ﷺ کا تمام جہانوں میں کوئی مثل نہیں آپ اپنی ذات میں بے مثل اور بے مثال ہیں۔

یاد رہے کہ اس قسم کے دقیق اور عوام الناس کی سمجھ سے بالاتر اشعار عام لوگوں میں پڑھنے سے گریز کیا جائے کیونکہ کہ گمراہی پھیلنے اور صراطِ مستقیم سے بھٹکنے کا خطرہ ہے۔

وہ خدا نہیں بخدا نہیں

وہ مگر خدا سے جدا نہیں

(شاہراہِ بہشت صفحہ نمبر ۹۱)

پہلے مصرعہ کا مفہوم ظاہر ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ خدا نہیں اور یہ بات شاعر نے دوبارہ خدا کی قسم کھا کر کہی ہے۔ اور دوسرے مصرعہ (وہ مگر خدا سے جدا نہیں) کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی ذات سے وہ قرب حاصل ہے کہ جس کو انسانی عقل بیان کرنے سے قاصر ہے۔

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ (متوفی ۱۰۱۲ھ) فرماتے ہیں:

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا اتباع لازم جان۔ اور محمد کو خدا کا غیر مت جان اور نہ خدا کو محمد کے اندر منحصر کر، جان تو کہ محمد خدا نہیں اور خدا محمد نہیں، خدا، خدا، خدا، محمد، محمد، محمد، یہی کمال، اور اللہ زیادہ جانتا ہے حقیقت حال کو اور وہی ہے حال کی حقیقت۔

(رسالہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمہ اللہ صفحہ نمبر ۳ مطبوعہ پٹنہ دہلی)

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قرب کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ قرب جو ہر انسان کو بلکہ کائنات کے ذرہ ذرہ کو اپنے خالق سے ہے اور اگر یہ قرب نہ ہو تو کوئی چیز موجود نہ ہو سکے۔ اور فرمان الہی: اور ہم شہ رگ سے بھی اس کے قریب ہیں۔ میں اس قرب کی طرف اشارہ ہے۔ دوسرا قرب وہ ہے جو صرف خاص بندوں کو میسر آتا ہے اسے قرب محبت کہتے ہیں اور اس کیلئے ایمان شرط ہے۔

(تفسیر مظہری صفحہ نمبر ۳۸ جلد ۵ طبع دہلی)

اس لئے جو قرب حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ سے ہے انسان اس کو بیان کرنے سے قاصر ہے۔ مگر ایسے اشعار کو عوام الناس میں پڑھنے سے گریز کیا جائے۔

مصطفیٰ کے نور میں ہے ذات باری جلوہ گر

مصطفیٰ کا نور یوں کہے خدا کا نور ہے

(شاہراہ بہشت صفحہ نمبر ۹۱)

اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح صنعت سے صانع کا پتہ چلتا ہے اسی طرح ذات نور محمدی کو دیکھنے سے رب العزت کی خالقیت و نورانیت کا اظہار ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حسن الوہیت کی تجلی اوّل کو حقیقت محمدیہ کی صورت میں ظاہر (پیدا) فرمایا ہے۔

نور احمد خاں فریدی لکھتے ہیں:

کہ ذات احدیت یعنی ذات لائقین نے پہلی تجلی یا پہلا لائقین فرمایا تو حقیقت محمدیہ کا ظہور ہوا۔ (شرح دیوان فرید از نور احمد خاں فریدی صفحہ نمبر ۶۹)

اس لئے شاعر کہتا ہے کہ مصطفیٰ کا نور یوں کہے خدا کا نور ہے اور ”نور من نور اللہ“

کی تشریح ہم اور اوراق گزشتہ میں تفصیلاً کر چکے ہیں۔ قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں۔

تو نہ ہوتا تو نہ ہوتا دو جہاں کا انتظام

تو زمین کا نور ہے تو آسمان کا نور ہے

(شاہراہ بہشت صفحہ نمبر ۹۲)

پہلے مصرعہ میں مشہور حدیث قدسی ”اے محبوب اگر آپ کو پیدا کرنا نہ ہوتا تو آسمان پیدا نہ کئے جاتے“ کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی (۱۰۳۳ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حقیقت محمدی جو حقیقت الحقائق ہے مراتب ظلال طے کرنے کے بعد آخر کار اس فقیر پر ظاہر ہوئی، محبت کا تعین اور ظہور ہے جو تمام مظاہر کی مبداء اور مخلوقات کی پیدائش کا منشاء ہے، جیسے حدیث قدسی میں ہے ”میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں پس میں نے خلق کو پیدا کیا۔ اوّل جو چیز اس پوشیدہ خزانہ سے ظاہر ہوئی محبت ہے کہ جو مخلوق کی پیدائش کا سبب ہوئی اگر یہ محبت نہ ہوتی تو ایجاد کا دروازہ نہ کھلتا اور عالم عدم میں راسخ اور مستقر رہتے۔ حدیث قدسی (اگر آپ کو پیدا نہ کرنا ہوتا تو آسمان پیدا نہ کئے جاتے، جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی شان میں آئی ہے) کا بھید بھی اسی میں ڈھونڈنا چاہیے۔ اور اگر آپ کو پیدا نہ کرنا ہوتا تو اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا کی حقیقت کو اسی مقام پر طلب کرنا چاہیے۔

(مکتوبات، دفتر سوم حصہ ختم صفحہ نمبر ۱۲۸ مکتوب نمبر ۱۲۲)

ایضاً قاری حنفی (۱۰۱۳ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حدیث لولاک لما خلقت الافلاك:

قال العسقلانی موضوع کذا فی الخلاصة لیکن معناه صحیح فقد روی الدیلمی عن ابن عباس مرفوعاً أنانی جبرئیل فقال قال الله یا محمد لولاک ما خلقت الجنة ولولاک ما خلقت النار انتهى ذکر العسقلانی فی المواهب الدنیہ والزرقانی فی شرحہ ان الحاکم اخرج فی المستدرک عن عمر مرفوعاً ان آدم رأى اسم محمد مكتوباً علی العرش وان الله تعالى قال لا دم لولاک محمد ما خلقتک ان

(الآثار المرفوعة از مولانا عبدالحی صفحہ نمبر ۳۰ طبع گوجرانوالہ)

دوسرے مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ زمین و آسمان آپ کی ذات باریکات کی وجہ سے ظاہر ہوئے ہیں اور نور کہتے ہیں روشنی کو جس سے اشیاء ظاہر ہو جاتی ہیں۔ اس لئے شاعر نے آپ کی ذات مبارکہ کو زمین و آسمان کا نور کہا ہے۔ کیونکہ تمام کائنات کا ظہور آپ ہی کی ذات اقدس کے سبب سے ہوا ہے یعنی آپ مقصود کائنات ہیں۔

حضرت محمد دالف ثانی (م ۱۰۳۴ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حقیقت محمدی (ﷺ) جو ظہورِ اوّل میں سب سے بڑی حقیقت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے تمام حقائق کیا انبیاء علیہم السلام اور کیا ملائکہ عظام کے حقائق سب اس کے اظلال کی مانند ہیں اور وہ تمام حقائق کا اصل ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوا ہوں..... پس یہی حقیقت باقی تمام حقائق اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطہ ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ کے بغیر کوئی مطلوب تک نہیں پہنچ سکتا۔ آپ تمام انبیاء اور مرسلین کے بھی نبی ہیں اور آپ کا تشریف لانا جہان کیلئے رحمت ہے..... الخ (دفتر سوم حصہ چہم صفحہ نمبر ۱۲۷ مکتوب نمبر ۱۲۲)

دو عالم میں کوئی کیا کر سکے رتبہ بیان ان کا

خدائے دو جہاں خود بن رہا ہے مدح خواں ان کا

(شاہراہِ بہشت صفحہ نمبر ۹۳)

پہلے مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ کائنات میں کون ایسا ہے جو اللہ تعالیٰ کے محبوب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و توصیف کا حق ادا کر سکے۔

حضرت ابوالحسن خرقانی (متوفی ۴۲۴ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدارج اور معرفت الہی کی انتہا مجھے آج تک معلوم نہیں ہو سکی یعنی ان کی کوئی انتہا ہی نہیں۔ (تذکرۃ الاولیاء از فرید الدین عطار صفحہ نمبر ۲۹ طبع کراچی)

تو ایسی عظیم المرتبت ہستی (ﷺ) کی کون مدح سرائی کا حق ادا کر سکتا ہے

دوسرے مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ خود رب کائنات جل جلالہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و توصیف کرنے والا ہے کہ اس نے قرآن مجید میں جا بجا اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی

توصیف و تعریف کی ہے جیسا کہ قرآن کریم کا مطالعہ کرنے والوں پر یہ بات غنی نہیں۔

اللہ وی پڑھے نعت جہدی آپ ظہوری

حق اوہدیاں نعتاں دا ادا کون کرے

(شاہراہِ بہشت صفحہ نمبر ۹۳)

نعت کے معنی ہیں، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف کرنا خواہ نثر میں ہو یا نظم میں۔ ظہوری مرحوم فرماتے ہیں: اے ظہوری جن کی نعت یعنی تعریف و توصیف ذات باری تعالیٰ نے خود قرآن کریم میں جا بجا کی ہے انسانوں میں کون ہے جو ان کی مدح سرائی کا حق ادا کر سکے۔

اللہ کا دیدار ہے دیدار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت شیخ سیدنا عبدالقادر جیلانی حسنی (متوفی ۵۱۱ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ غیب اور ظاہر کا عالم ہے..... بے نیاز ہے کہ اس کا کوئی بچہ ہے نہ وہ کسی کا بچہ، نہ اس کا کوئی ہمسر ہے اس کا کوئی مثل نہیں، وہ سننے والا دیکھنے والا ہے اس کی کوئی شبیہ ہے نہ نظیر..... وہ جسم نہیں کہ اس کو ٹوٹا جائے وہ جوہر نہیں کہ محسوس کیا جائے، عرض نہیں کہ جاتا رہے، مرکب نہیں کہ اس کے اجزاء ہو سکیں۔ صاحبِ آلہ نہیں کہ اس کی شکل ہو۔ اس کی ترکیب نہیں کہ اس کی کیفیت بیان کی جائے..... (یہ درست نہیں) کہ اس کو کسی کے مشابہ بتائیں۔ الخ

(بچہ الاسرار از علامہ فطوفی (م ۷۰۲ھ) مترجم صفحہ نمبر ۱۴۰، ۱۴۱ طبع لاہور ۱۹۹۵ء)

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

محمد خدا نہیں اور خدا محمد نہیں۔ (رسالہ خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ صفحہ نمبر ۳)

مولانا احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کیلئے نہ مکان ہے نہ کوئی چیز ایسی جس پر سوار ہو اور بے شک حرکت اور سکون اور ہٹنا اور ٹھہرنا جسم کی صفیتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ احد صمد ہے کوئی چیز اس سے مشابہت نہیں رکھتی۔ (تواریخ القہار صفحہ نمبر ۴۹ طبع بریلی شریف)

ہمارے محدثین میں سے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور کئی اکابر علماء نے ”مَنْ رَأَى فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ“ یعنی جس نے مجھے دیکھا اس نے حق یعنی خدا تعالیٰ کو دیکھا۔ کی اس معنی پر بھی توثیق فرمائی ہے۔

اور کائنات کو وجود میں لانے سے پہلے ذات باری تعالیٰ اور نور مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سوا کچھ نہ تھا۔ اور امیر حمزہ کا یہ کہنا کہ شاعر کے نزدیک دونوں یعنی اللہ جل جلالہ اور حضور ﷺ ایک ہی ہیں، بہتان تراشی کے سوا کچھ نہیں، جبکہ ہمارے نزدیک رب

کائنات خالق ہے اور محمد ﷺ مخلوق ہیں۔ اور ہر سال حضور ﷺ کا یوم میلاد منا کر ہم اہلسنت تمہارے اس بہتان کی جڑیں کاٹتے ہیں۔ اور برملا کہتے ہیں کہ حضور ﷺ مخلوق ہیں، ہم ان کو خالق نہیں مانتے۔

اور درج ذیل شعر کا مفہوم حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی ایک عبارت سے واضح ہو جاتا ہے۔

ہر شے خدا بنائی

تیرے پیار دا صلہ

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حقیقت محمدی جو حقیقت الحقائق ہے مراتب ظلال طے کرنے کے بعد آخر کار اس فقیر پر ظاہر ہوئی، محبت کا تعین اور ظہور ہے جو تمام مظاہر کی مبداء اور مخلوقات کی پیدائش کا منشاء ہے جیسے حدیث قدسی میں آیا ہے میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں۔ پس میں نے خلق کو پیدا کیا۔ اول جو چیز اس خزانہ سے ظاہر ہوئی محبت ہے کہ جو مخلوق کی پیدائش کا سبب بنی اگر یہ محبت نہ ہوتی تو ایجاد کا دروازہ نہ کھلتا اور عالم عدم میں راسخ اور مستقر رہتے۔ حدیث قدسی: اگر آپ کو پیدا نہ کرتا ہوتا تو آسمان پیدا نہ کئے جاتے جو ختم الرسل کی شان میں آئی ہے، کا مجید بھی اس میں ڈھونڈنا چاہیے۔ اور اگر آپ کو پیدا نہ کرتا ہوتا تو اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ کرنے کی حقیقت کو اسی مقام پر طلب کرنا چاہیے۔ (مکتوبات دفتر سوم حصہ چہم ۱۲۸ مکتوب نمبر ۱۲۲)

شاہ مدینہ یثرب کے والی، سارے نبی تیرے در کے سوالی

جلوے ہیں سارے تیرے ہی دم سے!

آباد ہیں عالم تیرے کرم سے!

باقی ہر اک شے نقلی خیالی، سارے نبی تیرے در کے سوالی

تیرے لئے ہی دنیا بنی ہے

نیلے فلک کی چادر بنی ہے

تو مگر نہ ہوتا دنیا تھی خالی، سارے نبی تیرے در کے سوالی

مذہب ہے تیرا سب کی بھلائی

مسک ہے تیرا مشکل کشائی

دیکھ اپنی امت کی خستہ حالی، سارے نبی تیرے در کے سوالی

(شاہراہ بہشت صفحہ نمبر ۹)

پہلے بند میں لفظ یثرب استعمال ہوا ہے جو کہ اہلسنت کے نزدیک مدینہ منورہ کو کہنا جائز نہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۰۵۲ھ) رحمہ اللہ لکھتے ہیں.....

ابن زبالہ جو مؤرخین مدینہ کے پیشوا مانے جاتے ہیں اور مجملہ اصحاب مالک رحمہ اللہ سے ہیں، نیز دوسرے حضرات نے بھی علماء سے روایت کیا ہے کہ مدینہ منورہ کو یثرب نہ کہیں۔ امام بخاری کی تاریخ میں ایک حدیث آئی ہے کہ جو شخص ایک مرتبہ یثرب کہے تو اس کو لازم ہے کہ اس کی حلائی اور تدارک کیلئے دس مرتبہ مدینہ کہے اور احمد اور ابویعلیٰ نے روایت کیا کہ اگر کوئی شخص مدینہ کو یثرب کہے، تو چاہیے کہ جناب باری تعالیٰ میں استغفار کرے اس کا نام طابہ ہے اور بعض احادیث میں جو مدینہ منورہ کا نام یثرب آیا ہے، اس کے جواب میں علماء کہتے ہیں کہ یہ ممانعت سے پیشتر کا ہے۔

(جذب القلوب الی دیار الحبیب صفحہ نمبر ۷ طبع کراچی)

اور پہلے بند کے مصرعہ میں ”سارے نبی تیرے در کے سوالی“ میں درج ذیل

حدیث شفاعت کی طرف اشارہ ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، قیامت کے دن لوگ آمد و رفت کریں گے، آدم (علیہ السلام) کے پاس آئیں گے اور کہیں گے اپنے رب کے ہاں سفارش کریں وہ کہیں گے اس بات کا حق نہیں رکھتا لیکن تم ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس جاؤ کیونکہ وہ رحمن کے خلیل ہیں، لوگ ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس جائیں گے وہ کہیں گے میں اس کا اہل نہیں ہوں، لیکن تم موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس جاؤ، وہ موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس جائیں گے وہ کہیں گے، میں اس کا

اہل نہیں ہوں۔ لیکن تم جیسی (علیہ السلام) کے پاس جاؤ کیونکہ وہ اللہ کی روح ہیں، میں اس کا اہل نہیں ہوں، تم حضرت محمد ﷺ کے پاس جاؤ، وہ میرے پاس آئیں گے میں کہوں گا، میں ہی اس کا اہل ہوں..... الخ (مشکوٰۃ (مترجم) صفحہ نمبر ۶۳ جلد ۳ طبع لاہور)

خواہ خواہ شعر کا مطلب سمجھ میں نہ آنے کی وجہ سے اس کے رد میں آیات قرآنی کا بے محل استعمال کرنا عقلمندی نہیں۔

اگلے اشعار میں شاعر کہتا ہے کہ یا رسول اللہ! یہ تمام کائنات آپ ہی کی ذات بابرکات کی وجہ سے قائم و دائم ہے۔ زمین پر پہلی امتوں کے گناہوں سے زیادہ گناہ ہو رہے ہیں مگر اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کی رحمتہ للعالمین کی وجہ سے درگزر فرما رہا ہے۔

دوسرے بند میں درج ذیل حدیث قدسی کی طرف اشارہ ہے۔

”اگر آپ کو پیدا نہ کرنا ہوتا تو آسمان پیدا نہ کئے جاتے۔“

(کتوبات دفتر سوم حصہ نمبر ۱۲۸ مکتوب نمبر ۱۲۲)

دوسرے بند کے آخری شعر ”تو گرنہ ہوتا دنیا تھی خالی“ میں درج ذیل حدیث قدسی کی طرف اشارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محبوب (ﷺ) اگر تجھ کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو میں اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا۔ (کتوبات دفتر سوم حصہ نمبر ۱۲۵ مکتوب نمبر ۱۲۲)

تیسرے بند کا مفہوم یہ ہے کہ اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ آپ جو دین لے کر مبعوث ہوئے ہیں، وہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ بھلائی کرنے کا درس دیتا ہے اور لوگوں کی مشکلات، ان کا تعلق دین سے ہو یا دنیا سے حل فرمانا آپ کا فرض منصبی ہے، آپ اپنی امت کی خستہ حالی ملاحظہ فرمائیں اور ان کیلئے دعائے رحمت فرمائیں، مولانا حالی فرماتے ہیں۔

اے خاصہ خاصانِ رسل وقت دعا ہے

امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے

(نوٹ) اس مسئلہ پر ہم اور ارق گزشتہ میں تفصیلاً گفتگو کر چکے ہیں قارئین کرام!

ملاحظہ فرمائیں۔

کوئی سلیقہ ہے آرزو کا نہ بندگی میری بندگی ہے

یہ سب تمہارا کرم ہے آقا کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے

(شاہراہ بہشت صفحہ نمبر ۱۰۳)

اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ سابقہ امتوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی کی اور ایسے ایسے گناہوں کا ارتکاب کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل کیا، ان کی بستیوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ بعض بستیوں کو افراد سمیت زمین میں دھنس دیا اور کئی بستیوں کو اٹھا کر نیچے پھینک دیا اور صفحہ ہستی پر ان کا نام و نشان باقی نہ رہا، بعض انسانوں کی شکلیں تبدیل ہو گئیں۔

آج زمین کی دھرتی پر وہ تمام گناہ ہو رہے ہیں جو سابقہ ام فردا فردا کرتی تھیں۔

لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچے ہوئے ہیں، کیا یہ ہماری دعاؤں اور بندگی کا نتیجہ ہے تو شاعر کہتا ہے کہ یہ ناممکن ہے، کیونکہ خداوند قدوس سے مانگنے کا نہ تو ہمیں سلیقہ ہے اور نہ ہی ہماری بندگی، بندگی ہے کیونکہ ہم حق بندگی ادا نہیں کر سکے۔ اس لئے ہم پر

عذاب نہ آتا نہ تو ہماری دعاؤں کا سبب ہے اور نہ ہی ہماری بندگی کا نتیجہ ہے۔ عذاب نہ آنے کا سبب فقط اور فقط حضور ﷺ کی ذات مقدسہ ہے کہ آپ کی رحمتہ للعالمین کی وجہ سے ہم عذاب الہی سے محفوظ ہیں۔ جیسا کہ رب کائنات نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے۔

”وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ“۔ (سورۃ الانفال آیت نمبر ۳۳)

ترجمہ: ”اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں

تشریف فرما ہو۔“ (کنز الایمان)

”وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ“۔ (پ ۱۷ انبیاء)

ترجمہ: ”نہیں بھیجا آپ کو مگر تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر۔“ (کنز الایمان)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کریمہ کے تحت فرماتے ہیں:

”هو رحمة الكافر في الدنيا بتأخير العذاب عليهم ورفع المسخ

والنخسف والامتعصال“

﴿تفسیر مظہری از قاضی ثناء اللہ پانی پتی (۱۲۲۵ھ) صفحہ نمبر ۲۳۹ جلد ۶ طبع دہلی﴾

یعنی حضور ﷺ دنیا میں کافروں کیلئے رحمت ہیں بایں معنی:

(۱)۔ عذاب میں تاخیر ہونا۔

(۲)۔ چہروں کا (گناہ کے سبب) مسخ نہ ہونا

(۳)۔ زمین میں (گناہ کے سبب) نہ دھنسا۔

(۴)۔ اور کفار کی بستیوں کا (گناہوں کے سبب) جڑ سے اکھاڑ کر تباہ و برباد نہ کرنا۔

کملی والے میں قرباں تیری شان پر

سب کی گہڑی بنانا تیرا کام ہے

(شاہراہِ بہشت صفحہ نمبر ۱۰۳)

شاعر کہتا ہے کہ اے کملی والے آقا ﷺ میں تیری شان و رفعت پر قربان ہو جاؤں کہ لوگوں کو کفر و شرک اور گناہوں کی دلدل سے نکال کر راہِ ہدئی دکھانا آپ کا فرض منصبی ہے اور عالم برزخ میں تشریف لے جانے کے بعد بھی امت کے گناہوں کی مغفرت طلب کرنا آپ کا مشغلہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے بہت سے فرشتے ایسے مقرر کر رکھے ہیں جو زمین پر پھرتے ہیں اور مجھ کو میری امت کے اعمال پہنچاتے ہیں اور آپ نے فرمایا میری وفات تمہارے لئے بہتر ہے اس لئے کہ تمہارے اعمال جب میرے سامنے پیش کئے جائیں گے تو جو نیک عمل ہوگا اس پر خدا کا شکر ادا کروں گا اور جو برے ہوں گے اس پر تمہارے لئے استغفار کروں گا۔

(رواہ الہمز ار) (جذب القلوب صفحہ نمبر ۲۱۲)

مولوی مصباح غیر مقلد لکھتا ہے:

تسلیں دو محمد پاک بنائیں

اساں پاپیاں دا چارا کون کرے

(گلشن مصباح صفحہ نمبر ۹۳)

خود محمد ہیں تشریف لائے ہوئے

کس قدر جانفزا آج کی رات ہے

یاد نبی کا گلشن مہکا مہکا لگتا ہے

محفل میں موجود ہیں آقا ایسا لگتا ہے

لب پہ صل علی کے ترانے اشک آنکھوں میں آئے ہوئے ہیں

یہ ہوا یہ فضا کہہ رہی ہے آقا تشریف لائے ہوئے ہیں

(شاہراہِ بہشت صفحہ نمبر ۱۰۳)

یہ تمام اشعار حضور ﷺ سے والہانہ محبت کی ترجمانی کرتے ہیں اور شعراء حضرات فرماتے ہیں کہ محافل ذکر خدا و ذکر مصطفیٰ ﷺ پر ایک خاص کیفیت و نورانیت کا طاری ہو جاتا، حضور ﷺ کا ان محافل پر خصوصی توجہ فرمانا ہے جیسا کہ علامہ مہمانی نے لکھا ہے۔

ایک ولی اللہ نے خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ اپنی قبر مقدسہ سے نکل کر باہر کھڑے ہیں اور آپ (ﷺ) سے نورانی شعائیں نکل کر عالم کی طرف پھیل رہی ہیں مگر ایک خاص سمت کو شعائیں خصوصیت کے ساتھ منتقل ہو رہی ہیں۔ بیدار ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ اس وقت فلاں جگہ ایک بزرگ نے محفل ذکر و محفل میلاد النبی (ﷺ) منعقد کی ہوئی ہے اور حضور پر نور سید عالم ﷺ کا یہ خاص فیضان اس طرف منتقل ہو رہا ہے۔ (جامع کرامات اولیاء طبع لاہور تلخیص)

کدیں آویں تے دکھڑے سناواں عرش تے جان والیا

تیری راہ وچ اکھاں وچھاواں عرش تے جان والیا

(شاہراہِ بہشت صفحہ نمبر ۱۰۳)

شاعر کہتا ہے کہ اے شب معراج عرشِ بریں پر جانے والے نبی محترم ﷺ اگر آپ خواب میں تشریف لائیں تو میں آپ کو اپنی رنج و الم کی کہانی سناؤں اور اگر میری قسمت کا ستارہ جگمگاٹھے تو میں آپ کی آمد پر آپ کی راہ میں آنکھیں بچھاؤں۔ مباغذا

میخ ہے جس سے حضور اکرم ﷺ سے اپنی والہانہ محبت کا اظہار کرنا مقصود ہے۔
محدث ابن جوزی (متوفی ۷۵۹ھ) رحمہ اللہ لکھتے ہیں بعض عشاق نے کہا ہے:

التیك راجلا ووددت انی
ملكك سواد عینی امتطيه
ومالی لا اسیر علی المآقی
الی قبر رسول اللہ فیہ

(الوقاف، صفحہ نمبر ۸۲۹ طبع لاہور)

ترجمہ: ”میں پا پیادہ چلتا ہوں آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ مگر دلی خواہش یہ تھی کہ کاش آنکھوں کی پتلیوں پر اختیار ہوتا ان کو سواری بنا کر حاضر ہوتا۔“
میں آنکھوں کے بل اس قبرِ مکرم کی طرف کیوں نہ چلوں جس میں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ آرام فرما ہیں۔

مولوی مصام (دہلوی، غیر مقلد) لکھتا ہے:

اللہ بھل بھلکے میرے گھر میں آوے
اور سالار تے شاہکار مدینے دا

(گلشنِ مصام صفحہ نمبر ۹۸)

یا رسول اللہ آکر دیکھ لو
یا مدینہ میں بلا کر دیکھ لو
اسی جمیل قادری کو بھی حضور
اپنے در کا سنگ بنا کر دیکھ لو

(شاہراہِ بہشت صفحہ نمبر ۱۰۸)

جناب جمیل قادری فرماتے ہیں کہ اے اللہ تعالیٰ کے رسول (ﷺ) میں آپ کی غلامی کا دم بھرتا ہوں، کیا میں اس دعویٰ میں سچا ہوں؟ اس کے پرکھنے کی یہی صورتیں ہیں کہ خواب میں تشریف لائیے یا مدینہ منورہ میں بلا کر آزمالیں، یا پھر مجھے اپنے در کا سنگ

(خادم) بنا کر دیکھ لیں کہ میں اپنے دعویٰ غلامی میں کس قدر سچا ہوں۔

حدیث مسلم کا جواب

عن ابی سعید بن الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لتبعن سنن الہدین من قبلکم شبرا بشبر و ذراعا بذراع حتی لود خلوا
فی حجر حطب لا یهتموہم قلنا یا رسول اللہ الیہود والنصارى قال فمن
۔ (مسلم کتاب العلم) (شاہراہِ بہشت صفحہ نمبر ۱۲۵)

علامہ وحید الزماں غیر مقلد (دہلوی) نے اس حدیث مبارکہ کا یوں ترجمہ کیا:

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا البتہ تم چلو گے اگلی امتوں کی راہوں پر (یعنی گناہوں میں اور دین کی مخالفت میں نہ کہ لغو اختیار کرو گے) بالشت برابر بالشت کے اور ہاتھ برابر ہاتھ کے۔ یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کے سورخ میں سمجھیں گے تم بھی ان کے ساتھ گھسو گے، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگلی امتوں سے مراد یہودی و نصاریٰ ہیں آپ نے فرمایا اور کون؟

اس حدیث مبارکہ سے فقط المسکت کو نشانہ بنانا جہالت ہے بلکہ آپ ﷺ کا یہ پیغام تمام دنیا کے مسلمانوں کے نام ہے۔ علامہ وحید الزماں غیر مقلد اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ہمارے زمانہ میں تو یہ حدیث ایسی پوری ہوئی کہ کسی کو شک نہ رہے۔ ہند کے مسلمانوں نے خصوصاً حیدرآباد اور علی گڑھ وغیرہ کے مسلمانوں نے ہر بات میں نصاریٰ کی مشابہت شروع کر دی، کیا کھانے میں کیا پینے میں کیا پہننے میں۔ بلکہ بعض مسلمانوں کو دیکھ کر دھوکا ہوتا ہے کہ یہ نصرانی تو نہیں ہے۔

افسوس اس پر ہے کہ اس بے دینی اور بے جنتی کے ساتھ عقل سلیم سے بھی کام لینا چھوڑ دیا ہے اگر نصاریٰ کی مشابہت ایسی ہی پسند ہے تو عمدہ باتوں میں ان کی تقلید کرتے، ان کا ساتھ ان کی سی اولوالعزمی اور ان کا سائل حاصل کرتے یہ تو سب کچھ بالائے

طاق رکھ کر صرف لباس اور وضع اور اکل و شرب میں جو ایک آسان امر ہے ان کی مشابہت کرتے ہو..... عظمندی کا تو یہ کام تھا کہ نصاریٰ کی طرح وہ علم حاصل کرتے جس سے ان کی دنیاوی قوت اور شوکت درست ہوتی ہے اور دین کی عظمت روز بروز بڑھتی، مسجدیں آباد ہوتیں، مدرسے بنائے جاتے، قومی اتفاق کو ترقی ہوتی جس پر تمام دنیاوی اور دینی ترقی کا دار و مدار ہے۔

(صحیح مسلم شرح نووی، کتاب العلم صفحہ نمبر ۲۷ حصہ ۶ ترجمہ علامہ وحید الزماں طبع لاہور ۱۹۸۱ء)
علامہ وحید الزماں کے ترجمہ حدیث اور شرح سے مندرجہ ذیل باتیں ابھر کر سامنے آتی ہیں:

۱۔ مسلمان، یہود و نصاریٰ کی گناہوں اور دین کی مخالفت میں مشابہت کریں گے۔
جیسے شراب پینا، زنا کرنا، داڑھی منڈھوانا اور ان کا قومی لباس پہننا اور کرسیوں اور میز پر کھانا وغیرہ

۲۔ مسلمان ان کے عقائد کفریہ اختیار نہیں کریں گے۔ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے اور حضرت مریم علیہا السلام خدا کی بیٹی ہیں۔

۳۔ یہود و نصاریٰ سا علم حاصل کرنا تا کہ دین کے ساتھ دنیاوی ترقی بھی ہو اور ان کی اچھی عادات، اتفاق اور اولوالعزمی وغیرہ کو اختیار کرنا برا نہیں۔

۴۔ بجلی کا استعمال، ریل گاڑی کی سواری، جہاز پر سفر کرنا اور کرسی میز پر کھانا وغیرہ یہود و نصاریٰ کا طریقہ ہے۔ (مگر ایسا کرنا کفر نہیں)

کیا پاکستان میں رہنے والے تمام غیر مقلدین معصوم عن الخطاء ہیں کہ ان سے گناہ کا صدور ممکن نہیں، ہا تو ابراہیم ان کتہم صادقین۔ اگر ممکن ہے تو کیا وجہ کہ اس حدیث کو فقط سنی مسلمانوں پر چسپاں کیا جاتا ہے۔ رہا محافل عید میلاد النبی (ﷺ) کا انعقاد تو اہلسنت فقط محبت رسول کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں اور ان کو اس سنی جیلہ پر ضرور بالضرور اجر ملے گا جیسا کہ ابن تیمیہ نے لکھا ہے۔

”یعنی حب رسول اور تعظیم نبی کے تحت جو لوگ میلاد مناتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں

اس محبت اور کوشش و سعی کا ثواب دے گا۔“

(اختصار الصراط صفحہ نمبر ۲۹۴ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت)

مسئلہ آخری چہار شنبہ

مفتی محمد اعجاز ولی رضوی لاہوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

آخری چہار شنبہ کو سرورائس و جاں و سرور دل و جاں ﷺ ہر مرض شدید میں مبتلا تھے۔ اور غسل صحت و سیر باغ و دیگر نوازشات محض اسرائیلی روایات و یہودی اختراعات ہیں۔ ہاں ہاں! جب یہود مدینہ و منافقین طاعنہ کو علالت شدیدہ کا پتہ چلا، تو انہوں نے بلاشبہ اس دن خوشی کا اظہار کیا کہ علالت سرکار (ﷺ) ان کیلئے باعث فرحت و سرور اور مسلمانوں کیلئے جانکاہ و جان گذشتہ..... اور بعض افراد کا یہ کہنا کہ اس دن کچھ اتفاق محسوس کرتے ہوئے غسل فرمایا، اور کچھ سیر بھی فرمائی..... لیکن بعد غروب مرض قدیم نے عود کیا اور حالت نہایت نازک صورت اختیار کر گئی۔ اور نماز عشاء سرکار صدیق پاک ﷺ نے باجماعت ادا فرمائی..... الخ

یہ بات بنانے کیلئے تو کہا جاسکتا ہے۔ لیکن حقیقت سے دور کا بھی اس سے واسطہ نہیں۔ سترہ دن والی روایت کی صحت کی صورت میں تو جمعہ ۲۲ صفر المظفر سے علالت شدیدہ معلوم ہوتی ہے اور اس سال آخری چہار شنبہ ۲۹ صفر المظفر کو تھا اور سترہ دن کے بعد دو شنبہ ۱۲ ربیع الاول کو وصال حقیقی سے سرفرازی ہوئی۔ اور ۹ اور ۲ ربیع الاول تاریخ وصال کی روایات ضعیفہ کی بنا پر تیرہ دن کی علالت شدیدہ ۱۸ صفر المظفر بروز سہ شنبہ سے بر تقدیر ۲ ربیع الاول دو یوم یوم وصال شروع ہوتی ہے اور آخری چہار شنبہ ۲۶ صفر المظفر کو آتا ہے اور یہ دن اس روایت پر یقیناً علالت شدیدہ کے دن میں ہے۔ اور ۹ ربیع الاول کی تاریخ وصال تسلیم کرنے پر ۲۶ صفر المظفر آخری چہار شنبہ سے علالت شدیدہ کا آغاز معلوم ہوتا ہے..... اور ۱۳ دن کے طور پر ۲۹ صفر المظفر کو آخری چہار شنبہ کو علالت شدیدہ کا آغاز ہوتا ہے اور یہی صحیح اور محقق ہے کہ آخری چہار شنبہ ۲۹ صفر المظفر

۱۰۔ کو حضرت سرکار اقدس سید عالم علیہ السلام کی وجہ عداوت شدیدہ مسجد نبوی میں تشریف ارزانی نہ فرما سکے، غسل فرمانا بحالت صحت نہ تھا بلکہ شدت بخار کو کم کرنے کیلئے بار بار غسل فرمایا۔ یہی مسلک حقہ، اعلیٰ حضرت امام اہلسنت، حضرت اقدس صدر الشریعہ آقائے نعمت مصنف بہار شریعت اور حضرت علی تاجدار اہلسنت صدرالافاضل قدس سرہم کا ہے۔
(چندر روزہ سوادا عظیم لاہور، یکم تا چندرہ جنوری ۱۹۷۹ء)

ایک اہم مسئلہ کی وضاحت

امیر حمزہ لکھتا ہے کہ عرس و اتانج بخش کے موقع پر لوگ ڈھول وغیرہ کے ساتھ چادریں چڑھاتے ہیں..... الخ (شاہراہ بہشت صفحہ نمبر ۲۷۰)
اسی قسم کے ناجائز کام جو عرائس کے موقع پر ہوتے ہیں، علمائے اہلسنت اس سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں اس موقع پر اہلسنت کے ماہانہ جراند و رسائل میں ان ناجائز کاموں کی تردید کی جاتی ہے اور مختلف اشتہار بھی اس کی روک تھام کیلئے ملک میں تقسیم کئے جاتے ہیں۔ اور حکمہ اوقاف سے بھی ان ناجائز امور کو روکنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ ہمارا کام ہدایت کی راہ دکھانا ہے اور ہدایت کا تخلیق کرنا منصب خداوندی ہے۔

علمائے کرام و مبلغین شب و روز حرام اور ناجائز کاموں سے عوام کو روکنے کیلئے اجتماع اور جلسے وغیرہ منعقد کرتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود ملک میں ان ناجائز کاموں کی روز بروز ترقی ہو رہی ہے تو کیا اس وجہ سے اسلام کو برا کہا جائے گا، نہیں نہیں! یہ ان لوگوں کے ذاتی افعال ہیں جن کے وہ بارگاہ قدس میں خود جوابدہ ہوں گے۔

معلوم ہوتا ہے کہ امیر حمزہ صاحب ایک آنکھ سے اُچی ہیں۔ برائیاں تو ایک آنکھ سے نظر آگئیں، لیکن وہاں مسلمان جو نیک کام کرتے ہیں، ان کو لکھنے کی زحمت گوارہ نہیں کی، مثلاً ۲۳ گھنٹے تلاوت قرآن کا ہونا، لوگوں کا نوافل ادا کرنا، صدقات، خیرات کرنا، لنگر تقسیم ہونا (جس کی وجہ سے بعض غریب اور سفید پوش حضرات زندگی گزار رہے ہیں)

محافل ذکر و فکر اور درود و سلام جیسے نیک امور بھی تو ہوتے ہیں۔ نیز صوفیاء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے محفل سماع کے کچھ قواعد و ضوابط مقرر کئے ہیں جن کا ہونا از حد ضروری ہے اور اصل حق ہو کر قوالی سننا جائز ہے۔ جس طرح اگر نماز شرائط کے ساتھ ادا نہ کی جائے گی تو یہ وبال جان ہوگی اسی طرح اگر محفل سماع کے قواعد و ضوابط کا خیال نہ رکھا جائے تو سماع کے اچھے اثرات مرتب نہ ہوں گے۔ (واللہ اعلم)

مشہور غیر مقلد عالم علامہ ابن حزم (ظاہری) اور سماع مزامیر

جناب سید مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں:

مشہور عالم حدیث جو اپنی سخت گیری و ظاہریت میں شہرت عام رکھتے ہیں یعنی علامہ ابن حزم جیسی ہستی مزامیری وغیرہ مزامیری ہر قسم کے غنا کی اباحت و جواز کے مدعی ہیں۔ (پاک و ہند میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت صفحہ نمبر ۶۱۰ جلد ۲ حاشیہ)

اللہ! میری توبہ

جب حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی والدہ فاطمہ ہاشمیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔ حضرت علیہ السلام نے ان کو اپنے قمیص میں کفن دیا کیونکہ نزدیک حضرت کے بمنزلہ ماں کی قمیص اور اسامہ بن زید اور ابویوب انصاری و عمر بن خطاب اور ایک غلام اسود کو حکم دیا کہ ان کی قبر کھودیں، چنانچہ بقیع میں قبر کھودی گئی، پھر خود قبر میں اتر کر دست مبارک سے اس کو گہرا کیا اور مٹی باہر نکالی پھر اس میں لیٹ کر کہا:

”اللہم اغفر لامي فاطمة بنت اسد و لقنها حجتها ووسع مدخلها بحق نبيك محمد و الانبياء الذين من قبلي فانك ارحم الراحمين“۔

(عمر بن ابی حمزہ بن عقیل، مناقب خلفاء الراشدین، تصنیف ابوبکر محمد مدنی، حسن خاں بھوپالی، غیر مقلد شیخ ۱۳۰۰ھ (۱۸۸۱ء))

قارئین کرام!

اس حدیث پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ خداوندی میں اپنے توسل اور اس جہاں سے پردہ فرمانے والے انبیاء کرام کے توسل سے دعا مانگی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی سرہندی (م ۱۰۳۳ھ) رحمہ اللہ نے: حضرت شرف الدین المعروف بہ سعدی (المتوفی ۶۹۱ھ) کا یہ شعر مکتوبات میں نقل کیا ہے۔

خدایا بحق بنی فاطمہ!
کہ بر قول ایمان کنم خاتمہ

(مکتوبات، دفتر دوم، حصہ اول مکتوب نمبر ۳۶)

وہابیہ نجدیہ کا عقیدہ

جب کوئی کہے کہ خدایا بجاہ نبی یا بحق نبی یا بجاہ عبادک الصالحین یا بحق تیرے فلاں بندے کے میں یہ چاہتا ہوں تو یہ بدعت مذمومہ ہے۔ الخ

دوسرا سالہ امام عبداللہ بن شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب ص ۶۶ نمبر ۶۶ طبع امرتسر ۱۹۲۷ء
استغفر اللہ استغفر اللہ استغفر اللہ

ابو عثمان سید اسماعیل مشہدی لکھتے ہیں:

(مولانا عبدالجبار غزنوی) کو حضرت امام (سید محمد شریف گھڑیالوی سابق امیر جماعت احمدیہ) صاحب سے بے حد عقیدت ہوگئی اور امام صاحب کو آپ سے محبت ہوگئی۔ اتنی محبت کہ آپ کی استدعا پر حضرت امام صاحب متعدد بار گھڑیالہ میں تشریف لائے۔ حضرت امام صاحب آپ سے متعلق بہت حسن ظن رکھتے تھے۔ چنانچہ مولوی عبدالغفار اور میاں ابراہیم ساکنان کوٹلی رائے ابوبکر ضلع لاہور اپنے باپوں سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ دونوں یعنی ان راویوں کے باپ امرتسر میں امام صاحب کے درس میں بیٹھے ہوئے تھے دورانِ درس حضرت امام صاحب نے فرمایا کہ اگر کوئی رسول اللہ ﷺ کے اصحاب صفہ میں سے کسی صحابی کو دیکھنا چاہتا ہے تو گھڑیالہ میں شاہ محمد شریف کو جادیکھے۔ الخ (اسلامی شکل و صورت ص ۷۷ نمبر ۷۷ طبع دوم ۱۹۸۳ء کبیر والا)

حضرت بلال مؤذن کا شام سے روضہ رسول کا قصد کر کے آنا

ابن عساکر رحمہ اللہ ابی ورداء رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت بلال رحمہ اللہ نے

آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ آپ فرماتے ہیں اے بلال یہ کیا ظلم ہے کہ کبھی ہماری زیارت کو نہیں آئے، اسی وقت بلال اپنی سواری کے ذریعے مدینہ منورہ (روضہ رسول کی زیارت) کے قصد سے روانہ ہو گئے، جب قبر شریف پر پہنچے تو اٹھ بار ہو کر عاجزی کے ساتھ روئے نیاز خاک پر رکھا۔ حسن اور حسین رحمہ اللہ حجرہ سے باہر نکلے ان کو گود میں لے کر سر و چشم کو چوما۔ الخ (جذب القلوب الی دیار الحب ص ۲۳۰ طبع کراچی)

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رحمہ اللہ کا شام سے

حضرت کعب احبار کو لے کر روضہ رسول ﷺ کی زیارت کیلئے آنا جب امیر المؤمنین نے شام کو فتح کیا، بیت المقدس کے باشندوں سے صلح کر لی اور کعب احبار آ کر مشرف باسلام ہوئے تو عمر: خطاب رحمہ اللہ کو ان کے اسلام سے بے حد مسرت ہوئی۔ واپسی کے وقت ان سے فرمایا: کہ اے کعب اگر چاہو تو ہمارے ساتھ مدینہ منورہ چلو اور سرور انبیاء ﷺ (کے روضہ منورہ) کی زیارت کر لو۔ کعب احبار نے کہا بہت خوب، اے امیر المؤمنین میں ایسا ہی کروں گا۔ مدینہ منورہ میں آنے کے بعد سب سے پہلا کام جو امیر المؤمنین نے کیا وہ (روضہ رسول پر حاضر ہو کر) پیغمبر ﷺ کی ذات اقدس پر سلام تھا۔

(جذب القلوب الی دیار الحب از شیخ عبدالحق محدث دہلوی ص ۲۳۱ طبع کراچی)

عمر ثانی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا عمل

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ: شام سے مدینہ منورہ کو قاصد بھیجا کرتے تھے تاکہ ان کا سلام رسالت پناہ کی جناب میں عرض کریں۔ ان کا یہ فعل تابعین کے وسط زمانہ میں تھا۔ (جذب القلوب الی دیار الحب از شیخ عبدالحق محدث دہلوی ص ۲۳۲ طبع کراچی)

امام الوہابیہ ابن تیمیہ کا فتویٰ

جو لوگ شریعت کا علم رکھتے ہیں۔ حدود اللہ اور ادا مروا ہی پر ان کی نگاہ ہے ایسے

علماء میں سے ایک بھی ایسا نہیں جس نے یہ لکھا ہو کہ محض زیارتِ قبرِ مکرم یا کسی اور قبر کیلئے رختِ سفر باندھنا جائز ہے۔ بلکہ جید علمائے کرام نے ایسے سفر کو حرام قرار دیا ہے۔ جس کا سفر ہی مٹی پر گناہ ہو وہ نماز میں قصر کیسے کر سکتا ہے پس ایسا شخص قصر نہ کرے۔

(الجواب الباہر فی زوار القابر صفحہ نمبر ۵۲ طبع فیصل آباد)

استغفر اللہ استغفر اللہ استغفر اللہ

قاری محمد جاوید اقبال نقشبندی (سابق غیر مقلد وہابی) لکھتے ہیں:

(زمانہ وہابیت کے دوران) ۶/ مارچ ۱۹۸۳ء کو ایک کانفرنس بسلسلہ سیرت النبی ﷺ موضع ۵/ چک سیجی نوالہ ضلع وہاڑی میں منعقد ہوئی۔ جس میں خطابات کیلئے یزدانی صاحب کا نام اور میر انام نمایاں تھے۔ دورانِ سفر میں نے یزدانی سے کہا کہ اس علاقہ کے لوگ زیادہ پیر پرست ہیں۔ مہربانی فرما کر پیروں کے متعلق کچھ نہ کہنا۔ قصہ مختصر کہ حاصل پور کے علاقہ میں پیر رگیلا شاہ صاحب کا دربار تھا اور ہے یزدانی نے دورانِ خطاب کچھ ایسے الفاظ پیر رگیلا صاحب کے متعلق کہے جو کہ برداشت سے باہر تھے، پھر کیا تھا۔ اس چک کا نمبر دار چوہدری فتح محمد ڈوگر پیر رگیلا شاہ صاحب کا مرید تھا۔ وہاں پر جھگڑا شروع ہو گیا۔ نمبر دار کے لڑکے نے یزدانی کے سر پر لاٹھی مارنا چاہی تو میں نے دیکھتے ہی بایاں بازو یزدانی کے سر کے قریب کیا جس کی وجہ سے میرے بائیں بازو کی کلائی ٹوٹ گئی جو کہ زندہ ثبوت ہے اور ہمیں تین دن تک زیرِ حراست ایک کمرہ میں رکھا گیا۔ نمبر دار اثر و رسوخ والا آدمی تھا۔ اس لئے پولیس والوں نے مزاحمت نہ کی۔ جس کمرے میں بند تھے، وہاں ہی کھانا پینا دیں پیشاب پاخانہ، کیا لکھوں قلم لکھنے سے قاصر ہے..... ۳ دن کے بعد میں نے کمرہ کے اندر ہی سے نمبر دار کی منت سماجت کی، اس نے کہا پہلے میرے پیر کی تعریف کرو..... پھر جان چھوٹے گی۔ میں نے کہا جناب نمبر دار صاحب میرے بازو کی تو کلائی بھی ٹوٹ چکی ہے، مہربانی فرما کر پٹی تو کروادیں۔ میں نے نمبر دار کو اس کے پیر کا واسطہ دیا، تب جا کر اس نے مجھے باہر نکالا اور پٹی وغیرہ کی۔ میں نے سوچا کہ اب موقع ہے کوئی بریلوی پیر کی کرامت نمبر دار کو سناؤں شاید جان

بچ جائے، مختصر اُمیں نے دو تین بریلویوں کے پیروں کی کرامتیں پڑھی تھیں۔ جو کہ ذہن میں تھیں، ایک پیر مہر علی شاہ صاحب اور دوسری داتا گنج بخش رحمہ اللہ کی، بعد میں جس طرح آزادی ملی لمبی تفصیل ہے۔ (واپسی پر) راستہ میں میں نے یزدانی سے کہا، یہ بتاؤ کہ اب کاموگی واپس جا کر لوگوں کو کیا جواب دیں گے کہ اتنے دن کہاں رہے؟ کہنے لگا کہ کہہ دینا کہ دوسری جگہ کے پروگرام تھے وہاں پر چلے گئے تھے، جھوٹ نمبر پھر میں نے کہا کہ اگر لوگوں نے سوال کیا تمہارا بازو کیسے ٹوٹا؟ تو کیا جواب دوں گا، کہنے لگا کہ کہہ دینا کہ کیلے کے چھلکے سے پھسل گیا، دوسرا جھوٹ۔ پھر میں نے کہا کہ یہ گاڑی جس کا نمبر ۱۹۶۰/ LNM ہے اس کے شیشوں اور سکرین کے متعلق سوال ہوا تو پھر کیا جواب دوں، کہنے لگا کہ کہہ دینا کہ بریلویوں نے گاڑی پر آتی دفعہ پتھراؤ کر دیا تھا، تیسرا جھوٹ۔ مختصر واپس کاموگی آئے تمام رام کہانی سنائی لیکن مسجد کی انتظامیہ مشکوک نظروں سے میری رام کہانی سن رہی تھی۔ آخر ۴ دن کے بعد والد محترم نے پوچھا تو میں نے تمام کچھ سنا دیا جو جو ہمارے ساتھ ہوا تا، حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے یزدانی کا ساتھ چھوڑ دیا۔ (میں وہابی سے بنی کیسے ہوا، از قاری محمد جاوید اقبال بحوالہ منشی منشی منشی اور دعوتِ اسلامی صفحہ نمبر ۶۵ تا ۶۷ طبع لاہور)

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی غیر مقلد وہابی.....

اپنا ایک واقعہ لکھتے ہیں: زندگی میں مجھے بھی ایک مرتبہ ایسا واقعہ پیش آیا ہے۔ ۱۲۷۵ھ کا ذکر ہے میں مرزا پور سے براہِ جبل پور بھوپال جا رہا تھا۔ ایک سیلاب سے واسطہ پڑا، بارش کا زمانہ تھا ندی چڑھ آئی، اس خیال سے کہ پانی تھوڑا ہے۔ گھوڑا مع سواری اس میں ڈال دیا اس کا ڈالنا تھا ندی چڑھ آئی قریب تھا کہ ہم سب اس میں ڈوب جائیں، میں گاڑی سے کود کر پانی میں کود پڑا۔ پانی گاڑی کو بہا لے گیا۔ میں نے فوراً بلند آواز سے تین بار پکارا۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ بس یہ کہنا تھا کہ گاڑی پانی سے نکل کر ایک اونچے پتھر پر آکھڑی ہوئی۔ اس موقع پر میرے کوچوان کے سوا وہاں کوئی دوسرا شخص نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے اس بحور سے ہم کو نجات بخشی۔ واللہ الحمد (حیاتِ امام ابن جزری مع حسن حصین از عبدالحلیم چشتی صفحہ نمبر ۵۴ طبع کراچی)

ابن تیمیہ کا فتویٰ

انبیاء و صالحین کو ان کی قبروں پر سے یا ان کی عدم موجودگی میں پکارنے والے لوگ ان مشرکین کے گروہ میں داخل ہیں جو غیر اللہ سے رجوع کرتے ہیں۔ الخ

(الوسیلہ صفحہ نمبر ۶۰ طبع لاہور ۱۹۸۴ء)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

(اگر قبر پر کھڑے ہو کر یوں کہیں) اے فلاں بزرگ حق تعالیٰ سے میری حاجت روائی کیلئے آپ عرض کریں اور میری سرزنش کریں اور میرے لئے دعا کریں تو ظاہراً جائز ہے، اس واسطے کہ اس صورت میں شرک لازم نہیں آتا۔ جیسا کہ بحالت حیات استمداد کرنا اس طور سے جائز ہے کہ ان سے عرض کیا جاوے کہ درگاہ الہی میں میری حاجت روائی کیلئے آپ دعا والتجا کریں۔ الخ

(فتاویٰ عزیزی صفحہ نمبر ۵۰ طبع کراچی ۱۳۹۳ھ)

نیز شاہ صاحب لکھتے ہیں:

حضرت امام شافعی (م ۲۰۴ھ) رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ قبر امام موسیٰ کاظم رحمہ اللہ مجرب تریاق ہے دعا قبول ہونے کیلئے۔ الخ

(فتاویٰ عزیزی صفحہ نمبر ۶۸ طبع کراچی ۱۹۷۳ء)

علامہ ابن حجر مکی (متوفی ۹۷۷ھ) رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

امام شافعی رحمہ اللہ (م ۲۰۴ھ) جب بغداد میں تھے تو آپ کے متعلق مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: میں ابو حنیفہ سے تبرک حاصل کرتا ہوں اور جب کوئی حاجت پیش آتی ہے تو میں دو رکعت پڑھ کر ان کی قبر کے پاس آتا ہوں اور اس کے پاس اللہ سے دعا کرتا ہوں تو وہ حاجت پوری ہو جاتی ہے۔

الخیرات الحسان صفحہ نمبر ۲۳ طبع کراچی ۱۵۴ھ مشکوٰۃ باب زیارت القبر صفحہ نمبر ۱۵۴
علامہ خطیب بغدادی (م ۶۲۲ھ) حضرت شیخ معروف کرخی رحمہ اللہ کے متعلق لکھتے

ہیں: آپ کا وصال ۲ محرم الحرام ۲۰۰ھ میں ہوا، آپ کا مزار مقدس بغداد شریف میں زیارت گاہ خلّاق ہے۔ علامہ خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ ”قبر معروف مجرب لقضاء الحاج“، یعنی معروف کرخی کا مزار مقدس حاجتیں پوری ہونے کیلئے مجرب ہے۔ (یعنی ان کے توسل سے بارگاہ قدس میں جو نیک دعا مانگی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو شرف قبولیت بخشا ہے)۔ (تاریخ بغداد صفحہ نمبر ۱۲۲، ۱۲۳ جلد اول)

ابوعلیٰ خلال (متوفی ۴۳۹ھ) جو مشہور بزرگ گزرے ہیں فرماتے ہیں: جب مجھے کوئی مشکل پیش آتی ہے اور میں حضرت موسیٰ ابن جعفر کاظم کی قبر پر حاضر ہو کر ان کے توسل سے دعا کرتا ہوں تو اللہ تعالیٰ میری مراد بر لاتا ہے۔

(تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ صفحہ نمبر ۷۵ طبع لاہور)

صاحب نظر الحاصلین، صاحب شاطبیہ علامہ محمد قاسم (م ۵۹۰ھ) کے متعلق لکھتے

ہیں:

لوگ اب بھی آپ کی قبر کی زیارت کرتے ہیں اور برکات حاصل کرتے ہیں۔ علامہ جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے بارہا آپ کی قبر کی زیارت کی ہے وہاں دعا بڑی جلد قبول ہوتی ہے۔ (نظر الحاصلین باحوال اصفہین صفحہ نمبر ۷۰ طبع کراچی ۱۹۸۶ء)

امام الوہاب بن تیمیہ کا فتویٰ

زیارت کی دوسری قسم بدعتی زیارت ہے اور اس سے مقصود ایسی زیارت ہے جس میں مردہ (یعنی صاحب قبر) سے منت ماننا، دعا چاہنا (یعنی اے صاحب قبر میرے لئے دعا کریں) شفاعت طلب کرنا (یعنی میری دعا کی قبولیت کیلئے شفاعت کریں)۔ یا براہ راست خدا سے یہ سمجھ کر دعا کرنا ہوتا کہ اس کی بزرگی کی وجہ سے (یہاں) دعا مقبول ہوگی اس قسم کی تمام زیارتیں بدعت ہیں۔ بلکہ یہ از قسم شرک ہے اور اسکے ذریعے شرک کے مزید دروازے کھلنے کا خطرہ ہے۔ (الوسیلہ از ابن تیمیہ صفحہ نمبر ۳۹ طبع لاہور ۱۹۸۴ء)

امیر حمزہ بتائیں کیا!

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، حضرت امام شافعی، علامہ ابن حجر مکی، علامہ خطیب بغدادی، ایچلی خلال رضوان اللہ علیہم اجمعین مشرک تھے یا مسلمان، اگر یہی نفوس قدسیہ مشرک تھے (بقول تمہارے عقیدہ کے) تو مسلمان کون ہیں؟ توبہ کرو، توبہ کرو، توبہ کرو، توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔

امام بوسیری رحمۃ اللہ علیہ پر فالج کا حملہ ہوا۔ اسی حالت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں ایک طویل قصیدہ بزبان عربی لکھا۔ خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قصیدہ پڑھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شعر پر اعتراض نہ فرمایا، بلکہ خوش ہو کر اپنی چادر مبارک عنایت فرمائی۔ جب صبح کو امام بوسیری اٹھے تو بالکل تندرست تھے۔

امام الوہابیہ شیخ عبدالرحمن بن حسن نجدی کا فتویٰ

امام بوسیری مشرک تھے۔ (قرۃ عیون الموحدین صفحہ نمبر ۵۴ جلد دوم طبع لاہور)

علامہ ابن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ

۹۰۹ھ کو قاہرہ میں پیدا ہوئے، قرآن کریم حفظ کیا۔ جامع ازہر میں داخلہ لیا اور اس زمانہ کے نامور علماء سے علوم معقولہ اور منقولہ کی تکمیل کر کے ۱۹ برس کی عمر میں سند فراغت حاصل کی۔ ۹۳۳ھ میں حجاز گئے، حج کیا پھر کچھ عرصہ حرم میں رہ کر قاہرہ واپس آ گئے۔ اور حسب دستور درس و تدریس اور تصانیف و تالیفات میں مشغول ہو گئے۔ ۹۳۷ھ میں جب کسی عالم نے ان کی کتاب ”ارض مقری“ کی شرح کو چڑھایا تو دل برداشت ہو کر مع اہل و عیال حرم (مکہ مکرمہ) ہجرت کر گئے۔ اور تاحیات حرم میں ہی درس دیتے رہے اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہے۔

علامہ خفاجی حنفی (م ۱۰۶۹ھ) رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

علامۃ الدہر خصوصاً الحجاز..... وتوجهت وجوہ الطب الی قبلۃ ان حدث عن اللہ

والحدیث..... الخ (ریحۃ الاطباء صفحہ نمبر ۱۶۳)

شیخ نجم الدین غزی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

وہ متاخرین علماء کے معتمد علیہ ہیں اور فتویٰ دینے میں رافعی، نووی اور متاخرین میں قاضی ذکر یا انصاری کے بعد ان ہی کے کلام کی طرف مراجعت کی جاتی ہے اور مکہ کے فقیہ واعظ اور محدث تھے۔

(فوائد جامعہ برجالہ نافعہ از مولانا عبدالعلیم ہشتی صفحہ نمبر ۳۳۱، طبع کراچی ۱۳۸۳ھ)

محمود شکاری آلوسی غیر مقلد نجدی وہابی لکھتا ہے

ابن حجر کا عمل و کردار اس کے سر اسر خلاف ہے۔ آپ اس کی کتابیں دیکھیں گے کہ وہ بدعات کو رواج دیتا ہے..... اتباع سنت کی مخالفت اور اہل حدیث (غیر مقلدین) کے ساتھ دشمنی کرنا نظر آئے گا..... اس کی زبان قلم، جھوٹ و افتراء پر خوب چلتی ہے اس کے فتاویٰ حدیثیہ، جس کو فتاویٰ بدعتیہ کہنا مناسب ہے۔ الخ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) (غایۃ الایمانی (اردو ترجمہ انوار رحمانی از محمود شکاری غیر مقلد صفحہ نمبر ۵۶۱ طبع جہلم (پاکستان))

امام الوہابیہ ابن تیمیہ کا عقیدہ

ابن تیمیہ لکھتا ہے:

شیطان لوگوں کی شرک میں مدد کرتے ہیں اور شیطان ان لوگوں کیلئے آدمیوں کی صورت میں اس طرح سامنے آتے ہیں کہ وہ لوگ انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور شیطانوں میں سے کوئی کہتا ہے میں ابراہیم ہوں، میں مسیح (عیسیٰ) ہوں، میں محمد ہوں، میں خضر ہوں، میں ابوبکر ہوں، میں عمر ہوں، میں عثمان ہوں، میں علی ہوں، میں فلاں شیخ ہوں، نیز وہ شیطان ایک دوسرے کو کہتے ہیں کہ یہ تو فلاں نبی ہے یا یہ خضر ہے۔ حالانکہ یہ تمام کے تمام جنات (شیطنین) ہوتے ہیں جو ایک دوسرے کے نبی ہونے کی گواہی دیتے ہیں۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) (التوسل والوسیلہ صفحہ نمبر ۱، عربی)

(الوسیلہ (مترجم) احسان الہی ظہیر غیر مقلد، تالیف ابن تیمیہ صفحہ نمبر ۴۱ طبع لاہور ۱۹۸۳ء)

جبکہ امام الانبیاء علیہ السلام نے فرمایا:

”من رانى فى المنام فسيرانى فى اليقظة ولا يتمثل الشيطان

بى“۔ (بخاری جلد ۲، مسلم جلد ۲)

حضور علیہ السلام نے فرمایا جس نے سوتے میں میری زیارت کی تو عنقریب جاگتے میں بھی میری زیارت سے مشرف ہوگا۔ شیطان کوشش کے باوجود میری شکل اختیار نہیں کر سکتا۔

ابن تیمیہ کا انجام

جناب مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں:

قصہ یہ ہے کہ ان ہی دنوں میں جب ایک ہندی عالم دمشق میں مقیم تھا..... ان کی چوکی بے پناہ تلوار اس طرح چل رہی تھی کہ معاصر علماء چیخ اٹھے، بیسیوں نئے نئے مسائل پیدا کر کے اہل علم کی محفلوں میں وہ ہلچل ڈالتے رہتے تھے (مثلاً طلاق ثلاثہ یعنی تین طلاق تین ہے۔ آئمہ اربعہ کے اس مسلک کے خلاف تین ایک ہے کا نظریہ قائم کیا۔ مدینہ منورہ اس نیت سے جانا کہ رسول اللہ ﷺ کے روضہ اقدس کی زیارت کریں گے حرام ہے۔ اسی طرح مسئلہ صفات میں بھی قریب قریب مجسمہ کی سی باتیں کرتے تھے یوں بھی ان کے منفردات کی ایک طویل فہرست ہے)۔ ان ہی مسائل میں سے ایک مسئلہ ہے جو مسئلہ حمویہ کے نام سے مشہور ہے۔ تنگ آکر دمشق کے علماء نے آخر حکومت کو دست اندازی پر مجبور کیا..... دمشق کا امیر اس زمانہ میں امیر تنکر تھا۔ اس نے ابن تیمیہ سے مناظرہ کرانے کیلئے علماء کی ایک مجلس طلب کی۔ ابن تیمیہ بھی بلائے گئے۔ اسکی نے لکھا ہے کہ: علماء نے جمع ہو کر بالاتفاق فیصلہ کیا کہ شیخ ہندی کو بلایا جائے..... امیر نے اسی بنیاد پر ان کو طلب کیا۔ سکی نے یہ بھی لکھا ہے:

امیر تنکر ہندی کی بڑی عزت کرتا تھا اور ان کا بڑا معتقد تھا۔

بہر حال ”شیخ ہندی“ بھی مجلس میں آکر شریک ہوئے، لکھا ہے کہ مناظرہ کی اس

تاریخی مجلس میں ہندی ہی ان تمام علمائے شام کا شیخ اور سردار تھا، جو اس مجلس میں موجود تھے۔ شیخ ہندی نے ابن تیمیہ کو مخاطب کیا، غالباً اسکی بھی اس مجلس میں موجود تھے۔ بہر حال ان کا بیان ہے۔ اس وقت شیخ ہندی کی جو حالت تھی گویا اس کی تصویر ہے۔

تقریر میں ہندی بہت دراز نفس واقع ہوئے تھے۔ کسی پہلو پر تقریر شروع کرتے تو کچھ اس طرح اس کو بیان کرتے کہ جتنے شبہات یا اعتراضات کا امکان ہو سکتا تھا اپنی تقریر ہی میں اس کی طرف اشارہ کر جاتے تو اعتراض کرنے والے کیلئے اس کا جواب سخت ہو جاتا۔

شیخ ہندی کے اس طرز تقریر کا کیا اثر مرتب ہوا۔ اسکی سے وہ بھی سن لیجئے۔

ابن تیمیہ نے جلد بازی سے کام لینا شروع کیا جیسا کہ ان کی عادت ہے اور ایک بات کو چھوڑ کر دوسری طرف نکل گئے۔ (یہ کیفیات ان پر طاری ہو گئی)

ابن تیمیہ کے اس انداز کو دیکھ کر شیخ صفی الدین سے شہ رہا گیا اور باوجود ان کی جلالت شان کے شیخ کو کہنا پڑا:

ابن تیمیہ میں تمہیں نہیں پارہا لیکن اس چڑیا کی طرح جو ادھر سے پھدک کر ادھر جاتی ہے۔ اور ادھر سے ادھر۔

ابن حجر نے درر میں شوکانی نے بدر میں، شیخ ہندی کی طرف ان ہی الفاظ کو منسوب کیا ہے۔ لیکن اسکی جن کا بیان سب سے زیادہ قابل وثوق ہے انہوں نے لکھا ہے کہ شیخ نے کہا: ابن تیمیہ میں تمہیں چڑیا کے مانند پاتا ہوں، جہاں چاہتا ہوں کہ پکڑوں، تو وہاں سے بھاگ کر دوسری جگہ چلے جاتے ہو۔

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن تیمیہ پر پھدکنے والی چڑیا کی کیفیت جو طاری ہو گئی تھی وہ شیخ ہندی کی ان گرفتوں کا نتیجہ تھا جس سے ٹپ کر دوسری شاخ پر بیٹھنے کی کوشش کرتے تھے، شیخ ہندی وہاں بھی ان کو چین نہیں لینے دیتے تھے یوں ہی..... کو د..... پھاند..... اچھل اور پھدک..... کا ایک سلسلہ تھا جو جاری رہا تھا۔

تاہم امیر تنکر نے جو یہ فیصلہ کیا، جیسا کہ اسکی نے لکھا ہے:

دیوبندی تالیف
رضا خانی مذہب کا علمی و تحقیقی جائزہ



تالیف
ابو کلیم محمد صدیق فانی

حسب الارشاد
ڈاکٹر مفتی محمد اشرف آصف جلالی

اولیٰ بیٹ سیکل ہاؤس، لاہور

پتہ: لاہور کے نزدیکی 0333-8173630



ضیاء العلوم پبلی کیشنز